اِلہاماتِ ربّانی

مجموعۂ ملفوظات

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جامع (حصہ اول)

حضرت اقدس سید عشرت جمیل میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خادمِ خاص وخلیفہ مجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

جامع (حصہ دوم)

مولانا سہیل احمد دامت برکاتہم

خادم وخلیفہ مجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

ادارۂ تالیفاتِ اختریہ
hazratmeersahib.com

بہ فیضِ صحبتِ ابرارؔ یہ دردِ محبت ہے
محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہے تیرے نازوں کے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستو! اس کی اشاعت ہے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

یہ انتساب
شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنی جملہ تصانیف پر تحریر فرمایا کرتے تھے۔

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ کتاب: الہامات ربّانی

صاحبِ ملفوظات: شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِّ زمانہ

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ

موضوع: مجموعۂ ملفوظات

جامع (حصہ اول): حضرتِ اقدس سید عشرت جمیل میرؔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خادمِ خاص وخلیفہ مجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

جامع (حصہ دوم): سہیل احمد عفا اللہ عنہ

ٹائٹل: راحیل اعجاز سلمہٗ

اشاعتِ اول: محرم الحرام ۱۴۴۱ھ مطابق ستمبر ۲۰۱۹ء

ناشر: ادارہ تالیفات اختریہ

عرضِ مرتب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُتَفَرِّدِ بِالْخَلْقِ يَصْطَفِيْ مَنْ يَّشَاءُ وَيَخْتَارُ، اَحْمَدُهٗ سُبْحَانَهٗ وَاَسْتَغْفِرُهٗ وَاَسْتَهْدِيْهِ، لَهُ الْفَضْلُ وَالْمِنَّةُ وَالثَّنَاءُ وَالْاِكْبَارُ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى وَالْبَقَاءُ وَالْاِقْتِدَارُ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَى الشَّرِيْفِ الْمُشَرَّفِ بِاَشْرَفِ الرِّسَالَاتِ، اَلْكَرِيْمِ الْمُكَرَّمِ بِاَكْرَمِ الْبَيِّنَاتِ، اَلْعَظِيْمِ الْمُعَظَّمِ بِاَعْظَمِ الْاٰيَاتِ، اَلْفَاضِلِ الْمُفَضَّلِ عَلٰى جَمِيْعِ الْكَائِنَاتِ، اَلْعَالِي الْمُعَلّٰى فِيْ اَعْلَى الْمَقَامَاتِ، اٰدَمُ وَمَنْ دُوْنَهٗ تَحْتَ لِوَائِهٖ وَسَائِرُ الْمَخْلُوْقَاتِ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ وَاَنْعِمْ عَلٰى صَفِيِّكَ الْمُصَفّٰى الْمُصْطَفَى الْمُخْتَارِ، اَلْخَلِيْلِ الْمُتَوَّجِ بِالْحُلَّةِ وَالْوَقَارِ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْاَخْيَارِ، وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الْقَرَارِ اَمَّا بَعْدُ[1] (قَدْ اَخَذْتُ هٰذِهِ الْخُطْبَةَ مِنْ كِتَابِ شَرَفِ الْمُصْطَفٰى ﷺ)

یہ کتاب مرشدی ومولائی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے، جس کا پہلا حصہ میرے مرشدِ ثانی اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے خادمِ خاص حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جمع کردہ ہے اور دوسرا حصہ احقر کا جمع کردہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں توفیق اور کرم سے جب حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں حاضری ہوئی تو حضرت والا نے فرمایا ''مجھ سے جو دین کی باتیں سنا کرو تو لکھ لیا کرو، یہ باتیں بعد میں بہت کام آتی ہیں، الحمدللہ! میری بچپن سے نوٹ کرنے کی عادت تھی، بزرگوں سے کوئی بات سنی اس کو نوٹ کرلیا:

((قَيِّدُوا الْعِلْمَ قُلْتُ وَمَا تَقْيِيْدُهٗ؟ قَالَ كِتَابَتُهٗ))

(المستدرک للحاکم: کتاب العلم؛ جزء ۱ ص ۱۸۸؛ رقم الحدیث ۳۶۲)

علم کو لکھ کر قید کرو۔ جو شخص اپنے علم میں برکت چاہے اس کو چاہیے کہ

---

[1] ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کے لئے خاص ہیں جو تخلیقِ مخلوقات میں اپنی مرضی اور اختیار میں یکتا ہے،

شیخ کی کوئی بات سنے، اس کو نوٹ کرلے، چاہے وہ عالم ہو یا غیر عالم ہو، جتنا نوٹ کرتے جاؤ گے وہ باتیں محفوظ ہوجائیں گی اور دھیرے دھیرے وہ شخص بھی دین کی خدمت کے قابل ہوجائے گا۔ جہاں بیٹھے گا ان شاء اللہ! بزرگوں کی کوئی بات سنا دے گا، مجلس اس کے قدم چومے گی لیکن افسوس کہ اس زمانہ میں اس کا رواج ہی نہیں ہے۔ مجھے تو کوئی سمجھانے والا بھی نہ تھا لیکن جب میں ہدایۃ النحو پڑھ رہا تھا، اس وقت بھی میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ جو بتاتے تھے میں جلدی سے نوٹ کرلیتا تھا، جیسے اگر کوئی موتی اور اشرفی لُٹا رہا ہو تو جلدی جلدی اس کو جیب میں رکھ لیتے ہیں۔ بعد میں معرفتِ الٰہیہ، معیتِ الٰہیہ کے نام سے سب باتیں چھپ گئیں۔''

پس احقر نے بھی حضرت مرشدی نور اللہ مرقدہ کی باتیں لکھنی شروع کردیں جسے خود حضرت والا مرشدی رحمۃ اللہ علیہ ملاحظہ فرمایا کرتے تھے اور جہاں ضرورت ہوتی تو اس میں تصحیح بھی فرماتے تھے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک سے احقر کی ڈائری میں لکھے ہوئے الفاظ دیکھ کر وہ سارے ایام واوقات دوبارہ یاد آجاتے ہیں جو حضرت والا کی خدمت میں خانقاہ میں گذرے تھے۔

میں اس پاک ذات کی تعریف بیان کرتا ہوں اور اس سے مغفرت اور ہدایت مانگتا ہوں، اسی کا فضل اور احسان ہے اور اسی کی ثنا اور بڑائی ہے، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ واحد ہے کوئی اس کا شریک نہیں، اس کے بہت اچھے اچھے نام ہیں اور اسی کے لئے بقا اور حکمرانی ہے۔ اور صلوٰۃ وسلام ہو اس ذاتِ عالی پر جو رسولوں میں بھی سب سے اشرف رتبہ والے ہیں، کھلی نشانیوں کے ساتھ مکرم ہیں، بڑی بڑی نشانیوں کے ساتھ معظم ہیں، تمام کائنات سے افضل ہیں، اعلیٰ مقاماتِ قرب پر فائز ہیں، حضرت آدم علیہ السلام اور تمام انبیاء علیہم السلام ان کے جھنڈے تلے ان کے ماتحت ہیں، اے اللہ! صلوٰۃ وسلام اور برکتیں ونعمتیں نازل فرما اپنے چنیدہ اور اختیار فرمودہ ایسے خلیل پر جو ظاہری اور باطنی خوبیوں کا تاج سر پر رکھتے ہیں، اور اے اللہ! ان کی آل پر اور اصحاب پر بھی رحمت نازل فرما جو سب سے بہتر لوگ تھے، اور ان پر بھی جو روزِ قیامت تک ان کا اتباع کرے۔ اما بعد (یہ خطبہ کتاب ''شرف المصطفیٰ'' سے لیا گیا ہے)

یاد آں روزے کہ در میخانہ منزل داشتم
جام مے در دست و جاناں در مقابل داشتم

(وہ دن یاد آتے ہیں جب میں خانقاہ میں رہتا تھا اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی شراب کا پیالہ میرے ہاتھ میں ہوتا تھا اور میرا محبوب مرشد میرے سامنے ہوتا تھا)

حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اس مجموعہ کو پڑھا تو فرمایا کہ اس کی نقل مجھے دو تو میں اس کو صاف کر کے چھاپ دوں، لیکن پھر دوسری اہم کتابوں کی تصنیف کی مصروفیت کی وجہ سے بات ٹلتی رہی۔ اب جبکہ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جمع کردہ ملفوظات کا یہ مجموعہ ترتیب دینے کا ارادہ ہوا تو خیال آیا کہ کیوں نہ اس کے ساتھ احقر کا جمع کردہ مجموعہ بھی شامل کر دیا جائے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اکثر دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے خدا! میری آہ وفغاں اور میرا دردِ دل پوری دنیا میں اور عالمی زبانوں میں نشر کر دے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی اس دعا کے لئے حق تعالیٰ نے پہلے حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور اب شیخِ ثالث حضرتِ اقدس شاہ فیروز عبداللہ میمن صاحب مدظلہ کو توفیق عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کو نور سے منور فرمائے اور حضرتِ اقدس فیروز میمن صاحب مدظلہ کی عمر اور صحت میں برکت عطا فرمائے جو حضرت مرشدی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم و معارف کی نشر و اشاعت میں جان و مال سے مصروف رہتے ہیں۔ آمین

احقر نے دیکھا کہ حضرت شیخ دامت برکاتہم کو یہ پسند ہے کہ کتاب میں موضوع کے اعتبار سے ایک جیسے مضامین ساتھ ساتھ ہوں، الگ الگ نہ ہوں لہٰذا اس مقصد کے لئے اس کتاب کے دونوں حصوں کو سات ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر باب میں ایک جیسے موضوع والے ارشادات کو یکجا کیا گیا ہے، جس کی وجہ سے تاریخ کی ترتیب کو برقرار رکھنا ممکن نہیں تھا تاہم جو تاریخیں دستیاب ہو سکیں وہ ساتھ ہی لکھنے کا اہتمام رہا کہ اس سے پڑھنے والے کو مجلس کے وقت اور جگہ کے

بارے میں خیالات کے درجہ میں ہی سہی اپنی شرکت کا احساس ہونے لگتا ہے۔

ان ابواب کی تفصیل یہ ہے:

باب اول: مضامین متعلق اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات، وحدانیت، عشقِ الٰہی، قرآنِ کریم، آخرت کی یاد، موت، فنائیتِ دنیا وغیرہ

باب دوم: مضامین متعلق سرورِ عالم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس، عشقِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت پر شفقت، عظمتِ انبیاء علیہم السلام وغیرہ

باب سوم: مضامین متعلق صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ

باب چہارم: مضامین متعلق صحبتِ اہل اللہ، مرشد و مرید، سلوک و تصوف وغیرہ

باب پنجم: مضامین متعلق بدنظری، اَمردوں سے احتیاط، استقامت علی الدین، تقویٰ، ندامت کے آنسو، توفیقِ توبہ وغیرہ

باب ششم: مضامین متعلق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی، تربیتِ اہل و اولاد، حقوقِ والدین، مختصر ملفوظات وغیرہ

باب ہفتم: مضامین متعلق بشارات، خوش مزاجی، مزاح، اشعارِ معرفت وغیرہ

اس کتاب کے حوالہ جات کے کام کے دوران حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کچھ حالات مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں پڑھنے کی توفیق ہوئی تو دل میں تقاضا ہوا کہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے کچھ حالات میں بھی لکھوں تاکہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہو اور کتاب کی قبولیت کے لئے بہانہ مل جائے۔ لہٰذا کتاب کے آخر میں اُمت کی مبارک اور اللہ تعالیٰ کی منتخب کردہ ان گیارہ ہستیوں کے حالات لکھے گئے ہیں، یعنی امہات المومنین ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی سیرت سے کچھ باتیں اس امید پر شامل کی گئی ہیں کہ فَاِنَّ الْاِشْتِغَالَ بِذِكْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَنَشْرِ مَحَاسِنِهٖ مِنْ اَفْضَلِ الْقُرُبَاتِ عِنْدَ اللهِ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہلِ بیت کا تذکرہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے،

نیز یہ خیال اس لئے بھی شدت سے آیا کہ چونکہ ہمارے ادارے کی شائع شدہ ہر کتاب بلا قیمت محض اشاعتِ دین کے لئے مفت تقسیم کی جاتی ہے تو ان شاء اللہ! اس طرح یہ تذکرہ بہت سے ان لوگوں تک بھی پہنچ جائے گا جو کتاب خرید کر پڑھنے کی استطاعت نہیں رکھتے اور اس کے نتیجہ میں ان کی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آلِ رسول کی محبت میں زیادتی کا ذریعہ بن جائے گا۔اسی لالچ میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے تذکرے کے بعد بانی دیوبند حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور نعتیہ قصیدہ بھی شامل کیا گیا ہے،جس کے ایک ایک لفظ سے ان کے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پتا چلتا ہے، اس نعت کے بعض اشعار بہت مشہور و معروف ہیں، جیسے ؎

اُڑا کے باد مری مشتِ خاک کو پسِ مرگ	امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ
کرے حضور[1] کے روضہ کے آس پاس نثار	کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار
ولے یہ رتبہ کہاں مشتِ خاکِ قاسم کا	جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں
کہ جائے کوچۂ اطہر میں تیرے بن کے غبار	مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مور و مار

[1] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس محبت کا ایک ذرّہ عطا فرمائے،اس کتاب کو محض اپنی عنایت سے قبول فرمائے،احقر اور تمام اُمت کو اس سے نفعِ عام و تام نصیب فرمائے،آمین۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مُتَّبِعِيْنَ لِسُنَّةِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ مُهْتَدِيْنَ بِهَدْيِهٖ وَاجْعَلْنَا شَاكِرِيْنَ لِنِعْمَتِكَ مُثْنِيْنَ بِهَا قَابِلِيْهَا وَ اَتِمَّهَا عَلَيْنَا وَاجْعَلْنَا مُفْلِحِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَ سَنَدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

دعاؤں کا طلبگار

سہیل احمد عفا اللہ عنہ

بروز جمعہ ٦ر محرم الحرام ١٤٤١ھ

مطابق ٦ر ستمبر ٢٠١٩ء

فہرست

عنوانات — صفحہ نمبر

الہاماتِ ربانی۔حصہ اول

باب اول۔اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات، وحدانیت، عشقِ الٰہی، قرآنِ کریم، آخرت کی یاد، موت، فنائیتِ دنیا وغیرہ

باب دوم ۔سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس، عشقِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت پر شفقت، عظمتِ انبیاء علیہم السلام وغیرہ

باب سوم ۔صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ

باب چہارم ۔ صحبتِ اہل اللہ، مرشد و مرید، سلوک و تصوف وغیرہ

باب پنجم ۔ بدنظری، اَمردوں سے احتیاط، استقامت علی الدین، تقویٰ، ندامت کے آنسو، توفیقِ توبہ وغیرہ

باب ششم۔حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی، تربیتِ اہل و اولاد، حقوقِ والدین، مختصر ملفوظات وغیرہ

باب ہفتم۔بشارات، خوش مزاجی، مزاح، اشعارِ معرفت وغیرہ

الہاماتِ ربانی۔حصہ دوم

باب اول۔اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات، وحدانیت، عشقِ الٰہی، قرآنِ کریم، آخرت کی یاد، موت، فنائیتِ دنیا وغیرہ

باب دوم ۔سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس، عشقِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت پر شفقت، عظمتِ انبیاء علیہم السلام وغیرہ

باب سوم۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ

باب چہارم۔ صحبتِ اہل اللہ، مرشد و مرید، سلوک و تصوف وغیرہ

باب پنجم۔ بدنظری، اَمردوں سے احتیاط، استقامت علی الدین، تقویٰ، ندامت کے آنسو، توفیقِ توبہ وغیرہ

باب ششم۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی، تربیتِ اہل و اولاد، حقوقِ والدین، مختصر ملفوظات وغیرہ

بابِ ہفتم ۔ بشارات، خوش مزاجی، مزاح، اشعارِ معرفت وغیرہ

❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀

جو وسعت میں ارض و سما کے نہ آئے
کرم ہے مرے دل کو مسکن بنائے

میں ان کی خلش میں ہوں اب محوِ لذت
جو چاہے وہ اب میری محفل میں آئے

ہو آزاد فوراً غمِ دوجہاں سے
ترا ذرّۂ غم اگر ہاتھ آئے

مرا وقت کیا آگیا واپسی کا
یہ کس نے تجلّی کے پردے اُٹھائے

رہِ عشق میں خاک بن کر کے آؤ
وہ محروم ہے جو یہاں سر اُٹھائے

جسے چاہیے مُلکِ عشقِ حقیقی
کسی اہلِ دل سے وہ دل کو لگائے

یہ گُل اور بلبل کے قصے نہیں ہیں
مری آہِ دل ہے یقیں جس کو آئے

عجب درد میں ان کے لذت ہے اخترؔ
مبارک جسے ان کا غم ہاتھ آئے

از کلام حضرت والا شیخ العرب والعجم نور اللہ مرقدہ

الہاماتِ ربّانی

حصہ اول

مجموعۂ ملفوظات

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جامع

حضرت اقدس سید عشرت جمیل میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خادمِ خاص و خلیفہ مجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اول۔ مضامین متعلق اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات، وحدانیت، عشقِ الٰہی، قرآنِ کریم، آخرت کی یاد، موت، فنائیتِ دنیا وغیرہ غم، پریشانی اور بلاؤں میں پوشیدہ رحمت پر الہامی علوم

صفر المظفر ۱۳۹۴ھ مطابق مارچ ۱۹۷۴ء

ارشاد فرمایا کہ دنیا میں جو حوادث و واقعات ہو رہے ہیں، یہ محض اتفاقی امور نہیں ہوتے بلکہ حق تعالیٰ کے ارادے اور مرضی کے تحت واقع ہوتے ہیں لیکن آج کل لوگ کہتے ہیں، اگر کوئی اچھائی اور نعمت مل گئی مثلاً تجارت میں توقع سے زیادہ نفع ہو گیا یا کسی ملازم پیشہ کی تنخواہ میں غیر متوقع اضافہ ہو گیا وغیرہ، تو کہتے ہیں کہ حسنِ اتفاق سے ایسا ہو گیا، اور اگر کوئی بُرائی پہنچ گئی مثلاً سڑک کے کسی موڑ پر ٹیکسی سے تصادم ہو گیا یا اچانک کوئی بیماری آ گئی یا اور کسی مصیبت میں مبتلا ہو گئے تو کہتے ہیں کہ صاحب! سوءِ اتفاق سے یہ حادثہ پیش آ گیا۔ غرض نعمت مل گئی تو حسنِ اتفاق اور مصیبت آ گئی تو سوءِ اتفاق سے منسوب کر دیتے ہیں اور خدا کو بھول گئے کہ عالَم میں جو کچھ ہو رہا ہے، اس کے ارادے اور مرضی اور ربوبیت کے تحت ہو رہا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ ۝ لِّكَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ﴾

(سورۃ الحدید: آیۃ ۲۲، ۲۳)

اے لوگو! کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں (یعنی لوحِ محفوظ میں) لکھی ہے قبل اس کے کہ ہم ان جانوں کو پیدا کریں۔ (بیان القرآن) معلوم ہوا کہ ہم کو جو مصیبت بھی پہنچتی ہے زمین میں یا ہماری جانوں میں، وہ محض امرِ اتفاقی نہیں ہے، ایسا کوئی واقعہ نہیں ہے جو بغیر کسی ارادے کے خود بخود واقع ہو گیا ہو بلکہ یہ جو کچھ عالَم میں رونما ہونے والا تھا، اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی لوحِ محفوظ میں لکھ دیا ہے، اور یہ نہ سمجھ لینا کہ یہ اللہ کے لئے کوئی مشکل کام ہے اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ اللہ کے لئے یہ بالکل آسان ہے۔ اور اے انسانو! یہ تقدیر جو ہم لکھ چکے ہیں، کیوں ہم اس کی اطلاع تم کو دے رہے ہیں لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ تاکہ جو چیز تم سے فوت ہو جائے تو تم زیادہ غمگین نہ ہو جاؤ کہ غم سے چارپائی پر ہی لیٹ جاؤ، ہم نے تمہیں غم سے مغلوب ہو جانے کے لئے پیدا نہیں کیا ہے، اپنی یاد کے لئے پیدا کیا ہے، اور ہم اپنے بندوں کو اتنا غم نہیں دیتے جس کو وہ برداشت نہ کرسکیں، ہم تمہاری وسعت، برداشت سے زیادہ غم نہیں دیتے ہیں، غم تو ہم تم کو تھوڑا سا دیتے ہیں، تم اس کو بے صبری سے اور ہمارا سہارا چھوڑ دینے سے بڑھا لیتے ہو۔

غرض ایک وجہ تو اس تقدیر کی اطلاع سے یہ ہے کہ جب کوئی نقصان ہو جائے تو غم تم پر آسان ہو جائے کیونکہ جب یہ سوچو گے کہ جو مقدر تھا وہی ہوا تو غم بھی ہلکا ہو جائے گا، اور اس رضا بالقضا سے تم ہمارے مقرب ہو جاؤ گے، اور صبر پر ہماری معیتِ خاصہ تمہیں حاصل ہوگی۔ اور دوسری وجہ اس اطلاعِ تقدیر کی یہ ہے کہ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ اگر کوئی نعمت تم کو ملے تو تکبر نہ کرو اور یہ سمجھو کہ یہ نعمت ہمارا کوئی کمال نہیں ہے بلکہ محض عطائے حق ہے، جو ہمارے لئے ہماری پیدائش سے قبل ہی مقدر کی جا چکی تھی۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا (سورۃ التوبۃ: آیۃ ۵۱) اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ فرما دیجئے کہ ہمیں کوئی مصیبت نہیں پہنچتی (چاہے

وہ مصیبت غیر اختیاری ہو یا اپنے ہی ہاتھوں کی کمائی ہو لَنۡ یُّصِیۡبَنَآ میں سب داخل ہے) مگر وہ پہلے ہی اللہ نے ہمارے لئے لکھ دی تھی ۔ لنا میں جو لام ہے، عربی قواعد کے مطابق انتفاع کے لئے آتا ہے (اللام للانتفاع) تو یہ معنی ہوئے کہ جو مصیبت اور نقصان یا تکلیف دنیا میں آتی ہے وہ ہمارے فائدے کے لئے ہی ہوتی ہے، اس میں ہمارا نفع ہوتا ہے، یہ نہ سمجھ لینا کہ اس مصیبت میں ہمارا کوئی ضرر ہے، اللہ کو ہم سے دشمنی نہیں ہے، ضرر تو دشمن پہنچاتا ہے، کہیں دوست بھی ضرر پہنچایا کرتا ہے؟ اور اللہ تو ہمارا دوست ہے۔ آگے فرماتے ہیں هُوَ مَوۡلٰنَا وہ ہمارا مولیٰ ہے۔ مولیٰ ولی سے مشتق ہے، دوست کہیں دشمنی کیا کرتا ہے؟ اس ربوبیت میں تربیت کا ہر انداز ہماری ولایت اور دوستی کو لئے ہوئے ہے، ہر مصیبت میں ہماری دوستی چھپی ہوئی ہے۔ کَتَبَ اللّٰهُ لَنَا کے بعد هُوَ مَوۡلٰنَا فرما کر یہ بتا دیا کہ تمہاری تقدیر کی اس کتابت میں ہماری ولایت شامل ہے، ہم نے دوستی اور ولایت کے پیشِ نظر تمہاری تقدیر لکھی ہے۔ پس جب تمہاری تقدیر ہماری دوستی کے تحت ہے تو پھر جو مصیبت یا نقصان ہوتا ہے اس میں تمہارا فائدہ ہی ہوگا، ضرر نہیں ہوسکتا۔

غرض عالَم میں جو واقعات پیش آرہے ہیں، عرش سے ان کی کمان ہورہی ہے، یہ واقعات تو نظر آرہے ہیں لیکن جن کی نگرانی اور کمان کے تحت ہورہے ہیں، وہ ذات نظر نہیں آتی۔ جس طرح آپریشن روم سے کمانڈر انچیف کمان کرتا ہوتا ہے اور جنگ میدان میں لڑی جاتی ہے، جنگ تو نظر آتی ہے لیکن آپریشن روم نظر نہیں آتا۔ بے وقوف لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ فوجیں خود بخود نقل و حرکت کررہی ہیں حالانکہ وہ کمانڈر کے ارادے اور کمان کے تحت ہوتی ہیں۔

مصائب کیوں آتے ہیں؟

ارشاد فرمایا کہ دنیا میں نقصان اور حادثات ہمارے یقین کو بنانے کے لئے

آتے ہیں جیسے بچہ کو کوئی کھلونا اتنا پسند آجائے کہ وہ کھیل میں ماں کو بھول گیا تو ماں اس کھلونے ہی کو گم کردیتی ہے، پھر کھلونا نہ پاکر جب بچہ روتا ہے تو ماں کہتی ہے آمیرے لعل! میری گود میں آجا، میری آنکھیں تجھے ترس رہی ہیں۔ ایسے ہی بندہ کسی چیز میں پھنسا رہتا ہے، کسی فانی شے کو جان کا سہارا بنالیتا ہے، اس کو اللہ میاں ہٹا دیتے ہیں تاکہ بے سہارا ہوکر میری طرف بھاگ آئے۔ لہٰذا اگر کوئی حادثہ پیش آتا ہے اور یہ مسجد بھاگتا ہے، سجدے میں سر رکھ دیتا ہے، تو یہ حادثہ سبب ہوگیا اس کی حضوری کا، تضرع وگریہ ومناجات کا۔ پس اپنے بندوں کو اپنی ذات سے جوڑنے کے لئے یہ حادثات آتے ہیں، جب ہم دنیاوی تعلقات میں پھنس کر اللہ میاں کو بھول جاتے ہیں تو یہ تعلقات چونکہ حجاب ہوگئے تھے، اس لئے حجاب کو ہٹا دیتے ہیں اور خود مل جاتے ہیں۔

نافرمانی سے آزمائش شدید تر کردی جاتی ہے

۲۳؍رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۱؍اکتوبر ۱۹۷۳ء بروز اتوار بعد عشاء

ارشاد فرمایا کہ آج تلاوت کرتے وقت یہ علوم عطا ہوئے کہ یہودیوں کو اللہ تعالیٰ نے یوم السبت (سنیچر کے دن) شکار کرنے کو منع فرمایا تھا لیکن ہفتہ میں چھ دن مچھلیاں نہیں آتی تھیں اور سنیچر کے دن ان مچھلیوں کو حکم ہوجاتا آج سطح دریا پر آجاؤ تاکہ یہودی دیکھ دیکھ کر للچائیں اور فتنہ میں مبتلا ہوں، اس کے بعد فرماتے ہیں:

﴿اِذۡ یَعۡدُوۡنَ فِی السَّبۡتِ اِذۡ تَاۡتِیۡہِمۡ حِیۡتَانُہُمۡ یَوۡمَ سَبۡتِہِمۡ شُرَّعًا وَّیَوۡمَ لَا یَسۡبِتُوۡنَ ۙ لَا تَاۡتِیۡہِمۡ ۚ کَذٰلِکَ ۚ نَبۡلُوۡہُمۡ بِمَا کَانُوۡا یَفۡسُقُوۡنَ ﴿﴾﴾

(سورۃ الاعراف: آیۃ ۱۶۳)

ترجمہ: وہ ہفتہ کے بارے میں حد (شرعی) سے نکل رہے تھے جبکہ ان کے ہفتہ کے روز (دریا کی) مچھلیاں ظاہر ہو ہو کر ان کے سامنے آتی تھیں اور جب ہفتہ کا دن نہ ہوتا تو ان کے سامنے نہ آتی تھیں، ہم ان کی اس طرح پر (شدید) آزمائش

کرتے تھے اس سبب سے کہ وہ (پہلے سے) بے حکمی کیا کرتے تھے۔(بیان القرآن)
تو ان کو ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے شدید آزمائش میں مبتلا کردیا، اس سے **معلوم ہوا** کہ نافرمانی سے آزمائش شدید کردی جاتی ہے۔ اس طرح یہودی فتنہ میں مبتلا ہو گئے اور پھر ان پر عذاب نازل ہوا۔ اور فرمایا: **اَنۡجَیۡنَا الَّذِیۡنَ یَنۡهَوۡنَ عَنِ السُّوۡٓءِ وَ اَخَذۡنَا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا بِعَذَابٍ**، ہم نے ان لوگوں کو بچالیا جو اس بُری بات سے منع کیا کرتے تھے اور ان لوگوں کو جو (حکمِ مذکور میں) زیادتی کرتے تھے ایک سخت عذاب میں پکڑلیا۔(بیان القرآن) اس آیت سے **معلوم ہوا** کہ نجات کے لئے صرف نیک ہوجانا اور اعمالِ صالحہ کرنا ہی کافی نہیں بلکہ نہی عن المنکر بھی ضروری ہے۔

دیا سلائی سے خیر و شر کے مادّے کی مثال

۷؍شوال المکرم ۱۳۹۳ھ مطابق ۴؍نومبر ۱۹۷۳ء بروز اتوار

سامعین میں آزاد صاحب، صفدر صاحب، فرقان صاحب، پوسٹ ماسٹر صاحب ٹھٹھہ کے اولاد احمد عثمانی صاحب، منّے میاں وغیرہ موجود تھے

ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَتَقۡوٰىهَا۝﴾
(سورۃالشمس: آیۃ ۸)

کہ اے انسانو! ہم نے تمہارے خمیر میں خیر اور شر کو پیدا کردیا، اس پر کوئی کہہ سکتا ہے کہ خیر و شر تو اللہ میاں نے ہمارے اندر رکھ دیا ہے، اب اگر ہم عورتوں کو دیکھتے ہیں، سینما دیکھتے ہیں، بُرے کام کرتے ہیں تو ہمارا کیا قصور ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ فسق و فجور اور تقویٰ کا مادّہ تو ہمارے اندر اللہ نے رکھ دیا ہے لیکن تقویٰ یا فجور پر ہمیں مجبور نہیں کیا ہے، جیسے دیا سلائی کی ڈبیہ پر مصالحہ لگا ہوتا ہے، اس میں آگ لگنے کی صلاحیت موجود ہے لیکن ڈبیہ اگر عمر بھر پڑی رہے تو دیا سلائی جل نہیں سکتی لیکن جب یہ مصالحہ دیا سلائی سے رگڑ کھاتا ہے تو آگ لگ جاتی ہے۔

اسی طرح ہمارے اندر نفس کی ڈبیہ پر اللہ میاں نے دو قسم کے مصالحے لگا دیئے ہیں، ایک تقویٰ و خیر کا اور دوسرا فسق و فجور کا۔ یہ مادّے خود بخود روشن نہیں ہوتے، جب ان پر رگڑ لگائی جاتی ہے، تب جلتے ہیں۔ ان کو روشن کرنے والی تیلیاں الگ الگ ہیں، خیر کے مادّے کو روشن کرنے والی تیلیاں کیا ہیں؟ قرآن ہے، حدیث ہے، اہل اللہ کی صحبت ہے۔ جب ان تیلیوں سے رگڑ لگے گی تو ہمارے اندر جو خیر کا مادّہ الہام کیا گیا ہے، وہ روشن ہوجائے گا، نور پیدا ہوگا، جس سے اشراق پڑھے گا، تہجد پڑھے گا، اللہ کی یاد میں رونا آئے گا یعنی اعمالِ صالحہ پیدا ہونے لگیں گے۔ اگر آپ کسی اللہ والے کی صحبت میں چلے گئے، یا کچھ تلاوت کرلی، کچھ اللہ کی یاد میں رولئے تو آپ نے اپنے خیر کے مادّے پر رگڑ لگادی، اب نور پیدا ہوجائے گا، اعمالِ صالحہ کی توفیق ہوگی۔

اسی طرح نفس پر جو شر و فجور کا مادّہ لگا ہوا ہے، وہ بھی نہیں جل سکتا تھا لیکن جب کسی بُری صحبت کی تیلی سے رگڑ کھا گیا تب آگ پیدا ہوتی ہے۔ یہ مادّہ کچھ مضر نہ ہوتا اگر آپ اس کو رگڑ نہ لگاتے، اس کی آگ بھڑک نہیں سکتی تھی لیکن جب عورت کو دیکھ لیا یا کسی چرسی کی صحبت میں بیٹھ گئے جو نشہ کی، سینما اور شراب کی دعوت دے رہا ہو تو آپ نے خود فجور کے مادّے کو رگڑ لگادی، اب بُرے اعمال کی (گناہ کی) آگ پیدا ہوگی۔ کوئی ڈبیہ اگر جل رہی ہو تو وہ یہ نہیں کہہ سکتی کہ میرے اندر مصالحہ ہی ایسا لگا ہوا ہے کہ میں جلنے پر مجبور ہوں نہیں، اس سے کہا جائے گا کہ ہرگز مجبور نہیں ہو، مصالحہ خود بخود نہیں جل سکتا تھا لیکن تو نے اپنے اختیار سے رگڑ لگائی ہے، تب یہ مادّہ جلا ہے۔ پس اب کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ الہامِ فجور و تقویٰ سے ہم فجور و تقویٰ پر مجبور ہیں، گناہ یا نیکیاں دونوں ہم سے خود بخود ہورہے ہیں بلکہ دونوں فعل (گناہ و ثواب) ہم اپنے اختیار سے کررہے ہیں۔ اگر ہم نیک صحبتوں سے، نیک اعمال سے خیر کے مادّے پر رگڑ لگاتے تو نور پیدا ہوتا، اور اس مادّے کو ترقی ملتی، اور اگر شر کے مادّے پر رگڑ لگاتے ہیں تو گناہ صادر ہونے لگتے ہیں۔ اللہ کی یہ رحمت دیکھو کہ اگر کبھی شر کے

مادّے پر رگڑ لگ گئی اور گناہ صادر ہوگیا، پھر بندہ فوراً اپنے تقویٰ کے مادّے کو کام میں لے آیا اور رونا شروع کر دیا، نادم ہوکر توبہ واستغفار کرنے لگا، تو شر کا مادّہ بھی خیر بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ توبہ کی برکت سے سیئات کو حسنات سے تبدیل فرما دیتے ہیں۔

آرزوؤں میں نامرادی کی وجہ

۲۸ رشوال المکرم ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۵ رنومبر ۱۹۷۳ء بروز اتوار

آزاد صاحب، رفاقت صاحب، اولاد احمد صاحب، فرقان صاحب

حافظ عبدالمجید صاحب، ڈرگ روڈ والے صاحبان موجود تھے

ارشاد فرمایا کہ جب آرزو پوری نہ ہو تو سمجھ لو کہ اللہ تمہیں زیادہ چاہتے ہیں، شکاری جس چڑیا کو پسند کرتا ہے، اس کے نشیمن میں آگ لگا دیتا ہے، جس شاخ پر وہ بیٹھنا چاہتی ہے، اس کو کاٹ دیتا ہے تاکہ ہر طرف سے نا اُمید ہوکر میری قید میں آجائے۔

جس کو تاکوں گا نشیمن کے لئے

وہ ہی ڈالی کاٹ ڈالی جائے گی

اسی طرح اللہ تعالیٰ جس بندے کو بہت چاہتے ہیں اس کی آرزوؤں کو نامراد کرتے رہتے ہیں، جس شاخِ مراد پر یہ نشیمن بنانا چاہتا ہے اس کو کاٹ دیتے ہیں کیونکہ جانتے ہیں کہ اگر اس کی آرزو پوری کر دوں گا تو یہ دنیا سے کھیلنے لگے گا، مرنے والوں پر مرنے لگے گا، پھر ہم سے دل نہ لگائے گا جو زندہ حقیقی ہے، ہم چاہتے ہیں حقیقی پر مرجائے تاکہ یہ بھی زندہ ہوجائے۔ جو آنسو اللہ کے لئے بہہ گئے وہ ہمیشہ کے لئے باقی ہوگئے کیونکہ باقی ذات کے لئے بہے ہیں، جو اعمال، روزہ، تلاوت، نماز کر لئے، یہ کبھی فنا نہیں ہوسکتے، ان کے انوار بخدا! تمہاری جانوں میں محفوظ ہیں۔ اس کے برعکس دنیا بھی فانی ہے اور دنیا کی ہر چیز فانی ہے، پس اگر کسی عورت پر آنسو بہا دیئے تو یہ

آنسو بھی بیکار، بے وقعت و بے قیمت ہو گئے کیونکہ یہ مردہ لاش پر گرے ہیں ؎

سَهَرُ الْعُيُوْنِ لِغَيْرِ وَجْهِكَ بَاطِلٌ
وَ بُكَاؤُهُنَّ لِغَيْرِ فَقْدِكَ ضَائِعٌ

(آپ کی خوشی کی بجائے کسی اور کو خوش کرنے کے لئے راتوں کا جاگنا محض باطل ہے، اور آپ کے علاوہ کسی اور کے لئے آنسو بہانا محض آنسوؤں کو ضائع کرنا ہے۔) اللہ تعالیٰ اپنی محبت اس کو دیتے ہیں جو اپنے کو جلانے کے لئے، اپنی آرزوؤں کو فنا کرنے کے لئے تیار ہو جائے، اگر یہ کر لیا تو چند دن رونا ہے پھر ہنسنا ہی ہنسنا ہے۔ اور اگر نفس کی خواہش پر چلنے لگے، حرام خواہش کو پورا کرنے میں لگ گئے تو چند دن ہنسنا ہے پھر ہمیشہ رونا ہی رونا ہے۔ اس لئے چند دن رو لو، اللہ کی یاد میں خون کو جلا لو، پھر ہنستے رہو گے، ہنستے ہوئے ہی جان دو گے۔ جلیل القدر بزرگ حضرت عمر بن حسین ابن فارض رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہونے لگا تو جنت دکھائی گئی تو آپ نے کہا ؎

لَوْ كَانَ مَنْزِلَتِيْ فِي الْحُبِّ عِنْدَ كُمْ
مَا قَدْ رَأَيْتُ فَقَدْ ضَيَّعْتُ اَيَّامِيْ

اے اللہ! اگر میری محبت کا صلہ آپ کے نزدیک یہی جنت ہے تو میں نے اپنی زندگی کے ایام ضائع کر دیئے، میں نے تو آپ کے لئے سب کچھ کیا تھا نہ کہ جنت کے لئے۔ پھر حق تعالیٰ نے اپنی کوئی خاص تجلی دکھائی تو جان نکل گئی۔ دیکھا! ان کے یہ ناز و نخرے اللہ تعالیٰ نے کیوں اُٹھائے؟ کیونکہ انہوں نے ساری زندگی شریعت کے ناز اُٹھائے تھے، اپنی ہر خواہش کو شریعت کا تابع کر دیا تھا۔

حق تعالیٰ کی تجلیات کا ظہور ہر ذرۂ کائنات میں ہے

۱۱/ ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۷/ دسمبر ۱۹۷۳ء بروز پیر

کل دار العلوم میں مولوی نور البصر صاحب نے دعوت کی تھی، دستر خوان پر

مرغ تھا، اور فارسی میں ایک شعر ہے۔

آستیں بر رو کشیدہ ہمچو مکار آمدی

جس پر بڑے بڑے اولیاء اللہ کو حال آتا ہے۔ اس میں مولانا عاشق الٰہی صاحب دامت برکاتہم نے یہ ترمیم کی۔

آستیں بر رو کشیدہ ہمچو استاد ماردی

یعنی استادی کر کے بوٹیاں اُڑا لیں۔ اس پر ایک قہقہہ لگا۔

احقر میرؔ نے پوچھا کہ حضرت اس شعر کے کیا معنی ہیں آستیں بر رو کشیدہ، فرمایا کہ ایک معنی تو ظاہری ہیں کہ آستین سے منہ چھپائے ہوئے کوئی ایسے آئے کہ دوسرے پہچان نہ پائیں۔ لیکن عاشقوں کے لئے ایک معنی حقیقی بھی ہیں کہ عالمِ غیب سے عالمِ شہادۃ میں جو ظہور ہوا ہے وہ سینکڑوں حجابات کے ساتھ ہوا ہے، اگرچہ اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ نے اس عالمِ شہادۃ میں چھپا لیا ہے لیکن عالَم یہ ہے کہ صاف چھپتے بھی نہیں، سامنے آتے بھی نہیں۔ ان حجابات کے باوجود اپنی آیات اور نشانیاں اس قدر بکھیر دی ہیں کہ بغیر مشاہدہ کے ایمان لانا آسان کر دیا۔ عالمِ شہادۃ پر اپنا پورا تصرف فرمایا ہے اگرچہ ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آ رہے لیکن بغیر ان کے حکم کے ایک لقمہ بھی حلق سے نہیں اتر سکتا اور ایک پتّہ بھی درخت سے نہیں گر سکتا۔

ہیچ برگے در نیفتد از درخت
بے قضا و حکمِ آں سلطانِ بخت

کوئی پتّہ درخت سے جدا نہیں ہو سکتا جب تک کہ حق تعالیٰ کا حکم نہ ہو۔

از دہاں لقمہ نشد سوئے گلو
تا نگوید لقمہ را حق کہ اُدخلُوا

حق تعالیٰ کی طرف سے جب تک لقمہ کو حکم داخل ہو جانے کا نہیں ہوتا اس وقت تک لقمہ منہ سے حلق کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔

در زمین و آسماں ہا ذرۂ
پر نجنباند نگردد پرّۂ

زمین اور آسمان کا کوئی ذرہ بدون حکمِ الٰہی کے نہ ہل سکتا ہے نہ اُڑ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بندوں سے محبت ان کے رب ہونے کی دلیل ہے

۱۳/ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۹/دسمبر ۱۹۷۳ء بروز اتوار

عبدالمجید صاحب، محمد میاں، آزاد صاحب، حضرت والا کے صاحب زادے مولانا مظہر میاں اور احقر حاضرِ خدمت تھے

ارشاد فرمایا کہ دو عورتیں جارہی تھیں، ان کی گود میں ان کا ایک ایک بچہ تھا، مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے:

((کَانَتِ امْرَأَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَا هُمَا جَاءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ اِحْدٰهُمَا فَقَالَتْ صَاحِبَتُهَا اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ وَقَالَتِ الْاُخْرٰى اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ فَتَحَا كَمَتَا اِلٰى دَاوٗدَ فَقَضٰى بِهٖ لِلْكُبْرٰى فَخَرَجَتَا عَلٰى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوٗدَ فَاَخْبَرَتَاهُ فَقَالَ ائْتُوْنِيْ بِالسِّكِّيْنِ اَشُقُّهٗ بَيْنَكُمَا فَقَالَتِ الصُّغْرٰى لَا تَفْعَلْ يَرْحَمُكَ اللهُ هُوَ ابْنُهَا فَقَضٰى بِهٖ لِلصُّغْرٰى۔ متفق علیہ))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، باب بدء الخلق و ذکر الانبیاء علیہم السلام، ص ۵۰۸)

اتنے میں ایک بھیڑیا آیا اور ایک عورت کے بچہ کو لے گیا، اس عورت نے دوسری عورت کا بچہ لے لیا اور کہا کہ یہ میرا بچہ ہے، تیرے بچہ کو بھیڑیا لے گیا یعنی جس عورت کا بچہ بھیڑیا لے گیا تھا اس نے دعویٰ کر دیا کہ یہ میرا بچہ ہے حالانکہ اس کا نہیں تھا، اس کا تو بھیڑیا لے گیا تھا۔ دونوں حضرت داوٗد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ جس عورت نے زبردستی بچہ ظلماً لے لیا تھا، اس نے پیغمبر علیہ السلام کے سامنے کچھ ایسی جھوٹی قسمیں کھائیں کہ حضرت داوٗد علیہ السلام نے فیصلہ اس کے ہی حق میں کر دیا کہ یہ اس کا ہی بچہ ہے۔ پھر دونوں حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں گئیں اور

مقدمہ پیش کیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اچھا! میں اس کا ابھی فیصلہ کئے دیتا ہوں، ایک کہتی ہے کہ یہ میرا بچہ ہے، دوسری کہتی ہے کہ میرا ہے، تو فرمایا کہ ایک چھری لاؤ، میں اس بچہ کو آدھا آدھا دونوں میں تقسیم کئے دیتا ہوں، تو جس کا بچہ نہیں تھا وہ تو فیصلہ پر راضی ہوگئی لیکن جس کا بچہ تھا وہ لرز گئی اور کہنے لگی اے اللہ کے نبی! یہ بچہ اسی کو دے دیجئے، یہ میرا نہیں ہے، مگر آپ اس کو کاٹئے نہیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

((فَقَالَ سُلَيْمَانُ يَعْنِيْ لِلْكُبْرٰى لَوْ كَانَ ابْنُكِ لَمْ تَرْضَىْ اَنْ يُّقْطَعَ))

(فتح الباری شرح بخاری: (دار الکتب العلمیۃ)، ج ۱۳ ص ۴۶)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فیصلہ فرمایا کہ یہ بچہ اسی عورت کا ہے جو کاٹنے کو منع کر رہی ہے، اس کی محبت دلیل ہے کہ یہ بچہ اسی کی اولاد ہے۔ تو دیکھو! اللہ کے نبی نے ماں کو اس کی محبت سے پہچان لیا، اس کو بچہ کے ساتھ جو محبت تھی وہ دلیل ہوگئی اس کے ماں ہونے کی۔ اسی سے اللہ کو پہچانو کہ وہی ہمارے سچے اللہ ہیں اور ان کے سوا کوئی ہمارا اللہ نہیں ہوسکتا کیونکہ ان کو جتنی محبت ہم سے ہے، اتنی محبت کسی کو ہم سے نہیں ہے، ماں باپ سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کو ہم سے محبت ہے کہ کسی کو ذرا سی اذیت دینے کو بھی حرام کر دیا، جبکہ قحط میں جب جان نکلنے لگی اور کھانے کو کچھ نہ ملا تو بعض ماں باپ نے اپنی جان بچانے کے لئے خود اپنی اولاد کو کاٹ کر گوشت کھا لیا۔ پھر میں کیسے تسلیم کرلوں کہ ماں باپ کو اللہ سے زیادہ محبت ہے۔

اللہ کے ہر قانون سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں اپنے بندوں سے بے پناہ محبت ہے۔ دیکھو! اگر کوئی بھائی دوسرے بھائی کی برائی بیان کرتا ہے تو باپ کو تکلیف ہوتی ہے، ایک بھائی دوسرے کو اذیت پہنچاتا ہے تو باپ کا دل دُکھتا ہے، حق تعالیٰ کی رحمت کو ان کے اس قانون میں دیکھو کہ حرام فرما دیا کہ کوئی کسی کی غیبت نہ کرے، کوئی کسی کو اذیت نہ پہنچائے، کوئی کسی کو حقیر نہ سمجھے۔ ان کی رحمت اس کو گوارہ نہیں کرتی

کہ ان کے بندوں کو کسی قسم کی بھی تکلیف پہنچے، ذرا سا کانٹا بھی اگر کسی مومن کے چبھ جائے تو اس پر اجر کا وعدہ ہے۔ انسانی حقوق کی جتنی رعایت اسلام میں ہے، اس کی مثال کسی مذہب میں نہیں مل سکتی۔ اپنے بندوں اور مخلوق کی بے ضرورت ایذا رسانی کو اسی لئے حرام کر دیا:

((اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ))

(صحیح البخاری: (قدیمی)، باب المسلم من سلم المسلمون، ج ۱ ص ۶)

نبی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان کی شان یہ بیان فرمائی کہ مسلمان کامل وہ ہے کہ جس کے ہاتھ سے اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ یہ رحمت تو مومنین کے ساتھ ہے لیکن اپنے دشمنوں اور کافروں کو بھی بے ضرورت ایذا رسانی کو حرام فرما دیا، کافر پڑوسی کے بھی حقوق مقرر فرمائے کہ اگر کوئی پڑوسی کافر ہے، مگر اسلام کا مقابلہ نہیں کرتا ہے، ضرر نہیں پہنچاتا ہے، اگر وہ کافر پڑوسی بھوکا مر گیا یا کسی رات بھوکا سو گیا تو اس مسلمان سے مواخذہ ہوگا جو اس کے پڑوس میں رہتا تھا کہ میرے بندے کی خبر کیوں نہ لی۔ اسی طرح اگر جنگ ہو رہی ہے اور مسلمانوں کی پوزیشن اچھی ہے اور کافر کمزور حالت میں ہیں، ان کو شکست کے آثار دکھائی دے رہے ہیں، اس وقت بھی اگر وہ صلح کی پیشکش کریں تو حکم ہے ان کی صلح کو قبول کرلو:

﴿وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا﴾

(سورۃ الانفال: آیۃ ۶۱)

اور اگر وہ (کفار) صلح کی طرف جھکیں تو آپ بھی اس طرف جھک جائیے۔

یہ سب کیوں فرمایا گیا؟ بوجہ اس رحمت کے جو اللہ کو اپنے بندوں کے ساتھ ہے۔ برعکس اس کے کفار کے بنائے ہوئے اصولوں میں انسانی حقوق کی کوئی رعایت نہیں ہوتی، بلکہ سراسر رحمت کے خلاف ہیں، مثلاً کوئی آدمی مر جائے تو کافر اس کی آنکھ نکال کر دوسرے کے لگا دیتے ہیں لیکن اگر انہی کافروں کا بچہ مر جائے تو اس کی

آنکھ نکال کر کسی کو دینا گوارہ نہ کریں گے اگر طبیعت سلیم ہے۔ لیکن اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی کہ کسی انسان کی آنکھ، کان یا ناک کاٹ کر دوسرے کے لگادی جائے چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً کسی کافر کی کھوپڑی کو کُوٹ کر سرمہ بنانا یا کوئی مرگی کے مرض کی دوا بنانا جائز نہیں ہے کیونکہ ایک انسان کی کھوپڑی کو کُوٹنا یا اس کی آنکھ نکالنا یا دل وغیرہ چیر پھاڑ کر استعمال میں لانا حرمتِ بنی آدم کے خلاف ہے۔ کافر کے اعضاء بھی وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ میں ہی شامل ہیں، اس لئے کافر کے مرنے کے بعد بھی اس کی اہانت کو حق تعالیٰ کی رحمت نے گوارہ نہیں کیا۔ تو جس اللہ کی اپنے نالائق عباد کے ساتھ اتنی رحمت ہے، معلوم ہوا کہ وہی ہمارے پیدا کرنے والے اور حقیقی رب ہیں، اگر وہ ہمارے رب نہ ہوتے تو ہم کو کٹ جانے دیتے، مگر ہماری ادنیٰ سے ادنیٰ اذیت اور ذلت انہیں گوارہ نہیں۔

مومن اور کافر تو بہر حال انسان ہیں، اللہ کی رحمت تو جانوروں کو بھی بے ضرورت اذیت دینا گوارہ نہیں کرتی۔ چنانچہ شریعت کا مسئلہ ہے کہ اگر کسی جانور کی سواری کر رہے ہو تو اس کو روک کر، اس کی پیٹھ پر بیٹھے بیٹھے باتیں کرنا جائز نہیں بلکہ اُتر کر بات کرنا چاہیے کیونکہ جانور سواری کے لئے ہے، جتنی ضرورت انسان کو تھی اس کے لئے جانوروں کا استعمال جائز کر دیا لیکن چونکہ پیٹھ پر بیٹھ کر بات کرنا اس کی پیٹھ کا مصرف نہ تھا، اس لئے اسلام نے اس کو ظلم قرار دے دیا:

((لَا تَتَّخِذُوْا ظُهُوْرَ دَوَابِّكُمْ مَنَابِرَ))

(مشکٰوۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب اٰداب السفر؛ ص ۳۴۰)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی دینی ضرورت ہو تو کوئی حرج نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے میدانِ عرفات میں اونٹنی پر بیٹھ کر خطبہ دینا ثابت ہے۔

ماں باپ کو اپنی اولاد سے کتنی محبت ہوتی ہے مگر پھر بھی بیٹے کو دن بھر کے لئے الگ کر دیتے ہیں کہ جاؤ بیٹا! دفتر یا کاروبار پر، کام پر جاؤ، کچھ کما کر لاؤ، اب شام کو آنا

تو اپنی صورت دکھا دینا تا کہ تمہیں دیکھ کر ہمارا کلیجہ ٹھنڈا ہو، لیکن اللہ کی رحمت کو دیکھو کہ پانچ بار ہمیں نماز میں اپنے سامنے بلا رہے ہیں، ان کی رحمت ہمیں پانچ بار دیکھنا چاہتی ہے۔ یوں تو ان کی رحمت ہر وقت ہمیں دیکھ رہی ہے لیکن پانچ بار دن میں اپنے خصوصی دربار میں بلانا چاہتے ہیں کہ اے میرے بندو، آؤ! ہم سے کچھ دیر باتیں کر لو، ہمارے ساتھ مشغول ہو جاؤ۔ ہماری یہ حاضری اور سرگوشی انہیں اس قدر محبوب ہے کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو وجہِ تخلیقِ کائنات ہیں، وہ میدانِ جہاد میں موجود ہیں، لاڈلے پیغمبر کی جان بھی خطرے میں ہے لیکن اس وقت بھی نماز کو معاف نہیں فرمایا۔ اس وقت بھی حکم ہوا کہ ایک صف ہاتھ باندھ کر ہمارے سامنے کھڑی ہو جائے اور دوسری صف جہاد میں مصروف رہے، جب یہ فارغ ہو جائیں تو یہ جا کر جہاد کریں اور پہلے والے آ کر نماز میں مشغول ہوں۔ غرض اللہ تعالیٰ کے قانون میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کو اپنے بندوں سے کتنا عظیم تعلق اور محبت ہے، اور ان کی یہ محبت ہی دلیل ہے کہ ہمارا اللہ سچا ہے، وہی ہمارا پروردگار اور خالق ہے۔

غموں اور پریشانیوں کی حکمتوں پر عجیب مثال

۲۰/ذوالحجہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۳/جنوری ۱۹۷۴ء بروز اتوار

ارشاد فرمایا کہ دنیا ایک ہسپتال ہے جہاں کسی کو انڈا ڈبل روٹی کھلایا جاتا ہے اور کسی کا آپریشن کیا جاتا ہے۔ اس لئے کبھی یہ خیال نہ کرو کہ ہمیں غریب کیوں بنایا؟ فلاں کو کیوں امیر کر دیا؟ جس طرح ہسپتال میں جس مریض کے لئے جو چیز مناسب ہوتی ہے، ڈاکٹر وہی کرتا ہے، اسی طرح دنیا کے ہسپتال میں جس شخص کے لئے جو چیز مناسب تھی، اللہ میاں اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ فرما رہے ہیں۔ پس اگر یہ استحضار رہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے اس میں ہماری مصلحت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے تو کبھی مایوسی اور بے چینی نہ ہوگی۔ یہ تسلیم و رضا جب ہی حاصل ہو سکتی ہے جب

اللہ تعالیٰ سے روح کو خاص تعلق ہو، پھر کوئی مصیبت بھی آئے، چاہے بیٹا مر جائے یا بیوی مر جائے یا تجارت میں گھاٹا آجائے، حتیٰ کہ خود اپنی جان میں کوئی بیماری لگ جائے تو غم اور تکلیف تو ضرور ہوگی لیکن اتنی نہیں ہوگی کہ دل کا چین چھن جائے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ غم کی حالت کے باوجود دل میں چین ہو۔ اگر وہ چاہیں تو عین غم کی حالت میں اپنے قرب کی وہ لذت چکھادیں کہ جس سے غم کے باوجود دل مطمئن ہو، وہ غم کو ہی خوشی بنا سکتے ہیں، جیسے آنکھ کی سیاہی میں نور کا خزانہ رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بڑی ذات ہے، وہ اضداد کو جمع فرمانے پر قادر ہیں، بے چینی کے اسباب کو چین کا سبب بنانے پر قادر ہیں۔ لیکن یہ تو جب ہو کہ ہم ان کو راضی رکھیں، ہم تو چین و سکون گناہوں میں تلاش کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ چین تو اللہ کی یاد میں ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر غیر اللہ سے چین لینا چاہتے ہیں۔

اللہ و رسول کے مخالف سے بُغض رکھنا ایمان کا لازمی جز ہے

۲۱؍ ذوالحجہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۴؍ جنوری ۱۹۷۴ء بعد عصر

فرقان صاحب، صفدر صاحب، آزاد صاحب اور احقر حاضر تھے

ارشاد فرمایا کہ آج کل چاروں طرف جدید لٹریچر، ملحد، بے دین بکثرت ہوگئے ہیں، یہ حقیقت میں ڈاکو ہیں جو ہمارے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے تیار ہیں، اس لئے جب دفتر سے چھٹی ہو تو اپنے گھر آجائے، معمولات میں مشغول ہوجائے یا اپنے مربی کے پاس چلا جائے ورنہ یہ ڈاکو لوگ کبھی تو اللہ و رسول پر اعتراض کردیں گے، اور کچھ نہیں تو کوئی شبہ ہی کی بات کہہ دیں گے، جس سے دوسرے کا ایمان بھی خطرہ میں پڑ جائے۔ اس لئے ان کی صحبت میں کبھی نہ بیٹھے، ایسوں کے پاس بیٹھنا اللہ تعالیٰ کے حقوقِ محبت کے منافی ہے۔ دیکھو! اگر تمہارا کوئی محبوب بیٹا ہو اور ایک شخص اس میں عیب نکال دے کہ وہ تو قد کا چھوٹا ہے، یا کانا ہے

توتمہیں اس شخص سے نفرت ہوجاتی ہے اوراس کے پاس بیٹھنا گوارہ نہیں ہوتا۔بس یہی معاملہ اللہ ورسول کے ساتھ ہونا چاہیے کہ یہ شخص ہمارے اللہ کا دشمن ہے،لہٰذا ہم اس کے دشمن ہیں۔مشکوٰۃ شریف کی حدیث میرے شیخ پڑھا کرتے تھے:

((مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ۔ رواہ ابو داؤد))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ کتاب الایمان؛ ص ۱۴)

جوشخص اللہ ہی کے لئے محبت کرے اوراللہ ہی کے لئے بُغض وعداوت رکھے، اوراللہ ہی کے لئے خرچ کرے،اوراللہ ہی کے لئے روکےتو یقیناً اس نے ایمان کو کامل کیا۔معلوم ہوا کہ ایمانِ کامل کے لئے جواجزاءضروری ہیں ان میں ایک حُب للہ اوردوسرا بُغض للہ ہے،اگرکوئی کسی اللہ والے سے محبت تورکھتا ہےلیکن اللہ ورسول کے مخالفین سے بُغض نہیں رکھتا تواس کا ایمان کامل نہیں ہے۔

ہماری ہدایت کے لئے اللہ نے انبیاء علیہم السلام کا خون بہنا گوارہ کیا

۲۴ محرم الحرام ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۷ فروری ۱۹۷۴ء بروز اتوار

ارشاد فرمایا کہ دنیا کی ہرتجارت میں گھاٹا آسکتا ہےلیکن اللہ کی محبت کا سودا ایسا ہےجس میں کبھی گھاٹا آہی نہیں سکتا۔کوئی اللہ کا عاشق ایسا نہیں گذرا کہ جس نے اللہ کو چاہا ہواوراللہ نے اس کو نہ چاہا ہو۔کوئی انہیں چاہ کرتو دیکھے، جب ہم انہیں چاہیں گےتو وہ کیوں ہمیں نہ چاہیں گے۔بغیر چاہےتو وہ اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے انبیاء کوبھیجتے ہیں،اپنے انبیاء کا خون بہانا گوارہ کرتے ہیں، طائف کے بازار میں سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کے صدقہ زمین وآسمان ساری کائنات کو پیدا فرمایا،ان کا خون بہانا گوارہ کررہے ہیں کہ چاہے ہمارے نبی، سارے نبیوں کے سردار کا خون بہہ جائےلیکن ہمارے بندے ہم تک آجائیں، یہ رحمت ہےان کی اپنے بندوں کے ساتھ۔

اللہ تعالیٰ کے وجود پر پورا کارخانۂ عالَم دلیل ہے

ایک عرب بدو کے اشعارِ معرفت

۱۵ / صفر المظفر ۱۳۹۴؁ھ مطابق ۱۱ / مارچ ۱۹۷۴؁ء بروز اتوار

ارشاد فرمایا کہ ایک بدوی دیہاتی عرب سے کسی نے دریافت کیا کہ تُو خدا کو کیسے پہچانتا ہے؟ اس نے جواب دیا ؎

اَلْبَعْرَۃُ تَدُلُّ عَلَی الْبَعِیْرِ	وَ اٰثَارُ الْاَقْدَامِ عَلَی الْمَسِیْرِ
فَسَمَاءٌ ذَاتُ اَبْرَاجٍ وَّ اَرْضٌ ذَاتُ فِجَاجٍ	کَیْفَ لَا تَدُلُّ عَلَی اللَّطِیْفِ الْخَبِیْرِ

کہا کہ مینگنیاں اونٹ پر دلالت کرتی ہیں، جہاں مینگنیاں پڑی ہوتی ہیں تو ہم مینگنیوں کو دیکھ کر پہچان لیتے ہیں کہ ادھر سے اونٹ گذرا ہے، اور قدموں کے نشان چلنے والے پر دلالت کرتے ہیں، پس مینگنیاں تو اونٹ پر دلالت کریں اور یہ برجوں والا آسمان اور کشادہ راستوں والی زمین کیوں کر اس لطیف وخبیر ذات پر دلالت نہ کرے گی ؎

کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی
ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے

اللہ نے اپنے وجود پر سارے عالَم میں نشانیاں بکھیر دی ہیں، کیا یہ چاند سورج وغیرہ خود بخود پیدا ہوگئے؟ میں پوری دنیائے کفر کو چیلنج دیتا ہوں کہ وہ کوئی ایک چیز ایسی دِکھا دیں جو کسی کی بنائی ہوئی نہ ہو۔ تمہارا چھوٹا سا گھر ہے اس میں ہی کوئی ایک چیز ایسی دِکھا دو، یہ اینٹ اور چوکھٹ اور دروازہ پلنگ اور پنسل کوئی ایک چیز ایسی دِکھا دو جو کسی نے نہ بنائی ہو، جو خود بخود تمہارے گھر میں آکر فٹ ہوگئی ہو۔ ایک چھوٹے سے گھر میں تو کوئی ایک چیز ایسی نہ ہو جو کسی نے بنائی نہ ہو تو کیا زمین و آسمان کے اتنے بڑے گھر میں چاند، سورج، ستارے، دریا، پہاڑ، سمندر خود بخود بن گئے؟ کیا ان کو

کسی نے نہیں بنایا؟ جب ایک معمولی سی معمولی چیز پنسل بھی کسی کی بنائی ہوئی ہے تو عقل تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ یہ کائنات، اس کا نظام بھی کسی کی مخلوق ہے، اس کے خلاف عقلی دلیل محال ہے۔

آتشیں شیشے سے شعاعِ آفتابِ حق کی تاثیر کی مثال

۹/ربیع الاول ۱۳۹۴ھ مطابق ۳/اپریل ۱۹۷۴ء
بروز بدھ قبلِ عصر (احقر اور مولانا مظہر میاں موجود تھے)

ارشاد فرمایا کہ آتشیں شیشے پر جب آفتاب کی شعاعیں پڑتی ہیں تو پہلے یہ خود گرم ہوجاتا ہے اور پھر اس کے نیچے جو چیز بھی ہوتی ہے اس کو جلا دیتا ہے، اور اگر شیشہ آفتاب کی طرف سے رُخ پھیر لے تو نہ خود گرم ہوتا ہے اور نہ کسی دوسری شے کو جلائے گا۔ اسی طرح جو لوگ محض مخلوق کی واہ واہ کے لئے رٹ کر وعظ کہتے ہیں، ان کے وعظ وصحبت میں خاک اثر نہیں ہوتا کیونکہ ان کا شیشۂ دل آفتابِ حق کی محاذات میں نہیں ہے۔ اس کے برعکس جن کے دل کا رُخ حق تعالیٰ کی طرف ہے تو آفتابِ حق کے فیضانِ خاص سے ان کا شیشۂ دل خود بھی گرم ہوتا ہے اور جو دل بھی ان کی زیرِ صحبت آتا ہے وہ بھی اللہ کی محبت سے جل اُٹھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے شخص کی صحبت اور وعظ سے فاسق وفاجر بھی اولیاء بن جاتے ہیں۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے شعر مہر پاکاں ۔۔۔ پر قرآنی استدلال

۱۰/ربیع الاول ۱۳۹۴ھ مطابق ۴/اپریل ۱۹۷۴ء جمعرات

ارشاد فرمایا کہ آج تلاوت کر رہا تھا تو یہ آیت نظر سے گذری، حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ۝﴾

(سورۃ الزخرف: آیۃ ٦٧)

قیامت کے دن ہر قسم کے گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقین کے۔ الاخلاء کا لام استغراق کے لئے ہے جس میں ہر نوع کی خلت آ گئی۔ اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

مہر پاکاں درمیان جاں نشاں
دل مدہ اِلا بمہر دل خوشاں

پاک بندوں کی محبت کو جان کے درمیان میں بٹھا لو، اور کسی کو دل نہ دو سوائے ان لوگوں کے جن کے دل حق تعالیٰ کی محبت سے اچھے ہو گئے ہیں، یعنی متقین کو (کہ ان کی دوستی قیامت کے دن بھی دشمنی سے نہیں بدلے گی۔ باقی تمام دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے اور ایک دوسرے پر لعن طعن اور بُرا بھلا کہیں گے کہ تمہاری وجہ سے ہم کو دوزخ میں جانا پڑ رہا ہے۔ جامع)

ڈاکٹر ایوب صاحب کو حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا ایک والا نامہ

۱۷/ربیع الاول ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۱/اپریل ۱۹۷۴ء بروز جمعرات

ارشاد فرمایا کہ احسان کا فاعل محسن ہے، اور احسان ایسی عبادت کو کہتے ہیں جس میں یہ تصور قائم رہے کہ حق تعالیٰ ہم کو دیکھ رہے ہیں۔ یہ تصور بعض کو صرف عباداتِ خاصّہ میں نصیب ہوتا ہے، اور صوفیاء اور اولیاء کرام کو ہر وقت اس حضوری کا رسوخ اور دوام عطا ہوتا ہے ؎

اب وہ زماں نہ وہ مکاں اب وہ زمیں نہ آسماں
تُو نے جہاں بدل دیا آ کے مری نگاہ میں

اسی زمین پر اولیائے حق بھی جیتے ہیں مگر ؎

دنیا میں ہوں دنیا کا طلب گار نہیں ہوں
بازار سے گذرا ہوں خریدار نہیں ہوں

جس دل میں خالقِ کائنات کی محبت اور معیت جلوہ گر ہوتی ہے، وہ دل اگر چہ کائنات پر حکمرانی اور سلطانی بھی کرے لیکن کائنات ایسے دل کے سامنے محکوم اور بے قدر و مغلوب ہوتی ہے ۔

میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگرؔ
وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانے پہ چھا گیا

اللہ تعالیٰ کی بندوں کے ساتھ معیت کی دو اقسام

۳؍صفر المظفر ۱۳۹۴؁ھ مطابق ۲۶؍فروری ۱۹۷۴؁ء

ارشاد فرمایا کہ میرے شیخ شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ بندے پر ہر وقت ننانوے اسمائے حسنٰی کی تجلی ہورہی ہے، ایک ہی وقت میں بندہ مخلوق بھی ہے، مرزوق بھی ہے، مرحوم بھی ہے کیونکہ ہر وقت اس کی مخلوقیت پر صفتِ خالقیت کی تجلی ہورہی ہے، رزق دیا جارہا ہے تو صفتِ رزاقیت کی تجلی ہورہی ہے، گناہ کرتا ہے اب قہاریت وغضب کی تجلی ہورہی ہے اور جب توبہ کررہا ہے تو اَب غفاریت اور توابیت کی تجلی ہورہی ہے۔ غرض جس صفت کا عکس پڑتا ہے اسی نوع کی معیت اس وقت بندے کے ساتھ ہوتی ہے۔

ایک معیت کفار اور مشرکین کے ساتھ ہے جو غضب اور قہر کے ساتھ ہوتی ہے۔ جس طرح حاکم کے سامنے ملزم کھڑا ہو تو ملزم پر حاکم کی نگاہِ غضب ہے، تھوڑی دیر میں قید میں ڈالا جائے گا۔ اگر حق تعالیٰ کی رحمت ان کے غضب پر سبقت نہ لے جاتی تو کفار اور مشرکین پر رزق کا دروازہ بند ہوجاتا مگر رحمتِ عامّہ کی بدولت رزق پارہے ہیں۔ لہٰذا خاص بندوں کے ساتھ حق تعالیٰ کی معیت رضا کے ساتھ ہے اور مجرمین کے ساتھ جو معیت ہے، وہ غضب کے ساتھ ہے مگر اس رضا اور غضب میں تاثر نہیں ہوتا، حق تعالیٰ کی ذات تاثر سے پاک ہے کیونکہ تاثر مستلزم ہے تغیر کو اور تغیر مستلزم ہے حدوث کو جو ذات واجب الوجود تعالیٰ شانہٗ کے منافی ہے۔

تین باتیں جن سے علمِ تفسیر سے محرومی رہتی ہے

۲۶؍ربیع الاول ۱۳۹۴ھ مطابق ۲۰؍اپریل ۱۹۷۴ء

ارشاد فرمایا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ تین چیزیں حافظہ کو بڑھاتی ہیں: (۱) مسواک (۲) روزہ (۳) تلاوتِ قرآن

اور لکھا ہے کہ علمِ تفسیر تین لوگوں کو نہیں دیا جاتا:

(۱) جو عربی سے ناواقف ہو (۲) کسی کبیرہ گناہ پر اصرار کرنے والا ہو (پھر فرمایا کہ مگر مَا اَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَاِنْ عَادَ فِي الْيَوْمِ سَبْعِيْنَ مَرَّةً اصرار کرنے والا وہ ہے جو گناہ کر کے توبہ نہ کرے، جو توبہ کر لے وہ اس میں داخل نہیں) (۳) جو ظاہری الفاظ سے استدلال کرے اور تفسیرِ خاص سے انکار کرے، اور اپنے مطلب کے معانی نکالتا ہو۔

تفسیر موضح القرآن کی تعریف میں ایک فارسی شعر

۳؍رجب المرجب ۱۳۹۳ھ مطابق ۳؍اگست ۱۹۷۳ء بعد عشاء

ارشاد فرمایا کہ شاہ عبد القادر صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کی تعریف میں ایک شخص نے یہ شعر کہا، اور کیا عمدہ شعر ہے اور کس قدر بلیغ تعریف ہے اس تفسیر کی ؎

ہر مرغ کہ پر زد بہ تمنائے اسیری
اول بہ شگوں کرد طواف قفس ما

جو مرغ بھی قید ہونے کی تمنّا میں اپنے پَر کٹوانا چاہتا ہو تو پہلے میرے پنجرے کا طواف کرے (یعنی اب جو بھی تفسیر کرنا چاہتا ہے وہ اس تفسیر سے استفادہ کرے گا)

کفار کی فلاحی خدمات کا انجام

ارشاد فرمایا کہ جو بیٹا اپنے بھائیوں کی خوب خدمت کرتا ہے، ان کے لئے ہسپتال کھلوا رہا ہے، فیکٹریاں اور ہوائی جہاز بنا رہا ہے، دودھ اور مکھن تقسیم کر رہا ہے

لیکن باپ کا حق ادا نہیں کرتا، باپ کی طرف دیکھتا بھی نہیں تو باپ ایسے نالائق بیٹے کو اپنے دوسرے ان مطیع، فرمانبردار بیٹوں ہی سے جن کی یہ خدمت کررہا ہے پٹواتا ہے۔ اسی طرح یہ کفار باوجودیکہ بھائیوں یعنی انسانوں کے لئے ریلیں اور ہوائی جہاز بنارہے ہیں، دودھ اور مکھن تقسیم کررہے ہیں، ہسپتال کھلوارہے ہیں، غرض انسانوں کی خدمت میں مصروف ہیں اور اپنے رب سے رشتہ کاٹ رکھا ہے، اس لئے قرآن میں حکم منصوص ہے قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ (ان سے لڑو، اللہ تعالیٰ (کا وعدہ ہے کہ)ان کو تمہارے ہاتھوں سزا دے گا۔ بیان القرآن) یعنی جب لڑائی ہو تو اے مومنو! ان کو خوب مارو اگرچہ تم ان کی ایجادات سے متمتع ہورہے ہو، ان کے بنائے ہوئے ہوائی جہاز میں بیٹھ کر حج کرنے جاتے ہو، ان کی بنائی ہوئی ریلوں میں سفر کرتے ہو، ان کے ہسپتالوں سے علاج کراتے ہو لیکن یہ میرے نہیں ہیں، یہ گدھوں کی طرح تمہارے لئے دن رات کام کر کے تمہارے لئے سہولتیں مہیا کرتے ہیں لیکن تم ان کو بخشنا نہیں کیونکہ یہ میرے نہیں ہیں۔

بندے سے نیک اعمال کا ہونا محض عطیۂ خداوندی ہے

۷ رشعبان المعظم ۱۳۹۳ھ مطابق ۶ رستمبر ۱۹۷۳ء بروز جمعرات، دوپہر بارہ بجے

ارشاد فرمایا کہ بچہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر ایک خوش نویس باپ حروف بنادیتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ دیکھو! ہمارے بیٹے نے کیسا اچھا لکھا ہے! یہ اس کی ہمت افزائی ہوتی ہے ورنہ اگر بچہ خود لکھے تو ٹیڑھے میڑھے حروف ہوتے۔ اسی طرح جو کچھ نیک اعمال ہمارے ہاتھوں سے ہورہے ہیں، یہ دراصل ہمارے ہاتھوں سے نہیں ہورہے بلکہ ہمارے ہاتھوں میں حق تعالیٰ کا دستِ توفیق وتصرف چھپا ہوا ہے، ابھی اگر توجہ ہٹالیں تو ہم پڑے رہیں اور معمولات وذکر واعمال کی توفیق ہی نہ ہو۔ میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! آپ میرے لئے جس جس خیر کا ارادہ فرمالیں تو وہ سب میرے اندر ہیں، اور اگر ارادہ وقصد نہ

فرماویں تو میں صرف مٹی کا ڈھیلا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلوت کی لذت اور جلوت کا کیف

۱۲؍شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۱؍ستمبر ۱۹۷۳ء بروز منگل بوقتِ طعام

ارشاد فرمایا کہ ہمیں ہر وقت نوافل اور ساری رات عبادت سے زیادہ مناسبت نہیں ہے، یہ جی چاہتا ہے کہ کچھ نوافل پڑھ لیں، اس کے بعد کچھ اللہ کے عاشقین ہوں، جن کے درمیان شب و روز گذریں اور اللہ کا ذکر ہو رہا ہو۔ فرض کرو ایک عاشق تنہائی میں محبوب کو دیکھ رہا ہے، اس مشاہدۂ جمال سے دل ہی دل میں لذت پا رہا ہے، اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ مجمع میں اپنے محبوب کے حسن کے نکات بیان کرتا ہے، اس وقت اس کو دو حیثیت سے لذت ملتی ہے: ایک تو ذکرِ محبوب سے دل لذت پا رہا ہے اور دوسرے یہ کہ وہ جانتا ہے کہ میرا محبوب میرا یہ ذکر سن رہا ہے، محبوب کے ذکر سے کبھی کبھی رو بھی پڑتا ہے تو وہ سمجھے گا کہ واقعی اس کو مجھ سے بہت محبت ہے۔ مجاز کے عاشق اپنے محبوب کو خوش کرنے کے لئے غزل اسی لئے لکھتے ہیں کہ جب ان کا محبوب سنے تو اس کو معلوم ہو کہ اس کو ہم سے محبت ہے جس سے محبوب کے دل میں عاشق کا مقام بڑھ جاتا ہے۔ پس حسنِ محبوب کو دیکھ کر خلوت میں دل میں لذت و سرور حاصل کرنا یہ نفلی عبادت ہے کہ حق تعالیٰ کے سامنے بندہ ہاتھ باندھے کھڑا ہے، لطف لے رہا ہے، اور جلوت میں حسنِ محبوب کا ذکر کرنا اور اس کی محبوبیت کا ڈنکا بجانا یہ تبلیغ اور دعوت الی اللہ ہے، اور اس کا لطف اور کیف الگ ہے۔

پانچ نمازوں میں اللہ تعالیٰ ہمیں پیار کرنے کے لئے بلاتے ہیں

۲۴؍شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۳؍ستمبر ۱۹۷۳ء بروز اتوار

(حضرت والا دامت برکاتہم تین دن کے بعد آج ہی حیدر آباد سے واپس تشریف لائے تو یہاں استقبال کے لئے لوگ جمع تھے، کچھ دیر وعظ فرمایا۔ احقر موجود نہ تھا، تقریر کے آخر میں

شریک ہوا۔ سامعین میں مولانا مظہر میاں، رفاقت صاحب، اولاد احمد صاحب، آزاد صاحب، محمد میاں، عبدالمجید صاحب، قاری عبدالمجید صاحب وغیرہ تھے)

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں سے محبت کا اندازہ پانچ وقت کی نماز سے لگانا چاہیے۔ والدین کو اپنے بیٹے سے کتنی محبت ہوتی ہے مگر پھر بھی پیٹ پالنے کے لئے صبح صبح کمانے کے لئے گھر سے نکالتے ہیں، شام کو جب بیٹا دفتر سے بخیریت واپس آتا ہے تو اس کی بلائیں لیتے ہیں کہ بیٹا! تیری صورت دیکھ کر دل کو چین آجاتا ہے۔ ماں باپ تو دن بھر کے لئے الگ کر دیتے ہیں اور شام کو ایک ہی بار دیکھ کر ان کا کلیجہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے لیکن اللہ کی رحمت کو دیکھو کہ پانچ وقت کی نماز فرض کر دی کہ اے میرے بندو! پانچ وقت آؤ اور ہمیں اپنی صورت دِکھا جاؤ، ماں باپ کی رحمت سے ہماری رحمت زیادہ ہے۔ آج ہم لوگ نماز کو زحمت سمجھ رہے ہیں، اگر ماں کہہ دے کہ بیٹا اگر اپنی صورت نہ دِکھاؤ گے تو میرا دل تڑپ جائے گا تو اس کی محبت پر ہمیں یقین آجائے گا لیکن اللہ تعالیٰ کی اس رحمت کی ہمیں قدر نہیں کہ پانچ وقت ہمیں بلا رہے ہیں کہ ہمیں اپنی صورت دِکھا جاؤ، ہم سے کچھ گفتگو کر جاؤ، نماز ہی تم سے ہماری ملاقات کا ذریعہ ہے۔ ہم نماز کو زحمت سمجھ رہے ہیں جبکہ ان کی رحمت اس کے ذریعہ ہمیں تلاش کر رہی ہے ؎

مری گم گشتگی پر خود مری منزل پریشاں ہے

اگر حق تعالیٰ کو ہماری تلاش نہ ہوتی تو یہ نہ فرماتے یٰحَسْرَۃً عَلَی الْعِبَادِ ہائے افسوس بندوں پر! ان کی رحمت تو ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے کہ کب مجھ سے بھاگے ہوئے بندے میری آغوش میں آجائیں۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

((اِنَّ اللہَ یَبْسُطُ یَدَہٗ بِاللَّیْلِ لِیَتُوْبَ مُسِیْءُ النَّھَارِ وَیَبْسُطُ یَدَہٗ بِالنَّھَارِ لِیَتُوْبَ مُسِیْءُ اللَّیْلِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَّغْرِبِھَا ۔ رواہ مسلم))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، کتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبۃ، ص ۲۰۳)

ترجمہ: تحقیق اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ رات کو پھیلاتا ہے تاکہ دن میں گناہ کرنے والا توبہ کرے اور اپنا ہاتھ دن میں پھیلاتا ہے تاکہ رات کو گناہ کرنے والا توبہ کرے یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو۔

کیا پیارا عنوان ہے کہ سوجانیں اس پر قربان ہوں اور مجرموں، گنہگاروں کی مایوسیوں کی گود میں امیدوں کا آفتاب طلوع کرنے والا ہے۔

بندگی اور غلامی کا خلاصہ

شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ مطابق ستمبر ۱۹۷۳ء

ارشاد فرمایا کہ جو اعمال بندے کے اختیار میں ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو پیش کرتا رہے اور جو اللہ کے اختیار میں ہے وہ گڑ گڑا کے مانگتا رہے، یہ خلاصہ ہے بندگی اور غلامی کا، تدبیر کا پیالہ تو لاؤ مگر نظر پیالے پر نہ ہو، نظر نوالے پر ہو جو اللہ میاں دیں گے۔

اہلِ جنت کا وہ طبقہ جو دوبارہ دنیا میں جانے کی تمنّا کرے گا

ارشاد فرمایا کہ فرض کرو کہ لیلیٰ کے دس مجنوں ہیں، سات کو تو لیلیٰ نے بہت سا مال، عہدہ اور جاہ دے دی اور وہ لہو و لعب میں ایسے مشغول ہوئے کہ لیلیٰ کے پاس بھی آنا چھوڑ دیا، انڈا، مرنڈا، دودھ، مکھن نعمتوں ہی سے مسرور ہوگئے اور تین مجنوں ایسے ہیں جن کے کپڑوں پر بھی پیوند لگے ہیں اور فاقہ ہو رہا ہے، لیلیٰ نے انہیں کچھ روپیہ پیسہ نہیں دیا۔ وہ لیلیٰ کے دروازے پر پڑے ہوئے ہیں لیکن ان کے دل ہر وقت لیلیٰ کی یاد میں لگے ہوئے ہیں، اور لیلیٰ نے بھی ان کے کان میں کہہ دیا کہ ہمارے اصلی مجنوں تو بس تم تینوں ہی ہو، وہ نالائق دودھ اور مکھن والے ہمارے نہیں ہیں، وہ تو لذتوں کے بندے ہیں، تم ہمارے ہو اور ہم تمہارے ہیں۔

ہم تمہارے تم ہمارے ہو چکے	دونوں جانب سے اشارے ہو چکے

تو اُن کو معلوم ہو گیا کہ محبوب کی نگاہ میں، اور محبوب کے دل میں ان کا کیا مقام ہے،

اس لئے تنگدستی اور فاقہ مستی سے ان کے اندر احساسِ کمتری نہیں ہوتا۔ محبوب کی رضا کا علم ہونے سے اور اس کی نگاہ میں اپنا مقام معلوم ہونے سے وہ اپنے کو بادشاہوں سے زیادہ خوش نصیب سمجھتے ہیں اور یہ کیف ان کی جانوں کو باوجود فاقے اور بدحالی کے مست رکھتا ہے۔ اب اگر ان سے کوئی کہے کہ میاں! یہ کیا عاشقی ہے کہ تم پھٹے حال پڑے ہو، تم فاقہ کر رہے ہو اور وہ سات مجنوں کو دیکھو کہ انڈا اور مکھن اُڑا رہے ہیں۔ تو یہ مجنوں کہے گا کہ افسوس! تم نے لیلیٰ کی نظر کو نہیں پہچانا، تمہیں معلوم نہیں کہ ان پر لیلیٰ کی نگاہ کیسی پڑ رہی ہے اور ہم پر کیسی پڑ رہی ہے؟

اب اس مثال سے مولیٰ کے عاشقوں کی مستی کا حال سمجھنا آسان ہو جائے گا کہ مولیٰ کی نگاہ کی قیمت معلوم ہونے سے انبیاء اور اولیاء کی جانیں فاقوں میں اور بڑی سے بڑی مشکل میں بھی مست رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی عبادت کے صدقہ میں ایسی بادشاہت عطا کرتے ہیں کہ پیٹ پر بھوک سے پتھر بندھے ہوئے ہیں لیکن دل کے عیش و مستی اور سکون کا وہ عالم ہے کہ دنیا کے بادشاہ تصور میں بھی نہیں لا سکتے۔ یہی چیز تھی کہ نبی علیہ السلام کے پیٹ پر دو دو پتھر بندھے ہوئے تھے لیکن جانِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے قرب سے مست تھی:

((شَكَوْنَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُوْعَ فَرَفَعْنَا عَنْ بُطُوْنِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَطْنِهٖ عَنْ حَجَرَيْنِ۔ رواہ الترمذی))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب فضل الفقراء وما کان من عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم؛ ص ۴۴۸)

انبیاء اور اولیاء کو معلوم ہوتا ہے کہ اس محبوبِ حقیقی کی نگاہ میں ہمارا وہ مقام ہے جو اہلِ دنیا کا نہیں، یہ یقین ان کو ایسا مست رکھتا ہے کہ راہِ خدا میں جان دے کر خوش ہوتے ہیں، جس جان کو بچانے کے لئے دنیا والے دوسروں کی جان لے لیتے ہیں، وہ جان قربان کرنا ان کو لذیذ ہو جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے

کہ جنت میں اللہ تعالیٰ اہلِ جنت سے پوچھیں گے کہ کیا تم لوگ دنیا میں جانا چاہتے ہو؟ سب اہلِ جنت کہیں گے کہ ہمیں دنیا میں جانے کی کوئی خواہش نہیں، جنت میں سب نعمتیں ہیں لیکن شہید عرض کریں گے:

((مَا اَحَدٌ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ یُحِبُّ اَنْ یَّرْجِعَ اِلَی الدُّنْیَا وَلَهٗ مَا عَلَی الْاَرْضِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا الشَّهِیْدُ یَتَمَنّٰی اَنْ یَّرْجِعَ اِلَی الدُّنْیَا فَیُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ لِّمَا یَرٰی مِنَ الْکَرَامَةِ))

(صحیح البخاری: (قدیمی) ،باب تمنی المجاھد ان یرجع الی الدنیا، ج ۱ ص ۳۹۵)

کہ ہماری تمنّا یہ ہے کہ پھر سے زندہ کئے جائیں اور پھر اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں، حتیٰ کہ دس مرتبہ شہید کئے جانے کی تمنّا کریں گے یعنی بار بار زندہ کئے جائیں اور بار بار شہید کئے جائیں ۔

سر کے کٹنے کا مزہ یحییٰ[۱] سے پوچھ	لطف تن چرنے کا زکریا[۱] سے پوچھ
سر کے رکھ دینے کا نیچے تیغ کے	لطف اس کا پوچھ اسماعیل[۱] سے

۱ : علیہ السلام

اللہ تعالیٰ حلیم ہیں، انتقام میں جلدی نہیں کرتے

۹؍ذوالحجہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۴؍جنوری ۱۹۷۴ء جمعہ بعد عشاء

ارشاد فرمایا کہ ایک چیونٹی اگر آپ کی مٹھی کے اندر شرارت کر رہی ہو تو آپ اس سے مرعوب نہیں ہوتے اور انتقام میں تعجیل (جلدی) نہیں کرتے کیونکہ جانتے ہیں کہ اس چیونٹی کی حقیقت ہی کیا ہے؟ جب چاہوں گا مسل دوں گا۔ اسی طرح وہ اللہ جس کی قدرت اتنی بڑی ہے کہ زمین کا اتنا بڑا گولا جس کا قطر چوبیس ہزار میل ہے، فضا میں بغیر کسی تھونی کھمبے اور سہارے کے معلق کئے ہوئے ہے، اور زمین کے اوپر آسمان بھی بغیر کسی ستون کے ہے، اسی طرح سورج اور چاند جو زمین سے بھی بڑے ہیں، اور اربوں ستارے جن کا طول وعرض وحجم زمین سے کئی گنا زیادہ ہے،

ان سب کو فضا میں بغیر سہارے کے معلق کئے ہوئے ہو،اس کا انسان کے کفر و عصیان سے کوئی ضرر نہیں ہوتا۔یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ دنیا میں نافرمانوں کے انتقام میں تعجیل نہیں کرتے کیونکہ جانتے ہیں کہ یہ مجھ سے بچ کر کہاں جائے گا؟ زمین کے جس حصہ پر جائے گا وہ زمین میری ہے،فضا کے جس حصہ میں جائے گا وہ میرا ہے، میری پکڑ سے بچ نہیں سکتا، جب چاہوں گا اسے عذاب میں پکڑ لوں گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ مہلت دیتے رہتے ہیں کہ شاید توبہ کرلے، پھر موت کے وقت اچانک گرفتار کر لیتے ہیں۔

لاکھوں گناہوں کے باوجود نادم ہوکر رحمت کی اُمید رکھے

۱۹ رمحرم الحرام ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۷ ر مارچ ۱۹۷۱ء بعد عصر

ارشاد فرمایا کہ اپنے عمل پر نظر کر کے اگر اللہ سے رحمت کا اُمیدوار ہوا تو یہ کیا اُمید ہوئی؟ یہ اُمید تو اُمید کہلانے کے قابل نہیں۔ یہ تو اپنے عمل سے اُمید ہوئی، اللہ سے کیا اُمید ہوئی! مزہ تو جب ہے کہ کالی کلوٹی، چیچک رُو عبدیت کے باوجود اُمید ہو کہ اللہ تعالیٰ نظرِ رحمت فرمائیں گے۔ دل میں احساسِ ندامت و شکستگی ہو کہ ہائے! میرے پاس تو کچھ نہیں، خالی خولی ہوں لیکن دل اُمید سے لبریز ہو کہ ہم جیسے بھی ہوں، یہ تو دیکھو ہمارے اللہ میاں کیسے ہیں! ان کا آفتابِ کرم نجاست پر پڑتا ہے اور اس کو سبزہ و نور سے تبدیل کر دیتا ہے، پس اپنے عمل سے صرفِ نظر کر کے اللہ میاں کی رحمت پر نظر رہنی چاہیے، اور دعا بھی کرے کہ اے اللہ! ہماری نیکیوں کو جو تیرے لئے کچھ مفید نہیں قبول فرمالیجیے اور ہمارے گناہوں کو جو تیرے لئے کچھ مضر نہیں معاف فرمادیجئے۔ یہ دعا حدیث شریف میں آئی ہے:

((یَا مَنْ لَّا تَضُرُّہُ الذُّنُوْبُ وَلَا تَنْقُصُہُ الْمَغْفِرَۃُ ھَبْ لِیْ مَا لَا یَنْقُصُكَ وَاغْفِرْ لِیْ مَا لَا یَضُرُّكَ))

(شعب الایمان: جزء ۹ص ۴۲۴؛ المواھب اللدنیۃ: جزء ۳ص ۴۱؛ الترغیب والترھیب)

دیدارِ الٰہی سے محرومی آخرت کی بڑی سزاؤں میں سے ہوگی

۱۹؍محرم الحرام ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۷؍مارچ ۱۹۷۱ء بعد عصر

ارشاد فرمایا کہ کَلَّآ اِنَّھُمْ عَنْ رَّبِّھِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ (سورۃ المطففین : آیۃ ۱۵) پر ایک عجیب نکتہ میرے دل کو عطا ہوا جو کسی تفسیر میں مَیں نے نہیں دیکھا، اس میں مجھ کو اللہ تعالیٰ نے خاص فرمایا۔ وہ یہ ہے کہ دنیا کا کوئی حاکم جب سزا سناتا ہے تو یہ نہیں کہتا کہ ہم ان مجرموں کو کبھی اپنی صورت نہیں دِکھائیں گے، اگر دنیا کا کوئی حاکم یہ کہے تو مجرم کہیں گے کہ تیری صورت بھاڑ میں جائے، تُو بس ہماری سزا کو معاف کردے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ دنیا کے حاکم تو صرف حاکم ہیں، محبوب نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آیتِ شریفہ میں یہ فرمایا کہ اے کافرو! ہم قیامت کے دن تمہیں اپنی صورت نہیں دِکھائیں گے، ہم تم کو اپنے حسن و جمال سے محروم کردیں گے، اس سے یہ ظاہر کردیا کہ وہ حاکم بھی ہیں اور محبوب بھی۔ یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جس کو اپنے حسن پر ناز ہو، جس کو یہ معلوم ہو کہ میرے دیدارِ حسن سے محرومی بڑی عظیم محرومی ہے۔ کافروں کو اپنے اس غم کا احساس اس وقت ہوگا جب اللہ تعالیٰ ہم ایمان والوں کو اپنا جمال دِکھائیں گے۔

محبت کی دو حالتیں

۲۶؍محرم الحرام ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۴؍مارچ ۱۹۷۱ء بعد ظہر

ارشاد فرمایا کہ محبت کی دو حالتیں ہوتی ہیں، کبھی محبوب کو زبان سے یاد کرتا ہے، کبھی دل سے یاد کرتا ہے، ذکرِ لسانی اور ذکرِ قلبی، اور دونوں ہی ضروری ہیں: اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورۃ آل عمران : آیت ۱۹۱)۔ اپنی فکر بواسطہ مخلوق کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے اسی لئے دیا ہے کہ دنیا کی مخلوقات کا تصور کیا جاسکتا ہے لیکن اللہ کا تصور

نہیں کیا جاسکتا۔اصغرگونڈوی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

میرے سوالِ وصل پہ پیہم سکوت ہے
بکھرا دیئے ہیں کچھ مہہ و انجم جواب میں

سوالِ دیدار پر سکوت فرما کر چاند، سورج، اپنی نشانیوں کو بکھیر دیا کہ کچھ دن ان کو دیکھ کر تسلی کرلو، نیک عمل کرلو، گناہوں سے بچنے کی مشقت اُٹھا لو، پھر جنت میں ہماری ملاقات سے مشرف ہوگے۔

ارشاد فرمایا کہ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خانقاہ تھانہ بھون کو، تھانہ بھون کے رِندوں کو، تھانہ بھون کے مستوں کو اور شرابِ محبتِ الٰہیہ کے عاشقوں کو اس طرح سے تعبیر کیا ہے ؎

میں اب بادہ نوشوں میں جاکر رہوں گا
میں جینے کا اب کچھ مزہ چاہتا ہوں

یعنی اللہ والوں میں رہوں گا، مراد یہاں بادۂ معرفت ہے۔

....

گھارو میں فرمایا کہ یہ (احقر) پہلے صاحب پیچ وخم تھے اب صاحبِ جامِ جم ہیں۔ جو دل اللہ والا ہوجاتا ہے وہ جامِ جم سے بہتر ہے۔

تعلیمِ قرآن میں شانِ رحمت کی تلقین

رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ مطابق اکتوبر ۱۹۷۳ء

﴿اَلرَّحۡمٰنُ○عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ○﴾

(سورۃ الرحمٰن: آیات ۱، ۲)

ارشاد فرمایا کہ جس کا عَلَّمَ اللہ تعالیٰ ہو، جس سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا عَلَّمَ اور معلم اَلرَّحۡمٰنُ ہو تو اس میں کتنا بڑا سبق ہے کہ تعلیمِ قرآن میں رحمت کی شان ہونی چاہیے۔ صفتِ رحمٰن نازل فرما کر قیامت تک قرآنِ پاک کے تعلیم دینے والوں کو

اللہ تعالیٰ نے ہدایت کر دی کہ میں اَلرَّحْمٰنُ نازل کر رہا ہوں، ننانوے میں سے اٹھانوے نام چھوڑ کر اَلرَّحْمٰنُ کیوں نازل کر رہا ہوں؟ تاکہ بچوں کو جب پڑھاؤ شانِ رحمت غالب رکھنا، ہڈی مت توڑو، قصائیوں کی طرح مت پڑھاؤ۔ یہ تقریر میرے مرشد شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے کہ بچوں کے استاد اس قدر مارتے ہیں کہ پھر وہ بچہ خود بھی بھاگتا ہے، دسیوں کو بھگا دیتا ہے کہ مدرسوں میں مت جانا، قصائی بیٹھے ہوئے ہیں۔ دیکھو! انگریزی اسکولوں میں بچوں کو ٹافی مل رہی ہے، چائے مل رہی ہے، بسکٹ کھلا رہے ہیں، یہ ڈنڈے کھلا رہے ہیں۔ بچے کی کمزوری کو دیکھو، لاہور میں استاد نے غصے میں ایک بچے کو مارا، اسی وقت اس کا ہارٹ فیل ہوگیا، پورا مدرسہ بند ہوگیا۔ سارے گاؤں والوں نے کہا کہ ان خبیثوں سے اپنے بچوں کو نہیں پڑھوائیں گے۔ یاد رکھو! ایک بچہ بھی اگر بھاگا تو قیامت کے دن اس استاد سے مواخذہ ہوگا، سب ثواب تمہارا ختم ہوجائے گا، اُلٹا کیس چلے گا، اس لئے مہتمم صاحبان اور بزرگانِ دین سے مشورہ کرو۔

بچوں کو سزا دینے کی حدود

میرے شیخ و مرشد مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ بچہ کو کھڑا کردو، چھٹی ہوجائے تو دس منٹ تم بیٹھ جاؤ، باقی سب بچے جب چلے جائیں گے، دو تین بچے ایسے سبق نہ سنانے والے رہ جائیں گے، کچھ دیر کے لئے ان کی چھٹی بند کر کے ان کو کھڑا کردو، یہ سزا ان کے لئے کافی ہے، مگر مرغا مت بناؤ۔ بچہ کی ٹانگیں کانپ رہی ہیں، چہرہ لال ہو رہا ہے اور یہ قصائی بیٹھے دیکھ رہے ہیں، ہنس رہے ہیں، کیا کہوں! بس دل چاہتا ہے کہ ان لوگوں کو کون سا وظیفہ تعویذ نقش گھول کے پلا دوں کہ ان کے دل میں رحم آجائے۔ ان کے بچے کو اگر اس طرح سے کیا جائے تو پھر دیکھو کیا ہوتا ہے؟ ان کی اکثر کی شادی نہیں ہوتی اور بال بچے دار بھی نہیں ہوتے۔ یاد رکھو! ہر بچے کو اپنا بچہ سمجھو، مرغا مت بناؤ، یہ جانور بننے کے لئے نہیں

آئے ہیں۔ بس یہی دو سزا کافی ہے کہ کھڑا کر دو، چھٹی ذرا دیر سے کر دو۔ سبق کے لئے مہتمم سے مشورہ کرو، ماں باپ کو بھی اطلاع کرو کہ بھئی اب یہ سبق یاد نہیں کرتا۔ محمود آباد میں ایک لڑکا پڑھ رہا تھا، استاد نے اسے مارا، پھر گھر پر ماں باپ نے بھی مارا، وہ شہر کراچی سے بھاگ گیا، اب تعویذیں دبا رہے ہیں۔ کیوں اتنا مارتے ہو کہ اب تعویذ مانگ رہے ہو؟ پھر تلاش کرنے پر ملتان سے پکڑا گیا اور واپس آیا۔ اس کا بہت بُرا نتیجہ ہے۔ ان نالائقوں کی وجہ سے کتنے لوگ مدرسے سے بچوں کو ہٹا لیتے ہیں۔ اگر پیار و محبت سے حافظ بن جائے تو ٹھیک ہے، نہیں تو تمہارے اختیار میں اسے حافظ بنانا نہیں ہے، جس کی قسمت میں حافظ بننا ہو گا ضرور بن جائے گا۔

اہلِ خوف اور اہلِ محبت کا فرق

رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ مطابق اکتوبر ۱۹۷۳ء

ارشاد فرمایا کہ خوف اور محبت دو چیزیں ہیں، حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مرتد کے مقابلے میں جو آیت نازل فرمائی ہے، اس میں یہی فرمایا کہ ہم اہلِ خوف نہیں بلکہ اہلِ محبت پیدا کریں گے:

﴿فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ﴾

(سورۃ المآئدۃ: آیۃ ۵۴)

ہم جو قوم پیدا کریں گے، ہم ان سے محبت کریں گے وہ ہم سے محبت کریں گے۔ تو اہلِ محبت بنائے جاتے ہیں اور اہلِ خوف سکھائے جاتے ہیں، اہلِ خوف کو خوف سکھایا جاتا ہے اور اہلِ محبت کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم خود پیدا کریں گے فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ عاشقوں کی قوم میں خود پیدا کرتا ہوں ؎

از خود نہیں بنتے دیوانے، دیوانے بنائے جاتے ہیں

تو حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کسی موٹر میں پٹرول نہ ہو، دھکا دو، اس کا نام خوف ہے اور اگر اس میں پٹرول ڈال دو تو خود بخود بھاگ نکلے گی اور جو

بیٹھے ہیں وہ بھی اس موٹر میں بھاگ نکلیں گے۔ تو حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میری تمام سالکین سے یہ گزارش ہے کہ اہلِ محبت کی صحبت میں زیادہ رہا کریں۔

دنیا میں رہتے ہوئے فکرِ آخرت

حضرت والا شیخ العرب والعجم عارف باللہ مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قدیم بیان

۸؍شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ مطابق ۹؍ستمبر ۱۹۷۳ء بروز جمعہ
مسجد الفلاح، ایچ بلاک، نارتھ ناظم آباد، کراچی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰہُ مِنْ نُّطْفَۃٍ فَاِذَا ھُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ○
(سورۃ یٰسٓ: آیۃ ۷۷)

آخرت پر ہمارا یقین کیسے پیدا ہو؟

ارشاد فرمایا کہ آج کی تقریر کا موضوع دراصل یہ ہے کہ آخرت پر ہمارا یقین کیسے پیدا ہو؟ میدانِ محشر کے حساب کتاب پر اور جنت و دوزخ کے فیصلوں پر اتنا یقین کیسے آجائے کہ گناہوں سے بچنا آسان ہوجائے؟ کیونکہ شبہ پر مشقت کی تکلیف اُٹھانا کوئی گوارہ نہیں کرتا۔ شبہ والی خوش خبری پر آدمی اپنی محنت واوقات لگانا ضائع سمجھتا ہے۔ ایک آدمی محلہ بھر میں بدنام ہے، جھوٹا شخص مشہور ہے، وہ ایک خوش خبری دیتا ہے کہ جو شخص آج رات بھر نارتھ ناظم آباد کی پہاڑیوں پر جاگے گا، صبح کو اس کو بہت سے روپے ملیں گے، تو ہر شخص کہے گا کہ یہ شخص تو جھوٹا ہے، اس کی خوش خبری پر ہمیں یقین نہیں ہے، تو شبہ والی خوش خبری پر کوئی عمل نہیں کرے گا۔

معلوم ہوا کہ شبہ پر تکلیف اُٹھانے اور محنت کرنے سے آدمی سست ہو جاتا ہے، ہمارا بھی عموماً یہی معاملہ آخرت کے ساتھ ہے حالانکہ وہ کوئی شک ـــــ وشبہ والی چیز نہیں، یقینی چیز ہے۔ لیکن جن لوگوں کو حق تعالیٰ کے فضلِ خاص ورحمتِ خاصّہ کے صدقہ میں کسی اللہ والے کی صحبت کی برکت سے آخرت پر یقین پیدا ہو گیا تو ان کو اللہ کے راستہ میں بڑی سے بڑی مشقت اُٹھانا اور بڑے سے بڑا گناہ چھوڑنا آسان ہو گیا۔ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم زمانۂ جاہلیت میں لڑکیوں کو زمین میں زندہ گاڑ دیا کرتے تھے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت کی برکت سے جب ان کی اندرونی پوشیدہ صلاحیتیں ظاہر ہوئیں، اور ان کے یقین کا سونا چمکا، اور خدا کی عظمت و بڑائی ان کے دلوں میں اُتر گئی تو اللہ و رسول پر اپنی جان، مال، آبرو سب قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

ہمارے دلوں میں دنیا کی قیمت زیادہ ہونے کی مثالیں

اسی طرح اگر آج ہمارے دل میں بھی اللہ کی بڑائی اُتر جائے جیسے حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں اُتر گئی تھی تو ہمیں بھی اللہ کے لئے اپنی جانیں سستی نظر آئیں۔ لیکن آج ہم زبانوں سے تو کہتے ہیں اللہ اکبر! اللہ سب سے بڑا ہے مگر ہمارا عمل گواہی دیتا ہے کہ ہمارے دلوں میں ہماری دکانیں اللہ سے بڑی ہیں، ہمارا مال اللہ سے بڑا ہے، بیوی بچے اللہ سے بڑے ہیں کیونکہ ان چیزوں کا جب اللہ کے حکم سے مقابلہ ہوتا ہے تو ہم ان کی خاطر اللہ کے حکم کو توڑ دیتے ہیں۔ مثلاً نمبر ۱: دکان پر گاہک کھڑے ہیں اور اذان ہو چکی ہے، جماعت تیار ہے، اب حساب لگاتے ہیں کہ اگر مسجد جاؤں گا تو اس وقت پانچ سو روپے کا نقصان ہو جائے گا لہٰذا جماعت چھوڑ دی کہ بعد میں جب گاہکوں سے فارغ ہو جاؤں گا تو تنہا نماز پڑھ لوں گا۔ تو ہم نے اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ ہمارے نزدیک مال خدا سے بڑا ہے۔
نمبر ۲: ایسے ہی بیوی سے باتوں میں مزہ آ رہا ہے، اتنے میں اذان ہو گئی، نفس کہتا ہے کہ بیوی کے جو موتی جیسے دانت چمک رہے ہیں اس کو چھوڑ کر مسجد کیسے جاؤں؟ اُس وقت

یہ بھی خیال نہیں آتا کہ آج جو دانت موتی کی طرح چمک رہے ہیں، ایک دن قبر میں منہ سے باہر پڑے ہوں گے۔ نمبر ۳: بچہ نے ضد کی کہ تصویر والا کھلونا خریدوں گا، خیال آیا کہ اگر تصویر والا کھلونا اس کو دیا تو اللہ ناراض ہوجائے گا لیکن اگر نہ خریدا تو بچہ کا دل ٹوٹ جائے گا لہٰذا بچہ کا دل نہ توڑ سکے، اللہ کا حکم اور اللہ سے محبت کا رشتہ توڑ دیا اور عملاً بتادیا کہ ہمارا بچہ خدا سے بڑا ہے۔

خوش نصیب وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہے

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کی بڑائی صرف ہماری زبانوں پر ہے، حلق سے نیچے نہیں اُتری، دل میں عظمتِ الٰہیہ کا رسوخ نہیں ہوا۔ اللہ کی عظمت جب دل میں اُتر جائے گی تو جان دینے کے لئے تیار ہوجاؤ گے۔ آج کہتے ہیں کہ صاحب! حرام مال چھوڑنا بڑا مشکل کام ہے۔ ایک دوست جو حرام آمدنی میں مبتلا تھے، ان سے میں نے کہا کہ بھئی! کب تک حرام کھاؤ گے، ایک دن مرنا ہے، اگر ایک ہزار روپے حرام کے کمارہے ہو تو حلال ملازمت پانچ سو کی کرلو، یہ پانچ سو حرام کے ایک ہزار سے بہتر ہے، تو کہتے ہیں کہ بات تو آپ کی ٹھیک ہے مگر مکھن کی ٹکیہ اور انڈے پراٹھے کے بغیر تو میرا لقمہ حلق سے ہی نہیں اُترتا۔ آہ! سُوکھا لقمہ تو حلق سے نہیں اُترتا لیکن دوزخ کے انگارے اُتارنا ان کو آسان ہے!

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظر میں دنیا کی حقیقت

بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ اعلیٰ معیار کی زندگی اختیار کرنی چاہیے، معیارِ زندگی بلند ہونا چاہیے، اور مالداروں کی دولت کو دیکھ کر رال ٹپکاتے ہیں، جیسے قارون کی دولت کو دیکھ کر بعض بے وقوفوں نے کہا تھا کہ یہ بڑا خوش نصیب آدمی ہے:

﴿قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّہٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ○﴾

(سورۃ القصص: آیۃ ۷۹)

ترجمہ: کہنے لگے جو لوگ طالب تھے دنیا کی زندگی کے اے کاش! ہم کو ملے جیسا کچھ ملا ہے قارون کو، بے شک اس کی بڑی قسمت ہے۔ (بیان القرآن) کاش! ہم بھی اس جیسے ہو جاتے، لیکن جو اللہ والے تھے انہوں نے کہا کہ تم پر ہلاکت ہو:

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ﴾

(سورۃ القصص: آیۃ ۸۰)

ترجمہ: اور بولے جن کو ملی تھی سمجھ اے خرابی تمہاری! اللہ کا دیا ثواب بہتر ہے ان کے واسطے جو یقین لائے اور کام کیا بھلا۔ (بیان القرآن) مال و دولت خوش نصیبی کی علامت نہیں ہے، خوش نصیب وہ ہے جس سے اللہ راضی ہے۔ پھر وہی قارون جو پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا، جب مع اپنے خزانوں کے زمین میں دھنسنے لگا، اس وقت تعریف کرنے والوں کی آنکھیں کھلیں، اور پناہ مانگنے لگے کہ واقعی اللہ کی رضا سب سے بڑی نعمت ہے، مال و دولت کچھ نہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَخْلُقْ خَلْقًا هُوَ اَبْغَضُ اِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا نَظَرَ اِلَيْهَا مُنْذُ خَلَقَهَا بُغْضًا لَّهَا))

(کنز العمال: (دار الکتب العلمیۃ)؛ کتاب الاخلاق؛ ج ۳ ص ۸۷؛ رقم ۶۰۹۹)

کہ دنیا کو اللہ نے کبھی رحمت کی نظر سے نہیں دیکھا، اور یہ بھی فرمایا:

((اَلَا اِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ مَّلْعُوْنٌ مَّا فِيْهَا اِلَّا ذِكْرَ اللّٰهِ وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمٌ اَوْ مُتَعَلِّمٌ۔ رواہ الترمذی وابن ماجۃ))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)؛ کتاب الرقاق؛ ص ۴۴۱)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ پوری دنیا ملعون ہے (یعنی اللہ کی رحمت سے دور ہے) اور جو کچھ دنیا و مافیہا، اس کے درمیان میں ہے وہ بھی اللہ کی رحمت سے دور ہے سوائے ذکر اللہ کے اور سوا اُن چیزوں کے جو ذکر سے متعلق ہیں، اور سوائے عالم اور طالب علم کے۔ اس کا مطلب کوئی یہ نہ سمجھے کہ مطلق مال و دولت ملعون ہے،

ورنہ جس کے دل میں مال کی محبت ہے اس کو میری اس تقریر سے دین ہی سے نفرت ہوجائے گی، مال ودولت وہ ملعون ہے، جو اللہ سے غافل کردے ورنہ جو غنا وثروت تقویٰ میں حائل نہ ہو، وہ بُرا نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

((لَا بَأْسَ بِالْغِنٰی لِمَنِ اتَّقَی اللّٰہَ عَزَّ وَ جَلَّ ۔ رواہ احمد))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، باب استحباب المال والعمر للطاعۃ، ص ۴۵۱)

جو شخص غنا ودولت کو اللہ کی نافرمانی میں خرچ نہیں کرتا اور متقی ہے، اس کے لئے دنیا کچھ مضر نہیں۔ دنیا سانپ ہے، اگر سانپ ہاتھ میں لینا ہے تو منتر بھی سیکھ لو، صحابہ رضی اللہ عنہم نے بادشاہت بھی کی لیکن ان کی بادشاہت ان کو اللہ سے غافل نہ کرسکی، دنیا کے سانپ کا نشہ ان پر نہ چڑھ سکا کیونکہ ان کے پاس اس کا منتر تھا، وہ منتر کیا تھا؟

﴿یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْہِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ○﴾

(سورۃ النور: آیۃ ۳۷)

کیونکہ وہ اس دن سے ڈرتے تھے کہ جس دن دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہوجائیں گی۔

حلال کی چٹنی روٹی حرام کی بریانی کباب سے بہتر ہے

ہمارے پاس سانپ تو ہے، منتر نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اذان ہورہی ہے اور سورہے ہیں، اذان ہورہی ہے اور ٹیلی ویژن دیکھ رہے ہیں، پانچ سو کی حلال کی نوکری مل رہی ہے اور ایک ہزار کی حرام کی مل رہی ہے تو ہم پانچ سو کی چھوڑ دیں گے، ایک ہزار کی حرام ملازمت کرکے اللہ کے قہر کو اپنے اوپر حلال کرلیں گے، حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

((لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ جَسَدٌ غُذِّیَ بِالْحَرَامِ ۔ رواہ البیہقی فی شعب الایمان))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال، ص ۲۴۳)

کہ وہ جسم جنت میں نہ جائے گا جو حرام روزی سے پلا ہوگا۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مسجدِ نبوی کے منبر کے پاس بھوک سے بے ہوش ہوکر گر گئے تھے:

((لَقَدْ رَاَیْتُنِیْ وَاِنِّیْ لَاَخِرُّ فِیْمَا بَیْنَ مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی حُجْرَۃِ عَائِشَۃَ مَغْشِیًّا عَلَیْہِ فَیَجِیْءُ الْجَائِیْ فَیَضَعُ رِجْلَہٗ عَلٰی عُنُقِیْ وَیَرٰی اَنِّیْ مَجْنُوْنٌ وَّمَا بِیْ مِنْ جُنُوْنٍ مَّا بِیْ اِلَّا الْجُوْعُ))

(صحیح البخاری:(قدیمی)؛باب ما ذکر النبی ﷺ وحض علی اتفاق ۔۔۔؛ ج ۲ ص ۱۰۸۹)

لوگ یہ سمجھ کر کہ ان پر جن چڑھ گیا ہے، ان کا گلا پاؤں سے دبا رہے تھے جبکہ وہ فرماتے ہیں کہ میں بھوک سے بے ہوش ہو گیا تھا، اس کے باوجود بھی انہوں نے اپنا پیٹ حرام سے نہیں بھرا۔ ہمیں تو فاقے بھی نہیں ہو رہے ہیں، دونوں وقت روٹی مل رہی ہے، پھر کیوں حرام کی روزی کی طرف جاتے ہو؟ اگر حرام روزی سے بچنے میں بکرے کا گوشت نہیں ملتا تو بڑے کا کھا لو، بڑے کا نہیں ملتا تو مرغی کا گوشت کھا لو، اگر مرغی بھی نہیں ملتی تو چٹنی روٹی سے زندگی کو باقی رکھا جا سکتا ہے۔ دنیا کے دن ہیں، صبح و شام ہو رہے ہیں، گذر جائیں گے لیکن انڈے اور مکھن کے لئے اللہ کا قہر نہ مول لو۔

دو رکعات نفل کا نفع دنیا کی تمام تجارتوں سے زیادہ ہے

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی اولاد سے محبت نہیں تھی؟ انبیاء و اولیاء کو اپنی اولاد سے بہت محبت ہوتی ہے کیونکہ اللہ کے ذکر سے ان کا دل نرم ہوتا ہے، اس لئے ان کو اپنی اولاد سے بہت زیادہ محبت ہوتی ہے، اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اولاد کے لئے کیا مانگا؟

((اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا (وَفِیْ رِوَایَۃٍ) کَفَافًا ۔ متفق علیہ))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ کتاب الرقاق؛ ص ۴۴۰)

اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کو بس اتنی روزی دے دیجئے کہ جس سے زندگی گذر سکے اور کسی کی محتاج نہ ہو، نہ اتنی کہ جس سے موٹے ہو جائیں۔ اگر دنیا کچھ اچھی چیز ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ مانگتے کہ اے اللہ! میری اولاد کو کار اور بنگلے اور مرغ کی بریانیاں وشامی کباب عطا فرما، لیکن نہیں۔ ایک جہاد میں ایک صحابی کو اتنا

مالِ غنیمت ملا کہ تھوڑی دیر میں انہوں نے اس کو فروخت کر کے بہت بڑا منافع کما لیا:

((قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَقَدْ رَبِحْتُ رِبْحًا مَّا رَبِحَ الْیَوْمَ مِثْلَہٗ اَحَدٌ مِّنْ اَھْلِ ھٰذَا الْوَادِیْ قَالَ وَیْحَكَ وَمَا رَبِحْتَ؟ قَالَ مَا زِلْتُ اَبِیْعُ وَاَبْتَاعُ حَتّٰی رَبِحْتُ ثَلَاثَ مِائَۃِ اُوْقِیَّۃٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا اُنَبِّئُكَ بِخَیْرِ رَجُلٍ رَّبِحَ قَالَ مَا ھُوَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ رَكْعَتَیْنِ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ))

(سنن ابی داؤد: (اسلامی کتب خانہ)؛باب فی التجارۃ فی الغزو، ج ۲ ص ۳۶)

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تجھے اس سے زیادہ منافع بخش بات نہ بتاؤں؟ عرض کیا وہ کیا ہے؟ فرمایا دو رکعت نماز نفل پڑھنا اس نفع سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ تمہارا بہت مال کما لینا اتنا قیمتی نہیں ہے جتنا یہ قیمتی ہے کہ تمہارا سر اور اس بارگاہِ پاک کا دَر ہو۔ حدیث شریف میں ہے:

((اَلسَّاجِدُ یَسْجُدُ عَلٰی قَدَمِ الرَّحْمٰنِ))

(حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصبہانی: ج ۶ ص ۷۱)

کہ جس وقت بندہ سجدہ کرتا ہے تو اس کا سر رحمٰن کے قدموں پر ہوتا ہے۔ نماز میں ہمارا دل اِدھر اُدھر رہتا ہے، اس کا تصور نہیں ہوتا کہ اس وقت ہمارا سر کہاں رکھا ہوا ہے؟ اگر ذرا سا یہ تصور کر لیں کہ اس وقت ہمارا سر اللہ کے قدموں پر ہے تو سجدے میں مزہ آجائے۔

حرام آمدنی پر نادم رہیں اور جلد چھوڑنے کی کوشش کریں

تو میں عرض کر رہا تھا کہ حرام آمدنی سے بچو۔ ایک آدمی حرام میں مبتلا ہو اور پھر بجائے ندامت کے اس کو جائز بھی سمجھتا ہو تو یہ بہت بڑی جرأت ہے، جیسے ایک عورت سے کسی عورت نے پوچھا کہ اے بی! تمہارے شوہر کی تنخواہ کتنی ہے؟ کہنے لگی کہ تنخواہ تو ڈیڑھ سو ہے لیکن ماشاء اللہ! بالائی آمدنی بہت زیادہ ہے۔ رشوت پر نعوذ باللہ! ماشاء اللہ کہہ رہی ہے، شراب پر اگر کوئی بسم اللہ پڑھ لے تو فقہاء فرماتے ہیں

کہ کافر ہوجائے گا کیونکہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیز پر بسم اللہ پڑھنا اللہ کے ساتھ استہزاء ہے۔ اسی طرح سودی قرضے لے لے کر مکان بناتے ہیں اور پھر اس پر لکھتے ہیں ھٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ اس سے بہتر تھا کہ گناہ پر نادم ہی رہتے تو اُمید تھی کہ مغفرت ہو جاتی، ندامت میں جذبِ رحمت کی خاصیت ہے لیکن حرام پر فَضْلِ رَبِّیْ کہہ کر ایمان کو بھی ضائع کر رہے ہیں۔

بزرگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ کوئی حرام آمدنی میں مبتلا ہے تو ایک دَم سے نہ چھوڑے کیونکہ ابھی تو گناہ ہی میں مبتلا ہے، اگر متبادل انتظامِ معاش کے بغیر ہی چھوڑ دیا تو خوف ہے کہ کفر میں مبتلا ہوجائے گا، یعنی جب معاش کی تنگی سے پریشان ہوگا تو خوف ہے کہ کفر نہ بَک دے۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تین نصیحتیں

اس وجہ سے بزرگوں نے فرمایا کہ جب تک حرام روزی میں مبتلا ہے، دو رکعت پڑھ کر سجدے میں سر رکھ دے اور گڑگڑا گڑگڑا کر دعا مانگے کہ اے اللہ! مجھے حلال روزی عطا فرما، اور صرف گڑگڑانے ہی سے کام نہیں بنے گا بلکہ تلاش بھی کرتا رہے، ملازمت کی جگہوں پر کوشش کرتا رہے، اگر حرام آمدنی مثلاً ایک ہزار کی ہے اور حلال کی صرف پانچ سو کی مل رہی ہے تو فوراً چھوڑ دو۔ اب سوال یہ ہے کہ آمدنی کم ہوجائے گی تو بچوں کے پیوند لگ جائیں گے، تو سنو! اگر تمہاری اولاد کے کپڑوں پر پیوند لگ جائیں گے تو تمہاری اولاد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ قیمتی نہیں ہے، اگر ان کے پیوند لگ سکتے ہیں تو تمہارے بچوں کے پیوند لگ گئے تو کیا ہوا؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

((يَا عَائِشَةُ إِذَا أَرَدْتِ اللُّحُوْقَ بِيْ فَلْيَكْفِكِ مِنَ الدُّنْيَا كَزَادِ الرَّاكِبِ وَإِيَّاكِ وَمُجَالَسَةَ الْأَغْنِيَاءِ وَلَا تَسْتَخْلِقِيْ ثَوْبًا حَتّٰى تُرَقِّعِيْهِ ۔ رواه الترمذي))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ کتاب اللباس؛ ص ۳۷۵)

کہ اے عائشہ! اگر جنت میں میرے ساتھ رہنا چاہتی ہو تو دنیا میں ایسے رہنا جیسے مسافر رہتا ہے، دل کو دنیا سے اچاٹ رکھنا اور مالداروں کے پاس کم اُٹھنا بیٹھنا (تجربہ ہے جو لوگ مالداروں کے پاس بیٹھتے ہیں ہمیشہ ناشکری میں مبتلا رہتے ہیں، دیکھتے ہیں کہ اس کا بنگلہ پانچ سو گز کا ہے، میرے پاس صرف اسّی گز کا ہے تو دل میں شیطان شکایت ڈال دیتا ہے کہ اس کو اللہ نے اتنا دیا، مجھے کچھ نہیں دیا۔) اور تیسری نصیحت یہ فرمائی کہ کپڑے کو پرانا نہ سمجھنا جب تک پیوند نہ لگا لینا۔ آپ کے بھانجے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خالہ جان اس نصیحت پر اتنا عمل فرماتی تھیں کہ جب تک اپنے کپڑوں کو بوسیدہ کر کے ان پر پیوند نہ لگا لیتی تھیں تب تک نیا کپڑا نہیں بنواتی تھیں جبکہ سخاوت کا یہ حال تھا: لَقَدْ رَأَيْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَصَدَّقَتْ بِسَبْعِيْنَ اَلْفَ دِرْهَمٍ وَّاِنَّهَا لَتُرَقِّعُ جَانِبَ دِرْعِهَا کہ میں نے دیکھا کہ ایک مرتبہ ایک دن میں ستّر ہزار درہم ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیئے اور خود اس دن بھی اپنے کپڑوں میں پیوند لگا رہی تھیں۔ (تنبیہ الغافلین: جزء ۱ ص ۳۱۳)

اگر یقین بن جائے تو آخرت کے تمام اعمال آسان ہو جائیں

اب بتاؤ! کس کا درجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بلند ہے کہ جو پیوند لگانے میں بے عزتی محسوس کرتا ہے۔ اگر آج ہم طے کر لیں کہ چاہے دم نکل جائے، چاہے فاقے ہو جائیں، چاہے کپڑوں پر پیوند لگیں لیکن ہم اللہ کو ناراض نہیں کریں گے تو ساری مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔ آج ہمیں معمولی معمولی حکموں پر عمل کرنے میں مشکلیں نظر آتی ہیں، اپنی جانوں کو ہم ذرا بھی اللہ کی راہ میں تکلیف دینا نہیں چاہتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم تھے کہ کلیجہ میں تیر لگ رہا ہے مگر ہائے نہیں کہتے، کہہ رہے ہیں:

((لَمَّا طُعِنَ حَرَامُ بْنُ مِلْحَانَ يَوْمَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ قَالَ بِالدَّمِ هٰكَذَا فَنَضَحَهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ وَرَاْسِهٖ ثُمَّ قَالَ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ))

(صحیح البخاری: (قدیمی)، باب غزوۃ بئر معونۃ، ج ۲ ص ۵۸۷)

کعبہ کے رب کی قسم! میں کامیاب ہوگیا۔آج بھی مدینہ منورہ میں احد کے دامن میں ستّر شہیدوں کا لہو گواہی دے رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے پیارے ہیں کہ ان پر جان دینا آسان ہے اور جان ان کے سامنے بے قیمت ہے۔وہ خون کے قطرے بڑے قیمتی ہیں جو خدا کی راہ میں گریں، ایسے ہی وہ آنسو بڑے قیمتی ہیں جو اللہ کے لئے گریں، وہ پسینہ کے قطرے بڑے قیمتی ہیں جو خدا کی راہ میں گریں۔ اللہ کی قیمت سمجھ لو، اگر اللہ کو پانا ہے تو قربانیاں اور کچھ ایثار کرنا پڑے گا۔کیا دنیا جیسی حقیر شے بے مشقت مل جاتی ہے؟ دنیا کمانے کے لئے بھی پسینہ گرانا پڑتا ہے تب دنیا ملتی ہے۔دودھ والوں کو دیکھو کہ رات کو بارہ بجے اُٹھ جاتے ہیں، ہمیں تہجد پڑھنا مشکل ہے اور ان کو بارہ بجے دودھ کے لئے اُٹھنا کیوں آسان ہو گیا؟ اس لئے کہ پیسوں پر یقین ہے اور آخرت پر یقین نہیں۔اگر یقین پیدا ہو جائے تو آخرت کے اعمال، تہجد، نماز، روزہ، گناہوں سے بچنا، نفس سے جہاد کرنا سب آسان ہو جائے۔

دنیا کی تمام نعمتیں فانی ہیں

اگر اللہ کو ناراض کیا اور دولت کے پاؤں ہی چاٹتے رہے اور حرام آمدنی کو اس لئے نہ چھوڑ سکے کہ دولت سے فراق برداشت نہیں ہوتا تو یاد رکھو کہ یہ دولت دولات مار کر ایک دن قبر میں گرا دیتی ہے۔وہاں نہ سیٹھ صاحب کا بینک جاتا ہے نہ کار نہ بنگلہ، اُس گاڑھے وقت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا:

((اَکْثِرُوْا ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ یَعْنِی الْمَوْتَ))

(جامع الترمذی:(ایچ ایم سعید)، کتاب الزھد، باب ماجاء فی ذکر الموت، ج۲ص۵۷)

(ترجمہ: لذات کو سرد کرنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کرو)

لیکن ہم نے اپنے نبی کی نصیحت کو بھلا دیا۔حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم دس آدمی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے:

((فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ یَانَبِیَّ اللہِ مَنْ اَکْیَسُ النَّاسِ وَاَحْزَمُ

النَّاسِ فَقَالَ اَكْثَرُهُمْ ذِكْرًا لِّلْمَوْتِ وَاَشَدُّهُمْ اسْتِعْدَادًا لِّلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِ الْمَوْتِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْاَكْيَاسُ ذَهَبُوْا بِشَرَفِ الدُّنْيَا وَكَرَامَةِ الْاٰخِرَةِ))

(رواہ الطبرانی فی المعجم الصغیر: ج ۲ ص ۱۸۹)

ایک انصاری کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! سب سے زیادہ عقل مند لوگ کون ہے؟ اگر یہ سوال ہم سے کیا جاتا تو ہم میں سے اکثر یہ جواب دیتے کہ عقل مند لوگ وہ ہیں جو ایک ایک ہزار گز کے بنگلے پر رہ رہے ہیں اور مرغ وکباب، بریانیاں اُڑا رہے ہیں اور شراب وکباب اور ٹیڈیوں سے خوب لطف اندوز ہورہے ہیں، یعنی جو دنیا کی لذتوں میں زیادہ مشغول ہیں وہی عقل مند ہیں اور ایسے لوگ خود بھی اپنے کو نہایت عاقل وذہین سمجھتے ہیں۔ ڈیفنس وکلفٹن کا شرابی آدمی بھی خود کو کہتا ہے کہ عقل مند تو میں ہوں، میرا پانچ سو گز کا بنگلہ ہے، اور کئی کاریں ہیں، اور ٹیڈیوں اور شراب سے مزے اُڑا رہا ہوں، اور یہ بدھو ملّا نے لوگ تو مسجدوں کی چٹائیاں توڑ رہے ہیں، سجدوں میں رورہے ہیں، خدا بھی ان کی دعاؤں کو نہیں سنتا، یہ تو نہایت بے وقوف اور بدھو لوگ ہیں۔ لیکن جس دن موت گلا دبائے گی اس دن معلوم ہوگا کہ بنگلہ زیادہ قیمتی ہے یا اللہ زیادہ قیمتی ہے؟ ناچ رنگ کی محفلیں زیادہ قیمتی ہیں یا اللہ کی یاد زیادہ قیمتی ہے؟

اصلی عقل مند کون لوگ ہیں؟

تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سوال کے جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ عقل مند وہ لوگ ہیں جو کار اور بنگلے والے ہیں یا سائنس پڑھ کر چاند پر جانے والے عقل مند ہیں، بلکہ فرمایا اَكْثَرُهُمْ ذِكْرًا لِّلْمَوْتِ وَاسْتِعْدَادًا لِّلْمَوْتِ عقل مند وہ ہے جو موت کو زیادہ یاد کرتا ہے، جو زیادہ موت کی تیاری کررہا ہے، آخرت میں یہاں کے نیک اعمال سے کرنسی جمع کررہا ہے۔ میدانِ محشر میں بھی ایک منادی آواز دے گا:

((یُنَادِیْ مُنَادٍ یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ اَیْنَ اُولُوا الْاَلْبَابِ قَالُوْا اَیُّ اُولِی الْاَلْبَابِ تُرِیْدُ قَالَ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا ۔۔۔ الخ عُقِدَ لَھُمْ لِوَاءٌ فَاتَّبَعَ الْقَوْمُ لِوَاءَھُمْ وَقَالَ لَھُمْ ادْخُلُوْھَا خَالِدِیْنَ))

(اخرجہ الاصبہانی فی الترغیب۔ روح المعانی: (رشیدیہ)، سورۃ آل عمران، ج۴ص۵۰۰)

کہ عقل مند لوگ کہاں ہیں؟ شاید اس وقت بھی وکلاء کی بار ایسوسی ایشن اور سائنس دانوں اور پروفیسروں کی جماعت جن کو دانشوروں کی جماعت کہا جاتا ہے، شاید یہ لوگ اس وقت بھی یہی کہیں کہ ہم نے دنیا میں بھی بازی مار لی اور ملّانوں کو یہاں بھی ہرا دیا، دیکھو! عقل مندوں کو پکارا جا رہا ہے اور دنیا میں ہم سب سے زیادہ عقل مند تھے، دنیا میں بھی کلبوں میں ننگے ناچتے رہے، یہاں بھی ہم ہی بازی لے گئے، یہاں بھی ہمیں آواز دی جا رہی ہے کہ عقل مند کہاں ہیں؟ یہ ملّا نے تو معاشرے پر ناسور تھے، ہمارے ناچ گانے، عیش کی محفلوں کو موت کی یاد دلا کر تلخ کیا کرتے تھے، ہم تو ان کو دنیا ہی میں دریا برد کرنا چاہتے تھے۔ آہ! لیکن اس وقت ایک جماعت کھڑی ہوگی اور سوال کرے گی اَیُّ اُولِی الْاَلْبَابِ تُرِیْدُ عقل مندوں سے تمہاری کیا مراد ہے؟ اس وقت منادی دینے والا فرشتہ قرآن کی اس آیت کی تلاوت کرے گا اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا ۔۔۔ الخ، وہ لوگ جو اللہ کو یاد کرتے تھے جب کھڑے ہوتے تھے اور جب بیٹھے ہوتے تھے، اور اللہ ان کے دل میں اس قدر اُتر گیا تھا، ان کی جانوں کو اللہ سے اس قدر شدید تعلق تھا کہ جب کروٹ بھی لیتے تھے تو اللہ کا نام لبوں پر آجاتا تھا۔ اس وقت عدالتوں کی بار ایسوسی ایشن اور بڑے بڑے سائنس دانوں کے چہروں پر ذلت چھا جائے گی، ہونٹ کاٹتے ہوئے ہاتھ مَلیں گے کہ آج معلوم ہوا کہ سب سے زیادہ ذلیل اور احمق تو ہم ہی لوگ تھے کیونکہ ہم نے اللہ کو راضی نہیں کیا تھا۔

تقریرِ قیامت

اب خطبہ میں جو آیت میں نے تلاوت کی تھی، اس کی کچھ تفسیر عرض کرتا ہوں،

اس آیت کا پسِ منظر یہ ہے کہ ایک مرتبہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں ایک مشرک عاص بن وائل آیا، اس نے ایک بوسیدہ ہڈی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دکھائی، اتنی پرانی ہڈی تھی کہ اس نے ہاتھ سے مَل کر پھونک مار کر اُڑا دیا اور کہا:

﴿مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌ ○﴾

(سورۃ یٰسٓ: آیۃ ۷۸)

اس ہڈی کو قیامت کے دن دوبارہ کون زندہ کرے گا؟ قیامت کیسے قائم ہوگی؟ جبکہ یہ اتنی بوسیدہ ہوگئی ہے کہ میں نے پھونک مار کر اس کو اُڑا دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ﴾

(سورۃ یٰسٓ: آیۃ ۷۷)

کیا آدمی کو یہ نہیں معلوم کہ ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا ہے۔ اس سوال ہی کے اندر حق تعالیٰ شانہٗ نے دوبارہ پیدائش اور اثباتِ قیامت کا نقشہ کھڑا کر دیا ہے۔ یعنی اللہ نے اس سوال سے یہ بتا دیا کہ اے انسان! تیرا یہی نشرِ اوّل تیرے نشرِ ثانی کے لئے نمونہ اور دلیل ہے جسے ہر وقت تُو اپنے اندر دیکھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فرمایا کہ آپ اس مشرک کو جواب دیجئے کہ یہ جو پوچھتا ہے کہ میں اس کو دوبارہ کیسے پیدا کروں گا:

﴿قُلْ یُحْیِیْھَا الَّذِیْٓ اَنْشَاَھَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَھُوَ بِکُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ ○﴾

(سورۃ یٰسٓ: آیۃ ۷۹)

جس نے پہلی دفعہ اس کو پیدا کیا وہی اس کو دوبارہ بھی پیدا کرے گا۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس آیت میں اللہ نے علم کا سمندر رکھ دیا ہے کہ جس نے پہلی دفعہ تم کو پیدا کیا، وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا۔ جب تمہاری ہڈیاں بوسیدہ ہوجائیں گی، تم ہواؤں میں اُڑ جاؤ گے، تمہیں اگر جلا کر راکھ کر دیا جائے جیسے ہندوؤں کے یہاں ہوتا ہے، اور اگر کبھی پانی میں جنازہ اُتار

دیا جائے جسے مچھلیاں کھالیں تو **وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ** وہاں بھی میں اپنی مخلوق کو اپنے دائرۂ علم میں رکھتا ہوں، تم میرے احاطۂ علم سے باہر نہیں جاسکتے، لہٰذا حضرت نے فرمایا کہ جس نے پہلی دفعہ پیدا کیا، وہی دوبارہ پیدا کرے گا، اور پہلی دفعہ کیسے پیدا کیا؟ اس کو عرض کرتا ہوں:

﴿اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ﴾

(سورۃ یٰسٓ: آیۃ ۷۷)

کیا انسان غور نہیں کرتا کہ میں نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا، باپ کی منی سے پیدا کیا اور باپ کی منی کہاں تھی؟ کیسے پیدا ہوئی؟ غذا سے۔ غذا سے خون بنا، خون سے منی بنی اور منی سے اللہ نے بندوں کو پیدا کیا۔ تو یہ غذائیں کہاں تھیں؟ ماں باپ نے زندگی بھر جو غذائیں کھائیں، کیا یہ سب ایک جگہ جمع تھیں؟ حضرت نے فرمایا کہ ہم دنیا میں جہاں جہاں بکھرے ہوئے تھے، آفاقِ عالَم میں ہمارے اجزائے تخلیقیہ، ترکیبیہ، تعمیریہ یعنی ہماری پیدائش کے ذرّات جہاں جہاں چھپے ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو ہمارے ماں باپ تک پہنچایا، اگر ہم آسٹریلیا کی گندم میں چھپے تھے تو حکومتِ پاکستان کے خیال میں آئے گا کہ اس گندم کو منگاؤ، وہ گندم بازار میں آئے گی تو ماں باپ اس کو خریدیں گے اور کھائیں گے، اگر ہم مدینہ شریف کی کھجوروں میں چھپے تھے تو ہمارے ماں باپ کو اللہ حج نصیب کرے گا، یا کوئی حاجی ان کو وہاں کی کھجور ہدیہ کرے گا، وہ مدینہ پاک کی کھجور کھائیں گے، اس کھجور میں ہمارا جو ذرّہ چھپا ہوا تھا، وہ ان کے خون میں آجائے گا، اور اگر ہم کوئٹہ کی بکریوں میں تھے تو کوئٹہ کی بکریاں یہاں آئیں گی، اور اگر ہم گھاس کے ان ذرّات میں تھے جو یہ بکریاں پہاڑوں پر چَر رہی تھیں تو بکریوں کو حکم ہوگا کہ اس گھاس کو چَرلے، مجھے ایک بندے کو پیدا کرنا ہے، اس گھاس میں میرے ایک بندے کا ذرّۂ تخلیق ہے، پھر اس بکری کو اللہ کراچی بھیجے گا، پھر اس کے محلہ کا قصائی بکری کو خرید کر لائے گا اور

اس کا گوشت ہمارے ماں باپ تک پہنچے گا۔اسی طرح اگر قندھار کے اناروں میں ہماری پیدائش کا کوئی ذرّہ ہےتو انار قندھار سے درآمد ہوگا اور وہ انار شہر کی سبزی منڈی پہنچے گا، پھر اللہ ماں باپ کے دل میں ڈالے گا کہ وہ جا کر اس انار کو کھائیں گے، اس سے ان کے خون میں وہ ذرّہ آجائے گا، اور اگر کشمیر کے سیبوں میں ہمارا کوئی ذرّہ چھپا ہےتو کشمیر کے سیب یہاں آئیں گے، اگر دریائے سندھ کے جہلم کے پاس کسی مٹی کے ذرّے میں ہم چھپے ہوں گےتو دریائے جہلم وہاں سے اپنے ساتھ وہ ذرّہ دریائے سندھ میں لائے گا، جہاں سے وہ ذرّہ کراچی آکر اور فلٹر ہوکر ہمارے والدین کے معدے میں داخل ہوگا۔

اقصائے عالَم میں بکھرے ذرّات سے انسان کی تخلیق

غرض یہ کہ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے علم کا سمندر رکھ دیا ہے، جو ذرّہ ہمارا آسٹریلیا کی گندم کی صورت میں چھپا تھا، جو ذرّہ ہمارا قندھار و کابل کے اناروں میں چھپا تھا، جو ذرّہ کوئٹہ کے پہاڑوں کی گھاس میں چھپا ہوا تھا تو وہ گھاس بکریاں چر کر یہاں آئیں گی، اسی طرح مدینہ شریف کی کھجوروں میں ہمارا جو ذرّہ تھا ہمارے والدین یا تو خود جائیں گے یا کوئی حاجی لائے گا اور وہ کھجور ان کو کھلائے گا۔غرض یہ کہ پیدا ہونے سے پہلے بھی ہم سارے عالَم میں بکھرے ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ نے پہلے بھی سارے عالَم کے ذرّات کو ہماری پیدائش کے لئے بصورتِ غذا ہمارے ماں باپ کے خون میں جمع فرمایا، اس کے بعد ان غذاؤں سے خون بنایا، پھر اللہ نے ان ذرّات کو جن سے ہمیں پیدا کرنا تھا، حکم دیا کہ تُو منی بن جا، پھر منی کو ماں کے پیٹ میں پہنچایا، اس طریقہ سے نو مہینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے سارے عالَم میں بکھرے ہوئے ہمارے ذرّات کو انسان کی شکل میں بنا کر پیش کردیا:

((فَثَبَتَ اَنَّ الْاَجْزَاءَ الَّتِیْ مِنْهَا تَوَلَّدَ بَدَنُ الْاِنْسَانِ کَانَتْ مُتَفَرِّقَۃً فِی الْبِحَارِ وَالْجِبَالِ وَاَوْجِ الْهَوَاءِ ثُمَّ اِنَّهَا اجْتَمَعَتْ بِالطَّرِیْقِ الْمَذْکُوْرِ))

(تفسیر الکبیر للرازی: سورۃ یونس، ج۱۷ ص۲۰۰)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں گویا یہ فرمایا کہ اے ظالم، مشرک! اے نالائق! تو سمجھتا ہے کہ تُو مرنے کے بعد بکھر جائے گا، پھر اللہ تجھے دوبارہ کیسے جمع کرے گا؟ تو سن لے! پہلے بھی تو تُو بکھرا ہوا تھا، اقصائے عالَم میں، آفاقِ عالَم میں، اطرافِ عالَم میں، اکنافِ عالَم میں، غرض تُو سارے عالَم میں بکھرا ہوا تھا، میں نے تجھے جمع کر کے نطفہ کی شکل میں ماں کے پیٹ میں پہنچایا، پھر نطفہ سے انسان بنایا:

﴿اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ۝﴾

(سورۃ یٰسٓ: آیۃ ۷۷)

پھر تُو میرا کیسا دشمن بنا ہوا ہے جبکہ میں نے تجھے پیدا کیا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے گویا اس مشرک کو یہ جواب دیا کہ ایک دفعہ تُو سارے عالَم میں بکھرا ہوا تھا تو خدا نے تجھے جمع کر کے ماں کے پیٹ میں رکھا، تو وہ بھی تیری قبر تھا، پھر ماں کے پیٹ کی قبر سے تجھے نو مہینے بعد نکالا تو اب جو تُو دنیاوی قبرستانوں میں دفن ہو رہا ہے تو اس قبر سے بھی تجھے نکالوں گا اور سارے عالَم سے تیرے ذرّات کو جمع کر دوں گا۔

موت کی یاد گناہوں کی عادت چھڑانے والی ہے

لہٰذا موت کو یاد کیا کرو، جو آج گنہگار ہے تو موت کی یاد اسے نیک بنا دے گی، موت کی یاد ایسی چیز ہے جو گنہگار مسلمان سے گناہ کی عادت چھڑا دیتی ہے۔ اگر وہ گاڑھا وقت سامنے رہے تو آدمی گناہ کے قریب نہ جائے، موت کا دھیان رہے کہ ایک دن اللہ کے حضور میں پیش ہونا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرما رہے ہیں:

((عِظْنِیْ وَاَوْجِزْ فَقَالَ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قُمْتَ فِیْ صَلٰوتِكَ فَصَلِّ صَلٰوۃَ مُوَدِّعٍ))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، کتاب الرقاق، ص۴۴۵)

کہ ہر نماز کو یہ سمجھو کہ شاید یہ میری آخری نماز ہے۔ فجر میں یہ سمجھو کہ شاید ظہر نہ ملے اور ظہر کو یہ سمجھو کہ شاید عصر نہ ملے، کیا معلوم کس وقت ویزا ختم ہو جائے۔ نماز اسی وقت نماز ہوتی ہے جب آدمی یہ سمجھتا ہے کہ یہ میری آخری نماز ہے، اس سے موت کا خیال رہنے لگے گا اور آخرت کی فکر بڑھتی جائے گی۔ اگر کسی کو ہمیشہ کے لئے سعودی عرب جانا ہو تو آج ہی سے تیاری شروع کر دیتا ہے اور یہاں مسافرانہ زندگی گزارتا ہے، فکر رہتی ہے کہ وہاں بسنے کے لئے کن کن باتوں سے آسانی ہوگی تاکہ اس وقت کوئی تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ جہاں ہمیشہ رہنا ہے وہاں کی تیاری میں مصروف نہ ہونا سخت نادانی کی بات ہے۔ وہ گاڑھا وقت جب ساری کائنات سے الگ ہو جاؤ گے، بیوی بچے اعزاء واقرباء کچھ کام نہ آئیں گے، اس کی فکر نہ ہونا بے وقوفی ہے۔ مکان بھی یہیں رہ جائے گا، بچے بھی کہیں گے کہ یہ مکان ابّا ہی نے بنایا تھا لیکن اب تو لاش سڑ جائے گی، جلدی نکالو، اولاد بھی مجبور ہے۔ لہٰذا! ان مکانوں سے ابھی سے دل توڑ لو۔

قیامت کے دن اعضاء گواہی دیں گے

آج جن آنکھوں سے بدنظری کر رہے ہو اور جسے اپنا سمجھ رہے ہو، کل یہ آنکھیں گواہی دیں گی کہ اے اللہ! اس نے ہمارے اوپر ظلم کیا۔ آپ نے تو ہمیں اپنی یاد میں رونے کے لئے بنایا تھا اور اس نے آپ کی دی ہوئی قوت کو لڑکیوں کے دیکھنے میں صَرف کیا۔ زبان گواہی دے گی کہ اے اللہ! اس نے میرے اوپر ظلم کیا، آپ نے مجھے اپنے ذکر کے لئے بنایا تھا اور اس نے مجھے غیبت اور لغو گوئی اور نافرمانی میں خرچ کیا۔ یاد رکھو کہ ایک دن تم کو بے زبان ہونا ہے، اس لئے دنیا ہی میں اپنی زبان سے کام لے لو، اس دن سے پہلے خوب اللہ اللہ کر لو جس دن زبان بے زبان ہو جائے گی۔ منہ میں زبان ہوگی لیکن بے زبان ہوگی، نہ سبحان اللہ کہہ سکتی ہے، نہ

اللہ کہہ سکتی ہے، نہ ذکر کرسکتی ہے، نہ تلاوت کرسکتی ہے۔ وہ وقت آنے سے پہلے اس زبان سے خوب اپنے اللہ کو یاد کرلو، اللہ اللہ کرلو، تلاوت کرلو۔

اس زندگی کے چراغ سے چراغِ ابدی جلالو

اپنی آنکھوں اور کانوں اور ہاتھوں سے اپنے اللہ کو خرید لو، کیسے؟ اللہ کے دیئے ہوئے رزق سے آنکھوں میں جو روشنی پیدا ہوئی ان آنکھوں سے لڑکیوں اور اَمردوں کو نہ دیکھو، اللہ والے کو دیکھو، لاشوں کی یاد میں نہ روؤ، اللہ کی یاد میں روؤ۔ یوں کیا تو گویا تم نے اپنی آنکھیں اللہ کے راستے میں دے دیں، اللہ سے سودا کرلیا کہ میں نے آنکھیں آپ کو دے دیں، آپ اس کے بدلے میں مجھے مل جایئے۔ اسی طرح کانوں سے اللہ کی باتیں سنو، کسی کی غیبت اور برائی نہ سنو، یہ کیا تو گویا ان کانوں سے تم نے اللہ کا سودا کرلیا، کان انہیں دے دیئے جنہوں نے کان عطا کئے ہیں، اس کے بدلے میں خود انہیں لے لیا۔ ہاتھوں سے حرام مال نہ کھاؤ، ان ہاتھوں سے صدقہ کرو تو یہ ہاتھ تم نے اللہ کے راستے میں دے دیئے، گویا ان ہاتھوں سے انہیں خرید لیا۔ اسی طرح آج یہ جسم کا بازار گرم ہے اور یہاں اللہ تعالیٰ کا سودا مل رہا ہے، عقل مند ہے وہ شخص جس نے اس گرم بازاری سے فائدہ اٹھالیا اور سودا خرید لیا، اور بے وقوف ہے وہ شخص جو اس وقت سوتا رہا، کل جب بازار ٹھنڈا پڑ جائے گا تو یہ ہاتھ مَلے گا۔ اس زندگی کا چراغ تو ابتر ہے۔ اس چراغ سے ایسا چراغ جلالو جو کبھی نہ بجھے ؎

باد تند است و چراغ ابترے
زو بگیرانم چراغ دیگرے

موت کی ہوا تو تیز چل رہی ہے اور تمہاری زندگی کا چراغ ضعیف ہے۔ ایک چراغ سے دوسرا چراغ جلتا ہے۔ کیسے جلے گا؟ عبادت سے، تلاوت سے، ذکر سے، نماز سے۔ زندگی کے چراغ کی لَو سے اپنی روح میں چراغ جلالو، وہ کبھی نہیں بجھے گا، نہ قبر میں

بجھے گا، نہ برزخ میں، نہ پلِ صراط پر بجھے گا، نہ جنت میں بجھے گا۔ یہ جسم کا چراغ تو فانی ہے، اس چراغ سے روح میں ایسا چراغ جلالو جو ہمیشہ باقی رہے گا لیکن وہ چراغ جلے گا اسی چراغ سے۔

جیسے بجلی کے بلب تو جل رہے ہیں، روشنی ہو رہی ہے لیکن اچانک بجلی چلے جانے کے خوف سے ہم اس بجلی کی روشنی کے ساتھ لال ٹین، موم بتی اور دیا سلائی کا انتظام بھی رکھتے ہیں تاکہ جب بجلی اچانک چلی جائے تو اس وقت موم بتی کا نور ہی کام دے گا۔ اسی طرح جب تلاوت میں، ذکر اللہ میں، اللہ کی یاد میں کسی کے آنسو بہتے ہیں تو یہ وہ نورانی تیل ہے کہ جس سے موت کے وقت روح میں ابدی چراغ روشن ہوتا ہے۔ اگرچہ اس وقت ہمیں پتا نہیں چلتا کہ ذکر و تلاوت و اعمالِ صالحہ سے کیا دولت ہمارے پاس ہے سوائے اس کے کہ دل میں سکون محسوس ہوتا ہے، البتہ جب اس جسدِ عنصری کا پردہ روح پر سے ہٹے گا، اس وقت روح یہ انوار کا سرمایہ لے کر اپنے رب کے پاس جائے گی، اس وقت پورا انکشاف ہوگا اس دولت کا، اگرچہ یہ دولت اب بھی موجود ہے، جیسے دن کے وقت بھی چاند اور تارے موجود ہوتے ہیں لیکن جب سورج ڈوبے گا تب ان کا نور ظاہر ہوگا۔

اسی طرح جو لوگ دنیا میں خوب اللہ کو یاد کر رہے ہیں، ان کی روح میں انوار کا خزانہ اس وقت بھی موجود ہے لیکن جب موت آئے گی، تب اس نور کا پورا پتا چلے گا۔ اب اس سے اندازہ لگالو کہ جن لوگوں نے اپنی جانوں کا سہارا عورتوں کو، فیکٹریوں کو، تجارت و دولت کو بنا رکھا ہے، ان کی روح کیسی بے کسی اور تہی دستی کے عالَم میں اللہ کے پاس جاتی ہے، اس وقت کون اپنی فیکٹری اور کون تجارت اور کون کار اور بنگلہ قبر میں لے کر جاتا ہے؟ لیکن چونکہ انہوں نے اپنی زندگی میں روح میں دوسرا چراغ روشن نہیں کیا تو موت کے وقت ان کی روح بے کسی کی تاریکی میں غرق ہو جاتی ہے۔

تازیانۂ محبت

تو موت کی یاد فاسق کو مومن بناتی ہے اور مومن کو ولیٔ کامل بناتی ہے۔
مراقبہ کرو کہ اللہ کے سامنے پیشی ہو رہی ہے، اور اللہ تعالیٰ پوچھ رہے ہیں کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تہذیب پر انگریزوں کی، کافروں کی تہذیب کو ترجیح کیوں دی؟ تم نے ہمارے دشمنوں کی وضع قطع کو کیوں اپنایا تھا؟ اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وضع قطع کو کیوں چھوڑا تھا؟ نالائق! کیا ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تہذیب میں خدانخواستہ کوئی نقص تھا؟ کیا ہمارے دشمنوں کی تہذیب اچھی تھی؟ ہم نے تمہیں دنیا میں ویزے پر بھیجا تھا، تم نے اپنے کو وہاں کا نیشنل کیوں سمجھ لیا تھا؟ تم کیوں بھول گئے تھے کہ تمہیں ایک دن ہمارے پاس واپس آنا ہے؟

زندگی خدا پر فدا کرنے کے لئے دی گئی ہے

۲۰؍ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۶؍دسمبر ۱۹۷۳ء بروز اتوار

ارشاد فرمایا کہ آج کل لوگ کہتے ہیں کہ صاحب! آج کل تو ایمان و اسلام کے ساتھ جینا بہت مشکل ہو گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ کیا دنیا میں جینے کے لئے آئے ہو یا خدا کی راہ میں مرنے کے لئے آئے ہو؟ ہمارا بنیادی نظریہ ہی غلط ہے کہ ہم یہاں جینے کے لئے آئے ہیں، ہم تو یہ زندگی خدا کو دینے کے لئے آئے ہیں۔

دنیا عیش و آرام کی نہیں، آخرت کمانے کی جگہ ہے

۲۵؍ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۱؍دسمبر ۱۹۷۳ء بعد نمازِ جمعہ،
مسجد الفلاح، ایچ بلاک، نارتھ ناظم آباد، کراچی

ارشاد فرمایا کہ دنیا دھوکہ باز ہے۔ آج مال و اولاد، دوست احباب سب اپنے معلوم ہو رہے ہیں لیکن جب موت آتی ہے تو یہ دنیا لات مار کر قبر میں دھکیل

دیتی ہے۔ پھر قبر میں نہ کار اور بنگلہ ساتھ جاتا ہے نہ بیوی بچے جاتے ہیں، نہ دوست احباب، نہ مال و دولت جاتا ہے۔ دنیا زمین کے اوپر رہ جاتی ہے اور آپ زمین کے نیچے چلے جاتے ہیں۔ لہٰذا قبل اس کے کہ دنیا تمہیں دھوکہ دے، تم دنیا کو دھوکہ دے دو یعنی دنیا کو بھلا دو، دنیا کو بھلایا جا سکتا ہے۔ ایک بزرگ نے سامنے حلوہ رکھا ہوا تھا اور اپنے نفس سے کہتے تھے کہ پہلے دو رکعت پڑھ لے پھر تجھے حلوہ کھلاؤں گا، جب دو رکعت پڑھ چکتے تو پھر نفس سے کہتے کہ اچھا دو رکعت اور پڑھ لے، پھر حلوہ کھلاؤں گا، غرض نفس کو اس طرح بہلا بہلا کر کام لے رہے تھے۔ دنیا محنت اور کام کی جگہ ہے، آرام کی جگہ نہیں ہے، اس لئے یہاں نفس سے خوب کام لے لو۔ نفس تو بے وقوف ہے، مثل بچہ کے ہے، صاحبِ قصیدہ بردہ فرماتے ہیں ؎

اَلنَّفْسُ کَالطِّفْلِ اِنْ تُھْمِلْہُ شَبَّ عَلٰی
حُبِّ الرَّضَاعِ وَ اِنْ تَفْطِمْہُ یَنْفَطِمٖ

نفس تو مثل بچہ کے ہے کہ اگر اس کا دودھ نہ چھڑاؤ گے تو جوان ہو جائے گا اور پھر بھی دودھ پیتا رہے گا، اسی طرح نفس کی اگر بُری عادتیں نہ چھڑاؤ گے تو یہ کبھی نہ چھوڑے گا، اس لئے اس سے زبردستی چھڑا دو۔

ایک عرب دیہاتی کی درد بھری دعا

ارشاد فرمایا کہ ایک بدوی نے روضۂ مبارک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر یوں دعا مانگی کہ اے خدا! اگر تُو مجھے بخش دے تو تیرا یہ محبوب خوش ہو جائے گا اور تیرا دشمن (شیطان) غمگین ہو جائے گا اور تیرا یہ غلام کامیاب ہو جائے گا، اور اگر تُو مجھے نہ بخشے گا تو تیرے محبوب کو تکلیف ہوگی اور تیرا دشمن خوش ہو جائے گا اور تیرا یہ غلام ہلاک ہو جائے گا۔ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ اس وقت ہم مسجدِ نبوی میں تھے، کچھ اونگھ آ گئی تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا، فرمایا کہ اس بدوی کی یہ دعا اللہ کو پسند آ گئی اور اللہ نے اس کی مغفرت فرما دی۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں روزی کمانے نہیں بھیجا

۲۱رذوالحجہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۴رجنوری ۱۹۷۴ء بعد عصر

ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کو ہم سے دنیا میں صرف روزی کموانا ہوتا یا روزی کمانے کی ان کی نظر میں بہت اہمیت ہوتی تو قرآنِ پاک میں فرماتے کہ اے ایمان والو! سرگرمی سے روزی کمایا کرو، اور روزی کمانے کے لئے سرگرداں رہا کرو لیکن فرمایا: **وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِي الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزۡقُهَا** (سورة هود : آية ٦) کہ ہر جاندار کا رزق ہمارے ذمہ ہے، اور کیا فرمایا: **وَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَثِيۡرًا لَّعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ** (سورة الانفال : آية ۴۵) اے ایمان والو! کثرت سے ہمیں یاد کیا کرو۔ معلوم ہوا کہ جو ذکر کثرت سے کرے گا، اس کے لئے روزی وغیرہ تمام مہمات کو اللہ تعالیٰ آسان فرمادیں گے۔

دنیا کی جدائی سے کن لوگوں کو وحشت ہوتی ہے؟

۱۵رمحرم الحرام ۱۳۹۴ھ مطابق ۸رفروری ۱۹۷۴ء بروز جمعہ

ارشاد فرمایا کہ مدینہ شریف کے ایک بادشاہ نے ایک تابعی حضرت ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا اور عرض کیا کہ آپ تابعی ہیں، آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو دیکھا ہے، میں آپ سے اپنا ایک مرض بیان کرتا ہوں اس کی وجہ بتائیے اور اس کا کیا علاج ہے؟ وہ یہ ہے کہ مجھے موت سے بہت ڈر لگتا ہے اور جی چاہتا ہے کہ ہمیشہ زندہ رہوں:

((حُكِيَ اَنَّ سُلَيۡمَانَ بۡنَ عَبۡدِ الۡمَلِكِ قَدِمَ الۡمَدِيۡنَةَ وَهُوَ يُرِيۡدُ مَكَّةَ فَاَرۡسَلَ اِلٰى اَبِيۡ حَازِمٍ فَدَعَاهُ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيۡهِ قَالَ لَهٗ سُلَيۡمَانُ يَا اَبَا حَازِمٍ مَالَنَا نَكۡرَهُ الۡمَوۡتَ فَقَالَ لِاَنَّكُمۡ خَرَّبۡتُمۡ اٰخِرَتَكُمۡ وَعَمَّرۡتُمۡ دُنۡيَاكُمۡ فَكَرِهۡتُمۡ اَنۡ تَنۡتَقِلُوۡا مِنَ الۡعُمۡرَانِ اِلَى الۡخَرَابِ))

(احياء علوم الدين للغزالی: (دار المعرفة، بيروت)، ج ۴ ص ۱۴۷)

حضرت ابو حازم تابعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کیونکہ تم نے آخرت کو تباہ کر رکھا ہے اور دنیا کو آباد کر رکھا ہے تو آبادی سے ویرانے کی طرف جاتے ہوئے ڈر لگتا ہی ہے۔ اگر تم آخرت کو نیک اعمال سے آباد کرتے اور دنیا کو ویران کر دیتے یعنی دنیا کا تھوڑا بہت نقصان برداشت کر لیتے تو یہ بات نہ ہوتی بلکہ اس کے برعکس موت کی تمنّا کرتے اور آخرت کا شوق دل پر غالب ہوتا۔

آخرت کی کرنسی اسی زندگی سے جمع کر کے لے جانی ہے

۱۷؍محرم الحرام ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۰؍فروری ۱۹۷۴ء اتوار

حیدرآباد سے حاجی گلو اور ان کے ساتھی، ڈرگ روڈ سے محمد میاں، عبدالمجید صاحب، آزاد صاحب، حافظ عبدالمجید صاحب اور احقر حاضر تھے

ارشاد فرمایا کہ کراچی کا کوئی تاجر جب کاروبار کے لئے لاہور جاتا ہے، تو جو یہاں کراچی میں نرم نرم گدوں اور ایئر کنڈیشن کمروں میں سوتا تھا، وہاں پلیٹ فارم پر ہی سو جاتا ہے، کیونکہ سمجھتا ہے کہ لاہور میں تو میں مسافر ہوں، چند روز کے لئے آیا ہوں، جب یہاں سے ایک لاکھ کا سامان کراچی بھیجوں گا جو وہاں دو لاکھ میں فروخت ہوگا، تو ایک لاکھ نفع کی خوشی اس کو سفر کی تمام صعوبتوں اور تکلیفوں کو آسان کر دیتی ہے۔ اسی طرح میرے دوستو! یہ دنیا بھی ایک مسافر خانہ ہے، اگر نفس کہے کہ نماز پڑھنے میں تکلیف ہوگی، کہاں صبح کی میٹھی میٹھی نیند چھوڑ کر ٹھنڈے پانی سے وضو کرو گے، تو اس سے کہہ دو کہ میں تو یہاں مسافر ہوں، مسافر آرام نہیں کیا کرتا، میں تو یہاں کمائی کرنے آیا ہوں۔ بس یہاں کی کمائی آخرت میں جمع کر دو، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، گناہوں سے بچنے میں جو تکلیف ہوتی ہے، یہ سب وہ کرنسی ہے جو آخرت کی منڈی میں چلے گی۔ جو لوگ پردیس کی کمائی وطن میں جمع کر دیتے ہیں تو جب وہ وطن واپس آتے ہیں تو وطن کے رئیس ہوتے ہیں، اور جو شخص پردیس میں خوب مال اُڑا رہا ہے، سینما اور ٹیلی ویژن دیکھ رہا ہے، شراب کباب اور ٹیڈیوں پر

مال خرچ کر رہا ہے، اور اصلی وطن میں کچھ جمع نہیں کر رہا ہے تو جب یہ واپس آتا ہے تو وطن کا قلاش اور بھنگی ہوتا ہے۔

لہٰذا پردیس کا رئیس ہونا اور وطن کا بھنگی ہونا کس قدر بے وقوفی کی بات ہے۔ پس اگر دین پر چلنے میں کچھ نقصان بھی نظر آتا ہو یا تکلیف ہوتی ہو، اس کو برداشت کرلو۔ اپنی آرزوؤں کو اللہ کی مرضیات میں فنا کرنے سے جو غم دل کو ہو، سمجھ لو کہ آخرت میں سرمایہ جمع ہوگیا۔ جو شخص یہ غم برداشت کررہا ہے، وہ وطنِ آخرت کا رئیس ہورہا ہے۔ ہر چیز کی قیمت اس کی منڈی میں لگتی ہے، ہماری نماز، روزہ، زکوٰۃ، تلاوت وغیرہ کی منڈی یہ دنیا نہیں ہے، یہاں تو اگر ہماری آنکھ سے اللہ کی محبت میں ایک آنسو نکل آیا تو دنیا میں اس کی قیمت سرکاری نل کے پانی کے برابر بھی نہیں ہے کیونکہ سرکاری نل کا پانی پی کر تو آپ پیاس بجھا سکتے ہیں، اور آنسو پینے کے لئے نہیں ہیں نہ ان سے پیاس ہی بجھے گی لیکن حق تعالیٰ کی بارگاہ میں اس آنسو کی کیا قیمت ہے! یہی آنسو، اس پانی کے قطرے کو شہید کے خون کے برابر حق تعالیٰ کی رحمت وزن کرتی ہے۔ پس آخرت میں قیامت کے دن ان آنسوؤں کی قیمت معلوم ہوگی جب شہیدوں کے خون کے ساتھ ان کو وزن کیا جائے گا۔

پس اس دنیا میں نفس سے خوب کام لے لو، اس پیشانی کو خالقِ پیشانی کی چوکھٹ پر رکھ دو، تب یہ پیشانی عزت والی ہوجائے گی کیونکہ اپنے خالق و مالک اور رب کے سامنے جھکی ہے۔ حق تعالیٰ ہم سے یہ نہیں چاہتے کہ ہم دنیا کو چھوڑ کر پہاڑ کے دامن میں جا بیٹھیں، نہیں۔ دنیا بھی کماؤ، شادی بھی کرو، بیوی بچوں کا حق بھی ادا کرو لیکن اللہ کو نہ بھولو۔ اللہ کا ولی ہونے کے لئے قلاش، غریب ہونا ضروری نہیں ہے، سلطنت کے ساتھ بھی ولایت جمع ہوسکتی ہے۔ اگر اللہ بادشاہت دے بادشاہت کرو، مرغ دے مرغ کھاؤ، لیکن نفس سے اللہ کی مرضی کے کام لو۔ ایک بزرگ کے پاس کہیں سے حلوہ آیا انہوں نے نفس سے کہا کہ دیکھ! تُو روزانہ چار رکعات نفل پڑھتا تھا،

آج اللہ نے تجھے یہ نعمت بھجوادی ہے لہٰذا تجھ پر ان کا شکر واجب ہے، آج شکرانہ کی چار رکعات اَور پڑھ، پھر تجھے یہ حلوہ کھلاؤں گا۔ پھر جب چار پڑھ چکے تو کہا اچھا! چاراَور پڑھ لے۔ غرض نفس مزدور ہے، اس سے کام کرالو۔ دیکھئے اگر مزدور کام نہ کرے اور بیٹھا ہوا سگریٹ پیتا رہے، گپ شپ کرتا رہے تو آپ اس کو مزدوری نہیں دیتے۔ اسی طرح اگر ہم نے نفس سے کام نہ لیا، جو فرائض اس کے ذمہ اللہ نے سپرد کئے ہیں، ان کو انجام نہ دیا تو بتاؤ! کیا اللہ تعالیٰ انعام دیں گے؟ ہر گز نہیں۔

اعمال کی ''مقدار'' اور ''کیفیت'' دونوں مطلوب ہیں

۲۵ ؍ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۱ ؍دسمبر ۱۹۷۳ء بعد نمازِ جمعہ،
مسجدالفلاح، ایچ بلاک، نارتھ ناظم آباد، کراچی

ارشاد فرمایا کہ اگر ایک گلاس پانی کی پیاس ہو تو دو گھونٹ پینے سے پیاس نہیں بجھے گی بلکہ ایک ہی گلاس پانی ہو اور ٹھنڈا بھی ہو یعنی پانی کی مقدار و کمیت بھی صحیح اور کیفیت بھی صحیح ہو تب پیاس کو سکون ہوتا ہے۔ اسی طرح ذکر سے روح میں اللہ کی محبت کی پیاس کو سکون اسی وقت ملتا ہے جب آخرت کے اعمال یعنی عبادات کی مقدار بھی پوری ہو اور عبادت میں کیفیتِ اخلاص، محبت، درد و خشیت وغیرہ بھی صحیح اور معتد بہ ہو، اعمال کی مقدار اور اعمال کی کیفیت اگر پوری نہ ہو گی تو روح کو آخرت میں کامیابی نہ ملے گی۔

ہمارا وجود دو (۲) فنا کے درمیان ہے

۲۴ ؍محرم الحرام ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۷ ؍فروری ۱۹۷۴ء بروز اتوار
آزاد صاحب، سردار صاحب، رفاقت صاحب، قاضی خدا بخش صاحب، حافظ عبدالمجید صاحب، حافظ جہانگیر صاحب، محمد میاں وغیرہ حاضرِ خدمت تھے

ارشاد فرمایا کہ دو فنا کے درمیان ہم موجود ہیں، پہلے نہیں تھے، اب ہیں

اور ایک دن ایسا ہوگا کہ پھر نہیں ہوں گے۔یعنی دو منفی کے درمیان ایک مثبت ہے، دو عدم کے درمیان ہمارا وجود ہے۔پس عقل مند وہی ہے جو اس زندگی سے آخرت کے کام لے لے۔قبل اس کے کہ ہم پر عدم طاری ہو، ہم ایسے اعمال کرلیں جو اللہ کے خزانہ میں باقی ہوجاویں۔ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ فنا ہونے والا ہے اور جو چیز اللہ تعالیٰ کے پاس جمع ہوجاتی ہے وہ باقی ہوجاتی ہے: مَا عِنۡدَکُمۡ یَنۡفَدُ وَ مَا عِنۡدَ اللّٰہِ بَاقٍ (سورۃ النحل: آیۃ ۹۶)۔حدیث شریف میں ہے کہ ایک بکری ذبح کی گئی:

((اِنَّهُمْ ذَبَحُوا شَاةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَقِيَ مِنْهَا قَالَتْ مَا بَقِيَ مِنْهَا اِلَّا كَتِفُهَا قَالَ بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرَ كَتِفِهَا۔ رواہ الترمذی))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، کتاب الزکوٰۃ، باب فضل الصدقۃ، ص۱۶۹)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ گھر کے آدمیوں نے یا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک بکری ذبح کی (اور اس میں سے تقسیم کردیا) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کتنا باقی رہا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اور کچھ باقی نہ رہا، صرف ایک دست گوشت باقی رہ گیا (باقی سب تقسیم ہوگیا)، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جتنا تم نے دے دیا، وہ سب وہاں باقی ہوگیا، ہمیشہ رہنے والا ہوگیا سوائے اس دست کے یعنی جو کچھ اللہ کے راستہ میں خرچ کردیا، اس کا اجر آخرت میں ملے گا۔ میں تو کہتا ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت کی ایک دلیل آپ کا کلام بھی ہے، ایک نبی امی کے کلام میں اتنی فصاحت و بلاغت کا ہونا دلیل ہے آپ کی رسالت کی۔

اپنے بچوں کو اہل اللہ کی مجالس میں لے جانے کی فکر رکھیں

(فرقان صاحب اپنے چھوٹے بچے کو ساتھ لائے تھے، ان سے فرمایا کہ)

آپ کا بچے کو لانا ہمارے بزرگوں کی تعلیمات کے مطابق ہے۔حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کبھی اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو اللہ والوں کی مجلس میں لایا کرو، ان کے دل ابھی سادی تختیاں ہیں، جو چاہو ان پر لکھ دو، اس وقت اگر دین کا رنگ چڑھا دو گے

تو دین کا رنگ چڑھ جائے گا۔ ابھی یہ چھوٹے چھوٹے پودے ہیں، جدھر کو چاہو موڑ لو، جب درخت بڑا ہو جاتا ہے پھر نہیں مڑتا۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ چھوٹے دودھ پیتے بچے کے سامنے بھی گناہ کی کوئی بات نہ کرے کیونکہ اس کا اثر بچے پر ہوگا۔ بچہ اگرچہ ابھی بول نہیں سکتا لیکن سنتا ہے اور سمجھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ہر موقع کی دعائیں عطا فرمائی ہیں، آج ہماری اولاد جو شیطان پیدا ہو رہی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ میاں بیوی صحبت سے پہلے وہ دعا نہیں پڑھتے جس کی ہمیں حضور ﷺ نے تعلیم دی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی اپنی بیوی سے قربت کرے تو پہلے بسم اللہ پڑھ لے، پھر یہ دعا ''اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا ۔۔ الخ'' پڑھ لے تو اگر ان کی اس قربت سے کوئی اولاد مقدر ہوئی تو اس کو کبھی شیطان ضرر نہیں پہنچا سکے گا:

((لَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّاْتِیَ اَھْلَہٗ قَالَ بِسْمِ اللہِ
''اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّیْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا''
فَاِنَّہٗ اِنْ یُّقَدَّرْ بَیْنَھُمَا وَلَدٌ فِیْ ذٰلِكَ لَمْ یَضُرَّہٗ شَیْطٰنٌ اَبَدًا۔ متفق علیہ))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ کتاب الدعوات؛ باب الدعوات فی الاوقات؛ ص ۲۱۲)

اے اللہ! ہم کو شیطان سے بچا اور جو رزق یعنی اولاد آپ ہم کو دینے والے ہیں، اس کو بھی شیطان سے محفوظ رکھ۔ اسی طرح سوتے وقت کی دعائیں ہیں، کھانے کے وقت کی دعا ہے، یہ روحانی مٹھائیاں ہیں جو حضور ﷺ نے ہم کو دی ہیں، ہم ملّا احمد کی مٹھائیاں تو کھاتے ہیں لیکن اس مدینہ والے نبی ﷺ کی مٹھائیاں ہم نہیں کھاتے، اگر یہ مٹھائیاں ہم کھانے لگیں پھر دیکھئے! روح میں کیسا نور پیدا ہوتا ہے۔ ملّا احمد کی مٹھائیوں سے تو خون بنے گا اور حضور ﷺ کی مٹھائیوں سے نور بنے گا، جو روح کو قوی اور مضبوط کر دے گا۔

دنیا کا سارا عیش ایک دھوکہ ہے

ارشاد فرمایا کہ جس کی بینائی صحیح ہو اور بیمار بھی نہ ہو تو اس کی نظر صحیح دیکھتی ہے،

اور جس کی آنکھ میں یرقان ہو، اس کو سفید دیوار بھی پیلی نظر آتی ہے۔ ساری دنیا کی نظریں بیمار ہیں، صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر پاک اور صحیح دیکھنے والی ہے کیونکہ آپ کی نگاہِ پاک میں وحیٔ الٰہی کا سرمہ لگا ہوا ہے، حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۝﴾

(سورۃ النجم: آیۃ ۱۷)

آپ کی نگاہ نہ تو بہکی اور نہ حد سے بڑھی (از ترجمہ مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ)
یعنی جو کچھ دیکھا اس میں نظر نے کوئی خطا یا غلطی نہیں کی۔ میرے نبی کی آنکھ میں تو نورِ وحی کا سرمہ لگا ہوا ہے، اس لئے آپ کی آنکھ غلط نہیں دیکھ سکتی، وحی کے نور سے دیکھتی ہے۔ پس جس ذاتِ گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں نورِ وحی کا سرمہ تھا، انہوں نے دنیا کو دار الغرور فرمایا ہے کہ یہ دھوکہ کا گھر ہے۔ ساری دنیا اور اس کے دانشور دنیا کی جو بھی تعریف کریں، وہ غلط ہوگی کیونکہ ان کی آنکھیں نورِ وحی سے محروم ہیں، اس لئے وہ غلط دیکھتی ہیں، اور جب غلط دیکھتی ہیں تو غلط رائے قائم کرتی ہیں، پس جو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمادیا وہی حق ہے۔

پردیس کا فقیر اور غریب ہونا یہ بہتر ہے اس سے کہ آدمی پردیس کا تو رئیس ہو اور وطن کا بھنگی ہو، وطن کا رئیس ہی حقیقت میں رئیس ہے مثلاً کراچی اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر ایک سیٹھ ہے جو معمولی لباس میں ہے، اور لاہور جا رہا ہے لیکن میلی کچیلی قمیص کی جیب کے اندر ایک لاکھ کے نوٹ رکھے ہوئے ہے، اور دوسرے ایک صاحب ہیں، یہ بھی لاہور جا رہے ہیں اور نہایت قیمتی ٹائی اور سوٹ پہنے ہوئے ہیں، ریل میں ایئر کنڈیشن ڈبہ میں بیٹھ کر بریانی، کباب اور مشروبات اُڑا رہے ہیں، کباب پر کباب اور پاکولے پر پاکولا چل رہا ہے، ڈبہ والے دیکھ کر کہتے ہیں کہ یہ اصلی سیٹھ ہے۔ لیکن جب سب لاہور اپنے وطن پہنچ گئے اور ان صاحب کے یہاں گئے جن کو کراچی میں سب سیٹھ سمجھ رہے تھے تو دیکھا ان کا گھر ایک جھونپڑا ہے،

سو ڈیڑھ سو روپے کے کہیں ملازم ہیں، سوٹ اور ٹائی لائٹ ہاؤس والی گلی سے خریدا ہوا تھا، جہاں پانچ پانچ روپے کے سوٹ ملتے ہیں، کباب اور پراٹھا جو اُڑا رہے تھے وہ کہیں سے رشوت کی آمدنی مل گئی تھی۔

غرض معلوم ہوا کہ یہ صاحب پردیس میں تو رئیس بنے ہوئے تھے لیکن وطن میں نہایت قلاش اور مفلس ہیں، اور وہ شخص جس کو سب نے غریب سمجھا تھا، اس کا ایک ہزار گز کا بنگلہ بھی ہے، کار بھی ہے، بڑا مل مالک ہے، نوکر و خدام ہیں۔ یہ پردیس میں تو غریب معلوم ہو رہا تھا مگر وطن کا رئیس تھا۔ ایسے ہی یہ دنیا مسافر خانہ ہے، سفر کی جگہ ہے، ہمارا ہر سانس سفر میں ہو رہا ہے، ہر سانس میں ہم آخرت کی طرف بڑھ رہے ہیں اور دنیا سے دور ہو رہے ہیں۔ اس سفر کی حالت میں یہ پتا نہیں چل رہا ہے کہ کون رئیس ہے اور کون فقیر ہے؟ قیامت کے دن معلوم ہوگا کہ رئیس کون ہے؟ جس کے پاس اعمال نیک ہوں گے، وہی وطنِ آخرت کا رئیس ہوگا، دنیا میں خواہ اس کے کپڑوں میں پیوند لگے ہوں، بے نام ونشان ہو۔ اور جو لوگ آج یہاں خوب پاکولا اور کباب اُڑا رہے ہیں، کار اور بنگلہ بھی ہے، مل اور کارخانہ بھی ہے لیکن اللہ کو ناراض کئے ہوئے ہیں، ان کو دوزخ کا گرم پانی پلایا جا رہا ہوگا، پھر معلوم ہوگا کہ رئیس کون تھا؟ جن کی کھوپڑی آخرت میں جوتوں سے گنجی کی جا رہی ہو، اور وہاں کوئی کہے کہ صاحب! دنیا میں یہ بڑے رئیس آدمی تھے، ان کے پاس ڈیڑھ ہزار گز کا بنگلہ تھا، چار ملیں چل رہی تھیں، دو کاریں تھیں، بیسیوں خادم تھے تو بتاؤ! ایسی ریاست سے کیا فائدہ کہ آدمی پردیس کا رئیس اور وطن کا مفلس ہو۔

اصل چیز رضائے الٰہی ہے

۱۳ رصفر المظفر ۱۳۹۴ھ مطابق ۸ / مارچ ۱۹۷۴ء بروز جمعہ

(قبیلِ عشاء حافظ عبدالرحیم صاحب حیدرآباد سے آئے ہوئے موجود تھے)

ارشاد فرمایا کہ حافظ جی کی برکت سے اس وقت اللہ تعالیٰ نے دل میں یہ

بات ڈالی کہ ایک شخص دنیا میں کچھ مشہور نہیں ہوا، نہ کوئی تصنیف ہے، نہ اس کو خلافت ملی نہ مریدوں کا ہجوم، غرض شہرت کے اس کے پاس کوئی اسباب نہیں، خلق نے اس کو جانا بھی نہیں کہ کون پیدا ہوا تھا اور کب مر گیا؟ اللہ نے اس کو چھپا لیا اور بے نام و نشان دنیا سے چلا گیا لیکن میدانِ حشر میں اگر اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ ہم تم سے بہت خوش ہیں، تو بتاؤ! دنیا میں عزت وشہرت نہ ملنے سے اس کا کیا ضرر ہوا؟ اور ایک شخص ہے کہ اس کے لاکھوں مرید ہیں، لوگ ہاتھ پاؤں چوم رہے ہیں، ہزاروں تصانیف ہیں، اور سارے عالم میں اس کا ڈنکا پِٹ رہا ہے لیکن اگر میدانِ محشر میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمادیا کہ ہم تجھ سے خوش نہیں ہیں، تو کتنے خسارے کی بات ہوگی۔ معلوم ہوا کہ چھوٹائی اور بڑائی کا تعلق تصانیف، خلافت، شہرت وعزت سے نہیں ہے، اصل چیز رضائے الٰہی ہے۔ اگر رضائے الٰہی حاصل ہے تو یہ چیزیں نہ بھی ہوں، تو کوئی ضرر اور نقصان نہیں ہے، اور اگر یہ چیزیں حاصل ہوں لیکن رضائے الٰہی حاصل نہ ہو تو ساری دنیا کی شہرت بیکار ہوگی۔ بس اگر بغیر طلب کے اللہ تعالیٰ دنیا میں کوئی نعمت عطا فرمادیں تو شکر کرے لیکن اصل چیز رضائے الٰہی کو سمجھے۔

دنیا کی راحت ہو یا تکلیف، ایک خواب کی مانند ہیں

(اس سے قبل آج جمعہ کی نماز سے پہلے جامع مسجد گول مارکیٹ، ناظم آباد میں وعظ فرمایا)

ارشاد فرمایا کہ یہ دنیا خواب ہے، آج جن لذتوں سے ہم مست ہو رہے ہیں، یہ ایک دن خواب ہونے والی ہیں۔ ہندی کا مقولہ ہے ''اتر گئے گھاٹی ہو گئے ماٹی'' یعنی جس بریانی کی خوشبو مست کئے دے رہی ہے مگر اسی بریانی کا لقمہ حلق سے اتر کر مٹی ہو گیا۔ آج ہمیں ان لذتوں کے لئے نہ حرام کی پرواہ ہے نہ حلال کی، رشوت اور سود کی مرغ کی پلیٹ سامنے آئی تو خدا کو بھول گئے۔ آج جن حرام لذتوں سے مزہ لے رہے ہیں، اللہ کو ناراض کر کے جس حرام لذت سے مزہ لیں گے تو مزہ تو فانی ہو جائے گا اور سزا باقی ہو جائے گی۔ دنیا کے یہ مزے اور لذتیں خواب کی طرح ہیں،

خواب میں اگرکسی کو بادشاہت مل جائے کہ میں بادشاہ ہوگیا ہوں، تاجِ شاہی سر پر ہے، چاروں طرف خدام اور غلام دوڑتے پھر رہے ہیں، مرغ کی بریانی سامنے رکھی ہے اور ساری دنیا کی لذتیں حاصل ہیں لیکن جب آنکھ کھلی تو معلوم ہوا کہ خود مجرم ہے اور سر پر جوتے پڑ رہے ہیں، تو اس بادشاہت سے اس کو کیا فائدہ ہوا۔

حال دنیا را بپرسیدم زیک فرزانہ ای
گفت یا خوابیست یا بادیست یا افسانہ ای

ترجمہ: میں نے ایک عارف باللہ سے دنیا کی حقیقت دریافت کی تو کہا کہ دنیا یا خواب ہے کہ آنکھ کھلتے ہی عالَم بدل گیا، یا ایک ہوا ہے جو آئی اور چلی گئی، یا ایک افسانہ ہے۔ ایک بزرگ حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں۔

عارفیؔ زندگی افسانہ در افسانہ ہے
صرف افسانوں کے عنوان بدل جاتے ہیں

زندگی ایک ایسا افسانہ ہے جس کے عنوان بدلتے رہتے ہیں، جب آدمی پیدا ہوا تو ایک عنوان اس وقت قائم ہوگیا، پھر کچھ سمجھ آئی، ماں باپ نے مدرسہ یا اسکول بھیجا، اب دوسرا عنوان شروع ہوگیا، پھر بالغ ہوا، شادی ہوگئی، اب ایک اور عنوان بدل گیا، پھر بڑھاپا شروع ہوا تو ایک اور عنوان قائم ہوا اور آخری عنوان پورے افسانے کا ''موت'' ہوتی ہے کہ جب ملک الموت گلا دبا دیتے ہیں، یہ زندگی کی حقیقت ہے۔

یہ عالَم عیش و عشرت کا یہ دنیا کیف و مستی کی
بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی
بس اتنی سی حقیقت ہے فریبِ خوابِ ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ بن جائے

اسی طرح ایک شخص خواب دیکھ رہا ہے کہ مصیبت میں گھرا ہوا ہے، کوئی خوفناک جانور

دوڑا رہا ہے، خوف سے آواز بھی نہیں نکل رہی، اسی میں آنکھ کھل جائے اور دیکھے کہ سامنے بریانی رکھی ہے، یا یہ کسی ملک کا بادشاہ ہے، خدام ولشکر وفوج خدمت میں حاضر ہیں تو بتاؤ اس خواب سے اس کا کیا ضرر ہوا؟ پس اگر اللہ کو راضی کرنے میں کچھ تکلیف پہنچ گئی، کچھ لوگوں کے لعن طعن سن لئے کہ ارے! تم نے داڑھی رکھ لی، ملّا رجعت پسند ہوئے جا رہے ہو، یا رشوت نہ لینے سے مکھن کی ٹکیہ حلق سے نہ اُتری اور کپڑوں میں پیوند لگ گئے، تو بتاؤ! کیا نقصان ہو گیا۔ اس خواب میں چاہے بادشاہت کرلو یا تکلیف اُٹھالو، سب برابر ہے۔ موت کے وقت جب آنکھ کھلے گی تو اصل راحت وتکلیف اس وقت معلوم ہوگی۔ اگر دنیا میں اپنی من مانی زندگی گذاری تو موت کے وقت ہی سے تکلیف والی زندگی میں آنکھ کھلے گی اور اگر رب چاہی زندگی گذاری ہوگی تو موت کے وقت حقیقی سلطنت وراحت والی زندگی میں آنکھ کھلے گی۔

آج دنیا والوں کے طعنوں سے ڈرتے ہو کہ اگر ہم داڑھی رکھ لیں گے، یا ٹخنوں سے اونچا پاجامہ پہن لیں گے، یا سر پر انگریزی بال نہیں رکھیں گے تو برادری والے ہمیں چڑائیں گے کہ یہ ملّا ہو گیا ہے، تو ہم برادری کی نگاہوں سے گر جائیں گے، لیکن یہ خیال کیوں نہیں آتا کہ انبیاء، صحابہ، اولیاء اللہ اور ملائکہ کی بھی تو ایک برادری ہے، اب فیصلہ کرلو کہ کس برادری کو خوش کرنا بہتر ہے اور کس کو نہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے میں تم برادری کی نظر سے گر گئے لیکن انبیاء علیہم السلام کی نگاہوں میں تمہاری عزت بڑھ گئی تو تم فنا ہونے والی، ناپاک برادری سے الگ ہو گے اور پاک بندوں کی برادری میں شامل ہو کر معزز ہو جاؤ گے۔

دنیا کی زندگی محض ایک افسانہ ہے

۱۶؍ربیع الاول ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۰؍اپریل ۱۹۷۴ء بروز بدھ، پانچ بجے شام

ارشاد فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو بطور معجزہ کے ساڑھے نو سو سال کی عمر

دی گئی تھی ورنہ اتنی عمر کسی کی تھوڑی ہوتی ہے، ان سے پوچھا جائے گا کَیْفَ وَجَدْتَّ الدُّنْیَا آپ نے دنیا کو کیسا پایا؟ تو وہ جواب دیں گے:

((کَبَیْتٍ لَّہٗ بَابَانِ دَخَلْتُ مِنْ بَابٍ وَّ خَرَجْتُ مِنْ بَابٍ اٰخَرَ))

(الھدایۃ الی بلوغ النھایۃ: جزء ۱۲ص ۸۲۷۷)

ایک دروازے سے داخل ہوا اور دوسرے سے نکل آیا۔

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

دنیا زیادہ مل جائے تو دین پر قائم رہنا مشکل ہو جاتا ہے

۱۵/صفر المظفر ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۱/مارچ ۱۹۷۴ء بروز اتوار

سردار صاحب، آزاد صاحب، قاری عبدالمجید صاحب، فرقان صاحب، محمد میاں، قاری یاسین صاحب، احقر اور چند دیگر لوگ موجود تھے

ارشاد فرمایا کہ زیادہ مال کی ہوس میں نہ پڑنا چاہیے، جب مال زیادہ آجاتا ہے تو دین پر قائم رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ بس اتنی دنیا ہو کہ کسی کا محتاج نہ ہو، کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے، دو وقت کی روٹی اور کپڑا اگر مل رہا ہے، بیوی بچوں کی ضروریات پوری ہو رہی ہیں، تو پھر زیادہ دنیا حاصل کرنے کی فکر نہ کرے۔ میرے پاس ایک صاحب آیا کرتے تھے جو پریشان حال تھے، مجھ سے ذکر و وظیفہ بھی پوچھا، ذکر کرنے لگے، نماز اور جماعت کی پابندی اور نوافل کا اہتمام، ماشاءاللہ سب کچھ حاصل تھا، لیکن اب معلوم ہوا کہ تجارت خوب چل گئی اور مال خوب آنے لگا تو اب انہوں نے میرے پاس آنا چھوڑ دیا۔ مل مالکوں اور کارخانہ داروں کے دل میں شیطان ایک وسوسہ یہ بھی ڈالتا ہے کہ تمہاری برکت سے ہزاروں کو رزق مل رہا ہے، ہزاروں خاندان پل رہے ہیں، تمہیں اس پر عظیم اَجر مل رہا ہے، لہٰذا بس اپنے کارخانہ کی ترقی کی فکر کرو، زیادہ نوافل و ذکر اللہ اور اللہ والوں کی صحبت میں جانے کی ضرورت نہیں، یوں شیطان راستہ مار دیتا ہے اور

دنیا زادہ بنا کر چھوڑتا ہے۔ جو مل مالکان یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی برکت سے غریبوں، کمزوروں کو رزق مل رہا ہے، تو سن لیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

((رَاٰی سَعْدٌ اَنَّ لَہٗ فَضْلًا عَلٰی مَنْ دُوْنَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِکُمْ۔ رواہ البخاری))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب فضل الفقراء وما کان من عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم؛ ص ۴۴۶)

تمہیں اپنے ضعفاء کی برکت سے رزق دیا جاتا ہے، اور فرمایا کہ اگر تمہارے گھروں میں یہ رکوع کی حالت والے بوڑھے نہ ہوتے جن کی کمر جھک گئی ہے، اور دودھ پیتے بچے نہ ہوتے، اور بے زبان جانور نہ ہوتے:

((لَوْلَا شَبَابٌ خُشَّعٌ وَّشُیُوْخٌ رُّکَّعٌ وَّبَھَائِمُ رُتَّعٌ وَّاَطْفَالٌ رُّضَّعٌ لَّصُبَّ عَلَیْکُمُ الْعَذَابُ صَبًّا))

(السنن الکبریٰ للبیہقی: (دار الکتب العلمیۃ)؛ ج ۳ ص ۴۸۱)

ر، ت، ع۔ رُتَّع، کیا معنی بے زبان جانور نہ ہوتے تو کیا ہوتا؟ تم پر عذاب بارش کی طرح سے نازل ہوتا، ان غریبوں ہی کی وجہ سے عذاب نہیں آرہا ہے۔ معلوم ہوا کہ ضعفاء اور بے زبان، اور وہ جوان جو اللہ والا ہے، وہ ہمیں عذاب سے بچانے کا ذریعہ بنا ہوا ہے۔ اسی لئے جب قحط پڑتا تھا تو میدان میں جمع ہو کر دعا کے لئے لوگ اپنے ساتھ اپنے بوڑھوں اور کمزوروں، بچوں اور بے زبان جانوروں کو بھی لے جاتے تھے تا کہ اللہ کی رحمت کو ان ضعیفوں پر جوش آئے۔

لہٰذا امیر لوگ یہ نہ سمجھیں کہ غریب ہمارے محتاج ہیں اور ہماری وجہ سے ان کو روٹی مل رہی ہے بلکہ امراء بھی غریبوں کے محتاج ہیں، اگر آج تمام مزدور ہڑتال کر دیں تو کسی کارخانہ دار کا کارخانہ نہیں چل سکتا۔ یہ تو حق تعالیٰ کا نظام ہے اور اس میں کتنی مصلحتیں ہے کہ کسی کو امیر بنا دیا، کسی کو غریب بنا دیا تا کہ لوگ ایک دوسرے کے محتاج رہیں، اور ایک دوسرے سے ان کی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں۔ اگر سب ہی امیر ہو جائیں مثلاً بھنگی کو کئی ہزار روپیہ ماہانہ تنخواہ ملنے لگے تو پھر کیا وہ آپ کے

یہاں گٹر کھول کر کمانے آئے گا یا سبزی والا بڑی رقم پا جائے تو کیا پھر وہ سبزی کا ٹھیلا لگائے گا؟ یا مزدور مالدار ہو جائے تو کیا کارخانہ دار کے یہاں کام کرے گا؟

ایمان صبر سے اور صبر تعلق مع اللہ سے قائم رہتا ہے

۱۵؍ربیع الاول ۱۳۹۴ھ مطابق ۹؍اپریل ۱۹۷۴ء بروز منگل بعد عشاء

ارشاد فرمایا کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا (سورۃ اٰل عمرٰن: آیۃ ۲۰۰) میں تین چیزیں ہیں، ایمان، صبر اور رابطہ۔ اس آیت کی ترتیب بتا رہی ہے کہ ایمان قائم نہیں رہ سکتا جب تک صبر نہ ہو، اور صبر قائم نہیں رہ سکتا جب تک حق تعالیٰ کے ساتھ رابطہ نہ ہو۔ ایمان میں قوت آتی ہے صبر سے اور صبر میں قوت آتی ہے رابطہ سے۔ ربط کے معنی عربی میں باندھنے کے ہیں، جو کشتی لنگر سے بندھی ہوتی ہے، بڑے بڑے طوفان اس کی استقامت کو ہلا نہیں سکتے۔ اسی طرح جو دل خدا کے ساتھ بندھا ہوا ہو، کوئی طوفانِ حوادث اس کا کیا بگاڑ سکتا ہے؟ خدا سے بڑھ کر کوئی طاقتور نہیں ہو سکتا۔ پس جب ایسی قوی ذات سے رابطہ جس دل کا ہو گیا اس کا صبر بھی عظیم ہوتا ہے، پھر کوئی سوسائٹی اور کوئی معاشرہ، کوئی مصیبت وغم اس کو خدا سے دور نہیں کر سکتے، اور رابطہ قوی ہوتا ہے ذکر سے، جب ذکر کی کیفیت یا کمیت میں کمی ہو جاتی ہے، تو اللہ سے رابطہ بھی ضعیف ہو جاتا ہے اور پھر صبر بھی کمزور ہو جاتا ہے۔ پھر معمولی معمولی مصیبت کا احساس بہت زیادہ ہوتا ہے اور کمر ٹوٹ جاتی ہے، اور گناہ سے بھی رابطہ کمزور ہو جاتا ہے جیسے قے کے ساتھ پیچش بھی لگ جائے، اس پر جب مصیبت آتی ہے تو صبر ڈھیلا پڑ جاتا ہے۔

دنیا جب آتی ہے تو اپنے ساتھ غموں کو لاتی ہے

۱۴؍صفر المظفر ۱۳۹۴ھ مطابق ۹؍مارچ ۱۹۷۴ء بعد عشاء

ارشاد فرمایا کہ جو لوگ دنیا کی فکروں سے روتے رہتے ہیں اور حصولِ دنیا

کے لئے مغموم رہتے ہیں، دنیا بھی جب ان کے پاس آتی ہے تو روتی ہوئی آتی ہے (یعنی غموں کے ساتھ آتی ہے)۔

ہم دنیا میں اللہ پر مرنے کے لئے آئے ہیں

۱۰ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ مطابق ۴ اپریل ۱۹۷۴ء جمعرات

قبیل عصر رفیق، ایک نئے صاحب، احقر اور مولانا مظہر میاں موجود تھے

ارشاد فرمایا کہ ہم دنیا میں جینے کے لئے نہیں آئے ہیں، خدا کی راہ میں جان دینے کے لئے آئے ہیں۔ جب ایک دن مرنا ہی ہے تو جان کیوں نہ خدا کی راہ میں نکلے۔

روح کی اللہ کی طرف پرواز اور اس کی رکاوٹیں

سردار صاحب، اسحاق صاحب، مولانا مظہر میاں، نواب زاہد علی خان
اور احقر حاضرِ خدمت تھے

نواب زاہد علی خان صاحب آئے تو ان سے فرمایا کہ ہمارا گردو پیش کا ماحول دنیا کی لذتوں اور رنگینیوں، ٹیلی ویژن کی تصویروں، عورتوں کے نغمات، عریانی اور فحاشی سے گھرا ہوا ہے، اور ہماری روح اللہ کی طرف اُڑنا چاہتی ہے لیکن یہ گردو پیش کی رنگینیاں اس پر قینچی لگا دیتی ہیں، جس سے اللہ کی طرف اس کی پرواز مفلوج ہو جاتی ہے۔ اس لئے اللہ والوں کی مجلسوں میں آتا جاتا رہے، ان سے رابطہ رکھے، پھر ان فانی لذتوں سے پر قینچ نہیں لگنے دیتے۔

اہلِ بدعت و رسومات کے یہاں دین کیسے پیش کیا جائے؟

نواب زاہد علی خان کے جانے کے بعد مولانا قاری حمید اللہ صاحب حاضرِ خدمت ہوئے جو مدرسہ امداد العلوم کے مدرس اور وہاں کی مسجد میں امام ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ موسیٰ کالونی جہاں مدرسہ ہے، وہاں کچھ بدعتی گڑبڑ کرنا چاہتے ہیں،

اور مروجہ صلوٰۃ وسلام اور دوسری بدعات مسجد میں رائج کرنے کے لئے زور لگا رہے ہیں۔
حضرت والا دامت برکاتہم نے قاری صاحب سے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ اَلْحَرْبُ خُدْعَۃٌ (مشکوٰۃ المصابیح: ص ۳۴۲) جنگ دھوکہ سے لڑی جاتی ہے، اس لئے جنگ میں دھوکہ سے کام لینا جائز ہے، جیسے ایک صحابی حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جنگِ خندق کے دوران جاسوسی کے لئے کافروں کے لشکر میں بھیجا۔
اس رات سخت سردی تھی، جس کے ساتھ ہوا کا شدید طوفان بھی تھا، اتنا اندھیرا تھا کہ آدمی اپنا ہاتھ پھیلاتا تو انگلیاں نظر نہیں آتی تھیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں قریش کے لشکر میں داخل ہوگیا، وہاں ایک جگہ ان لوگوں کا مشورہ ہو رہا تھا، میں بھی ان میں خاموشی سے جا کر بیٹھ گیا۔ کافروں کے سپہ سالار ابوسفیان جو ابھی ایمان نہیں لائے تھے، انہوں نے کچھ ضروری راز کی بات کرنے سے پہلے اعلان کیا کہ اے گروہِ قریش! تم میں سے ہر شخص اپنے برابر والے شخص سے ہوشیار رہے۔ ان صحابی کی عقل مندی و ذہانت دیکھو کہ یہ سنتے ہی انہوں نے فوراً اپنے برابر بیٹھے ہوئے شخص کا ہاتھ پکڑ لیا کہ تم کون ہو؟ اور اس کو موقع نہیں دیا کہ وہ ان سے پوچھے کہ تم کون ہو؟ اس شخص نے کہا میں معاویہ ہوں، پھر انہوں نے دوسری طرف والے کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں عمرو بن العاص ہوں۔ (یہ دونوں بھی بعد میں اسلام لائے) اس کے بعد ابوسفیان نے اعلان کیا کہ یہ جگہ سخت مشکل کی ہے، جانور ہلاک ہو رہے ہیں، طوفان نے تباہی مچا دی ہے، اس لئے واپس لوٹ چلو، میں بھی واپس جاتا ہوں۔ اس کے بعد یہ صحابی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس واپس آئے اور کفار کی نامراد واپسی کی خبر سنائی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ (سیرت الحلبیہ: اردو؛ ج ۲ ص ۳۸۸)
تو اس وقت آپ کو بھی اپنی مسجد میں اسی طرح حکمت سے کام لے کر اہلِ باطل سے مسجد کو قبضہ ہونے سے بچانا ہے، یہ بھی باطل کے ساتھ جنگ ہے لہٰذا

یہاں بھی تدبیر اور خدعہ سے کام لینا ہے اور ہر قدم بہت محتاط ہو کر اُٹھانا۔ یہ بدعتی لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم لوگ دشمنِ رسول، دشمنِ اولیاء، دشمنِ خانقاہ ہیں، جھاڑ پھونک کے قائل نہیں ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام نہیں پڑھتے ہیں۔ اس لئے آپ مسجد میں کل جمعہ میں یہ بھی اعلان کریں کہ بعد فجر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کے فضائل سنائے جائیں گے، سب عاشقانِ رسول اس میں شریک ہوں۔ یہ جو بڑے عاشق بنتے ہیں اتنا وقت نکالنے میں ان کی نانی مر جائے گی، اب جو نہ شریک ہو اس کے خلاف خوب کہو کہ یہ وہابی ہے۔ اور مسجد کے پیچھے جو کمرہ ہے اس کو ذکر اللہ کے لئے بنا دو، (احقر اور سردار صاحب کو فرمایا کہ تم دونوں بھی وہاں بیٹھ کر ذکر کیا کرو) اور تختی پر لکھ کر لگا دو کہ جو صاحب تعویذ گنڈہ لینا چاہیں تو پیر و مرشد یہاں ان کو تعویذ دیں گے، جن صاحب کو تعویذ چاہیے تو وہ بعد نمازِ جمعہ یہاں آجائیں۔ یہ سب جائز تدبیر اور خدعہ ہے تاکہ جو لوگ ہمیں دشمنِ رسول سمجھتے ہیں ان کی بدگمانی دور ہو جائے۔ یہ سب حسنِ تدبیر ہے تاکہ اُمت کے دلوں میں جو پیٹو پیروں نے اہلِ حق کے خلاف شبہات پیدا کر دیئے ہیں، اس تدبیر سے دور ہو جائیں گے۔

گناہوں کے باوجود نعمتوں کی بارش ہو تو ڈرنے کا مقام ہے

ارشاد فرمایا کہ کسی چیز کو کسی درجہ تک آہستہ آہستہ پہنچا دینا استدراج کہلاتا ہے جیسے سیڑھی کے بہت سے درجات ہوتے ہیں اور ان پر قدم رکھتے رکھتے آدمی دوسری منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ (سورۃ الاعراف: آیت ۱۸۲) حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم کافروں کو (جہنم کی طرف) آہستہ آہستہ اس طرح لئے جا رہے ہیں کہ ان کو اس کی خبر بھی نہیں۔ اسی طرح جب نافرمان بندہ اپنے گناہوں سے توبہ نہ کرے اور اس پر اللہ تعالیٰ اس کی پسندیدہ چیزوں کی بارش کرے، اور اس کی توبہ سے غفلت بڑھتی جائے تو پھر اس کو اللہ تعالیٰ اچانک عذاب میں پکڑ لیتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے:

((اِذَا رَأَیْتَ اللہَ عَزَّ وَجَلَّ یُعْطِی الْعَبْدَ مِنَ الدُّنْیَا عَلٰی مَعَاصِیْہِ مَا یُحِبُّ فَاِنَّمَا ھُوَ اسْتِدْرَاجٌ ثُمَّ تَلَا رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُکِّرُوْا بِہٖ فَتَحْنَا عَلَیْھِمْ اَبْوَابَ کُلِّ شَیْءٍ ط حَتّٰٓی اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰھُمْ بَغْتَۃً فَاِذَا ھُمْ مُّبْلِسُوْنَ ○))

(مشکوۃ المصابیح:(قدیمی)؛ کتاب الرقاق؛ ص ۴۴۳)

جب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اس کے گناہوں کے باوجود اس کو حسب منشاء دنیا دے رہا ہے، اس کے گناہوں کے باوجود اس پر دنیا وسیع ہو رہی ہے، تو یہ استدراج ہے، یعنی کسی دن اچانک اسے پکڑ لے گا، پھر آپ نے یہ آیت فَاِذَا ھُمْ مُّبْلِسُوْنَ تک تلاوت فرمائی۔

(آیت کا ترجمہ: پھر جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھولے رہے جن کی ان کو نصیحت کی جاتی تھی، تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کشادہ کر دیئے یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو اُن کو ملی تھیں وہ خوب اِترا گئے ہم نے ان کو دفعتاً پکڑ لیا، پھر وہ بالکل حیرت زدہ رہ گئے۔) (بیان القرآن)

دنیا کی محبت کی وجہ سے عبادت کا مزہ نہیں ملتا

ارشاد فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

((قَالَ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ بِحَقٍّ اَقُوْلُ لَکُمْ کَمَا یَنْظُرُ الْمَرِیْضُ اِلَی الطَّعَامِ فَلَا یَلْتَذُّ بِہٖ مِنْ شِدَّۃِ الْوَجَعِ کَذٰلِکَ صَاحِبُ الدُّنْیَا لَا یَلْتَذُّ بِالْعِبَادَۃِ وَلَا یَجِدُ حَلَاوَتَھَا مَعَ مَا یَجِدُ مِنْ حُبِّ الدُّنْیَا))

(احیاء علوم الدین: کتاب ذم الدنیا؛ ج ۳ ص ۲۱۶)

کہ جس طرح بیمار کو بیماری کی شدت سے غذا کا مزہ نہیں ملتا، اسی طرح دنیا دار کو عبادت کا مزہ نہیں ملتا، یعنی جس طرح جسمانی بیماری سے جسم کو مزہ نہیں ملتا چاہے بریانی اور بھنا ہوا گوشت ہے لیکن صفراء کی وجہ سے جسم کو مزہ نہیں مل رہا۔

اسی طرح روحانی بیماری سے روح کو عبادت کا مزہ نہیں ملتا حالانکہ عبادت روح کی غذا ہے۔ اگر روح بغض، شہوت، دنیا کی محبت کی بیماریوں میں مبتلا ہے اور اصلاح نہیں کرائی گئی تو عبادت کا صحیح مزہ روح کو نہیں ملتا۔ جب تزکیہ ہو جاتا ہے اور روح تندرست و توانا ہو جاتی ہے تو اس وقت ایک اللہ کہنے سے بھی یہ حال ہوگا جس طرح جسم تندرست ہو اور شدید بھوک لگی ہو تو ایک لقمہ سے کیا مزہ آتا ہے۔

دولت اور دولات

۶؍شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ مطابق ۵؍ستمبر ۱۹۷۳ء بروز بدھ

ارشاد فرمایا کہ جو دولت اللہ کو راضی کرتے ہوئے مل جائے وہ تو ٹھیک ہے، اور جو دولت اللہ کے غضب کے ساتھ ہو وہ دولت نہیں، دولات ہے۔

ہماری دنیاوی زندگی حقیقت میں آخرت کا کھیت ہے

(ٹنڈو جام کے ایگریکلچر کالج میں بیان فرمایا)

شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ مطابق ستمبر ۱۹۷۳ء

ارشاد فرمایا کہ ایک کھیتی تو آپ لوگ کرتے ہیں اور ایک کھیتی آخرت کی ہے۔ دنیا میں اگر آپ اپنا بیج دوسرے کی زمین میں ڈال دیں تو جب کھیتی تیار ہوگی تو وہ آپ کو نہیں دے گا، وہ کھیتی اور وہ بیج آپ کے لئے ضائع ہو گئے، حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ۝﴾

(سورۃ الشوریٰ: آیۃ ۲۰)

جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو ہم اس کو اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو تو ہم اس کو کچھ دنیا (اگر چاہیں گے) دے دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔ (بیان القرآن) دنیا میں رہ کر اگر ہم نے وہ بیج نہ ڈالا

جس سے آخرت کی فصل تیار ہو گی بلکہ دوسرے کاموں میں مشغول ہو گئے تو کٹائی کے وقت حسرت ہوگی۔ وہ لوگ جنہوں نے بیج بونے کے وقت محنت کی تھی، آخرت میں انہیں ہری بھری کھیتی تیار ملے گی اور جو بیج بونے کے وقت غفلت میں پڑے رہے تو وہاں بنجر زمین کے علاوہ کوئی پھل نہ پائیں گے۔کھیتی اس کی ہری بھری ہوتی ہے جو بیج بونے کے وقت محنت کرتا ہے،اور کسان کھیت کو گھر نہیں لا سکتا، ہاں اس کی پیداوار گھر لے جا سکتا ہے،اسی طرح دنیا سے کوئی شخص دنیا کو لے جا نہیں سکے گا،اس کھیت (یعنی دنیا) سے صرف عمل کی پیداوار ساتھ لے جائے گا۔ اب جیسا یہاں بوئے گا ویسا غلہ وہاں پائے گا۔حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((کَمَا رُوِیَ اَنَّ الدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ))

(مرقاۃ المفاتیح:(رشیدیہ)؛باب البر والصلۃ؛ ج۹ص ۱۴۴)

پوری زمین اللہ کی کھیتی ہے،زمین کے جس ٹکڑے پر چاہو آخرت کا بیج ڈال دو اور اللہ کو یاد کرلو،زمین کے جس ٹکڑے پر اللہ کو راضی کرلیا وہیں کھیتی تیار ہوگئی۔الدنیا معرّف باللام ہے،اس لئے پوری دنیا اس میں شامل ہے،زمین وآسمان اور ومابینہما، فضائیں اور سمندر یہ سب ہمارے لئے آخرت کی کھیتی ہیں کہ جس سمندر کے اوپر اور جس فضا میں چاہو سبحان اللہ کہہ دو،ہماری یہ کھیتی زمین پر،فضاؤں میں،سمندروں پر تیار ہوجائے گی،اس کے برعکس دنیا کی کھیتی کا بیج فضاؤں،سمندروں میں نہیں بو سکتے ہو۔

دنیا میں مسلمانوں پر کفار کی فتح انجامِ کار شکست ہی ہے

۱۴؍رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۳؍اکتوبر ۱۹۷۳ء بعد فجر

(احقر (میرؔ) اپریل ۱۹۷۴ء سے حضرت والا مرشدی دامت برکاتہم کی خدمت میں مستقل رہنے لگا،اس سے پہلے صبح آ کر رات گھر چلا جاتا تھا) احقر حضرت والا دامت برکاتہم کے لئے دودھ لاتا ہے، لے کر حاضر ہوا،اس زمانہ میں عربوں اور اسرائیل کے درمیان جنگ جاری تھی۔حضرت والا مسجد سے تشریف لائے

اور عربوں اور اسرائیل کی جنگ کے بارے میں دریافت فرمایا، احقر نے عرض کیا کہ اسرائیل کہتا ہے کہ ملک شام کا بارہ میل علاقہ اس نے قبضہ کرلیا ہے۔ یہ سن کر فرمایا کہ اگر کافروں کو مسلمانوں پر فتح بھی ہوجائے تو بھی یہ جہنم ہی میں جائیں گے، ان کی فتح بھی شکست ہے۔ یعنی اگر یہ مسلمانوں کو قتل کریں تو بھی جہنم میں جائیں گے اور اگر مسلمان ان کو قتل کریں تو بھی یہ جہنم میں جائیں گے، چھرا خربوزے پر گرے تو بھی خربوزے میں گھستا ہے اور خربوزہ چھرے پر گرے تو بھی خربوزے میں گھستا ہے، شکست خربوزے ہی کی ہے، چھرے کی کسی حال میں شکست نہیں۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا محبوب مشغلہ

۲۶ محرم الحرام ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۴ مارچ ۱۹۷۱ء بعد ظہر

ارشاد فرمایا کہ میرا محبوب مشغلہ ہے ”پردیس میں تذکرۂ وطن“ تاکہ وطن (یعنی آخرت) کی راحتوں کی مصروفیت میں پردیس (یعنی دنیا) کی راحتوں سے صرفِ نظر ہوجائے۔

انسان کی قیمت کیسے بڑھتی ہے؟

۱۳ جمادی الثانیہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۵ جولائی ۱۹۷۳ء بروز اتوار

احقر، رفاقت صاحب، رفیق صاحب، فرقان صاحب، حافظ عبدالمجید صاحب، صفدر صاحب موجود تھے

ارشاد فرمایا کہ انسان اگر اپنی قیمت بڑھالے اور اللہ والا ہوجائے تو آسمان بھی اس پر رشک وغبطہ کرتا ہے کہ کاش میں بھی مٹی ہوتا، یہ مٹی کا انسان تو مجھ سے بازی لے گیا۔ اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

چوں برآرم دم بہ اللہ الصمد
چرخ نعرہ لیتنی کنتُ زند

جب میں اللہ تعالیٰ کے عشق کی مستی میں اپنی زبان سے اللہ کا نام لیتا ہوں تو آسمان بھی مجھ سے شرما جاتا ہے اور نعرہ لگاتا ہے یٰلَیۡتَنِیۡ کُنۡتُ تُرٰبًا اے کاش میں مٹی ہوتا ؎

کبھی کبھی تو اسی ایک مشتِ خاک کے گرد
طواف کرتے ہوئے ہفت آسماں گذرے

کمیت کے اعتبار سے تو زمین و آسمان انسان سے بڑے ہیں لیکن کیفیت کے اعتبار سے چھوٹے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب اللہ نے بارِ امانت ان پر پیش کیا تو مارے ڈر کے اس کو اُٹھانے سے انکار کر دیا اور یہ پانچ فٹ کا چھوٹا سا انسان اپنا ننھا سا دل لئے ہوئے آگے بڑھا اور کہا کہ اے رب! میرے دل وجگر آپ کے اس بار کو اُٹھانے کے لئے حاضر ہیں: حَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ، معلوم ہوا کہ اس چھوٹے سے انسان کے ننھے سے دل میں کوئی ایسا عظیم مادّہ تھا جو زمین و آسمان کے پاس باوجود ظاہری کمیت کی عظمت کے نہ تھا، اور وہ محبت کا مادّہ تھا جس سے زمین و آسمان خالی تھے۔اسی محبت نے بارِ شریعت کو اُٹھا لیا کہ اے اللہ! جہاں آپ فرمائیں گے وہاں دیکھوں گا، جہاں منع فرمادیں گے رُک جاؤں گا، جہاں فرمائیں گے جہاد میں جان دے دوں گا، ہم آپ کے ہیں اے اللہ! آپ کے ہو کر رہیں گے۔

پس جب آدمی اللہ والا ہو جاتا ہے تو فرشتوں سے بھی بازی لے جاتا ہے، حدیث شریف میں ہے:

((اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یُبَاھِیۡ بِکُمُ الۡمَلٰٓئِکَۃَ))

(الصحیح لمسلم: (قدیمی)؛ باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن...الخ؛ ج ۲ ص ۳۴۶)

اللہ تعالیٰ شانہٗ فرشتوں پر فخر کرتے ہیں، یعنی فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! تمہارے اندر تقاضے و شہوات نہیں ہیں، حوائج و ضروریات نہیں ہیں لیکن ان انسانوں کو دیکھو کہ ان کے نفس کے اندر شہوتیں و تقاضے بھی ہیں اور ان کے ساتھ شیطان بھی لگا ہوا ہے، جو اِن کو ہر وقت میری نافرمانی پر آمادہ کرنا چاہتا ہے، اور

ان کے ساتھ حوائج وضروریات بھی ہیں، اس کے باوجود یہ میرے بندے میری یاد میں اپنے پاؤں کو خود اپنے ارادوں کی زنجیروں سے جکڑ کے میرے پاس بیٹھے ہوئے ہیں، میں ان پر فخر کرتا ہوں۔ انسان اگر اپنی قیمت بڑھائے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے اس پر فخر کرتے ہیں اور اگر اپنی قیمت گھٹا لے یعنی اللہ کو چھوڑ کر نفس کی خواہشات کو خدا بنا لے تو کتے سور بھی اس پر ہنستے ہیں کہ یہ ان سے بھی زیادہ ذلیل ہوجاتا ہے کیونکہ کتے سور کا حساب کتاب نہیں ہے، ان کے لئے جنت دوزخ نہیں ہے لیکن انسان کو حساب کتاب بھی دینا ہے، عذابِ قبر وعذابِ محشر وعذابِ دوزخ بھی ہے، اس کے باوجود وہ گناہ ونافرمانی کرتا ہے تو اس سے زیادہ ذلیل اور احمق کون ہوسکتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ انسان اپنی قیمت کیسے بڑھا سکتا ہے؟ اس میں مختلف زاویۂ نظر ہیں، اس میں ہر شخص کا اختلاف اور مختلف نظریات ہیں، ہر شخص اپنا نظریہ پیش کرتا ہے۔ ایک طبقہ کہتا ہے کہ اگر ایک عالیشان بنگلہ ہو، کار ہو، دروازے پر چوکیدار کھڑا ہو، جسم پر عمدہ سوٹ اور زبان پر مرغ کی بریانی وقورمہ ہو تو اس شخص کی قیمت بڑھ گئی، دوسرا طبقہ کہتا ہے کہ نہیں! یہ کچھ نہ کرو، قوم کی خدمت کرو، غریبوں کے لئے ہسپتال کھلوادو، مفت تعلیم کا انتظام کرو اور غریبوں کو دودھ کے ڈبّے اور مکھن تقسیم کردو یعنی خادم القوم ہوجاؤ تو قیمت بڑھ جائے گی، تیسرا طبقہ کہتا ہے کہ کسی فن میں کمال حاصل کرلو مثلاً شاعری میں کمال حاصل کرلو کہ تمہارے شعروں کی سارے ملک میں دھوم مچ جائے اور عزت ونام پیدا ہوجائے، چوتھا طبقہ کہتا ہے کہ چاند پر پہنچ جاؤ تاکہ ترقی یافتہ ملکوں پر سائنسی برتری حاصل ہوجائے، وغیرہ۔ غرض مختلف نظریات ہیں لیکن ایک بات بتائیے کہ ایک دن مرنا تو ضرور ہے، جس دن جنازہ قبر میں دفن ہوگا تو ان کی قیمت میں ان چیزوں سے کیا اضافہ ہوگا؟ کچھ بھی نہیں۔ مال ودولت، عہدہ، شہرت سب زمین کے اوپر ہی رہ جائیں گے کیونکہ ایک مٹی کے ساتھ دوسری مٹی مثبت کردی جائے تو حاصل مٹی ہی آئے گا۔ مٹی کی قیمت مٹی سے نہیں ہوتی،

اس مٹی کی قیمت اللہ تعالیٰ کی رضا سے لگتی ہے۔خالقِ کائنات کو جو مٹی خوش رکھتی ہے وہ مٹی قیمتی ہوتی ہے۔ وہ مٹی قیمتی ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا مثبت ہو۔

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

اس مٹی کو اللہ تعالیٰ پر فدا کر کے اپنی قیمت بڑھالیں۔یہی وجہ ہے کہ جب لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ کفار کی قومی خدمات اور انسانی ہمدردیاں کیا ان کی نجات کے لئے کافی نہیں؟ تو میں یہی کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں! اس لئے کہ یہ قوم کی تو خدمت کر رہے ہیں اور اللہ کو ناراض کر رکھا ہے۔ اللہ نے ہمیں دنیا میں قومی خدمت کے لئے نہیں بھیجا، اللہ کو راضی کرنے کے لئے بھیجا ہے، اور اللہ کو راضی کرنا موقوف ہے اللہ و رسول پر ایمان لانے سے، اس کے بعد ثانوی درجہ قومی خدمات و انسانی ہمدردی کا ہے۔ اللہ کو راضی کرتے ہوئے جو خدمت کی جائے گی وہ قبول ہے ورنہ کوئی بھی بڑی سے بڑی خدمت غیر مقبول ہے، دلیل؟ دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَجَعَلْتُمْ سِقَایَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ﴾

(سورۃ التوبہ: آیۃ ۱۹)

کہ اے کفار و مشرکین! حاجیوں کو پانی پلانے سے اور بیت اللہ کی تعمیر سے تم ان لوگوں کے برابر نہیں ہو جاؤ گے جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ تو حاجیوں کو پانی پلانے سے بڑھ کر کون سی قومی خدمت ہو سکتی ہے اور تعمیرِ کعبہ سے بڑھ کر کس ہسپتال کی تعمیر ہو سکتی ہے؟ پس جب ایمان کے بغیر تعمیرِ کعبہ اور حاجیوں کو پانی پلانا بھی قبول نہیں تو پھر ہسپتالوں کی تعمیر اور دودھ مکھن کی مفت تقسیم اور دوسری تمام قومی خدمات کی کیا حقیقت ہے؟ ان سے کفار کو آخرت میں نجات نہیں ملے گی۔ اس کو یوں سمجھیں کہ ایک باپ کے چار

بیٹے ہوں، تین بیٹوں سے باپ بہت خوش ہواور ایک بیٹے سے ناراض ہو۔ جس سے باپ ناراض ہے وہ تینوں بھائیوں کی خوب خدمت کرتا ہے، ان کو ہدیے تحفے بھی دیتا ہے، ان کو دودھ مکھن تقسیم کر رہا ہے، بیمار ہوتے ہیں تو علاج بھی کرواتا ہے، وغیرہ وغیرہ، لیکن نالائق کبھی باپ کو راضی کرنے کی کوشش نہیں کرتا تو بتاؤ! کیا ایسے نالائق بیٹے سے باپ خوش ہوسکتا ہے؟

اب سنئے! ہماری قیمت اس طرح بڑھ سکتی ہے جس طرح سے تلّی کے تیل کی قیمت بڑھتی ہے اور وہ روغنِ گل بنتا ہے، بس دو کام کرنے کے ہیں (۱) مجاہدہ (۲) صحبتِ صالحین۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے جون پور کے کارخانے میں جہاں روغنِ چنبیلی اور روغنِ گل بنتا تھا، لے جا کر دکھایا کہ تلّی کو دو مجاہدے سے گذارا جاتا ہے، پہلے اس کو خوب رگڑ کر اس کی بھوسی چھڑاتے ہیں، جب ساری بھوسی چھوٹ جاتی ہے اور ایک ہلکی سی جھلی رہ جاتی ہے جس سے تیل جھلک رہا ہوتا ہے کہ ذرا سی سوئی چبھودی جائے تو تیل باہر آجائے، پھر دوسری جگہ لے جا کر دکھایا جہاں اس تلّی کو چنبیلی کے پھولوں کی تہوں میں رکھا ہوا تھا، کہیں گلاب کے پھول تہہ بہ تہہ تھے۔ پھر فرمایا کہ اب جب تلّی پھول کی خوشبو کو خوب جذب کر لیتی ہے تو اس کو کولہو میں پیلا جاتا ہے جس سے روغنِ گل اور روغنِ چنبیلی نکلتا ہے۔ بتاؤ! روغنِ تل کی قیمت بڑھی کہ نہیں؟ اب تلّی کا تیل روغنِ گل بن گیا اور قیمتی ہوگیا۔ اگر تلّی مجاہدہ نہ کرے یا مجاہدہ کرے لیکن اس کو صحبتِ گل نصیب نہ ہو تو کیا وہ روغنِ گل بن سکتی ہے؟ معلوم ہوا کہ صحبت بھی ضروری ہے اور مجاہدہ بھی ضروری ہے۔

میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ سلوک میں بھی ان ہی دونوں چیزوں کی ضرورت ہے، جتنا اللہ والوں کی صحبت ضروری ہے اتنا ہی مجاہدہ بھی ضروری ہے۔ اگر تلّی کا تیل اپنے موٹے موٹے چھلکوں کے ساتھ گلاب کی صحبت میں رہے تو اس میں جذبِ فیض نہیں ہوگا، پھول کا اثر نہیں آئے گا۔ دوسری بات یہ کہ جیسا پھول ہوگا

ویسا ہی اُس کا اثر آئے گا، نبی کا پھول ہے تو صحابی بنے گا، صحابی کے پھول سے تابعی بنے گا، تابعی کے پھول سے تبع تابعی بنے گا، بس پھول دیکھنا ہے کہ کیسا ہے؟ پھول دیکھنے میں ذرا کوشش کرنا چاہیے کہ اعلیٰ درجہ کا پھول ہو ورنہ اگر گھٹیا درجہ کا پھول ہوگا تو تلّی کے تیل کے اندر خوشبو بھی گھٹیا آئے گی، لہٰذا اللہ والا بھی وہ ڈھونڈو جو اللہ تعالیٰ کے عشق ومحبت اور تقویٰ سے معطر ہو اور اس میں گناہوں کی ظلمات نہ ہوں تو ان شاء اللہ! اس کی صحبت میں تھوڑے سے مجاہدے سے کام بن جائے گا۔

سو فیصد پُرسکون رہنے کا نسخہ

رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ مطابق اکتوبر ۱۹۷۳ء

ارشاد فرمایا کہ اپنے احباب سے ایک سوال کرتا ہوں کہ آپ لوگ سو فیصد ہر وقت خوش اور پُرسکون رہنا چاہتے ہیں یا کچھ فیصد پُرسکون اور کچھ فیصد پریشان حال رہنا چاہتے ہیں؟ اس مجمع میں اور پورے عالَم میں جو بھی عقل مند ہوگا وہ یہی جواب دے گا کہ ہم سو فیصد ہر وقت پُرسکون رہنا چاہتے ہیں اور بے سکونی اور پریشانی سے ہم کو کوئی مناسبت نہیں، وہ بے وقوف ہوگا جو دُکھ اور پریشانی کا طالب ہوگا، سو فیصد ہم سکون کی زندگی چاہتے ہیں لَیۡلًا وَّ نَہَارًا یعنی رات میں بھی دن میں بھی، ہم کوئی سانس ایسی نہیں چاہتے کہ جس سانس میں ہم کو پریشانی اور بے چینی ہو۔

اب اس کا جواب دیجیے کہ ہم کو ہر وقت باسکون رکھنا اور ہمارا چین اور اطمینان کس کے قبضے میں ہے؟ اللہ تعالیٰ کے۔ تو جب اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہماری حیات اور موت ہماری عزت اور ذلت، ہماری بیماری اور صحت، ہماری مالداری اور غریبی، ہماری تجارت کی برکت اور تجارت میں گھاٹا آجانا، جسم اور روح کی سلامتی اور ایمان پر خاتمے کا فیصلہ، عالَمِ برزخ میں ابرار اور صالحین کے ساتھ الحاق، اور قیامت کے دن کی سختیوں میں عرشِ اعظم کے سائے میں بلانے کا اختیار اور

میدانِ قیامت میں ہمارے لئے جنت کا فیصلہ، تو ایسے زبردست عظیم الشان بااختیار مالک کو خوش کر کے ہم چوبیس گھنٹے پُرسکون رہ سکتے ہیں یا کچھ فیصد اللہ تعالیٰ کو روزہ، نماز، تلاوت کر کے خوش بھی رکھیں اور کچھ فیصد اپنے نفس کو حرام لذتوں سے، ذرا بدمستیاں اور نافرمانیاں بھی کرتے رہیں۔ اب اپنی عقل سے فیصلہ کرلو، کیا کچھ دیر سکون اور کچھ دیر پریشانی چاہتے ہو بھئی؟ مکمل سکون چاہتے ہو، بس اس کا فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ لہٰذا اے اللہ! جو ہم میں سے سو فیصد آپ کے نہیں بننا چاہتے، کچھ فیصد اپنے نفس کی خواہش میں لگے ہوئے ہیں، اے اللہ! انہیں بھی جذب فرما کر سو فیصد اپنا بنا لیجئے ؎

نہیں ہوں کسی کا تو کیوں ہوں کسی کا
اُنہی کا اُنہی کا ہوا جارہا ہوں

اے خدا! ہم سب آپ ہی کے ہیں، آپ ہی نے ہمیں پیدا کیا ہے، آپ ہی کے پاس ہمیں لوٹ کر آنا ہے، ہم آپ ہی کے بندے ہیں، اس لئے سر سے پیر تک ہمارے ظاہر کو، باطن کو، ہمارے ہر ذرۂ جسم کو، ہماری روح اور قلب کو سو فیصد اپنا بنا لیجئے۔

دنیا مضر نہیں بشرطیکہ ہاتھ میں ہو، دل میں نہ ہو

ارشاد فرمایا کہ آج اس مبارک مہینے میں ارادہ کرلو! مرنا ہے یا نہیں؟ جس پر ہم مر رہے ہیں یہ چھوٹنے والے ہیں چاہے حلال بیوی ہو، اولاد ہو، تجارت ہو، یہ تمام چیزیں ایک دن ہم سے چھوٹنے والی ہیں، ان جائز چیزوں پر مولیٰ کی محبت کو غالب رکھو، پانی کتنا ہی زیادہ ہو کشتی کے لئے مضر نہیں بشرطیکہ پانی کشتی میں داخل نہ ہو۔ آپ کی دنیا آپ کے لئے مضر نہیں، کروڑ پتی ہوجایئے، ارب پتی ہوجایئے، کھرب پتی ہوجایئے، سلطنت بھی آپ کے پاس ہوجائے کچھ مضر نہیں بشرطیکہ ایمان اور دین سلامت ہو، اللہ کی محبت کی کشتی میں دنیا کی محبت کا پانی داخل نہ ہونے پائے۔ اگر

سمندر میں ایک لاکھ لیٹر پانی ہے مگر کشتی اوپر جارہی ہے، پانی نیچے رہے تو کشتی چلے گی لیکن اگر پانی اس کے اندر داخل ہونے لگے تو کشتی میں ایک نوکر رکھا جاتا ہے کہ جو ڈبّے سے پانی نکالتا رہتا ہے۔ وہاں تو نوکر نکالتا ہے یہاں آپ کا آقا نکالے گا یعنی آپ کا شیخ نکالے گا۔ آپ خانقاہوں میں جایئے تو دل میں دنیا کا جتنا پانی آیا ہوا ہے، دیکھیں گے ان شاء اللہ کہ پانی نکلا ہوا ملے گا۔

مجاز کے تحسُّر سے بندہ اللہ والا ہوجاتا ہے

۲۹ / رجب ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۹ / اگست ۱۹۷۳ء

ارشاد فرمایا کہ مجاز سے خدا بچائے، آدمی مٹی ہی کا ہوکر بے قیمت رہ جاتا ہے۔ وہ شخص کبھی سماوی (آسمانی) نہیں ہوسکتا جو کسی زمین (یعنی مجاز) پر عاشق ہوگیا، اس سے بہتر ہے کہ مجاز کا تحسُّر (حسرت) اور غم دل میں لئے رہے بلکہ اس تحسُّر سے ہی آدمی سماوی ہوتا ہے، میرے اشعار ہیں ؎

خورشید عطا ہوتا نظر آتا ہے مجھ کو
مفقود ہوا جاتا ہے انجُم کا تحسُّر
ظلمت ہے کہاں اس کا تصور بھی نہیں ہے
خورشید بداماں پہ واجب ہے تشکُّر
اُس مے کدۂ غیب سے کیا جام ملا ہے
ہے دُور مجھ سے دوستو دنیائے تفکُّر

معانی: مفقود۔ غائب ہونا؛ انجُم۔ ستارے؛ تحسُّر۔ حسرت

مومن کا اصل کمال

ارشاد فرمایا کہ خوشیوں میں خوش رہنا مومن کا کمال نہیں ہے، یہ تو کافر بھی خوشیوں میں خوش رہتا ہے، مومن کا کمال یہ ہے کہ خوشی کے اسباب نہ ہوں، پھر بھی

خالقِ خوشی دل میں رکھتے ہوئے وہ خوش رہتا ہے۔ کافر کو یہ نصیب نہیں ہے، کافر کو خودکشی مقدر ہے، جب غم آتا ہے تو ان سے غم برداشت نہیں ہوتا کیونکہ یہ بے مولیٰ ہیں، بے سہارے ہیں: ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ (سورۃ محمد: آیۃ ۱۱) اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے یہ آیت نازل فرمائی کہ کافر بے مولیٰ ہیں اور مومن مولیٰ والا ہے۔

ایمان اور اسلام کا فرق

بروز منگل، خانقاہ میں درسِ تفسیر

ارشاد فرمایا کہ اسلام کیا ہے؟ اَلْاِسْلَامُ هُوَ الْاَحْكَامُ يَظْهَرُ عَلَى الْاَبْدَانِ (شریعت کے وہ احکام جنہیں جسم ادا کرتا ہے)۔ اور ایمان کیا ہے؟ اَلْاِيْمَانُ هُوَ الْاِيْقَانُ يَظْهَرُ عَلٰى قَلْبِ الْمُؤْمِنِ۔ ایمان اسے کہتے ہیں جو دل میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ اعراب نے کہا تھا: قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا، کہ ہم ایمان لائے، ارشاد ہوا: قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا، اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان اعراب سے فرما دیجئے کہ تم یہ مت کہو کہ ہم ایمان لائے، وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (سورۃ الحجرات: آیۃ ۱۴) یہ کہو کہ ہم مسلمان ہو گئے۔ جو دل کو دیکھ رہا ہے وہ گواہی دے رہا ہے کہ تم ایمان نہیں لائے ہو، ہونٹوں پر ایمان ہے، دل میں کلمہ نہیں اترا۔

مرا داری ولے بر لب نہ در دل
بہ لب ایماں بہ دل ایماں نہ داری

ایک بزرگ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے یہ شکایت کرتے ہیں کہ مجھ کو تم اے مسلمانو! رکھتے تو ہو مگر ہونٹوں پر، دل میں نہیں رکھتے ہو۔ دل میں تو بُت گھسے ہوئے ہیں، کہیں دولت کا بُت ہے، کہیں بادشاہت، وزارتِ عظمیٰ کی کرسیاں ہیں، کہیں حسین لونڈے لونڈیاں ہیں، لات و منات گھسے ہوئے ہیں۔

حضرت قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایمان کا محل قلب، اور اسلام کا محل اعضاء ہیں، دل ایمان کی جگہ ہے اور ہاتھ پیر اسلام کی جگہ ہیں۔ ایمان چھپی ہوئی شے ہے جو دل میں رہتا ہے اور اسلام کھلی ہوئی شے ہے جو جسم پر آتا ہے۔ آپ نے نماز پڑھی ہاتھ پاؤں سے پڑھی۔ دیکھنے والے جانتے ہیں کہ آپ نے نماز پڑھی مگر اس فعل کا سرچشمہ قلب کے اندر ہے، اگر دل میں اللہ کی محبت، عقیدت، آخرت کا یقین نہ ہوتا تو کبھی نماز نہ پڑھتے۔ معلوم ہوا کہ اصل میں نماز پڑھنے والا دل ہے لیکن عمل کی صورت ہاتھ پیر پر ظاہر ہوتی ہے۔ چونکہ ایمان پوشیدہ شے ہے اور اسلام ظاہر شے ہے اسی لئے حدیث میں فرمایا گیا ہے: اَلْاِیْمَانُ سِرٌّ وَّالْاِسْلَامُ عَلَانِیَۃٌ کہ ایمان چھپی ہوئی چیز ہے جس کو دل لئے ہوئے ہے اور اسلام ظاہر ہے جو ہاتھ پاؤں پر ظاہر ہوتی ہے۔ وہی اندرونی شے جب تک چھپی رہتی ہے اسے ایمان کہتے ہیں اور وہی شے جب ہاتھ پاؤں پر آتی ہے تو اسے اسلام کہتے ہیں۔

جس سے اللہ اپنے دین کا کام لے لے تو اللہ کا کرم سمجھے

آگے فرماتے ہیں: یَمُنُّوْنَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا، اور پھر مزید ظلم یہ کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ آپ پر احسان جتاتے ہیں اپنے اسلام کا کہ ہمارے اسلام سے آپ کو قوت مل رہی ہے۔ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ، ارے ظالمو! یہ اللہ پاک کا تمہارے اوپر احسان ہے کہ تمہیں ایمان عطا فرمایا ورنہ اللہ کے دین کو تمہاری کوئی حاجت نہیں ہے۔ اس لئے جس سے اللہ پاک اپنے دین کا کام لے لے اسے اپنی سعادت اور اللہ کا کرم سمجھنا چاہیے اور ساتھ ساتھ قبولیت کے لئے ڈرتا بھی رہے کہ معلوم نہیں قبول بھی ہے یا نہیں؟

✪✪✪✪✪

باب دوم۔ مضامین متعلق سرورِ عالم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس، عشقِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت پر شفقت، عظمتِ انبیاء علیہم السلام وغیرہ

معیارِ ولایت اتباعِ سنت ہے

ارشاد فرمایا کہ رسالت تابع مشیت ہے اور ولایت تابع نبوت ہے۔ آہ! کیا جملہ ہے! رسالت اور نبوت تابع اللہ کی مشیت کے ہے، اور ولایت اور اللہ کی دوستی کا معیار تابع نبوت ہے، جتنا جو متبع سنت ہوگا اتنا ہی بڑا ولی اللہ ہوگا۔

مبلغِ دین کا کام ہدایت کی بات پہنچا دینا ہے

۲۴ محرم الحرام ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۷ فروری ۱۹۷۴ء بروز اتوار

ارشاد فرمایا کہ آج صبح قرآن پڑھتے ہوئے دو آیتوں پر حق تعالیٰ نے خاص لذت اور علم عطا فرمایا۔ (۱) مبلغ کو، دین پہنچانے والے کو چاہیے کہ وہ یہ سوچ لے کہ ہمارے ذمہ صرف پہنچانا ہے، حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾

(سورۃ النور: آیۃ ۵۴)

ہمارے رسول کے ذمہ صرف یہ ہے وہ کھول کھول کر ہماری باتوں کو لوگوں تک پہنچا دے۔ رسول تو اللہ کا سفیر ہوتا ہے، سفیر کا کام صرف یہ ہوتا ہے کہ اپنے بادشاہ کی سلطنت کے احکام پہنچا دے، سفیر اپنا یہ منصب پورا کر کے بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ پس رسول کا منصب صرف یہی ہے کہ اللہ کے احکام لوگوں کو

پہنچادے، لوگوں کے دلوں میں بھی اُتارنا یہ نبی کا کام نہیں ہے۔ ہدایت دینا صرف اللہ کا کام ہے:

﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ﴾

(سورۃ القصص: آیۃ۵۶)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کر دیتا ہے۔ (بیان القرآن) البتہ رونا اور ہدایت کے لئے گڑ گڑانا اس کا کام ہے، لہٰذا مبلغِ دین کو یہی چاہیے کہ تبلیغ کے بعد خلوت میں اللہ کے سامنے بندوں کی ہدایت کے لئے گڑ گڑائے۔ پس جب علم ہو گیا کہ مبلغ کا کام صرف پہنچا دینا ہے، پھر اگر کوئی ایک آدمی بھی اس کی بات نہ مانے تو انسان کو مایوسی نہ ہوگی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم میں ساڑھے نوسو برس تبلیغ کی:

((كَانَ نُوْحٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَكَثَ فِيْ قَوْمِهٖ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا وَّكَانَ مَعَ نُوْحٍ فِي السَّفِيْنَةِ ثَمَانُوْنَ رَجُلًا))

(تفسیر ابن کثیر: (دار الکتب العلمیۃ، بیروت)؛ سورۃ ھود؛ ج۴ ص۲۸۱)

صرف ۸۰ آدمی ایمان لائے تو اس سے حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت میں ذرّہ برابر فرق نہیں آیا، وہ نبی ہی رہے۔ اس کے برعکس حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر نوّے لاکھ کافر ایمان لائے تھے، تو کیا اس سے ان کا درجہ حضرت نوح علیہ السلام سے بڑھ گیا؟ ہرگز نہیں، نبی نبی ہے، کسی امتی کا رتبہ نبی سے نہیں بڑھ سکتا۔ غرض اس آیت وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ میں مبلغین کے لئے بڑی تسلی ہے کہ تم دین لوگوں تک پہنچاتے رہو، ہدایت تو ہم دیتے ہیں، پھر اگر کوئی ہدایت نہ پائے تو انہیں مایوسی نہ ہوگی۔

اصلی مہاجر وہ ہے جو گناہوں سے ہجرت کر لے

ارشاد فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم ہندوستان سے ہجرت کر کے آئے ہیں

لہٰذا ہم مہاجر ہیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کس چیز کو قرار دیا ہے؟ فرماتے ہیں:

((اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ السُّوْءَ))

(کنز العمال: (دار الکتب العلمیۃ)؛ کتاب الایمان؛ ج ۱ ص ۸۹؛ رقم ۷۴۵)

ہجرت یہ ہے کہ آدمی بُرائی کو چھوڑ دے، معلوم ہوا وطن سے دور ہونا کوئی ہجرت نہیں ہے۔ دوسری حدیث میں ہے:

((اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ الْخَطَايَا وَالذُّنُوْبَ ۔ رواہ البیہقی))

(مشکٰوۃ المصابیح: (قدیمی)؛ کتاب الایمان؛ ص ۱۵)

اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک شخص کسی ملک میں رہتا ہے اور وہ اس ملک کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاتا لیکن اگر گناہوں کو چھوڑ دے گا تو قیامت کے دن مہاجر شمار ہوگا، اور ایک شخص کافروں کے ملک کو تو چھوڑ آیا لیکن گناہ نہیں چھوڑے تو یہ مہاجر نہیں۔ پس ہجرت وہ ہے جو بندے کو اس کے رب سے ملا دے، دور ہوا غیار سے اور مل جائے اپنے یار سے، اصل میں یہ مہاجر ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام کی بات جب ان کی قوم نے نہیں مانی اور سرکشی میں حد سے زیادہ بڑھ گئے تو آپ نے فرمایا، جس کو قرآن میں حق تعالیٰ بیان فرماتے ہیں:

﴿قَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ ؕ﴾

(سورۃ العنکبوت: آیۃ ۲۶)

میں اپنے رب کی طرف ہجرت کر رہا ہوں، تم لوگ میری بات نہیں مانتے تھے، اس لئے اب میں تم سے دور ہو رہا ہوں، اپنے رب مولیٰ حقیقی کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں یعنی اپنے رب کی رضا کی طرف جاؤں گا، جس سرزمین پر میں اپنے مولیٰ کو زیادہ سے زیادہ راضی کر سکوں گا، وہاں جا رہا ہوں۔ کوئی ہجرت کرتا ہے فیکٹری کی طرف، کوئی ہجرت کرتا ہے وزارت وسلطنت کی طرف، کوئی ملازمت وتجارت کی طرف مہاجر ہوتا ہے، ایک ملک چھوڑ کر دوسرے ملک چلے جاتے ہیں، کہتے ہیں کہ ہم نے ہجرت کی حالانکہ کوئی گناہ نہ چھوڑا، یہ کیا ہجرت ہے!

یہ سب مہاجرالی الدنیا ہیں، اور بعض ایسے بندے ہیں جو مثلاً سندھ میں ہی پیدا ہوئے اور کبھی سندھ کی سرزمین سے باہر نہ نکلے لیکن ہر گناہ سے ہجرت کر رہے ہیں، ہر بُرائی کو چھوڑ رہے ہیں، یہ مہاجر ہیں۔ ایسا شخص بزبانِ حال کہہ رہا ہے اِنِّیْ مُھَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ، الیٰ کے معنی تک کے ہیں (انتہاء الغایۃ کے لئے مستعمل ہوتا ہے) جیسے کہتے ہیں سَافَرْتُ اِلٰی مَکَّۃَ. ذَھَبْتُ مِنَ الْبَیْتِ اِلَی الْمَسْجِدِ یعنی میں مکہ تک گیا، میں گھر سے مسجد تک گیا تو کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ مسجد کے باہر ہی رہ گیا؟ نہیں، اس کے معنی ہیں کہ مسجد کے اندر داخل ہو گیا۔ بس ہجرت الی اللہ کے معنی ہیں کہ بارگاہِ حق میں داخلہ ہو گیا، درباری و مقربِ بارگاہ ہو گیا۔

پس ہجرت وہ ہے جو درباری بنا دے، اللہ کا پیارا اور مقرب بنا دے، یہ روح ہجرت کی ہے، اور یہ ہر جگہ حاصل کر سکتا ہے، اس کے لئے نہ کوئی ملک چھوڑنا ضروری ہے نہ سفر، کسی زمین پر بھی رہے مہاجر شمار ہوگا۔ اِنِّیْ مُھَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ، یہ آیت تلاوت کرتے وقت عجیب لطف ملا، اِلٰی رَبِّیْ میں عجیب لطف ہے۔ اگر کوئی کافروں کا ملک چھوڑ کر مسلمانوں کے ملک میں آ گیا لیکن نیت یہ تھی کہ وہاں روزی اچھی ملے گی، عیش سے رہیں گے، تجارت یا ملازمت اعلیٰ قسم کی کریں گے تو وہ بزبانِ حال کہہ رہا ہے اِنِّیْ مُھَاجِرٌ اِلَی الدُّنْیَا میں نے دنیا کی طرف ہجرت کی ہے۔

دنیا کی محبت دل سے نکالنے کا آسان نسخہ

مظاہرِ حق میں لکھا ہے کہ جس شخص کے دل سے دنیا کی محبت نکل جائے، ایسا شخص اگر دنیا کے کام میں بھی مشغول رہتا ہے تو اس کی نیت دنیا کی نہیں ہوتی، آخرت کی ہوتی ہے، اور جس کے دل میں دنیا گھس گئی ہو، وہ اگر آخرت کا کام بھی کرے گا تو نیت دنیا ہی کی ہوگی۔ نماز پڑھے گا تو اس لئے کہ روزی میں برکت ہو، بزرگوں کے پاس جائے گا تو اس لئے کہ بچہ کی زندگی میں برکت ہو یا کاروبار بڑھ جائے یا بیماری نہ آوے، غرض جو کام بھی کرے گا اس میں نیت دنیا کی ہوگی۔ ملا علی

قاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول صاحبِ مظاہرِ حق نے نقل کیا ہے:

((مَنْ اَحَبَّ الدُّنْیَا لَا یَهْدِیْهِ جَمِیْعُ الْمُرْشِدِیْنَ
وَمَنْ تَرَكَهَا لَا یُفْسِدُهٗ جَمِیْعُ الْمُفْسِدِیْنَ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)؛ کتاب الرقاق؛ ج۹ ص ۴۰۳)

کہ جس کے دل میں دنیا کی محبت گھس جائے تو کوئی مرشد و پیر اس کو پاک نہیں کرسکتا اور اگر دنیا کی محبت دل سے نکل جائے تو بڑے سے بڑا طاغوت بھی اس کو گمراہ نہیں کرسکتا۔ اب یہ دنیا کی محبت نکلے گی کیسے؟ اگر کسی کو چالیس پاور کے بلب سے محبت ہے، اس کی روشنی اور چمک پر فدا ہو رہا ہے تو چالیس پاور کے بلب کی بُرائی بیان کرنے سے اس کی محبت دل سے نہ نکلے گی بلکہ ایک ہزار پاور کا بلب اس کو دِکھا دو تو خود چالیس پاور کی روشنی اس کی نگاہوں سے گر جائے گی۔ پس جو دل دنیائے فانی پر فدا ہو رہا ہے اس کو اللہ کی محبت کا مزہ چکھا دو تب دنیا کا مزہ دل سے نکلے گا۔

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لَو شمع محفل کی
پتنگوں کے عوض اُڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

پھرٹیڈیاں اچھی نہیں معلوم ہوں گی، بندر روڈ کی سڑکیں اچھی نہیں لگیں گی، اللہ کے جمال کے سامنے دنیائے فانی کا جمال بے حقیقت ہوجائے گا۔ اسی وجہ سے بعض مشائخ پہلے گناہوں کو چھوڑنے کی تلقین نہیں کرتے، پہلے ذکر بتا دیتے ہیں کہ جب ذکر کا مزہ مل جائے گا تو گناہوں کا مزہ خود پھیکا معلوم ہونے لگے گا۔ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اندھیرے کا وجود فنا ہوجاتا ہے، اس ایک آفتاب کا نور جو اللہ کی ایک ادنیٰ مخلوق ہے، یہ اثر ہے کہ ساری دنیا کو روشن کر دیتا ہے تو جس دل میں خود اس خالقِ آفتاب کا نور آئے گا تو اس کا کیا حال ہوگا! اس نور کے سامنے ساری کائنات مع اپنی لذات کے جیبِ عدم میں اپنا سر ڈال دے گی۔

چو سلطانِ عزت علم برکشد
جہاں سر بجیب عدم درکشد

حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب عزت کا وہ سلطان اپنا جھنڈا اللہ والوں کے دلوں میں لہراتا ہے تو پوری کائنات جیبِ عدم میں فنا ہوجاتی ہے، تمام کائنات بے قدر ہوجاتی ہے ؎

گر ببینی کرّ وفرِ قُرب را
جیفہ بینی بعد ازیں ایں شُرب را

اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تم حق تعالیٰ کے قرب کی شان وشوکت دیکھ لو تو دنیائے فانی کی لذتیں تم کو مردار معلوم ہوں گی، جس کو وہ اپنی محبت کی تیز والی شراب پلادیں، پھر اس کی مستی کے سامنے مجموعۂ لِذاتِ کائنات ہیچ معلوم ہوتا ہے ؎

گر ببینی یک نَفَس حُسنِ ودود
اندر آتش افگنی جانِ ودود

اگر تم ایک نَفَس، ایک سانس بھی اللہ کے حُسن کو دیکھ لو تو اپنی پیاری جان کو تم آگ میں ڈال دو یعنی مجاہدے کے ہر غم کو برداشت کرلوگے ؎

بر کف من نِہ شراب آتشیں
بعد ازیں کرّ و فرِ مستانہ بیں

فرماتے ہیں کہ اے اللہ! میرے ہاتھ پر اپنی محبت کی تیز والی شراب رکھ دیجئے، ایسا تیز والا جام پلادیجئے جو آگ لگادے، اس کے بعد میری محبت دیکھئے کہ میں کیسے مست ہوتا ہوں۔ ایک بار مولانا رومی نے اپنے پیر شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا ؎

خُو نداریم اے جمال مہتری
کہ لب ما خشک و تو تنہا خوری

اے سراپا جمال میرے شیخ! میں اس بات کا عادی نہیں ہوں کہ آپ اکیلے اکیلے اللہ کی

محبت کے خُم کے خُم پی رہے ہوں اور ہمارے ہونٹ خشک اور پیاسے رہیں، اپنے جامِ محبت سے تھوری سی شرابِ محبت ہمیں بھی عطا فرما دیجئے۔ یہ بات سن کر حضرت شمس الدین تبریزی نے تواضع کی کہ میرے پاس کیا رکھا ہے، میں تو خالی خولی ہوں، تمہیں میرے ساتھ حسنِ ظن ہو گیا ہے ورنہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ یہ سن کر مولانا رومی اپنے پیر سے عرض کرتے ہیں ؎

بوئے مے را گر کسے مکنوں کند
چشم مست خویشتن را چوں کند

اگر کوئی شراب پی کر آئے اور شراب کی بُو کو چھپا لے لیکن اپنی لال لال مست آنکھوں کو کہاں سے چھپائے گا؟ پس آپ کی سرخ مست آنکھیں بتا رہی ہیں کہ رات کو تہجد کے وقت سجدوں میں آپ نے خاص شرابِ محبت پی ہے، محبت کی اس مستی کو آپ نہیں چھپا سکتے جو آپ کی آنکھیں ظاہر کر رہی ہیں ؎

تازگی ہر گلستانِ جمیل
ہست بر باران پنہانی دلیل

صبح کے وقت پتوں کی ہریالی پوشیدہ بارش پر دلالت کرتی ہے، آپ کے علوم و معارف بتا رہے ہیں کہ آپ کے قلب پر انوار کی بارش ہوئی ہے ؎

جرعۂ بر ریز بر ما زیں سبو
شمۂ از گلستاں با ما بگو

جب یہ بات ہے تو اے میرے شیخ! اپنے مٹکے (خمِ محبت) سے ایک گھونٹ ہمیں بھی عطا فرما دیجئے تاکہ اس گھونٹ سے ہم بھی مست ہو جائیں، اپنے باغِ قرب سے ایک شمہ (ذرا سا) ہمارے کان میں بھی بتا دیجئے کہ آپ کو اللہ کی محبت میں کیا مزہ مل رہا ہے۔ جب دل میں لگی ہوتی ہے تو یوں عاشق اپنے پیر سے کہتا ہے، طرح طرح سے اس کی خوشامد اور اس کو خوش کرنے کی فکر کرتا ہے۔

سنت کا راستہ

۱۰ ؍ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ مطابق ۴ ؍ اپریل ۱۹۷۴ء جمعرات

ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی پُورب کی طرف نماز پڑھ رہا ہو اور آپ کہیں کہ پُورب (مشرق) کی طرف نماز نہ پڑھو، پچھّم (مغرب) کی طرف پڑھو تو کیا اس کو نماز سے روکا جارہا ہے یا نماز کا صحیح طریقہ بتایا جارہا ہے؟ اسی طرح اہلِ بدعت کو اگر صلوٰۃ وسلام کے مروجہ طریقہ سے منع کر کے وہ طریقہ بتایا جائے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم کو صلوٰۃ وسلام سے روکتے ہیں۔

التحیات کے بعد بیٹھ کر درود شریف پڑھنے کا طریقہ مولویوں نے نہیں سکھایا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھایا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے معراج میں نماز سکھائی، جس میں درود شریف کھڑے ہو کر پڑھنا نہیں سکھایا بلکہ بیٹھ کر پڑھنا سکھایا۔ اگر اللہ تعالیٰ کو کھڑے ہو کر درود شریف پڑھنا پسند ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ حکم دیتے کہ قیام کی حالت میں میرے نبی پر درود شریف پڑھو لیکن اللہ تعالیٰ نے بیٹھ کر درود شریف پڑھنا سکھایا مگر آج کل اگر کھڑے ہو کر درود شریف نہ پڑھو تو گویا بہت بڑا جرم کرلیا، حالانکہ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ زیادتی اور گستاخی ہے اور غیر ضروری کو ضروری سمجھنا ہے، جو عظیم گمراہی ہے۔ اسی لئے دوستو! میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت یہ ہے کہ اللہ کی مرضی پر چلو اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت یہ ہے کہ سنت پر چلو۔

نماز اور دیگر عبادات: سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک رُخ

۱۸ ؍ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۲ ؍ اپریل ۱۹۷۴ء بروز جمعہ

ارشاد فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا ایک رُخ آپ کی عبادت اور آپ کا حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا یہ رُخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے

کہ آپ کی جانِ پاک کو حق تعالیٰ کے ساتھ کیا تعلق تھا اور آپ کو اللہ کی عبادت میں کیا لطف ملتا تھا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ سے ایک نعمت مانگی:

((فَإِذَا أَقْرَرْتَ أَعْيُنَ أَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ دُنْيَاهُمْ فَأَقْرِرْ عَيْنِيْ مِنْ عِبَادَتِكَ))

(کنز العمال: (دار الکتب العلمیۃ)، کتاب الاذکار، ج ۲ ص ۸۰، رقم ۳۶۴۵)

کہ اے اللہ! جب اہلِ دنیا کی آنکھیں آپ ان کی دنیا سے ٹھنڈی کریں تو ہماری آنکھیں آپ اپنی عبادت سے ٹھنڈی کیجئے گا۔ یہ نعمت تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قلبِ مبارک کو حاصل تھی ہی، عبادت تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی ہی لیکن یہ دعا مانگ کر آپ نے اُمت کو مانگنا سکھلا دیا اور اس نعمت کی اہمیت بتا دی۔

اور ایک دوسرے موقع پر نماز کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قلبِ مبارک میں جو اہمیت تھی، اس کا اظہار اس طرح فرمایا کہ ایک مرتبہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اعلان فرمایا کہ مجھے دنیا میں تین چیزیں سب سے زیادہ محبوب ہیں:

((حُبِّبَ إِلَيَّ الطِّيْبُ وَالنِّسَاءُ وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، باب فضل الفقراء وما کان من عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۴۴۹)

نمبر ایک، نیک بیوی، نمبر دو، خوشبو لیکن میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔ بے وقوف لوگ یہ کہتے ہیں کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اتنے نکاح کر لئے، ایسے خیالات رکھنے والوں کو توبہ کرنی چاہیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو چالیس جنتی مردوں کی طاقت دی گئی تھی:

((عَنْ أَنَسٍ قَالَ كُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُعْطِيَ قُوَّةَ أَرْبَعِيْنَ رَجُلًا (زَادَ أَبُوْ نُعَيْمٍ عَنْ مُجَاهِدٍ) كُلُّ رَجُلٍ مِّنْ رِّجَالِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَكُلُّ رَجُلٍ مِّنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ يُعْطٰى قُوَّةَ مِائَةِ رَجُلٍ۔ رواہ الترمذی))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، باب مخالطۃ الجنب، ج ۲ ص ۱۴۴)

اور ایک ایک جنتی کو دنیا کے ایک سو مَردوں کی طاقت دی جائے گی، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دنیا کے چار ہزار مَردوں کے برابر طاقت دی گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی مشہور سے مشہور پہلوان کبھی آپ سے جیت نہیں سکا، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نعوذ باللہ! آپ کو شہید کرنے کے ارادے سے ننگی تلوار ہاتھ میں لے کر آئے تو حضور ﷺ اُٹھ کر تشریف لائے اور ان کا گریبان پکڑ کر ایک ہی جھٹکا مارا تو عمر رضی اللہ عنہ جیسا طاقتور بہادر گھٹنوں کے بل گر گیا۔ اس لئے نو بیویوں میں بھی آپ ﷺ کے لئے مجاہدہ تھا۔ اس میں آپ کی شادیوں میں اعتراض کرنے والوں کو دندان شکن جواب موجود ہے، آپ نے تمام شادیاں، اپنی بھی اور اپنی بیٹیوں کی بھی وحیٔ الٰہی سے کیں:

((مَا تَزَوَّجْتُ شَيْئًا مِّنْ نِّسَائِيْ وَلَا زَوَّجْتُ شَيْئًا مِّنْ بَنَاتِيْ إِلَّا بِوَحْيٍ جَاءَنِيْ بِهٖ جِبْرِيْلُ عَنْ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ)) (اخرجه عبد الملك النيسابوري بسنده)

ترجمہ:...... ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے نہ اپنا نہ اپنی کسی بیٹی کا اس وقت تک نکاح نہیں کیا، جب تک کہ جبرئیل امین اللہ عزوجل کے پاس سے وحی لے کر میرے پاس نہیں آ گئے۔'' (زرقانی، شرح مواہب لدنیہ: ۴/ ۳۶۲، عیون الاثر: ۲/ ۳۶۷)

تو میں عرض کر رہا تھا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے دنیا میں تین چیزیں محبوب ہیں، نیک بیوی، خوشبو لیکن میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔ آپ ﷺ اپنی ازواج کے پاس ہوتے تھے لیکن جب اذان کی آواز آتی تو ایسے ہو جاتے تھے کہ گویا پہچانتے بھی نہیں:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُنَا وَنُحَدِّثُهٗ فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَكَأَنَّمَا لَمْ يَعْرِفْنَا وَلَمْ نَعْرِفْهُ))

(المغني عن حمل الاسفار: جزء ۱ ص ۱۷۸، احياء علوم الدين: جزء ۱ ص ۱۵۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ ہم سے گفتگو فرماتے ہوتے تھے لیکن جب نماز کا وقت آتا تو ہمیں پہچانتے بھی نہیں تھے اور ہم ان کو نہیں پہچانتے تھے، ہم بھی اللہ کی یاد میں لگ جاتے تھے۔ تو حضور ﷺ نے تین محبوب چیزوں میں سے صرف نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک فرمایا، کیوں؟ کیونکہ اگر ہم بیوی کو، اولاد کو، کاروبار کو، موٹر کو، دولت کو آنکھوں کی ٹھنڈک بنا لیں، تو جب یہ چھن

جائیں گی تب یہ ٹھنڈک کہاں سے ملے گی؟

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ بات سنی کہ دنیا میں مجھے تین چیزیں پسند ہیں، تو حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! مجھے بھی تین چیزیں کائنات میں سب سے زیادہ محبوب ہیں:

((اَلنَّظَرُ اِلَیْكَ وَالْجُلُوْسُ بَیْنَ یَدَیْكَ وَاِنْفَاقُ مَالِیْ عَلَیْكَ))

(تفسیر روح البیان: (دار الفکر، بیروت)؛ سورۃ النمل، ج ٦ ص ٣٦٢)

نمبر ایک: آپ کو ایک نظر دیکھ لینا: میں ایک نظر جب آپ کو دیکھ لیتا ہوں تو ساری کائنات کی نعمتوں سے زیادہ مجھے لذیذ تر وہ نظر ہے۔ پیغمبر کو دیکھنا ایسے ہی ہے کہ گویا اس نے اللہ کو دیکھ لیا، اللہ کا نبی اللہ کے جلوؤں کا مرکز ہوتا ہے۔ نمبر دو: آپ کے سامنے بیٹھے رہنا، نمبر تین: اپنا مال آپ پر خرچ کرنا مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ یہی ذوقِ صدیق شیخ کے ساتھ منتقل ہو جانا چاہیے، محبتِ شیخ جس کو ملی وہ بڑے بڑے عبادت گذاروں سے بھی آگے بڑھ گیا، عاشقانہ مزاج، محبت والے مزاج کی اگر تربیت ہو جائے تو وہ بہت جلد اللہ تک پہنچ جاتا ہے۔ محبت والا جس کو کسی اللہ والے کی صحیح رہنمائی مل گئی وہ ایک اللہ کہنے سے اس مقام پر پہنچتا ہے، جتنا غیر محبت والے لاکھوں دفعہ کہنے سے بھی نہیں پہنچتے۔ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جس نے اللہ کو پہچان لیا اور عشقِ الٰہی میں سرشار ہو گیا، اس کی دو رکعات غیر عارف کی لاکھ رکعات سے افضل ہیں۔ تو بجائے اس کے کہ ہم تنہائیوں میں لاکھ رکعتیں پڑھیں، اتنی تو پڑھی بھی نہیں جائیں گی، اس سے بہتر ہے کہ ہم کسی اللہ والے کی خدمت میں تھوڑی دیر بیٹھ جائیں۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت پر شفقتیں

۲۵؍ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۹؍ اپریل ۱۹۷۴ء

جامع مسجد گول مارکیٹ، ناظم آباد، کراچی بعد نماز جمعہ

(تقریباً اسّی (۸۰) سامعین تھے اور مسجد کے منبر پر بیٹھ کر بیان فرمایا)

ارشاد فرمایا کہ ہماری زندگی کو سنوارنے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنی فکر تھی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اپنے نبی کے اس غم کی اور فکر کی جو آپ کو اپنی امت کے لئے تھی شہادت دی:

﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ﴾

(سورۃ الکھف: آیۃ ۶)

اے ہمارے نبی! کیا آپ ان کے غم میں اپنی جان دے دیں گے؟ اور ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں سورۂ مائدہ کی یہ آیت پڑھتے رہے:

﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○﴾

(سورۃ المآئدۃ: آیۃ ۱۱۸)

اے اللہ! اگر آپ ان کو سزا دیں گے تو یہ آپ کے بندے ہیں، اور اگر آپ ان کو معاف فرما دیں تو آپ زبردست ہیں اور حکمت والے ہیں۔ (بیان القرآن)

یہ آیت بار بار پڑھتے تھے یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے:

((اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَا ۔۔۔ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ وَبَكٰى (وَفِيْ رِوَايَةِ النِّسَائِيِّ وَابْنِ مَاجَةَ) حَتّٰى اَصْبَحَ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ۔ رواہ مسلم))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، باب الحوض والشفاعۃ، ص ۴۸۹؛ ۱۰۷)

میرے دوستو! ہم نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست نہیں کی تھی، ہم اس وقت موجود بھی نہیں تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرم ہمارا بغیر کہا ہوا بھی سن رہا تھا اور آپ بارگاہِ رب العزت میں ہماری مغفرت کی سفارش فرما رہے تھے ؂

ما نبودیم و تقاضا ما نبود	لطف تو ناگفتۂ ما می شنود

(جب ہم موجود بھی نہیں تھے، ہمارے پاس تقاضائے سوال اور زبانِ طلب نہیں تھی لیکن آپ کے کرم نے ہماری ان کہی باتوں کو سن لیا۔) ہمارے کلمہ اور ایمان کے لئے آپ ﷺ نے کتنی بلائیں اور تکلیفیں اُٹھائیں کہ طائف کے بازار میں آپ پر پتھر برسائے گئے اور آپ کے سرِ مبارک سے خون بہہ کر آپ کی نعلین مبارک میں بھر گیا، اور آپ نے فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جتنا میں ستایا گیا ہوں، کوئی نبی اتنا نہیں ستایا گیا: اَنَا اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً (مسند ابی یعلی الموصلی: ج ۸ ص ۲۰۷، رقم ۴۷۶۹)۔

حضور ﷺ کی شفقتوں کا حق کیسے ادا ہوگا؟

آپ ﷺ نے تو ہمارے لئے اتنا غم اُٹھایا، آپ کو ہمارا اتنا غم تھا، اب غور یہ کرنا ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کا کتنا غم ہے؟ جو دین آپ کو اتنا پیارا تھا کہ جس کی خاطر آپ نے اپنا قیمتی خون سستا کرنا گوارہ کیا، ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہم اس دین پر عمل کر کے آپ کی جانِ پاک کو مسرور کرنے کی کس قدر فکر کرتے ہیں؟ ہمارے اعمال ہر جمعہ کو رسول اللہ ﷺ پر پیش ہوتے ہیں:

((اِنَّ اَعْمَالَ اُمَّتِیْ تُعْرَضُ عَلَیَّ فِیْ کُلِّ یَوْمِ جُمُعَةٍ))

(کنز العمال: (دار الکتب العلمیة)، کتاب الحدود، ج ۵ ص ۱۲۶، رقم ۱۳۰۱۲)

اور دوسری روایات میں ہے کہ ہماری نیکیوں سے آپ ﷺ خوش ہوتے ہیں، اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور گناہوں سے غمگین ہوتے ہیں۔ (کنز العمال: رقم ۱۳۱۹۰۰ اور ۴۵۴۹۰) پس اگر ہم حضورِ اکرم ﷺ کے دین پر نہیں چل رہے ہیں، اگر آپ کی سنتوں کو پامال کر رہے ہیں، اگر اس رسولِ عربی ﷺ کی مرضی کے خلاف کام کر رہے ہیں تو خوب سمجھ لو کہ ہم آپ کی محبت کا حق ادا نہیں کر رہے۔ ہمارے دل میں اس پیارے رسول کا غم نہیں ہے جس کو ہماری اتنی فکر تھی کہ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے گواہی دی کہ اے ایمان والو! تمہیں جتنی اپنی جانوں سے محبت ہے، ہمارے نبی کو تمہاری جانوں کے ساتھ اس سے بھی زیادہ محبت ہے: اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی

بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (سورۃ الاحزاب:آیۃ ٦) آج ہم یہ دیکھتے ہیں کہ لندن میں کیا ہورہا ہے، اگر وہاں کندھوں تک بال رکھے جارہے ہیں تو ہم فوراً رکھ لیتے ہیں، اگر وہاں گالوں کی داڑھی رکھ کر ٹھوڑی کے نیچے منڈاتے ہیں تو ہم بھی ایسی شکل اختیار کرنے میں ذرا بھی شرم محسوس نہیں کرتے بلکہ فخر کرتے ہیں۔ امریکہ اور لندن والوں کی تہذیب و معاشرت کو ہم اس طرح اپنا رہے ہیں کہ گویا ہمارے سارے چہیتے لندن میں ہی ہیں اور مدینہ میں ہمارا کوئی نہیں ہے، مدینہ میں جو نبی آرام فرما ہے، گویا ہمارا اس سے کوئی رشتہ ہی نہیں ہے۔ آہ! آنحضرت ﷺ کے احسانات کا کیا یہی حق ہے کہ ہم آپ کے مبارک طریقوں کو، آپ کی پسندیدہ تہذیب و معاشرت کو چھوڑ کر آپ کے دشمنوں کی تہذیب کو سینے سے لگائیں۔

اپنی اولاد کو دیندار بنانے کی فکر کریں

آج ہم عملی اور فکری طور پر بتا رہے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی محبت کے تقاضوں پر پورے نہیں اُتر رہے ہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاں سے حضور ﷺ کی محبت ملتی ہے، جس جگہ سے آپ کے دین پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، ہم نے ان صحبتوں اور مجلسوں میں بیٹھنا چھوڑ دیا۔ جج اکبر الٰہ آبادی کہتا ہے ؎

نہیں سیکھا انہوں نے دین رہ کر شیخ کے گھر میں
پلے کالج کے چکر میں مرے صاحب کے دفتر میں

وہ شخص صالح نہیں خود جس کی پیشانی پر تو نماز کا نشان پڑا ہے، ہاتھ میں تسبیح بھی ہے، اشراق و چاشت و تہجد کا بھی اہتمام ہے لیکن اپنے بچوں کی اصلاح اور ان کو دیندار بنانے کی کوئی فکر نہیں ہے۔ اگر اس کے دل میں دوزخ، جنت، میدانِ محشر، قبر کے سوال و جواب کا یقین کامل ہوتا تو اپنے بچوں کو بے دین رکھنا کبھی گوارہ نہیں کرسکتا تھا۔ اگر آج فوج اعلان کردے کہ جو شخص پانچ وقت مسجد میں نہیں جائے گا، اس کو شُوٹ

کر دیا جائے گا، گولی ماردی جائے گی، پھر یہی صاحب خود اپنی نماز اور عبادت اور تسبیح ونوافل پر قناعت نہ کریں گے، اگر بیٹا مسجد میں جانے سے انکار بھی کرے گا تو یہ اس کو مار مار کر مسجد لے جائیں گے۔ کیوں؟ اس لئے کہ فوج کی سزا کا دل کو یقین ہے۔ اگر اتنا ہی یقین حق سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات پر پیدا ہوجائے تو کوئی شخص اپنی اولاد کو بے نمازی اور بے دین نہ رہنے دے گا۔ لہٰذا جولوگ اپنی اولاد کو دیندار بنانے کی فکر نہیں رکھتے، خود چاہے صالح نظر آتے ہوں، وہ دراصل صالح نہیں ہیں، ان کے دل کو یقینِ کامل حاصل نہیں ہے۔ اس لئے اپنی اولاد کی بھی فکر کرو، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾

(سورة التحريم: آية ٦)

اے ایمان والو! اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ۔ (بیان القرآن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا ایک حق یہ بھی ہے کہ اپنی اولاد کے دلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم ترین شخصیت کی عظمت اس قدر بٹھا دو کہ یورپ اور امریکہ والوں کی تہذیب ومعاشرت ان کی نگاہوں میں بے قدر ہوجائے۔ آج اہلِ یورپ کی سفید کھالوں کو دیکھ کر مسلمان ان کو معزز سمجھ رہا ہے، لیکن سفید تھیلے میں اگر گُو بھرا ہو تو کیا کوئی عقل منداس سفید تھیلے کی تعریف کرسکتا ہے؟ اور اگر کالے تھیلے میں جواہرات ہوں تو کیا کوئی عاقل اس کالے تھیلے کو حقیر سمجھ سکتا ہے؟ انگریزوں کی سفید کھالوں میں تو کفر کا گُو بھرا ہوا ہے، بغیر ایمان کے ان کا وجود بے قیمت ہے، ایمان نہ لانے کی وجہ سے یہ تو سور اور کتے سے بھی بدتر ہیں: أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ان کو فرمایا ہے، اور ایک حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ تھے جن کی کھال کالی تھی لیکن اس کالی کھال کے اندر دل میں اللہ ورسول کی محبت کا وہ نور تھا کہ چاند اور سورج کی روشنی بھی اس کے سامنے ماند تھی۔

خلوت وہ مطلوب ہے جو مع الحق ہو

۱۷؍ربیع الاول ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۱؍اپریل ۱۹۷۴ء

بروز جمعرات بعد مغرب

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا فرض ہے لیکن اُس دستور کے تحت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دیا تھا۔ پس اگر کوئی اپنے ایجاد کردہ طریقہ سے خدا سے محبت کرے گا تو وہ مردود ہوگا:

((مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔ متفق علیه))

(مشکوٰة المصابیح: (قدیمی)؛ باب الاعتصام بالکتاب و السنة؛ ص ۲۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی بات نکالی جو اس میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ اور فرمایا کہ:

((حَقِیْقٌ بِالْمَرْءِ اَنْ یَّکُوْنَ لَهٗ مَجَالِسُ یَخْلُوْ فِیْهَا وَیَذْکُرُ ذُنُوْبَهٗ فَیَسْتَغْفِرُ اللهَ مِنْهَا))

(کنز العمال: (دار الکتب العلمیة)؛ کتاب التوبة؛ ج ۴ ص ۸۹؛ رقم ۱۰۲۰۵)

اپنے غلاموں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرمانِ رسالت جاری فرما رہے ہیں کہ جس نے میرا کلمہ پڑھ کر میری غلامی کا اقرار کرلیا ہے، اس کو چاہیے کہ اپنے لئے کچھ مجالس خاص کرلے اور ان میں تنہائی اختیار کرے۔ جس کو حق تعالیٰ اپنا بناتے ہیں، کچھ اس کو تنہائی میں اپنے ساتھ ذکر میں مشغول ہونے کی توفیق دے دیتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی حُبِّبَ اِلَیَّ الْخَلَاءُ نبوت عطا ہونے سے پانچ سال پہلے خلوت محبوب کردی گئی، آپ کھانا لے کر غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور کئی کئی دن عبادت میں مشغول رہتے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تعلیم دے رہے ہیں کہ تنہائی اختیار کرو، لیکن کون سی تنہائی؟ ایسی تنہائی نہیں جیسی کہ ایک شخص نے اختیار کی تھی کہ ایک پانچ منزلہ مکان بنوایا،

جہاں وہ تنہائی میں بلندی سے نیچے گذرنے والی عورتوں کو دیکھا کرتا تھا۔ایسی خلوت مقصود نہیں ہے جہاں آنکھیں خیانت کررہی ہوں اور سینہ بُرے خیالات پکار رہا ہو۔ خلوت وہ مقصود ہے جس میں انقطاع عن الخلق کے ساتھ خلوت مع الحق ہو، جہاں تم ہو اور اللہ ہو، اور کوئی دوسرا نہ ہو۔ جب ایسی خلوت اختیار کرے تو پھر کیا کرے؟ اپنے گناہوں کو یاد کرے، اللہ کی پکڑ کو، میدانِ محشر کے حساب کتاب کو یاد کرے، اور سوچے کہ ہائے! میں نے اُس احسان کرنے والے رب کی نافرمانی کی ہے جس کے احسانات کا میرا ذرّہ ذرّہ مرہونِ منت ہے، اور زبانِ حال سے یوں کہے ؎

حیا طاری ہے تیرے سامنے میں کس طرح آؤں
نہ آؤں تو دلِ مضطر کو لے کر پھر کہاں جاؤں

تنہائیوں میں اپنے رب کے سامنے رونے کا انعام

اس خلوت کا اور اپنے گناہوں کو یاد کر کے نادم ہونے کا انعام کیا ملے گا؟

((رَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ))

(صحیح البخاری: (قدیمی)، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوٰۃ، ج ۱ص۹۱)

جو مسلمان تنہائی میں، اکیلے میں ایک آنسو بہادے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے عرش کا سایہ عطا فرمائیں گے۔تو تنہائی کی قید کیوں ہے؟ میں نے ایک بڑے مفتی صاحب سے یہ جملہ سنا ہے کہ تنہائی میں آنسو کا ایک قطرہ رولینا مجمع میں مٹکا بھر رونے سے افضل ہے، اور یہ انہوں نے اسی حدیث سے بیان کیا ہے کہ جو آدمی تنہائی میں روئے۔تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آنسوؤں کی قیمت کے لئے تنہائی کی قید لگارہے ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مجمع میں رونا حرام ہے، اگر آپ مجمع میں بیٹھے ہوں اور بے اختیار رونا آجائے تو رو لیجیے، بس رونے کا اہتمام نہ ہونا چاہیے کہ لائٹ بند کی جائے اور باقاعدہ دور دور سے لوگ آئیں۔

حق تعالیٰ کی طرف سے فرشتے قیامت کے دن اعلان فرمائیں گے کہ

کہاں ہیں میرے وہ بندے جو تنہائیوں میں اکیلے بیٹھ کر اپنے گناہوں کو یاد کر کے رویا کرتے تھے، آج وہ میرے عرش کے سائے میں آجائیں، اس تنہائی کے رونے کی قدر وہاں ہوگی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو بے حساب بخش دیئے جائیں گے؟

((اَیَدْخُلُ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِكَ الْجَنَّةَ بِغَیْرِ حِسَابٍ قَالَ نَعَمْ مَّنْ ذَکَرَ ذُنُوْبَهٗ فَبَکٰی))

(احیاء علوم الدین للغزالی: (دار المعرفة بیروت)، ج ٦ ص ٧٩)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! جو تنہائیوں میں اپنے گناہوں کو یاد کر کے اللہ سے روتے ہیں اور اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں، تو ان کو اللہ تعالیٰ بے حساب بخش دیں گے ۔

چوں برآرند از پشیمانی حنیں	عرش لرزد از انین المذنبیں

جب کوئی گنہگار ندامت کے ساتھ اپنے گناہوں پر روتا ہے تو عرشِ الٰہی غلبۂ رحمت سے کانپنے لگتا ہے ۔

آں چناں لرزد کہ مادر بر ولد	دست شاں گیرد ببالا می کشد

عرشِ الٰہی اس طرح کانپتا ہے جیسے بچہ کے رونے پر ماں غلبۂ رحمت سے کانپنے لگتی ہے۔ بندوں کے اس رونے پر حق تعالیٰ کا کرم ان کا ہاتھ پکڑتا ہے اور اپنے دربارِ خاص تک پہنچا دیتا ہے۔ لہٰذا اپنے گناہوں پر رب سے استغفار کرتے رہو، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا فرماتے ہیں اَللّٰھُمَّ لَكَ الْعُتْبٰی حَتّٰی تَرْضٰی اے اللہ! آپ کو ہم سے ناراض ہوجانے کا حق ہے جب تک کہ ہم آپ کو راضی نہ کرلیں۔

اہلِ اسلام کو توریت وانجیل پڑھنے کی ممانعت

۳؍صفر المظفر ۱۳۹۴ھ مطابق ۲۶؍فروری ۱۹۷۴ء

حافظ رفعت صاحب نے دریافت کیا کہ کیا انجیل پڑھنا جائز ہے؟ ارشاد

فرمایا کہ اگر تمہارا ایمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان سے زیادہ قوی ہے تو پڑھ سکتے ہو۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ توریت پڑھ رہے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا:

((اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِنُسْخَۃٍ مِّنَ التَّوْرَاۃِ۔۔۔فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَوْ بَدَا لَکُمْ مُّوْسٰی فَاتَّبَعْتُمُوْہُ وَتَرَکْتُمُوْنِیْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِیْلِ وَلَوْ کَانَ حَیًّا وَّاَدْرَکَ نُبُوَّتِیْ لَاتَّبَعَنِیْ۔ رواہ الدارمی))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)، باب الاعتصام بالکتب والسنۃ، ص ۳۲)

ترجمۂ حدیث: ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس توریت کا ایک نسخہ لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ توریت کا نسخہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو پڑھنا شروع کر دیا، ادھر غصہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ مبارک متغیر ہونے لگا۔ یہ دیکھ کر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا عمر! گم کرنے والیاں تمہیں گم کریں، کیا تم حضور کے چہرۂ اقدس کے تغیر کو نہیں دیکھتے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور پر نظر ڈالی اور غصہ کے آثار دیکھ کر کہا کہ میں اللہ کے غضب اور اس کے رسول کے غصہ سے پناہ مانگتا ہوں، ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے ذاتِ پاک کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے، اگر موسیٰ علیہ السلام تمہارے درمیان ظاہر ہوتے اور تم ان کی پیروی کرتے اور مجھے چھوڑ دیتے تو تم سیدھے راستہ سے بھٹک کر گمراہ ہو جاتے، اور اگر موسیٰ زندہ ہوتے اور میرا زمانۂ نبوت پاتے تو وہ بھی یقیناً میری ہی پیروی کرتے۔ (از مظاہر حق)

تو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر اور قوی الایمان صحابی کو منع کیا گیا تو ہماری کیا حقیقت ہے! انجیل پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے ایمان کو ان کی (عیسائیوں کی) زنبیل میں ڈال کر آؤ گے۔

نماز بھاری ہونے کے مختلف درجات

۳؍صفر المظفر ۱۳۹۴ھ مطابق ۲۶؍فروری ۱۹۷۴ء

بعد عشاء حافظ جہانگیر صاحب اپنے لڑکے کو جو عمرہ کرنے کے لئے ان کے ساتھ جانے والے تھے، نصیحت و وعظ سنانے کے لئے لائے۔ حضرت مرشدی دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ نماز کے لئے اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ (سورۃ البقرۃ: آیۃ ۴۵) کہ نماز بہت بھاری ہے لیکن جو لوگ خشوع کرنے والے ہیں، ان پر بھاری نہیں ہے۔ كَبِيْرَةٌ ، بہت بھاری ہے تو اس کے بہت سے طبقات اور درجے ہیں، بعض پر تو اتنی بھاری ہے کہ وہ نماز پڑھتے ہی نہیں، اور بعض پڑھتے ہیں لیکن وقت پر نہیں پڑھتے، اور بعض پر اتنی بھاری ہے کہ جماعت سے نہیں پڑھتے، اور بعض پر بھاری ہونے کی یہ صورت ہے کہ جماعت سے پڑھتے ہیں لیکن دل حاضر نہیں کرتے، اور بعض دل کو حاضر کر لیتے ہیں لیکن پوری نماز میں دل حاضر نہیں کرتے، بھاری ہونے کی ہر شخص پر مختلف شکلیں ہیں۔

تو نماز بہت بھاری ہے مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ ان پر بھاری نہیں ہے بلکہ ان کی زندگی کی لذت اور حیات اسی پر موقوف ہے جیسے سانپ کو پانی میں رہنا بھاری ہے لیکن مچھلیوں کو پانی میں رہنا بھاری نہیں ہے۔

دائم اندر آب کارِ ماہی است	مار را با او کجا ہمراہی است

مار معنی سانپ۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خدا کو ہر وقت یاد رکھنا اللہ کے عاشقوں کا کام ہے۔ جس طرح ہر وقت پانی میں رہنا مچھلیوں کا کام ہے اسی طرح ہر وقت خدائے تعالیٰ کی یاد میں رہنا اللہ والی مچھلیوں کا کام ہے یعنی اللہ والی روحوں کا کام ہے جو حق تعالیٰ کی عاشق ہیں، ورنہ سانپ کو مچھلی کا مقابلہ کرنے کی کہاں سے جرأت ہو سکتی ہے کیونکہ اس کے اندر زہر بھرا ہوا ہے اور زہر کا تقاضا ہے کہ وہ لوگوں کو ڈستا پھرے، اور مچھلیاں وہ بالکل خیر ہیں سوائے کانٹے کی ایک کنگھی کے، مچھلیاں

کھائی جاتی ہیں لیکن اگر سانپ کو کوئی کھائے گا تو مر جائے گا۔

تو نماز بھاری چیز تو ہے مگر جن کے قلوب میں خشوع ہو ان پر کچھ بھاری نہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نماز میں خشوع کی تعریف یہ ہے کہ دل میں خدا کا خوف ہو اور جسم ساکن ہو: خَائِفُوْنَ سَاکِنُوْنَ بس یہ ہے خَاشِعُوْنَ کی تعریف۔ آج اُمت اسی لئے فلاح نہیں پا رہی ہے کہ نماز میں خشوع نہیں رہا، نیت باندھنے سے پہلے تو کوئی حرکت نہیں ہوتی لیکن نیت باندھتے ہی نماز کی حالت میں کان بھی مَل رہے ہیں اور داڑھی بھی ٹھیک کر رہے ہیں۔ بتائیے! یہ خَائِفُوْنَ سَاکِنُوْنَ کے خلاف ہے یا نہیں؟ نماز کے دوران بلا ضرورت کوئی حرکت جائز نہیں ہے، اللہ اکبر کہنے کے بعد کوئی حرکت جائز نہیں مگر یہ کہ مچھر کاٹ رہا ہو، اس کو بھی برداشت کر لے تو اعلیٰ درجہ ہے، مچھر آپ کا کتنا خون پیئے گا، اتنا خون تو روزانہ شوگر ٹیسٹ کرنے کے لئے نکال لیتے ہیں۔

اختلافِ ائمہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ محبوبیت کی دلیل ہے

ارشاد فرمایا کہ اس اشکال میں بہت زیادہ لوگ مبتلا ہیں کہ اسلام میں چار ائمہ (امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام حنبل رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ) کیوں ہیں؟ بعض اہلِ عرب نے بھی مجھ سے یہی سوال کیا، العین میں مَیں نے عربی میں تقریر کی، وہاں مصری عالم تھے، سب عرب ہی عرب تھے، اور کچھ پاکستانی احباب بھی تھے۔ اس کے گواہ فیروز میمن کے بھائی سلیم میمن موجود تھے۔ تو انہوں نے یہ سوال کیا کہ چار اماموں کی وجہ سے کوئی ہاتھ ناف کے نیچے باندھ رہا ہے، کوئی کہیں باندھ رہا ہے، کوئی تشہد میں کس طرح سے ہاتھ رکھے ہوئے ہے، کوئی رکوع کے وقت دوبارہ کان تک اُٹھا رہا ہے، تو یہ تمام اختلافات پیدا ہو گئے، کاش! ائمہ کا اختلاف نہ ہوتا تو ہم سب ایک ہوتے، مل کر رہتے، اس اختلاف سے اسلام کو نقصان پہنچا۔ ان کے

اس سوال کا جواب سن لو۔

احکام ثابت کرنے کے چار دلائل ہیں، جن کو ادلۂ اربعہ کہتے ہیں، ان چار دلیلوں میں اُمت کا اجماع بھی ہے، تو اُمت کا اجماع ہے کہ چاروں امام برحق ہیں، سچے ہیں، جس امام کی تقلید کرلو گے جنت مل جائے گی، جیسے ایئرپورٹ جانے کے چار راستے ہیں، چار سڑکیں ہیں جو ائیرپورٹ جارہی ہیں، جس سڑک سے جاؤ گے ایئرپورٹ پہنچ جاؤ گے۔ لیکن کسی سڑک کی توہین کرنا جائز نہیں ہے، تو چاروں اماموں کا راستہ جنت تک جارہا ہے، اس پر اُمت کا اجماع ہے لیکن کئی امام ہونے میں راز کیا ہے؟ وہ راز میرے دل کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام میں چار امام کیوں پیدا کئے؟ تاکہ چاروں اماموں کے مسلک میں ہر ایک کے حصے میں تمام سنتیں پہنچ جائیں۔ اگر چار امام نہ ہوتے تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت دفن اور مردہ ہوجاتی، آپ کی سنت رائیگاں ہوجاتی لہٰذا اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہوا، یہ محبوب ہوا کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کوئی ادائے سنت رائیگاں نہ جانے پائے، اس لئے چار امام پیدا کئے تاکہ کوئی سنت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ زندہ کردیں، کوئی سنت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ زندہ کردیں، کوئی سنت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ زندہ کردیں، کوئی سنت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ زندہ کردیں۔ تو یہ چاروں امام کا پیدا ہونا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ محبوبیت کی زبردست شاہدِ عدل ہے، زبردست شہادت اور گواہی ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ جب ہر امام ایک ایک سنت زندہ کررہا ہے، چار مسلکوں میں ہر سنت زندہ ہورہی ہے تو چاروں امام جو محافظِ سنتِ پیغمبر ہیں، پھر اس اختلاف کو بُرا سمجھنا اور حقیر سمجھنا یا کسی امام کو ذلیل سمجھنا یہ کیسے جائز ہوگا؟ محافظِ سنتِ پیغمبر کو حقیر سمجھنا کیسے جائز ہوگا؟ اس لئے چاروں امام برحق ہیں، آپ کو اختیار ہے جس امام سے چاہیں آپ منسلک ہوجائیں، جوائنٹ ہوجائیں تو جوائنٹ سیکریٹری ہوجائیں گے۔

بتاؤ! کبھی یہ مضمون سنا تھا؟ طلباء سے پوچھتا ہوں، یہاں دارالعلوم کے

علماء بیٹھے ہوئے ہیں، ان سے بھی پوچھ لو، میں نے یہ بات کسی کتاب میں نہیں پڑھی، یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، ذٰلِكَ مِمَّا خَصَّنِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی بعض چیزیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے عطا فرما دیتے ہیں۔ بتاؤ اس دلیل سے مزہ آیا یا نہیں؟ اب اگر کوئی غیر مقلد کہے کہ بھئی آپ لوگ کیوں تقلید کرتے ہیں، چار امام کیوں ہوئے؟ تو اس کو یہ راز بتا دو کہ اُمت کا تو اجماع ہے کہ چاروں امام برحق ہیں لیکن میں ایک راز فاش کرتا ہوں۔ وہ راز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شانِ جمال کا کوئی مثل نہیں اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے مظہرِ شانِ جمال اکمل درجے میں ہیں، اللہ تعالیٰ کے جمال کے مظہرِ اتم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں، آئینہ کامل ہیں۔ اس لئے آپ کے آئینے میں جتنی سنتیں تھیں وہ جمالِ خداوندی کا پرتو ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ میرے جمال کا آئینۂ نبوت جو ہے، اس کا ہر جمال پائندہ، تابندہ، درخشندہ رہے، قیامت تک میرے نبی کی ایک سنت بھی ضائع نہ ہونے پائے۔

اگر یہ مضمون رہ جاتا تو آپ لوگ گھاٹے میں رہتے یا نہیں؟ علمِ دین سیکھنے میں ائمہ اربعہ کی تقلید کی ضرورت ثابت ہوگئی کہ نہیں؟ جب میرے بیٹے مولانا مظہر میاں نے اس کو سنا تو کہا ابّا! یہ مضمون مجمع میں بیان ہونا چاہیے کیونکہ آج کل اس کی مہم چلائی جا رہی ہے کہ چاروں اماموں کا یہ سلسلہ ختم ہو جائے۔ اگر چار امام کی تقلید نہ کرے تو پھر کون سا امام ہوگا؟ اس کا پانچواں امام ہوگا، پانچواں امام کون ہے؟ نفس۔ پھر ہر آدمی اپنے نفس کے راستے پر چل پڑے گا۔

ہمارے چہیتے کون ہیں؟

۱۵؍محرم الحرام ۱۳۹۴ھ مطابق ۸؍فروری ۱۹۷۴ء (نمازِ جمعہ کی نشست میں)

ارشاد فرمایا کہ دوسروں کی تہذیب و معاشرت کو ہم اس طرح اپنا رہے ہیں کہ جیسے ہمارے چہیتے لندن اور برطانیہ ہیں، اور جیسے مدینہ میں ہمارا کوئی نہیں ہے۔ (یہ فرماتے ہوئے حضرتِ اقدس دامت برکاتہم پر گریہ طاری ہوگیا۔)

باب سوم۔ مضامین متعلق
صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ

نگاہِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فیضان

۱۷؍شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۶؍ستمبر ۱۹۷۳ء بروز اتوار

(محمد میاں، صفدر صاحب، آزاد صاحب، فرقان صاحب، قاری عبدالمجید صاحب وغیرہ سامعین میں تھے)

دورانِ وعظ ایک صاحب دوسرے صاحب کے درمیان ایسے حائل ہو گئے کہ ان کا چہرہ نظر نہیں آرہا تھا تو حضرت والا دامت برکاتہم نے فرمایا کہ ایسے بیٹھو کہ ان کا چہرہ دکھائی دینے لگے، صرف زبان ہی میں اثر نہیں ہوتا ہے، آنکھوں میں بھی اللہ نے اثر رکھا ہے۔ بہت سی چیزیں سن کر اور بہت سی چیزیں اور کیفیات آنکھوں سے طالبین کے دلوں تک پہنچتی ہیں۔ آنکھوں کی قیمت سنو! آنکھوں میں وہ اثر ہے کہ اگر کوئی ایمان والا زندگی میں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آنکھوں سے دیکھ لے یا اگر وہ نہ دیکھ سکے، نابینا ہے تو نبی اس کو دیکھ لے تو صحابی ہو جائے گا، اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی زندہ ہوں اور ایک شخص خوب عمل کر رہا ہے، تہجد پڑھ رہا ہے، جہاد کر رہا ہے، آنکھوں کو، دل کو بچا رہا ہے، سب گناہوں سے بچ رہا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہ خود دیکھا، نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظرِ مبارک پڑی تو صحابی نہیں ہو سکتا۔ یہ قیمت ہے آنکھوں کی۔ دیکھ لیجیے کہ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کا کیسا بلند مقام تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرما رہے ہیں:

((اِنِّیْ لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ))

(مرقاۃ المفاتیح: ج ۱۱ ص ۴۰۹)؛ (التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف: ص ۴۷؛ ۱۹۰)

اے لوگو! سن لو، ہوا کے ہاتھوں پر یمن سے مجھے اللہ کی خوشبو آرہی ہے۔ یہ خوشبو حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ رَجُلًا یَّاْتِیْکُمْ مِّنَ الْیَمَنِ یُقَالُ لَہٗ اُوَیْسٌ لَّا یَدَعُ بِالْیَمَنِ غَیْرَ اُمٍّ

لَّہٗ قَدْ کَانَ بِہٖ بَیَاضٌ فَدَعَا اللہَ فَاَذْھَبَہٗ اِلَّا مَوْضِعَ الدِّیْنَارِ اَوِ الدِّرْھَمِ فَمَنْ لَّقِیَہٗ مِنْکُمْ فَلْیَسْتَغْفِرْ لَکُمْ ۔ رواہ مسلم))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛باب ذکر الیمن والشام وذکر اویس القرنی؛ص ۵۸۱)

فرمایا کہ یمن سے ایک شخص اویس نامی آئے گا،تم میں سے جو اس سے ملے تو اس سے اپنے لئے مغفرت کی دعا کرائے۔لیکن آفتابِ نبوت سے براہ راست فیض یاب نہ ہونے کی وجہ سے مقامِ صحابیت حاصل نہ ہوسکا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شان

ارشاد فرمایا کہ مدینہ میں یہ افواہ پھیل گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی تمام بیبیوں کو طلاق دے دی ہے،مدینہ کے گھر گھر میں کہرام مچ گیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو بے چینی سے دوڑے ہوئے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر ہوئے اور اپنے آنے کی اطلاع کرائی کہ عمر حاضرِ خدمت ہونا چاہتا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد دل اَور بے چین ہوا، پھر اطلاع کرائی، پھر بھی جواب نہ آیا۔ آخر تیسری بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اچھا بلا لاؤ،حضرت عمر حاضرِ خدمت ہوئے تو دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غمگین ہیں، بیبیوں نے کچھ ایسی فرمائش کی تھی جس کو پورا کرنے کی آپ کو استطاعت نہ تھی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اُداس دیکھا تو خود فرماتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ کیا ایسی بات کروں کہ جس سے آپ خوش ہوجاویں اور آپ کو ہنسی آجائے:

((فَاسْتَاْذَنَ فَاُذِنَ لَہٗ فَوَجَدَ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَالِسًا حَوْلَہٗ نِسَائِہٖ وَاجِمًا سَاکِتًا قَالَ فَقُلْتُ لَاَقُوْلَنَّ شَیْئًا اُضْحِکُ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللہِ لَوْ رَأَیْتَ بِنْتَ خَارِجَۃَ سَاَلَتْنِی النَّفَقَۃَ فَقُمْتُ اِلَیْھَا فَوَجَاْتُ عُنُقَھَا فَضَحِکَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ کتاب النکاح؛باب عشرۃ النساء؛ص ۲۸۱)

توعرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اگر بنت خارجہ یعنی میری بیوی مجھ سے زیادہ خرچہ کا مطالبہ کرے (یعنی جو معمول اور عادت سے زائد ہو) تو میں اس کی گردن کُوٹ دوں گا۔اس پر حضور ﷺ کو ہنسی آ گئی۔اورایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

((لَوْ رَاَیْتَنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَ کُنَّا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ قَوْمًا نَّغْلِبُ النِّسَاءَ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِیْنَةَ وَجَدْنَا قَوْمًا تَغْلِبُھُمْ نِسَاؤُھُمْ فَطَفِقَ نِسَاؤُنَا یَتَعَلَّمْنَ مِنْ نِّسَائِھِمْ فَغَضَبْتُ عَلٰی اِمْرَأَتِیْ یَوْمًا فَاِذَا ھِیَ تُرَاجِعُنِیْ فَاَنْکَرْتُ ذٰلِكَ اَنْ تُرَاجِعَنِیْ .... فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَدَخَلْتُ عَلٰی حَفْصَةَ فَقُلْتُ لَا یَغُرَّنَّكِ اَنْ کَانَتْ جَارَتُكِ ھِیَ اَوْسَمُ وَاَحَبُّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْكِ فَتَبَسَّمَ اُخْرٰی))

(کنز العمال: (دار الکتب العلمیة)، کتاب الاذکار، ج ۲ص ۲۲۳، رقم ۴۶۶۰)

توعرض کیا یارسول اللہ ﷺ! قریش کیونکہ بیویوں پر غالب رہتے تھے، عورتیں مغلوب تھیں لیکن جب سے مدینہ آئے ہیں تو چونکہ انصار کی عورتیں انصار پر غالب ہوتی ہیں تو اس کا اثر ان پر بھی پڑ گیا اور قریش کی بیویاں بھی قریش پر غالب ہونے لگیں، یارسول اللہ ﷺ! آج میری بیوی نے مجھ سے کچھ تیزی سے بات کی تو میں نے اسے ڈانٹ لگائی، اگر آپ کی بیبیاں آپ کے ساتھ تیزی سے بات کریں گی تو یہ تو تباہ ہو جائیں گی، اور میں نے حفصہ (اپنی بیٹی) سے کہا ہے کہ تُو عائشہ کے بارے میں تنگدل نہ ہوا کر اگر وہ آپ ﷺ کو زیادہ محبوب ہے۔ یہ دونوں باتیں سن کر رسول اللہ ﷺ دو مرتبہ مسکرائے۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو تنبیہ کی کہ حضور ﷺ کو نفقہ کے معاملے میں تنگ نہ کریں:

((اِجْتَمَعَ نِسَاءُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْغَیْرَةِ عَلَیْہِ فَقُلْتُ لَھُنَّ عَسٰی رَبُّہٗٓ اِنْ طَلَّقَکُنَّ اَنْ یُّبْدِلَہٗٓ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْکُنَّ فَنَزَلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَةَ))

(صحیح البخاری: (قدیمی)، باب ما جاء فی القبلة ومن لم یر...، ج ۱ص ۵۸)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ازواجِ مطہرات سے فرمایا کہ اگر پیغمبر علیہ السلام تم عورتوں کو

طلاق دے دیں تو ان کا پروردگار بہت جلد تمہارے بدلے ان کو تم سے اچھی بیبیاں دے دے گا۔ دیکھو! یہ تھا صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایمان کہ خود اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا نبی کی بیوی ہیں لیکن اللہ ورسول سے زیادہ کوئی پیارا نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کے اس قول کی موافقت میں وحی نازل فرمادی: عَسٰی رَبُّہٗۤ اِنۡ طَلَّقَکُنَّ اَنۡ یُّبۡدِلَہٗۤ اَزۡوَاجًا خَیۡرًا مِّنۡکُنَّ مُسۡلِمٰتٍ مُّؤۡمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّ اَبۡکَارًا (سورۃ التحریم: آیۃ ۵)۔ کیا مقام تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کہ اکثر جو ان کی زبان سے نکلتا تھا، وہی قرآن نازل ہوجاتا تھا۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! اگر آپ اپنی بیویوں کو طلاق دے دیں:

((مَا یَشُقُّ عَلَیۡكَ مِنۡ شَاۡنِ النِّسَاءِ فَاِنۡ کُنۡتَ طَلَّقۡتَھُنَّ فَاِنَّ اللہَ مَعَكَ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ وَجِبۡرِیۡلُ وَمِیۡکَائِیۡلُ وَاَنَا وَاَبُوۡبَکۡرٍ وَّالۡمُؤۡمِنُوۡنَ مَعَكَ))

(کنز العمال: (دار الکتب العلمیۃ)؛ کتاب الاذکار؛ ج ۲ ص ۲۲۴؛ رقم ۴۶۶۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ عورتیں آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں، اللہ آپ کے ساتھ ہے، جبرئیل و میکائیل آپ کے ساتھ ہیں، صدیق و عمر آپ کے ساتھ ہیں، تمام فرشتے آپ کے ساتھ ہیں، تو اس پر جو آیتِ شریفہ نازل ہوئی، اس کے الفاظ وہی ہیں جو حضرت عمر کی زبان سے نکلے تھے: وَاِنۡ تَظٰھَرَا عَلَیۡہِ فَاِنَّ اللہَ ھُوَ مَوۡلٰىہُ وَجِبۡرِیۡلُ وَصَالِحُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۚ وَالۡمَلٰٓئِکَۃُ بَعۡدَ ذٰلِكَ ظَھِیۡرٌ (سورۃ التحریم: آیۃ ۴) (یاد رکھو کہ) پیغمبر کا رفیق اللہ ہے اور جبرئیل (علیہ السلام) ہے اور نیک مسلمان ہیں اور (ان کے علاوہ) فرشتے (آپ کے) مددگار ہیں۔ (بیان القرآن)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت وعظمت علامتِ ایمان ہے

۱۷ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۱ اپریل ۱۹۷۴ء بروز جمعرات بعد مغرب

ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُمت کو ہدایت فرمائی کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت وعظمت علامتِ ایمان ہے اور ان کی تنقیص خطرۂ ایمان ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت ہمارا ایمان ہے

یکم صفر المظفر ۱۳۹۴ھ مطابق ۲۳ فروری ۱۹۷۴ء بروز ہفتہ

آج حضرت والا دامت برکاتہم حیدر آباد کے تبلیغی سفر سے واپس تشریف لائے۔ عصر سے قبل احقر حضرت والا کے سر پر تیل مالش کر رہا تھا تو فرمایا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ علماء تاریخ سے بھاگتے ہیں یعنی تاریخی حقائق کا سامنا کرنے سے گھبراتے ہیں تو ان کے جواب میں اللہ نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ ہمارے علماء قرآن وحدیث کا سامنا کرتے ہیں اور تاریخ سے پیچھا چھڑاتے ہیں اور فلاں لٹریچری (حضرت والا نے نام لے کر بتایا۔ جامع) تاریخ کا سامنا کرتا ہے اور قرآن وحدیث سے پیچھا چھڑاتا ہے۔ قرآن وحدیث میں تو صحابہ کے فضائل وارد ہیں، ہمارے علماء ان پر یقین رکھتے ہیں، اور وہ نالائق ان سے پیٹھ پھیرتا ہے اور قرآن وحدیث کے مقابلہ میں تاریخی زق زق کو اہمیت دیتا ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی کرنے والے کو سخت ڈانٹ

۱۲ رجب ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۳ اگست ۱۹۷۳ء

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی معافی کا اعلان فرما رہے ہیں:

﴿وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ○﴾

(سورۃ اٰل عمرٰن: آیۃ ۱۵۵)

عربی قاعدہ کے اعتبار سے لام بھی تاکید کے لئے ہے، اس کے بعد قَدْ سے اور تاکید فرمادی، جس کا ترجمہ ہوا کہ اور یقین سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرما دیا، واقعی اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت کرنے والے ہیں بڑے حلم والے ہیں۔ یہ تاکیدیں اس لئے نازل فرمائیں کیونکہ حق تعالیٰ کو علم تھا کہ اُمت میں ایسے خبیث پیدا ہوں گے

جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتراض کریں گے، اس لئے اتنی تاکید سے صحابہ کی معافی کا اعلان فرما رہے ہیں۔ اللہ کے معاف کردینے کے بعد بھی ایک نالائق لٹریچری (حضرت والا دامت برکاتہم نے اس کا نام بتایا۔ جامع) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم پر اعتراض کرتا ہے۔

جب اللہ نے فرمادیا ''رضی اللہ عنہم'' تو یہ شخص کس کتے کا پِلّا ہے جو پوں پوں چلّاتا ہے، ہندوستان پاکستان کے کتے بھی ایسے نہیں۔ اگر یہ خبیث آدمی صحابہ رضی اللہ عنہم کو تنقید سے بالاتر نہیں سمجھتا تو میں کہتا ہوں کہ یہ خود بھی تنقید سے بالاتر نہیں ہے، نہ اس کے ماں باپ تنقید سے بالاتر ہیں، لہٰذا یہ اپنا نسب نامہ ثابت کرے، اور گواہ لائے کہ یہ اپنے باپ کا نطفہ ہے یا لندن کے کسی کتے کا نطفہ ہے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک شخص حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنے لگا تو آپ نے جواب دیا کہ اللہ نے تو انہیں معاف کردیا، تم نے انہیں معاف نہ کیا، تم ان پر عیب لگاتے ہو۔ الحمد للہ! یہی وہ جواب ہے جو یہ فقیر بھی ایسوں کو دیا کرتا ہے۔ اللہ اکبر! کتنی جرأت کی بات ہے کہ جس شخصیت کو اللہ معاف کردے مگر بندہ معاف نہ کرے، یہ تو اللہ کا مقابلہ ہے، یہ اللہ پر اعتراض ہے۔ اپنے جس بیٹے کو بادشاہ معاف کردے پھر کوئی اس پر اعتراض کرے تو شاہ اس کی کھوپڑی گنجی کردے گا، لگتا ہے اس شخص کی کھوپڑی بھی گنجی کی جائے گی۔ میں اس کے لئے پہلے ہدایت کی دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ! اگر آپ کے علم میں اس کی ہدایت مقدر ہو تو اس کو ہدایت دیجئے، اور اگر ہدایت مقدر نہ ہو تو اس کو ایسی عبرتناک موت دیجئے کہ ساری دنیا اس کی بُری موت کو دیکھے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا مصائب کی پیشن گوئی کے باوجود عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

۱۵ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ مطابق ۹ اپریل ۱۹۷۴ء

ارشاد فرمایا کہ مدینہ کے لوگ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مدینہ لے جانے لگے تو

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو اس وقت ایمان بھی نہیں لائے تھے، انہوں نے انصار سے کہا:

((يَا مَعْشَرَ الْخَزْرَجِ هَلْ تَدْرُوْنَ عَلٰى مَا تُبَايِعُوْنَ هٰذَا الرَّجُلَ؟ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اِنَّكُمْ تُبَايِعُوْنَهٗ عَلٰى حَرْبِ الْاَحْمَرِ وَالْاَسْوَدِ مِنَ النَّاسِ فَاِنْ كُنْتُمْ تَرَوْنَ اَنَّكُمْ اِذَا نُهِكَتْ اَمْوَالُكُمْ مُّصِيْبَةً وَّاَشْرَافُكُمْ قَتْلًا اَسْلَمْتُمُوْهُ فَمِنَ الْاٰنَ فَهُوَ وَاللّٰهِ اِنْ فَعَلْتُمْ خِزْيُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاِنْ كُنْتُمْ تَرَوْنَ اَنَّكُمْ وَافُوْنَ لَهٗ بِمَا دَعَوْتُمُوْهُ اِلَيْهِ عَلٰى نَهْكَةِ الْاَمْوَالِ وَقَتْلِ الْاَشْرَافِ فَخُذُوْهُ فَهُوَ وَاللّٰهِ خَيْرُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ))

(البداية والنهاية: (دار احياء التراث)؛ ج ۳ ص ۱۹۸)

کہ اے لوگو! تم میرے بھتیجے کو لے تو جا رہے ہو لیکن تمہارے اموال لُوٹے جائیں گے، تمہاری اولاد و اشراف قتل کئے جائیں گے، تم پر تلواریں اُٹھائی جائیں گی، اگر تم یہ مصیبتیں برداشت کر سکتے ہو تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے جاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس وقت تم ان کو دشمنوں کے حوالے کر دو۔ آفتاب طلوع ہونے سے پہلے افق پر سرخی پھیلنے لگتا ہے تو اگر چہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس وقت ایمان نہیں لائے تھے لیکن کیونکہ آفتابِ ایمان طلوع ہونے والا تھا، اس لئے اس کے آثار (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں) ظاہر ہو رہے تھے۔ اس وقت مدینہ کے انصار نے جواب دیا:

((فَاِنَّا نَاْخُذُهٗ عَلٰى مُصِيْبَةِ الْاَمْوَالِ وَقَتْلِ الْاَشْرَافِ فَمَا لَنَا بِذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ نَّحْنُ وَفَيْنَا؟ قَالَ الْجَنَّةُ قَالُوا ابْسُطْ يَدَكَ فَبَسَطَ يَدَهٗ فَبَايَعُوْهُ))

(البداية والنهاية: (دار احياء التراث)؛ ج ۳ ص ۱۹۸)

ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے مالوں کی مصیبت اور اپنے اشراف کے قتل کے عوض لے جانے کے لئے تیار ہیں، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر ہم وعدہ وفا کریں تو ہمیں کیا ملے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جنت''، عرض کیا پھر دستِ مبارک بڑھائیے، ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ یہ ہے عشق!

صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت، عظمت اور دفاع میں عظیم الشان دلائل

۱۴ / صفر المظفر ۱۳۹۴ھ مطابق ۹ / مارچ ۱۹۷۴ء بعد عشاء

ارشاد فرمایا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کسی مجرم کو کوڑے نہیں لگائے سوائے اس شخص کے جس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی کچھ بُرائی کی تھی، اس کو خود اپنے ہاتھ سے کوڑے مارے:

((قَالَ اِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْسَرَةَ مَا رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ ضَرَبَ اِنْسَانًا قَطُّ اِلَّا رَجُلٌ شَتَمَ مُعَاوِيَةَ فَضَرَبَهٗ اَسْوَاطًا))

(ذکرہ ابن تیمیۃ فی الصارم المسلول علی شاتم الرسول: ج ۱ ص ۵۶۹)

بعض حمقائے زمانہ یہ کہتے ہیں کہ ناموسِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاسبان تاریخی حقائق کا سامنا کرنے سے راہِ فرار اختیار کرتے ہیں لیکن ان نادانوں کو یہ نہیں معلوم کہ وہ اپنے اس رویہ سے عملاً یہ ثبوت پیش کرتے ہیں کہ خود انہوں نے قرآن و حدیث کے حقائق کا سامنا کرنے سے گریز کیا ہے اور تاریخ کو قرآن و حدیث کے نصوص پر ترجیح دی ہے، جبکہ مشاہدہ ہے کہ تاریخی روایات حشو و زوائد، غلو اور مبالغہ، افتراء و کذب سے مرکب ہوتی ہیں، اور ان کا تنقیہ[1] عادتاً محال ہوتا ہے، جب ان کو تحقیق اور تفتیش کا مسہل دیا جاتا ہے تو کذب و افتراء کے دست شروع ہو جاتے ہیں۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اِک صحابی سے بھی ہو گر سوئے ظن
ہے وہ بے شک لائقِ گردن زدن

[1] تنقیہ: صاف کرنا، پاک کرنا، اناج کو بھوسے سے الگ کرنا
تنقیح: کسی چیز کو زوائد اور عیوب سے پاک کرنا، خالص کرنا، تفتیش، تحقیق کرنا۔ (فیروز اللغات: ص ۴۱۳)

(اس کے بعد درج ذیل مضمون خود حضرتِ اقدس دامت برکاتہم نے احقر کو املاء کرایا)

۱۔ دنیا کی عام تاریخ کو احادیثِ شریفہ کے برابر مقام نہیں حاصل ہو سکتا کیونکہ

روایتِ حدیث میں مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ (صحیح البخاری: (قدیمی)؛ ج ا ص ۲۱) کی وعید پیشِ نظر ہوتی ہے، تاریخ میں ایسا کچھ نہیں ہوتا۔

۲۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ صحابی کو بُرا کہنے والا لِیَغِیْظَ کی زد میں ہے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے غیظ کفار کی علامت قرار دی گئی (لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ)

اس کے بعد حضرت والا دامت برکاتہم نے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ سے لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ تک آیات تلاوت فرمائیں جن میں حق تعالیٰ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اوصاف بیان فرمائے ہیں:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا٘ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا۠﴾ (سورۃ الفتح: آیۃ ۲۹)

ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں اور آپس میں مہربان ہیں۔ اے مخاطب! تُو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کررہے ہیں کبھی سجدہ کررہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہیں۔ ان کے آثار بوجہ تاثیرِ سجدہ کے انکے چہروں پر نمایاں ہیں، یہ ان کے اوصاف توریت میں ہیں اور انجیل میں۔ ان کا یہ وصف ہے کہ جیسے کھیتی، اس نے اپنی سوئی نکالی، پھر اس نے اس کو قوی کیا، پھر وہ اور موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی تا کہ ان سے کافروں کو جلادے۔ اللہ تعالیٰ نے ان صاحبوں سے جو کہ ایمان لائے ہیں اور نیک کام کررہے ہیں مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔ (بیان القرآن)

۳۔علامہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر ابن کثیر میں لکھتے ہیں: فَیَا وَیْلُ مَنْ اَبْغَضَھُمْ اَوْ سَبَّھُمْ اَوْ اَبْغَضَ اَوْ سَبَّ بَعْضَھُمْ......وَھٰذَا یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ عُقُوْلَھُمْ مَّعْکُوْسَۃٌ وَّ قُلُوْبَھُمْ مَّنْکُوْسَۃٌ فَاَیْنَ ھٰؤُلَاءِ مِنَ الْاِیْمَانِ بِالْقُرْاٰنِ اِذْ یَسُبُّوْنَ مَنْ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ (تفسیر ابن کثیر (مکتبہ رشیدیہ): سورۂ توبہ: ج ۳ ص ۴۳۴)
عذابِ الیم ہے صحابہ کو بُرا کہنے والوں کے لئے، یہی دلیل ہے کہ ان کی عقل الٹ دی گئی ہے اور ان کے دل سرنگوں ہیں، قرآن پر ان کا ایمان کیسے ثابت ہوسکتا ہے جبکہ یہ اُن اصحاب کو بُرا کہتے ہیں جن سے اللہ راضی ہوا۔

۴۔علامہ حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وَمَنْ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ لَمْ یَسْخَطْ عَلَیْہِ اَبَدًا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی جس سے اللہ ایک بار راضی ہوگیا، ان شاء اللہ! ہمیشہ راضی رہے گا کیونکہ حق تعالیٰ کو ماضی حال مستقبل کا علم ہے۔

۵۔علامہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''الصارم المسلول علی شاتم الرسول'' میں فرماتے ہیں کہ رضائے الٰہی صفتِ قدیمہ ہے، اللہ تعالیٰ اسی سے اپنی رضا کا اعلان فرماتے ہیں جس کے بارے میں انہیں علم ہے کہ وہ آخری عمر تک موجباتِ رضا کو پورا کرے گا اور جس سے اللہ راضی ہوجائے، پھر کبھی اس سے ناراض نہیں ہوتا۔

۶۔حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے اپنے قلب وزبان کو صاف رکھنا واجب ہے، دلیل: وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (سورۃ الحشر: ۱۰) (اور ان لوگوں کا (بھی اس مال فیٔ میں حق ہے) جو ان کے بعد آئے، جو (ان مذکورین کے حق میں) دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو (بھی) جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں، اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے)۔ (بیان القرآن)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما آیتِ مذکورہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

جملہ مہاجرین اور انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے استغفار کرنا، سب مسلمانوں کے لئے حکمِ الٰہی ہے، اور یہ حکم اس حال میں دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ علم تھا کہ ان کی باہمی جنگ اور مقاتلے بھی ہوں گے۔ علماء نے فرمایا کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد اسلام میں اس شخص کا کوئی مقام نہیں جو صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت نہ رکھے اور ان کے لئے دعا نہ کرے۔

۷۔ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیۡکُمُ الۡاِیۡمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ وَ کَرَّہَ اِلَیۡکُمُ الۡکُفۡرَ وَالۡفُسُوۡقَ وَالۡعِصۡیَانَ ؕ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوۡنَ ○ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ نِعۡمَۃً ؕ (سورۃ الحجرات: ۷، ۸) (لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان کی محبت دی اور اس کو تمہارے دلوں میں مرغوب کر دیا اور کفر اور فسق اور عصیان سے تم کو نفرت دے دی۔ ایسے لوگ خدا تعالیٰ کے فضل اور انعام سے راہِ راست پر ہیں)۔ (بیان القرآن)

اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے قلوب میں ایمان کو محبوب فرمایا اور کفر، فسوق، عصیان کو مکروہ فرمایا، اور ان کو اپنے فضل و نعمت سے ''راشدون'' کے لقب سے نوازا۔ قرآن جنہیں راشدون کا لقب دے تو کس قدر بدبخت وہ شخص ہے جو اُن پر عیب لگانے کی جرأت کرتا ہے۔

۸۔ صحیحین، ابوداؤد، ترمذی کی روایت مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: لَا تَسُبُّوۡا [۱] اَصۡحَابِیۡ فَلَوۡ اَنَّ اَحَدَکُمۡ اَنۡفَقَ مِثۡلَ اُحُدٍ ذَھَبًا مَّا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِھِمۡ وَلَا نَصِیۡفَہٗ (مشکوٰۃ المصابیح: ص ۵۵۳) (میرے صحابہ کو بُرا نہ کہو، اس لئے کہ اگر کوئی تم میں سے احد پہاڑ کے برابر سونا (خدا کی راہ میں) خرچ کرے تو صحابی کے ایک مُد [۲] یا آدھے مُد کے ثواب کے برابر بھی اس کا ثواب نہیں ہوگا۔)

۱۔ ''سَبٌّ'' کے معنیٰ ''الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول'' میں لعن طعن کے لکھے ہیں، ہر قسم کی بُرائی کو شامل ہے، ۲۔ مُد برابر ہے تقریباً ایک سیر کے

۹۔ مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے: اَللّٰہَ اللّٰہَ فِیۡ اَصۡحَابِیۡ اَللّٰہَ اللّٰہَ فِیۡ اَصۡحَابِیۡ لَا

تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِّنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ (مشکوٰۃ المصابیح:ص ۵۵۴) (خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو میرے صحابہ کے معاملے میں، میرے بعد تم انہیں نشانۂ طعن نہ بنانا، جو شخص ان سے محبت کرتا ہے، میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرتا ہے، اور جو اُن سے دشمنی رکھتا ہے، مجھ سے دشمنی کے سبب ان کو دشمن رکھتا ہے۔)

جب اللہ تعالیٰ صحابہ رضی اللہ عنہم کو طعن کا نشانہ بنانے والوں کو پکڑے گا تو جو ایسے لوگوں سے محبت اور دوستی رکھتے ہیں، خطرہ ہے وہ بھی پکڑے جائیں جیسے مثنوی میں مینڈک اور چوہے کی دوستی کی حکایت ہے۔

۱۰۔ مشکوٰۃ شریف میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى شَرِّكُمْ (مشکوٰۃ المصابیح:ص ۵۵۴) (جن کو تم دیکھو کہ قلم یا زبان سے صحابہ پر تنقید کرتے ہیں، ان کی بُرائی کرتے ہیں تو تم کہو کہ لعنت ہو تمہارے شر پر)۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابی کو بُرا کہنے والا مستحقِ لعنت ہے۔

۱۱۔ مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے: اِنَّهٗ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرٰى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ (مشکوٰۃ المصابیح:ص ۲۹) (تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا، وہ بہت اختلاف دیکھے گا، ایسی حالت میں تم پر لازم ہے کہ میرے اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو لازم جانو، اور اسی طریقے پر بھروسہ رکھو، اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑے رہو)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو بُرا کہنے والے کی زبان کاٹ دی تھی (الصارم المسلول علی شاتم الرسول)۔

۱۲۔ اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ پر اجماعِ امت ہے، صحابہ معصوم نہیں لیکن سب کے سب مقبول اور مغفور ہیں۔ علامہ حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ان لوگوں سے

بڑھ کر کون عادل ہوسکتا ہے جن کو اللہ نے اپنے نبی کی نصرت اور صحبت کے لئے چن لیا ہو۔

۱۳۔مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے: **تَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَّاحِدَۃً قَالُوْا مَنْ ھِیَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ** (مشکوٰۃ المصابیح:ص۳۰) (میری اُمت میں تہتّر فرقے ہو جائیں گے، سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک کے۔ پوچھا کہ وہ ایک جماعت کون سی ہوگی؟ فرمایا جس طریقے پر میں اور میرے اصحاب ہیں)۔

۱۴۔**مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَقَدْ سَبَّنِیْ وَمَنْ سَبَّنِیْ فَقَدْ سَبَّ اللّٰہَ** (الصارم المسلول علی شاتم الرسول)۔جس نے میرے صحابہ کو بُرا کہا اس نے مجھے بُرا کہا اور جس نے مجھے بُرا کہا اس نے اللہ کو بُرا کہا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمتِ شان کے لئے یہی ایک حدیث کافی ہے۔

۱۵۔امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابی پر عیب یا نقص کا الزام لگانے والے کو شرعی سزا واجب ہے، اور ایسے شخص کے اسلام کو مشکوک سمجھا جائے لیکن افسوس! ایسے ہی لوگوں سے آج کل کے نادان اسلام سیکھتے ہیں ۔

میرؔ کیا سادے ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطّار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

۱۶۔علامہ امام ابوزرعہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ جو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے اساتذہ میں سے ہیں، فرماتے ہیں: **اِذَا رَأَیْتَ الرَّجُلَ یَنْتَقِصُ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاعْلَمْ اَنَّہٗ زِنْدِیْقٌ وَّذٰلِکَ اَنَّ الرَّسُوْلَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِنْدَنَا حَقٌّ وَّ الْقُرْاٰنَ حَقٌّ وَّ اِنَّمَا اَدّٰی اِلَیْنَا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ وَالسُّنَنَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ اِنَّمَا یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّجْرَحُوْا شُھُوْدَنَا لِیُبْطِلُوا الْکِتٰبَ وَالسُّنَّۃَ وَ الْجَرْحُ بِھِمْ اَوْلٰی وَھُمْ زَنَادِقَۃٌ** (الکفایۃ فی علم الروایۃ للخطیب البغدادی: ج۱ ص۴۹) (اگر تم کسی کو دیکھو کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے

اصحاب رضی اللہ عنہم کی بُرائی کررہا ہے تو جان لو کہ وہ شخص زندیق (ملحد، کافر، گمراہ) ہے، یہ اس وجہ سے کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق ہیں، اور قرآن حق ہے، اور ہمیں قرآن و سنت آپ کے صحابہ کے ذریعہ پہنچا ہے، اور یہ گمراہ لوگ چاہتے ہیں کہ جس واسطے سے ہمیں ہدایت ملی ہے اسے ناقابلِ اعتبار بنادیں تا کہ قرآن وحدیث کو نعوذ باللہ! باطل کرسکیں، حقیقت میں یہی گمراہ لوگ ناقابلِ اعتماد، کافر، زندیق ہیں)۔

۱۷۔علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم قطعی طور پر جنتی ہیں۔ دلیل قرآن پاک کی آیت سے دی ہے، فرماتے ہیں کہ دلیل یہ ہے کہ باری تعالیٰ فرماتے ہیں لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (سورۃ الحدید:۱۰)۔(تم میں سے جو لوگ فتح مکہ سے پہلے (فی سبیل اللہ) خرچ کر چکے اور لڑ چکے، برابر نہیں، وہ لوگ درجہ میں بڑے ہیں ان لوگوں سے جنہوں نے (فتح مکہ کے) بعد خرچ کیا اور لڑے، اور (یوں) اللہ تعالیٰ نے بھلائی (یعنی ثواب) کا وعدہ سب سے کر رکھا ہے)(بیان القرآن)۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے حسنیٰ کی تفسیر جنت سے کی ہے، وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (وَهِىَ الْجَنَّةُ)۔معلوم ہوا کہ فتح مکہ سے قبل اور بعد کے تمام صحابہ کے لئے جنت کا وعدہ ہے۔

۱۸۔حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول مکتوبات میں نقل کیا ہے کہ جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو بھی خواہ وہ ابوبکر وعمر یا عثمان ہوں یا معاویہ و عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہم کو بُرا کہے تو اگر وہ ان پر کفر اور فسق کا الزام لگائے تو اس کو قتل کیا جائے گا اور اس کے علاوہ عام گالیوں میں سے کوئی گالی دے تو اسے سخت سزا دی جائے گی۔

۱۹۔ہمارے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شاہزادوں کی آپس کی رنجشیں اور ایک دوسرے کو کچھ کہنا سننا اس کے فیصلے کو شاہ کے سپرد کیا جائے، اگر رعایا

اس میں ہاتھ ڈالے گی یا زبان استعمال کرے گی تو زبان اور ہاتھ دونوں قلم ہونے (کاٹ دیئے جانے) کا خطرہ ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مثل شاہزادوں کے ہیں اور ہم رعیت ہیں۔

۲۰۔ میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث شریف ہے: اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ (مشکوٰۃ المصابیح: ص ۵۵۴) (میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں، ان میں سے جس کی بھی اقتداء کروگے ہدایت پاجاؤ گے)۔ دنیا کا یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ جب کوئی اہم اور عظیم الشان کام کیا جاتا ہے تو مشورہ کے لئے اپنے مخصوص اور مخلص دوستوں کو بلا لیتے ہیں کیونکہ جس قدر کام اہم اور عظیم الشان ہوتا ہے، اسی اعتبار سے اس کے لئے چنے ہوئے مخلص احباب کا انتخاب بھی کیا جاتا ہے، تاکہ اس اہم کام کے لئے اگر جانبازی کا بھی موقع آئے تو وہاں ان مخلصین اور محبین کا اخلاص اور ان کی شدتِ محبت ان کو ثابت قدم رکھے، اور غیر مخلص غیر محب سے اہم امور میں کام نہیں لیا جاتا، کیونکہ ان کا عدمِ اخلاص اور ان کی قلتِ محبت یا عدمِ محبت وقت پڑنے پر راہِ فرار اختیار کرلیتی ہے۔ تو جس وقت یہ کتاب نازل فرمائی گئی اور سارے عالَم کی ہدایت کے عظیم الشان کام کی بنیاد ڈالی گئی، اس وقت حق تعالیٰ نے اولاً اپنے اولیاء یعنی متقین کو منتخب فرمایا اور قرآنی ہدایات پر ان کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبتِ پاک میں عملی مشق کرائی گئی، حتیٰ کہ یہ اپنے اخلاص اور شدتِ محبت کے سبب بڑی ہمت اور بڑے حوصلہ کے ساتھ پختہ ہوکر عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّہِمْ اور کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ کا خطاب پاگئے۔

۲۱۔ حدیث شریف میں آتا ہے:

((سُئِلَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَوْلِیَآءُ اللہِ قَالَ الَّذِیْنَ اِذَا رُأُوْا ذُکِرَ اللہُ عَزَّ وَجَلَّ))

(السنن الکبریٰ للنسائی: (مؤسسۃ الرسالۃ۔ بیروت)، ج ۱۰ ص ۱۲۴)

اللہ کے نبی نے اپنی اُمت کے اولیاء اللہ کی یہ شان بیان فرمائی کہ ان کو دیکھ کر خدا یاد آجائے، تو میں کہتا ہوں کہ اللہ کے نبی کو جن آنکھوں نے دیکھا ہوگا، ان کو کس قدر اللہ یاد آیا ہوگا! اس لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ شیطان کی کشتی عبادت کرتے کرتے ڈوبی تھی، سیکڑوں ہزاروں برس اس نے عبادت کی تھی، لیکن اسی روئے زمین نے کسی ایسے شخص کی کشتی ڈوبتے نہیں دیکھی جسے کسی اللہ والے کی صحبت حاصل ہوئی ہو۔ صحبت یافتۂ صالحین کا خاتمہ خراب نہیں ہوتا جبکہ بڑے بڑے عبادت گذاروں، پروفیسروں اور مطالعہ والوں کی کشتیاں ڈوب گئیں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید وتبصرہ کرنے والا گمراہ ہے

۲؍صفر المظفر ۱۳۹۴ھ مطابق ۲۵؍فروری ۱۹۷۴ء بروز پیر

دوپہر کے وقت احقر حضرتِ اقدس دامت برکاتہم کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھا تو اس وقت یہ آیت پڑھی:

﴿رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا وَلِاِخۡوَانِنَا الَّذِيۡنَ سَبَقُوۡنَا بِالۡاِيۡمَانِ وَلَا تَجۡعَلۡ فِىۡ قُلُوۡبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا﴾

(سورۃ الحشر: آیۃ ۱۰)

(اے ہمارے پروردگار! ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو (بھی) جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے۔) (بیان القرآن)، اس کے بعد یہ مضمون ارشاد فرمایا:

ارشاد فرمایا کہ اس دعا سے معلوم ہوا کہ دل میں کینہ نہ رکھنا عام مسلمانوں کے حقوق سے ہے، پس جو خواصِ اُمت ہیں خصوصاً صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، ان سے کینہ رکھنا کس قدر مذموم ہوگا، اور فلاں لٹریچر (حضرت والا دامت برکاتہم نے نام لے کر بتایا۔ جامع) صحابہ پر تنقید وتبصرہ کر کے اُمت کے دلوں میں صحابہ سے کینہ پیدا کر رہا ہے، اور اس طرح اس آیت کی مخالفت کر رہا ہے کیونکہ اگر غِل اور

کینہ اچھی چیز ہوتی تو حق تعالیٰ ہم کو یہ دعا نہ سکھاتے، اور کسی پر تنقید و تبصرہ کرنا اسبابِ غِل سے ہے کہ جس پر تبصرہ کیا جاتا ہے، اس شخصیت سے کینہ پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا صحابہ سے کینہ پیدا کر کے فلاں ضلّامہ، گمراہ قرآن کی تعلیم کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ (حق تعالیٰ تو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے دلوں میں باہم غِل نہ ہو خصوصاً سابقون بالایمان کے ساتھ اور یہ گمراہ آدمی ان ہی سابقون بالایمان کے ساتھ کینہ پیدا کر رہا ہے۔ جامع)

کتبِ تاریخ میں بھی مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم مت پڑھو

بزرگوں نے فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے آپس کے جو مشاجرات ہیں، ان کی تاریخ بھی مت پڑھو کیونکہ وہ شہزادے ہیں۔ شہزادوں کی لڑائی کا فیصلہ بادشاہ کرتا ہے اور خدا فیصلہ کر چکا، شاہ نے قرآن میں نازل کر دیا:

﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾

(سورة التوبة: آية ۱۰۰)

اللہ سب سے راضی ہو گیا اور صحابہ بھی اللہ سے راضی ہو گئے۔ جب سرکار میں معافی ہو گئی تو اے خبیثو! تمہاری عدالت کیا خدا کی اس آیت کی عدالت سے بڑی عدالت ہے؟ کیا قرآنِ پاک کے فرمان سے کسی مخلوق کا قول افضل ہو سکتا ہے؟ لہٰذا مشاجراتِ صحابہ کی تاریخ بھی مت پڑھو کہ دل میں کہیں بدگمانی نہ آ جائے، ہم اپنے کانوں کو اور اپنی آنکھوں کو ان کے بارے میں محفوظ رکھیں گے کیونکہ ان کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اللہ ان سے راضی ہے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ میں هُمْ کی ضمیر میں سب صحابہ شامل ہیں وَرَضُوْا عَنْهُ اور وہ بھی خوش ہو گئے۔ جب اللہ نے فیصلہ کر لیا، جب بادشاہ نے شہزادوں کے بارے میں فیصلہ سنا دیا تو کیوں پھر تم کیڑے نکالتے ہو؟ اور کیوں غور کرتے ہو؟ اور کیوں تاریخ پڑھتے ہو؟ شہزادوں کی تاریخ بھی مت پڑھو کیونکہ مؤرخین اکثر دشمنانِ صحابہ ہیں، ان کا صحابہ رضی اللہ عنہم سے کیا تعلق ہے؟ مفتی اعظم مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مقامِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں لکھا ہے کہ قرآنِ پاک کے مقابلہ میں

تاریخ کی کوئی قیمت نہیں، قرآنِ پاک کا یہ فیصلہ اور قرآنِ پاک کی اس آیت کے اعلان کے سامنے سارے عالَم کی تاریخ لنگڑی لولی جھوٹی ہے، اور مثال کیا دی کہ اگر لالوکھیت میں گولی چل جائے تو گلشنِ اقبال تک خبر آتے آتے کتنا اختلاف ہوگا؟ ایک آدمی لالوکھیت سے آئے گا اور کہے گا: صاحب! تین آدمی مر گئے، دوسرا کہے گا: تیرہ مرے ہیں، تیسرا کہے گا: تیس آدمی مر گئے۔ تو تاریخ کا کچھ بھروسہ نہیں، تاریخ انسانوں سے انسانوں تک آتی ہے اور انسان میں احتمالِ کذب موجود ہے اور اللہ کے کلام میں اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام میں احتمالِ کذب نہیں ہے۔ لہٰذا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: اِذَا رَأَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَۃُ اللہِ عَلٰی شَرِّکُمْ (مشکوٰۃ المصابیح: ص ۵۵۴) (جن کو تم دیکھو کہ قلم یا زبان سے صحابہ پر تنقید کرتے ہیں، ان کی بُرائی کرتے ہیں تو تم کہو کہ لعنت ہو تمہارے شر پر)۔ سنو بھی مت، وہاں سے بھاگو۔

رذائلِ نفسانیہ اپنے استعمال کی وجہ سے بُرے ہوتے ہیں

۳؍صفر المظفر ۱۳۹۴ھ مطابق ۲۶؍فروری ۱۹۷۴ء

ارشاد فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب فتوحات سے بیت المال سونے چاندی سے بھر گیا تو یہ دعا کی:

((قَالَ عُمَرُ اَللّٰھُمَّ اِنَّا لَا نَسْتَطِیْعُ اِلَّا اَنْ نَّفْرَحَ بِمَا زَیَّنْتَہٗ لَنَا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ اَنْ اُنْفِقَہٗ فِیْ حَقِّہٖ))

(صحیح البخاری: ج ۲ ص ۹۵۳)؛ (تاریخ دمشق لابن عساکر: ج ۴۴ ص ۳۲۵)

کہ اے اللہ میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ میرے دل سے مال اور دنیا کی محبت اور خواہش کو ہی نکال دیں کیونکہ یہ خواہش تو آپ نے ہمارے دلوں میں رکھی ہے: زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ وَالْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَۃِ مِنَ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ وَالْخَیْلِ ۔۔ الخ (سورۃ اٰل عمرٰن: آیۃ ۱۴) شہواتِ نفسانیہ جب آپ نے ہمارے دل میں رکھ دی ہیں تو ان کا ازالہ کیسے مقصود ہو سکتا ہے کیونکہ

آپ حکیم ہیں اور حکیم کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اگر حکیم کسی مرتبان میں خمیرہ اور کسی میں سنکھیا رکھتا ہے تو اس میں حکمت ہوتی ہے، تو ہمارے دل میں جو آپ نے شہوتیں اور رذائل رکھے ہیں، یہ بے فائدہ نہیں رکھے، اس میں بڑی بڑی حکمتیں ہیں، تقویٰ کا حمام انہی خواہشاتِ نفسانیہ کے جلانے سے روشن ہوتا ہے۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی کہ یہ شہوات اور دنیا کی محبت اور خواہشات کا ہم ازالہ نہیں چاہتے مگر اے اللہ! صرف اتنا چاہتے ہیں کہ ان کا مصرف، ان کا استعمال صحیح ہوجائے۔ جب اپنے صحیح مصرف میں یہ استعمال ہونے لگتے ہیں تو اب یہ رذائل رذائل نہیں رہتے، پھر ان پر بھی اجر وثواب ملتا ہے، جیسے کسی میں غصہ ہے، پہلے اللہ کے بندوں پر نافذ کرتا تھا، اب اپنے نفس پر نافذ کرتا ہے جب نفس سے بدنگاہی ہوجاتی ہے، اس سے آٹھ نفل پڑھواتا ہے۔ اب یہ غصہ صحیح مصرف میں استعمال ہونے سے محمود ہوگیا، اب مذموم نہیں رہا۔ اسی طرح دل میں محبت کا مادّہ ہے، اصلاح سے پہلے یہ محبت مرنے والی لاشوں پر گراتی تھی، اب اس کا استعمال صحیح کردیا، اب اللہ والے پر جان دیتا ہے۔ اگر یہ مادّہ ہی نہ ہوگا تو شیخ سے کیسے محبت کرے گا؟ اللہ ورسول سے کیسے محبت کرے گا؟ جب محبت کا مادّہ صحیح مصرف پر لگ جاتا ہے، پھر جب یہ سجدہ کرتا ہے تو کیفیت ہی اور ہوتی ہے۔ پھر بزبانِ حال کہتا ہے ؎

سر ہم نے رکھا ہے در جانانہ سمجھ کر
کافر ہے جو سجدہ کرے بت خانہ سمجھ کر

ہم نے کعبہ کے سامنے جو اپنا سر جھکا رکھا ہے یہ سمجھ کر رکھا ہے کہ یہ اُن کا در ہے، ہم گھر کو سجدہ نہیں کررہے ہیں، گھر والے کو سجدہ کررہے ہیں، کعبہ ہمارا مسجود نہیں ہے، ربِ کعبہ مسجود ہے۔ غرض رذائل نفسانیہ باعتبار اپنے مصرف اور محل کے بُرے ہونے کے رذائل کہلاتے ہیں، فی نفسہ یہ قبیح نہیں ہیں، اگر یہ صحیح مصرف میں استعمال ہونے لگیں تو محمود ہوجاتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں آیتِ مبارک

٦/رجب المرجب ۱۳۹۳ھ مطابق ٦/اگست ۱۹۷۳ء بروز پیر بعد عصر
فرقان صاحب، عبداللہ صاحب سوسائٹی والے، اوراحقر موجود تھے

ارشاد فرمایا کہ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (سورۃ الرحمٰن: آیۃ ٤٦)
(جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا، اس کے لئے دو باغ ہیں۔ بیان القرآن)
یہ آیت حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی:

((اِنَّ اَبَابَكْرِ ن الصِّدِّیْقَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَّرَ ذَاتَ یَوْمٍ فِی الْقِیٰمَةِ وَالْمَوَازِیْنِ وَالْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَقَالَ وَدِدْتُّ اَنِّیْ كُنْتُ خَضِرًا مِّنْ هٰذِهِ الْخُضَرِ یَاْتِیْ عَلَیَّ بَهِیْمَةٌ تَاْكُلُنِیْ وَاَنِّیْ لَمْ اُخْلَقْ فَنَزَلَتْ))
(تفسیر المظھری: (رشیدیہ)؛ سورۃ الرحمٰن؛ ج٦ ص۵۰۱)

ایک مرتبہ آپ پر خوف طاری ہوا، قیامت، حساب و کتاب، جنت و دوزخ کو یاد کر کے آپ اپنے اللہ سے یوں کہہ رہے تھے کہ کاش میں گھاس اور تنکا ہوتا کہ جانور مجھے چَر جاتے اور میرا حساب کتاب نہ ہوتا۔ ان کے باطن کے اس خوف پر اللہ کو اتنا پیار آیا کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے سخت پیاس میں دودھ پیا، پھر آپ کو معلوم ہوا کہ یہ دودھ حلال آمدنی کا نہیں تھا تو آپ نے سب قے کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ منظر دیکھ رہے تھے، فرمایا اللہ تمہارے اوپر رحم فرمائے، ابھی ابھی یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ (تفسیر قرطبی: ج۱۷ ص۱۷۷) اب جو بھی اللہ سے ڈرے گا اس کو دو باغ اللہ عطا فرمائے گا۔ نازل تو ہوئی تھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے لیکن ان کے طفیل میں نفع پوری اُمت کا ہو گیا۔

مسنون داڑھی کسی کو بُری لگے تو خود اس کی نظر عیب دار ہے

۱۷/رجب المرجب ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۷/اگست ۱۹۷۳ء بروز جمعہ
آج حضرت والا دامت برکاتہم حافظ ۔۔۔ صاحب کے گھر تشریف لے گئے

تو انہوں نے عرض کیا کہ ''میرے دفتر کے ایک صاحب کہنے لگے کہ آپ کی داڑھی بہت بڑھ رہی ہے (حافظ صاحب پہلے داڑھی چھوٹی چھوٹی رکھتے تھے)، میں نے کہا کہ ابھی تو اَور بڑھے گی''، اس پر حضرت والا بہت خوش ہوئے۔ پھر حافظ صاحب نے عرض کیا کہ ''ایک صاحب نے کہا کہ آپ کی داڑھی بہت بھدی معلوم ہورہی ہے تو میں نے (حافظ صاحب نے) کہا کہ کیا بھدی معلوم ہورہی ہے؟ انہوں نے کہا کہ دائیں بائیں سے ذرا کٹوا دیجئے، اس پر میں نے کہا کہ بھئی! اب نہیں کاٹوں گا۔''
حضرت والا دامت برکاتہم نے فرمایا کہ جب انہوں نے کہا کہ مجھے آپ کی داڑھی بھدی معلوم ہورہی ہے تو اس کا جواب یہ تھا کہ مجھے ''آپ کی نظر'' بھدی معلوم ہورہی ہے کیونکہ جس نظر کو اللہ و رسول میں اور اللہ و رسول کی قائم کردہ حدود میں عیب نظر آتا ہو تو ہم اس نظر ہی کو مجروح و معیوب قرار دیں گے، اور یہ جواب علامہ ابوزرعہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں، انہوں نے صحابہ کی تنقیص کرنے والوں ہی کو زندیق اور گمراہ فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں: اِذَا رَأَیْتَ الرَّجُلَ یَنْتَقِصُ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاعْلَمْ اَنَّہٗ زِنْدِیْقٌ وَذٰلِکَ اَنَّ الرَّسُوْلَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِنْدَنَا حَقٌّ وَّ الْقُرْاٰنَ حَقٌّ وَّ اِنَّمَا اَدّٰی اِلَیْنَا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ وَالسُّنَنَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِنَّمَا یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّجَرِّحُوْا شُھُوْدَنَا لِیُبْطِلُوا الْکِتٰبَ وَ السُّنَّۃَ وَ الْجَرْحُ بِھِمْ اَوْلٰی وَھُمْ زَنَادِقَۃٌ (الکفایۃ فی علم الروایۃ للخطیب بغدادی: ج ۱ ص ۴۹) (اگر تم کسی کو دیکھو کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی بُرائی کررہا ہے تو جان لو کہ وہ شخص زندیق (ملحد، کافر، گمراہ) ہے، یہ اس وجہ سے کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق ہیں، اور قرآن حق ہے، اور ہمیں قرآن وسنت آپ کے صحابہ کے ذریعہ پہنچا ہے، اور یہ گمراہ لوگ چاہتے ہیں کہ جس واسطے سے ہمیں ہدایت ملی ہے اسے ناقابلِ اعتبار بنادیں تاکہ قرآن و حدیث کو نعوذ باللہ! باطل کرسکیں، حقیقت میں یہی لوگ زندیق یعنی گمراہ ہیں)۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا شوقِ آخرت اور عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ارشاد فرمایا کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ (ان کا نام نُفَیع بن حارث تھا) مشہور صحابی کا جب انتقال ہونے لگا تو ان کی صاحبزادی رونے لگیں، اس پر فرمایا کہ بیٹی رو نہیں:

((لَمَّا اشْتَكٰى اَبُوْ بَكْرَةَ...وَعَرَفَ الْمَوْتُ مِنْ نَّفْسِهٖ...وَجَاءَتِ ابْنَتُهٗ اَمَةُ اللهِ فَلَمَّا رَأَتْ مَا بِهٖ بَكَتْ فَقَالَ اَیْ بُنَیَّةَ لَا تَبْكِیْ قَالَتْ یَا اَبَهْ فَاِذَا لَمْ اَبْكِ عَلَیْكَ فَعَلٰى مَنْ اَبْكِیْ؟ فَقَالَ لَا تَبْكِیْ فَوَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا عَلَى الْاَرْضِ نَفْسٌ اَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ تَكُوْنَ قَدْ خَرَجَتْ مِنْ نَّفْسِیْ هٰذِهٖ وَلَا نَفْسُ هٰذَا الذُّبَابِ الطَّائِرِ... خَشِیْتُ وَاللهِ اَنْ یَّجِیْءَ اَمْرٌ یَّحُوْلُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ الْاِسْلَامِ))

(المنتظم فی تاریخ الملوك والامم: جزء ۵ ص ۲۴۸)

بیٹی نے کہا کہ اگر آپ کے انتقال پر بھی رونا نہ آئے تو کس کے انتقال پر آئے گا؟ فرمایا کہ اس وقت مجھے اپنی جان نکلنے سے زیادہ محبوب کسی کی جان نکلنا نہیں ہے حتیٰ کہ اس مکھی کی جان نکلنا بھی نہیں (تو جب موت مجھے اتنی محبوب ہو رہی ہے، اس پر تُو روتی ہے)۔ اس کے بعد فرمایا کہ البتہ اس کا ڈر ضرور ہے کہ کہیں مرتے وقت اسلام نہ میرے ہاتھ سے چھوٹ جائے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دنیا سے کُوچ کا وقت آیا تو آپ نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ آج کون سا دن ہے؟ عرض کیا کہ آج پیر ہے، فرمایا: فَاِنِّیْ اَرْجُوْ مَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ اللَّیْلِ (الثبات عند الممات: جزء ۱ ص ۹۸) مجھے امید ہے کہ آج رات میں میرا انتقال ہو جائے، اگر ایسا ہو تو صبح کا انتظار بھی نہ کرنا، مجھے رات میں ہی دفن کر دینا:

((قَالَ فَاِنْ مِّتُّ مِنْ لَّیْلَتِیْ فَلَا تَنْتَظِرُوْا بِیَ الْغَدَ فَاِنَّ اَحَبَّ الْاَیَّامِ وَاللَّیَالِیْ اِلَیَّ اَقْرَبُهَا مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ))

(کنز العمال: (دار الکتب العلمیۃ)، باب وفاۃ الصدیق رضی اللہ عنہ، ج ۱۲ ص ۲۳۹، رقم ۳۵۷۰۷)

کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ جلد سے جلد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کروں، میرے نزدیک سب سے مبارک وہ دن ہے کہ میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملوں گا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال دوشنبہ کو بعد مغرب یا بعد عشاء ہوا اور رات ہی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلوئے مبارک میں دفن کئے گئے:

((كَانَتْ وَفَاةُ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِيْ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ عَشِيَّةً وَّقِيْلَ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَدُفِنَ مِنْ لَّيْلَتِهٖ))

(البدایۃ والنہایۃ: (دار احیاء التراث، بیروت)؛ جزء ۷ ص ۲۲)

بعض روایات میں آتا ہے کہ موت کے وقت شیطان مومن کو گمراہ کرنے کی انتہائی کوشش کرتا ہے:

((اِنَّ اِبْلِيْسَ لَا يَكُوْنُ فِيْ حَالٍ اَشَدَّ مِنْهُ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ عِنْدَ الْمَوْتِ يَقُوْلُ لِاَعْوَانِهٖ دُوْنَكُمُوْهُ فَاِنَّهٗ اِنْ فَاتَكُمُ الْيَوْمَ لَمْ تَلْحَقُوْهُ))

(الثبات عند الممات: جزء ۱ ص ۵۷)

لہٰذا شیطان کے دجل وفریب سے بچنے کے لئے حدیثِ پاک کی یہ دعا مانگنا چاہیے جو مناجاتِ مقبول میں بھی ہے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ يَّتَخَبَّطَنِيَ الشَّيْطٰنُ عِنْدَ الْمَوْتِ))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب الاستعاذۃ؛ ص ۲۱۷)

ایک روایت میں ہے کہ ملک الموت نمازوں کے اوقات میں آدمیوں کی جستجو کرتے ہیں، خبر رکھتے ہیں:

((اِنَّهٗ اِنَّمَا يَتَصَفَّحُهُمْ عِنْدَ مَوَاقِيْتِ الصَّلٰوةِ فَاِذَا نَظَرَ عِنْدَ الْمَوْتِ مِمَّنْ كَانَ يُحَافِظُ عَلَى الصَّلٰوتِ دَنَا مِنْهُ مَلَكُ الْمَوْتِ وَدَفَعَ عَنْهُ الشَّيْطٰنَ وَتُلَقِّنُهُ الْمَلَائِكَةُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ))

(کنز العمال: (دار الکتب العلمیۃ)؛ کتاب الموت؛ ج ۱۵ ص ۲۹۷؛ رقم ۴۲۸۰۳)

اگر کسی شخص کو نماز کے اوقات کا اہتمام رکھنے والا پاتے ہیں تو مرتے وقت

اس کو خود ہی کلمہ طیبہ تلقین کرتے ہیں اور شیطان کو اس کے پاس سے ہٹا دیتے ہیں۔
حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب آدمی مرنے کے قریب ہوتا ہے اس وقت اس کے ہم مجلسوں کی صورتیں اس کے سامنے کی جاتی ہیں:

((مَا مِنْ مَّيِّتٍ اِلَّا يُعْرَضُ عَلَيْهِ اَهْلُ مُجَالَسَتِهِ الَّذِيْنَ كَانَ يُجَالِسُ اِنْ كَانُوْا اَهْلَ اللَّهْوِ فَاَهْلُ لَهْوٍ وَّاِنْ كَانُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ فَاَهْلُ الذِّكْرِ))

(شعب الایمان: باب تحریم الملاعب والملاهي، جزء ۸ ص ۴۸۴)

اگر اس کا اُٹھنا بیٹھنا نیک لوگوں کے پاس ہوتا ہے تو یہ مجمع سامنے لایا جاتا ہے اور فاسق فاجر لوگوں کے پاس ہوتا ہے تو وہ لوگ سامنے لائے جاتے ہیں۔
حضرت یزید بن شجرہ رضی اللہ عنہ صحابی سے بھی یہی بات نقل کی گئی ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا قلبی مقام

۱۷؍شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۶؍ستمبر ۱۹۷۳ء بروز اتوار

(محمد میاں، صفدر صاحب، آزاد صاحب، فرقان صاحب، قاری عبد المجید صاحب وغیرہ سامعین میں تھے)

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ بزرگوں کی جوتیوں کے صدقہ میں مجھے یہ بات حاصل ہے کہ اگر ساری دنیا مجھ سے ناراض ہو جائے تو مجھے کچھ خوف نہیں۔ اللہ اکبر! کیا ایمان ہے! اللہ ہمیں بھی اس ایمان کا کچھ حصہ عطا فرما دیں کہ اگر ساری دنیا ناراض ہو جائے اور اللہ راضی رہے تو دنیا بھر کی ناراضی کچھ مضر نہیں، اور اگر اللہ ناراض ہے اور ساری دنیا راضی ہے اور ہاتھ پاؤں چوم رہی ہے تو ساری دنیا کی یہ رضا کچھ مفید نہیں۔

صاحبِ نسبت کا دل ہر وقت اللہ تعالیٰ سے رابطہ میں ہوتا ہے

۲۶؍رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۴؍اکتوبر ۱۹۷۳ء بروز بدھ

حامد صاحب کے یہاں دعوت پر قبلِ افطار

ارشاد فرمایا کہ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ یہ قرآن ہادی ہے متقین کے لئے۔ اس پر

یہ اشکال ہوتا ہے کہ متقی تو خود ہدایت یافتہ ہیں، تو ہدایت یافتہ کے لئے ہادی ہونے کے کیا معنی ہوئے؟ اس لئے بظاہر هُدًى لِّلضَّالِّيْنَ ہونا چاہیے تھا کہ یہ قرآن ان لوگوں کے لئے ہادی ہے جو گمراہ ہیں، اس کی برکت سے وہ ہدایت پا جاتے ہیں۔ تو اس کا جواب حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے عجیب دیا ہے کہ جیسے ہم کہتے ہیں کہ یہ بی اے والوں کا نصاب ہے، تو اس کے معنی ہی یہ ہوتے ہیں کہ اس نصاب اور کورس کو پڑھنے سے آپ بی اے ہو جاتے ہیں۔ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ کے معنی یہ ہوئے کہ یہ کتاب ان کے لئے ہادی ہے جو متقی ہونا چاہتے ہیں کہ اس پر عمل کرنے سے وہ متقی ہو جاتے ہیں۔ اب تقویٰ کسے کہتے ہیں؟

تفسیر جلالین میں لکھا ہے کہ تقویٰ کی تین قسمیں ہیں اور قرآنِ کریم ایسی کتاب ہے جس سے تینوں قسم کا تقویٰ حاصل ہو جاتا ہے (۱) عوام کا تقویٰ یہ ہے کہ کلمہ پڑھ لیا اور اللہ پر ایمان لے آئے، کفر سے توبہ کر لی (۲) خواص کا تقویٰ یہ ہے کہ ایمان لانے کے ساتھ ساتھ احکامِ الٰہیہ کو بجا لاتے ہیں، اعمالِ صالحہ اختیار کرتے ہیں اور نافرمانیوں سے بچتے ہیں، (۳) اخص الخواص کا تقویٰ یہ ہے کہ دل کو ہر وقت غیر اللہ سے خالی رکھتے ہیں اور اللہ سے ہر وقت تعلق قائم رکھتے ہیں، کیونکہ دل خالی اس وقت ہوتا ہے جب دل مالی (بھرا ہوا) ہوتا ہے، جب دل اللہ کی محبت سے بھرا ہوتا ہے اسی وقت دنیا سے خالی ہوتا ہے (اور جب دنیا سے بھرا ہوتا ہے تو اللہ سے خالی ہوتا ہے)۔ تقویٰ کا یہ درجہ بڑے بڑے اولیاء اللہ کا حصہ ہے، جیسے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا تھا کہ مولوی اشرف علی! جب میں لوگوں سے باتوں میں مشغول ہوا کروں تو یہ نہ سمجھنا کہ اس وقت میرا دل اللہ سے غافل ہوتا ہے، میرا جسم اور زبان لوگوں کے ساتھ مشغول ہوتے ہیں، دل اس وقت بھی اللہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لئے تم اس وقت بھی میرے دل کی طرف متوجہ رہا کرو، تمہیں وہی فیض ہوگا جو وعظ و تلقین کے وقت ہوتا ہے۔

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت والا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تھا کہ حضرت! یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جسم دنیا کے کاموں میں مشغول ہو اور دل اللہ کے ساتھ ہو؟ فرمایا کہ دیکھو! گاؤں دیہات میں عورتیں پانی بھر کے لاتی ہیں تو گھڑے پر گھڑا رکھے ہوئے جاتی ہیں، ایک گھڑا تو ان کے سر پر ہوتا ہے اور دوسرا گھڑا اس گھڑے کے اوپر ہوتا ہے۔ اس وقت اگرچہ وہ باتوں میں مشغول ہوتی ہیں لیکن دل کا رابطہ گھڑوں سے قائم ہے، دل اگر گھڑوں سے ذرا غافل ہوجائے تو سارے گھڑے زمین پر آگریں۔ اسی طرح جب آدمی صاحبِ نسبت ہوجاتا ہے تو دل کا ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک رابطہ قائم رہتا ہے، جسم دنیا کے کام کرتا رہتا ہے، ٹائپ کی مشین پر انگلیاں چل رہی ہوتی ہیں، دفتروں میں فائل دیکھ رہا ہے، کاروبار میں چیزیں فروخت کررہا ہے لیکن دل میں اللہ کی یاد کی ہلکی سی خلش قائم ہے، جس سے سوائے اس کے کوئی آگاہ نہیں۔

تم سا کوئی ہمدم کوئی دمساز نہیں ہے
باتیں تو ہیں ہر دم مگر آواز نہیں ہے
ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربطِ خفی سے
معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے

اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کے دو راستے

۲۰؍ذوالحجہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۳؍جنوری ۱۹۷۴ء بروز اتوار

رفاقت علی صاحب اور ان کے دوست، آزاد صاحب، قاری یاسین صاحب، فرقان صاحب وغیرہ موجود تھے

ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور مجھے خواب سنانا مقصود نہیں بلکہ اس میں جو تعلیم ہے اس کو سنانا ہے۔ میں نے دیکھا کہ میں مدینہ شریف میں ہوں، وہ ایسی جگہ ہے کہ جس کی فضا تو مدینہ منورہ کی سی ہے، سبز گنبد ہے مگر سڑک مکہ شریف

جیسی ہے۔ وہاں ایک بڑی سی بنچ پڑی ہے، میں اس پر بیٹھا ہوں اور میرے ساتھ دو عالم اور ہیں۔ میں ان سے کہہ رہا ہوں کہ اللہ کو پہچاننے کے دو راستے ہیں، ایک طبقہ تو علتوں اور دلائل، عقل و منطق سے اللہ کو پہچانتا ہے یعنی وہ ہر شے کی تحقیق کر کے اللہ کے وجود پر دلائل قائم کرتا ہے کہ یہ کیوں ہوا؟ یہ زمین کیسے بنی؟ یہ آسمان کس نے بنایا؟ مخلوقات و کائنات کی تحقیق کر کے ان کے دلائل و علتوں کی معرفت کے واسطہ سے وہ خدا کو پہچانتا ہے۔ اور دوسرے طبقہ اور گروہ کے لوگ دلائل سے پہچاننے کے بجائے وہ اللہ کا ذکر زیادہ کرتے ہیں، یہ لوگ ہر وقت اللہ کا نام رٹ رہے ہیں، اور اللہ کے نام کی لذت سے مست ہو رہے ہیں۔ اس ذکر کی برکت سے ذاکر کی روح مذکور تک واصل ہو جاتی ہے، ذاکر اور مذکور دونوں میں ذ ک ر (ذال کاف را) ہے، ذکر سے ذاکر مذکور تک واصل ہو جاتا ہے، ذکر کی برکت سے ان کی روح کو حق تعالیٰ کے قرب اور معیتِ خاصّہ کا ایسا قوی ادراک ہوتا ہے کہ اس طبقہ کو کسی دلیل کی حاجت نہیں ہوتی، یہ عاشقِ ذاتِ حق ہیں، ان کا کام دلائل اور تحقیق تلاش کرنا نہیں، ان کا کام تو میاں کا نام رٹنا ہے ؎

نہ انگیختن علت از کار تو
زباں تازہ کردن باقرار تو

ترجمہ: اے اللہ! ہمیں تیرے کام کی علت سے کچھ مطلب نہیں ہے، ہمیں تو آپ کے نام کی رٹ سے اپنی زبان تازہ کرنا ہے، محبت تو اطاعت سکھاتی ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی کامیابی ان کی ذکر اللہ سے آباد خلوتوں سے تھی

(یہاں خواب ختم ہو گیا اور اس کے بعد کا مضمون سامعین سے بیان فرمایا)

اللہ اللہ گو برو تا سقف عرش
پیش معراج تو گردد چرخ فرش

خاتمِ مثنوی مولانا الٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ اللہ کہتے رہو، تمہاری

روح عرش پر پہنچ جائے گی، یعنی روح کو انتہائی قرب عطا ہوگا اور روح کو قرب کا ایسا عروج نصیب ہوگا کہ آسمان اس عالمِ قرب کے سامنے فرش نظر آئے گا، اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ ذکر کے وقت بندہ اللہ کے پاس ہوتا ہے۔ اب اصل بات یہ ہے کہ ہم ذکر تو کرتے ہیں لیکن تقویٰ اختیار نہیں کرتے، اگر تقویٰ کے ساتھ ایک بار کوئی اللہ کہہ دے تو روح نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچ جائے۔ اسی لئے جب کوئی اللہ والا ایک بار اللہ کہتا ہے، اس کی روح اس وقت فرش سے عرش پر مقیم ہو جاتی ہے۔ صرف ایک دفعہ اللہ کہنے میں متقی کو جو خاص اور انتہائی قرب عطا ہوتا ہے وہ غیر متقی کو نہیں ہوتا۔ اللہ کے نام کا ذکر قربِ حق کے لئے کیمیا ہے۔ مفتی کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے دوسرے شعر میں فرماتے ہیں ؎

اللہ اللہ اسم ذات پاک دوست

اسم اعظم از برائے قرب اوست

اللہ ہمارے اس دوست حقیقی کا ذاتی نام ہے، رحمٰن و رحیم وغیرہ باقی دوسرے نام تو اسمائے صفاتی ہیں، لیکن اللہ حق تعالیٰ کا اسمِ ذات ہے، اور قربِ حق کے لئے یہی اسمِ اعظم ہے۔

پس دلائل اور علت تلاش کرنا اور دلیل سے خدا کا اقرار کرنا، یہ غیر عاشقین کا شیوہ ہے، عاشقوں کا معاملہ اور ہے۔ اس لئے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھئے کہ آپ نے تہجد میں پوری سورۂ بقرہ بھی پڑھی ہے، کبھی قدمِ مبارک متورم ہو گئے اور خون نکل آیا ہے:

((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي حَتّٰى تَرِمَ اَوْ تَنْتَفِخَ قَدَمَاهُ))

(صحیح البخاری: (قدیمی)، باب الصبر عن محارم اللہ، ج۲ ص۹۵۸)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عشق دیکھو کہ آپ کو اپنی جان پر بھی رحم نہ آیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر تہجد میں چار چار پارے پڑھنا فرض نہیں تھا، یہاں تک کہ محبوبِ حقیقی، اللہ تعالیٰ کو

ترس آ گیا اور سورت نازل ہوئی یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا اے ہمارے نبی! آپ قیامِ لیل کیجیے لیکن تھوڑا کم کیجئے، اتنا نہیں کہ جس سے پاؤں مبارک میں ورم آجائے۔ آہ! اس میں کیا محبت، کیا پیار ہے، جیسے شفیق باپ دیکھتا ہے کہ میرا بیٹا زیادہ جاگنے سے بیمار ہوجائے گا تو بیٹے سے محبت سے کہتا ہے کہ بیٹا! اتنا مت جاگ کہ بیمار ہوجائے، تو اللہ تعالیٰ بھی فرماتے ہیں قُمِ الَّیْلَ آپ رات کو اُٹھیے۔ اَلَّیْلَ پر الف لام داخل ہونے سے اس نے پوری رات کے معنی دیئے تو مطلب آیت کا یہ ہوگیا کہ آپ ساری رات قیامِ لیل میں مشغول رہیں بجز قلیل کے مگر چونکہ یہ لفظ قلیل مبہم تھا اس لئے آگے اس کی تشریح فرمادی کہ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا اَوْ زِدْ عَلَیْهِ یعنی اب آپ نصف رات قیام فرمائیں یا نصف سے کچھ کم کردیں یا نصف سے کچھ بڑھا دیں، مگر جو تحمل میں ہو۔ آج لوگ کہتے ہیں کہ کیا حجروں میں بیٹھے ہوئے ہو، ارے میدان میں نکلو لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل دیکھو کہ آپ حجرے میں کیسی عبادت کررہے تھے، اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ہے:

((هُمْ فُرْسَانٌ بِالنَّهَارِ رُهْبَانٌ بِاللَّیْلِ))

(البدایۃ والنہایۃ: (دار احیاء التراث)، ج ۷ ص ۶۲)

کہ وہ دن میں میدانِ جہاد میں گھوڑوں پر نظر آتے تھے اور راتوں کی تنہائیوں میں اللہ تعالیٰ کے سامنے قیام میں کھڑے ہوتے تھے۔ معلوم ہوا کہ میدان میں نکلنے کی طاقت بھی حجرے کی عبادت سے آتی ہے، اگر کسی کی خلوتیں اللہ کے ساتھ مشغول ہونے سے خالی ہیں، پھر اگر وہ قوم کے لئے پھانسی پر چڑھ جائے تو کوئی کمال کی بات نہیں۔ سمجھ لیجیے کہ پھانسی پر چڑھ جانا کمال نہیں، ہاں، اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی گذارنا البتہ کمال ہے۔

ولایت کی پہچان

لہٰذا وقت کے اولیاء جس شخص کی ولایت کو تسلیم نہ کررہے ہوں، سمجھ لو

کہ وہ ولی نہیں ہے۔ دیکھو! ایک علاقہ کا آدمی اپنے علاقہ کے آدمی کو پہچان لیتا ہے، ایک بنگلہ دیشی دوسرے بنگلہ دیشی کو دیکھ کر پہچان لے گا، اسی طرح ایک یوپی والا دوسرے یوپی والے کو دیکھ کر پہچان لے گا، یہ علاقائی بات ہوتی ہے۔ چال ڈھال، زبان اور طور طریقوں سے پہچان جاتا ہے، اسی طرح ایک اللہ والا جب دوسرے اللہ والے کو دیکھتا ہے تو پہچان جاتا ہے کہ یہ شخص اللہ والا ہے کیونکہ انبیاء اور اولیاء کا طبقہ علاقۂ قربِ حق والی ارواح ہیں۔ اس لئے جب اپنے علاقہ کی روح ملتی ہے تو اس کو پہچان جاتی ہے، ان دونوں کی ارواح کا تعلق آخرت کے علاقہ سے ہوتا ہے۔ اولیائے وقت اللہ کے درباری ہوتے ہیں، اور ایک درباری دوسرے درباری کو اس کے کلام سے، چال ڈھال سے، اور نشست و برخاست سے پہچان لیتا ہے کہ یہ بھی درباری ہے، اور جو درباری نہیں وہ لاکھ دعویٰ کرے تو دوسرے درباری اس کی تصدیق نہیں کر سکتے۔ اسی وجہ سے اولیاء نے ہمیشہ دوسرے اولیاء کو تسلیم کیا ہے، اگرچہ بعض چیزوں میں اختلاف بھی رہا ہو، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ باوجود اختلافِ فقہی کے ایک دوسرے کا کس قدر احترام کے ساتھ نام لیتے ہیں۔ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ تو عالم بھی نہیں تھے لیکن جب تشریف لاتے تھے تو ان کے استقبال کے لئے حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہو جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ احمد عالم بالکتاب ہے اور بشر حافی عالم باللہ ہے، اس لئے میں ان کا اکرام کرتا ہوں۔

اس کے برعکس ۔۔۔ صاحب (ایک لٹریچری)، اہلِ رفض وغیرہ تمام فرقِ باطلہ یہ علاقہ بُعد عن الحق کے لوگ ہیں، اس لئے اولیائے مقربین کو ان سے ہمیشہ مواحشت رہی ہے، اِن کے قلوب اولیاء اللہ کو قبول نہیں کرتے اور اولیاء اللہ کے قلوب اِن کو قبول نہیں کرتے کیونکہ دونوں کی ارواح میں تباعد ہے۔ ایک کا علاقۂ قربِ حق سے تعلق ہے اور دوسرے کا بُعدِ حق سے۔ سیدھے سادے عام

مومنین بھی علاقۂ قربِ حق سے ہی تعلق رکھتے ہیں لیکن اتنے قریب نہیں ہوتے جیسے مقربین ہوتے ہیں، اس لئے ان سے اولیائے مقربین کو اگر موانست نہیں ہوتی تو مواحشت بھی نہیں ہوتی۔

جذبِ نور بقدرِ استعداد ہوتا ہے

۲۴/ذوالحجہ ۱۳۹۳؁ھ مطابق ۱۷/جنوری ۱۹۷۴؁ء

ارشاد فرمایا کہ کسی قوی النور کی صحبت میں کسی شخص کا ضعیف النور رہنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اُس صاحبِ نور کا نور ضعیف ہے، بلکہ یہ دلیل ہے کہ اس شخص میں جذبِ نور کی صلاحیت ضعیف ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی صحبت میں کتنے لوگ ہوتے تھے لیکن اس صلاحیت کے تفاوت کی وجہ سے ان کے نور کے جذب کرنے میں کمی بیشی ہوجاتی ہے۔ جس میں جذبِ نور کی استعداد سب سے زیادہ ہوتی ہے وہ صدیق ہوجاتا ہے، پھر اسی طرح درجہ بدرجہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے درجات میں تفاوت ہوتا ہے۔

اہل اللہ نیک اعمال کر کے بھی ڈرتے رہتے ہیں

۲۲/محرم الحرام ۱۳۹۴؁ھ مطابق ۱۵/فروری ۱۹۷۴؁ء بروز جمعہ
مسجد الفلاح، ایچ بلاک، نارتھ ناظم آباد، کراچی (بعد جمعہ کی نشست)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُھُمْ وَجِلَۃٌ اَنَّھُمْ اِلٰی رَبِّھِمْ رٰجِعُوْنَ ○
(سورۃ المؤمنون: آیۃ ٦٠)

ارشاد فرمایا کہ وہ بندے جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خوب خرچ کرتے ہیں، خوب عبادت وطاعت بھی کرتے ہیں، اس کے باوجود ان کے دل ڈرتے رہتے ہیں۔

عمل کر کے ڈرنا ایک خاص چیز ہے جو اس آیتِ شریفہ میں بیان کی گئی، یعنی ان بندوں کی شان یہ ہے کہ نیکیاں کر کے ڈرتے ہیں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

((اَهُمُ الَّذِيْنَ يَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ وَيَسْرِقُوْنَ قَالَ لَا يَا بِنْتَ الصِّدِّيْقِ وَلٰكِنَّهُمُ الَّذِيْنَ يَصُوْمُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَهُمْ يَخَافُوْنَ اَنْ لَّا يُقْبَلَ مِنْهُمْ ۔ رواه الترمذي وابن ماجة))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ کتاب الرقاق؛ باب البکاء والخوف؛ ص ۴۵۷)

کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ کون لوگ ہیں اور کیوں ڈرتے ہیں؟ کیا یہ لوگ شراب پیتے ہیں، چوری کرتے ہیں، یہ کیوں ڈرتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوبکر کی بیٹی! ایسا نہیں ہے، بلکہ یہ لوگ نماز پڑھنے والے، روزہ رکھنے والے، صدقہ کرنے والے ہیں لیکن ان نیکیوں کے باوجود ان کو یہ خوف اسی وجہ سے ہے کہ معلوم نہیں یہ نیکیاں قبول بھی ہیں یا نہیں؟ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی وضاحت ایک مثال سے فرمائی کہ دیکھو! تمہارے یہاں کوئی معزز مہمان آتا ہے تو تم اس کی خاطر بریانی بھی پکاتے ہو، قورمہ کباب بھی تیار کرتے ہو، سردی ہے تو گرم پانی سے ہاتھ دھلاتے ہو، اس کی راحت کا ہر طرح خیال رکھنے کے باوجود جب وہ جانے لگتا ہے تو اس سے کہتے ہو کہ معاف کیجئے گا، ہم سے آپ کی مہمان نوازی کا حق ادا نہ ہوا، نہ معلوم کیا کوتاہی ہوگئی ہو جس سے آپ کو ہم سے اذیت پہنچ گئی ہو۔ یہ کیوں کہتے ہو جبکہ اس کے لئے بریانی وکباب اور ہر طرح کے آرام کا انتظام کیا؟ اس لئے کہ دل میں ڈرتے ہو کہ کہیں کسی وقت کوئی بات مہمان کے مزاج کے خلاف نہ ہوگئی ہو، اس کی پسند کے مطابق کوئی کھانا نہ رہا ہو، یا منہ سے کوئی ایسا لفظ نکل گیا ہو جو اس کو پسند نہ آیا ہو۔

تو ایک انسان ایک انسان کی مزاج شناسی پر مطمئن نہیں ہوتا، ڈرتا ہے کہ

شاید میں اس کی مزاج شناسی سے قاصر رہا ہوں حالانکہ دونوں انسان ہیں، دونوں مٹی کے ہیں، دونوں مخلوق ہیں، دونوں بندے اور غلام ہیں۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ پھر بندے اور اللہ میں کیا نسبت ہونی چاہیے؟ لہٰذا بندے کو عمل کر کے بھی ڈرتے رہنا چاہیے کہ عبدِ ذلیل، نطفۂ ناپاک کا عمل بارگاہِ پاک میں نہ جانے قبول ہوگا بھی یا نہیں؟ یہ خوف، بندگی کی شان ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

((كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِهٖ اسْتَغْفَرَ ثَلٰثًا۔ رواه مسلم))

(مشكوة المصابيح: (قديمى)، كتاب الصلوة، باب الذكر بعد الصلوة، ص ۸۸)

کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد تین مرتبہ استغفار فرمایا کرتے تھے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نماز تو عبادت ہے، حضور ﷺ عبادت سے کیوں استغفار فرما رہے ہیں؟ علماء نے اس کی وجہ لکھی ہے کہ یہ نماز سے استغفار نہیں ہے، بلکہ اس وجہ سے ہے کہ شاید ہم سے عبادت کا حق ادا نہ ہوا ہو۔ مَا عَبَدْنٰكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ یہ رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں کہ اے اللہ! ہم سے آپ کی عبادت کا حق ادا نہ ہوسکا۔ جب سید الانبیاء ﷺ ڈر رہے ہیں تو سوچ لو کہ ہمیں کتنا ڈرنا چاہیے؟ ہم جتنا بھی ڈریں کم ہے۔

نیک عمل کے بعد کتنا خوف مطلوب ہے؟

لیکن اتنا خوف مطلوب نہیں ہے کہ اعمال میں ہی خلل پڑ جائے، شیطان چاہتا ہے کہ بندے کے دل میں اتنا خوف پیدا کر دو کہ عبادت ہی نہ کرے، چنانچہ جب بعض لوگوں سے کہا گیا کہ نماز پڑھا کرو تو کہا کہ نماز کیا پڑھیں! ہم نماز مسجد میں پڑھتے ہیں لیکن دل بازاروں میں ہوتا ہے، دفتروں میں ہوتا ہے، ذکر کرتے ہیں تو بھی دل غیر حاضر ہوتا ہے تو ایسی نماز سے کیا فائدہ؟ بعض سالکین اس خوف سے ذکر چھوڑ بیٹھے۔ حق تعالیٰ کو چونکہ ہماری نفسیات اور ہمارے ذرّہ ذرّہ کا علم تھا اَلَا يَعْلَمُ

مَنْ خَلَقَ کیا وہی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا، اس لئے ایسے لوگوں کا جواب اس سے اگلی آیت میں دے دیا کہ ہمارے سچے عاشقین کو ایسا خوف پیدا نہیں ہوتا کہ وہ عبادت ہی کو چھوڑ بیٹھیں، فرمایا: اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ہمارے خاص بندے اگر چہ نیک اعمال کر کے ڈرتے رہتے ہیں لیکن یہ خوف ان کے اعمال میں حائل نہیں ہوتا، بلکہ ڈرتے رہتے ہیں اور کرتے رہتے ہیں، نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ کبھی نوافل پڑھ رہے ہیں، کبھی روزے رکھ رہے ہیں، کبھی صدقہ کر رہے ہیں کہ اعمال صورتاً سب کے برابر ہوتے ہیں لیکن کیفیت مختلف ہونے سے اس کے اثرات مختلف ہوتے ہیں مثلاً نماز سب پڑھتے ہیں لیکن بعض کو ثواب کا نواں حصہ ملتا ہے، بعض کو آٹھواں، بعض کو ساتواں، بعض کو تہائی، تو نوافل کا التزام اسی لئے ہے کہ فرض میں جو کسر اور کمی رہ گئی ہے وہ پوری ہو جائے۔

((فَاِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيْضَتِهٖ شَيْءٌ قَالَ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اُنْظُرُوْا هَلْ لِّعَبْدِيْ مِنْ تَطَوُّعٍ؟ فَيُكَمَّلُ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيْضَةِ ثُمَّ يَكُوْنُ سَائِرُ عَمَلِهٖ عَلٰى ذٰلِكَ))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛باب صلٰوۃ التسبیح؛ص ۱۱۷)

ایمانی کیفیت سے اعمال میں وزن بڑھ جاتا ہے

دوسری چیز جو آپ لوگوں کی برکت سے اس وقت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی وہ یہ ہے کہ بٹن (سوئچ) ایک ہی قسم کے ہیں لیکن جس کا بلب زیادہ پاور کا ہے، وہاں زیادہ روشنی ہو رہی ہے، اسی طرح ہمارے قلب مثل بلب کے ہیں، جس قلب میں جس قدر محبت وخشیت کی پاور زیادہ ہوتی ہے، اتنا ہی قوی نور ان کے اعمال سے پیدا ہوتا ہے مثلاً حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ دو رکعات پڑھتے ہیں اور ایک آنسو کا قطرہ ان کی چشم مبارک سے نکلتا ہے، اور دو رکعات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پڑھتے ہیں اور ان کے آنکھ سے بھی ایک قطرہ آنسو نکلتا ہے، اگر چہ کمیت کے اعتبار سے دونوں کے

آنسو برابر ہیں لیکن یقین اور درد و محبت کی تفاوت سے دونوں کی قیمت میں فرق ہو گیا۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے آنسو میں خشیت و محبت کی کیفیت کے جو انوار ہوں گے، اس سے یہ آنسو تمام اُمت کے آنسوؤں سے زیادہ قیمتی اور مقبول ہوگا۔ معلوم ہوا کہ محض مقدار ہی مطلوب نہیں، اصل چیز کیفیت ہے، اگر اخلاص اور درد و محبت کی کیفیت ضعیف ہے تو اعمال کی مقدار کتنی ہی زیادہ ہو، چاہے دستارِ فضیلت بھی باندھے ہے، اشراق و چاشت بھی ہے، نوافل بھی ہیں لیکن وہ وزن میں ہلکے ہو جائیں گے۔ اس کی مثال ایسی ہوگی کہ جیسے بلب کا خول (باڈی) تو بہت بڑی ہو لیکن اس میں قوت صرف چالیس پاور کی ہو تو روشنی ضعیف ہی پیدا کرے گا، تو اعمال کی کمیت کے باوجود نور ضعیف ہی رہے گا۔

اللہ والوں کی صحبت سے ماضی حال مستقبل سنور جاتا ہے

۱۴؍صفر المظفر ۱۳۹۴ھ مطابق ۹؍مارچ ۱۹۷۴ء بعد عشاء

آج صبح حضرت والا دامت برکاتہم نے یہ شعر حاجی جمیل صاحب کو سنایا۔

پاکے صحبت تیری اے مست جمالِ ذوالجلال
ہوگیا روشن مرا مستقبل و ماضی و حال

یعنی اگر کسی اللہ والے کی صحبت مل جائے تو ماضی، حال، مستقبل روشن ہو جاتا ہے، ماضی روشن ہو جاتا ہے توبہ و کفارہ سیئات سے اور حال متبع سنت ہو جاتا ہے اور مستقبل میں رحمت و فضل کی اُمید ہے۔

ہماری فلاح اسی میں ہے کہ ہم اپنے اسلاف سے چپکے رہیں

رجب المرجب ۱۳۹۳ھ مطابق اگست ۱۹۷۳ء

حافظ ۔۔۔ صاحب کے عزیزوں میں سے کسی کی شادی ہوئی، ولیمہ کی دعوت میں کھانے کا انتظام میز کرسی پر تھا، حضرت والا دامت برکاتہم کو بھی بلانا چاہ

رہے تھے، حافظ صاحب نے فون پر بتایا کہ بہت سے علماء بھی شریک ہورہے ہیں، (اس طرح حضرت والا کو بھی شرکت کے لئے قائل کرنے کی کوشش کی)۔

حضرت والا دامت برکاتہم نے فرمایا کہ ہماری فلاح وکامیابی اسی میں ہے کہ ہم خیر القرون سے چپکے رہیں، ہمارے اکابر سلف صالحین میں سے کسی نے میز کرسی پر کھانا نہیں کھایا۔ایک مرتبہ شبلی منزل میں مولوی مسعود علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پانچ خلفاء کھانے پر جمع تھے،انہوں نے کھانے کا انتظام ایک تپائی پر کیا جو زمین سے چار پانچ انچ اونچی تھی۔حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ حالانکہ انگریزی داں تھے لیکن خدا جس کو چاہے نواز دے، خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ سنت کے خلاف ہے،اس کو فوراً تبدیل کیجئے۔خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سب پر بہت رعب تھا، حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے مقرب خلیفہ تھے، فوراً تپائی ہٹادی گئی۔ اس لئے اپنی استطاعت بھر سنت کا اتباع کیجئے اور جہاں ہمت پست ہورہی ہو اور سنت پر عمل نہ ہو پائے تو ندامت کے ساتھ استغفار کیجئے۔اپنے گناہوں پر مستغفر رہنا اور اپنے کو گنہگار سمجھنا یہ بہتر ہے بجائے اس کے کہ ہم گناہ کے جواز کے لئے راستے تلاش کریں۔

مبارک ہیں وہ جوان جن کو جوانی میں کوئی اللہ والا مل جائے

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے جمال کی وجہ سے جب کوئی حسنِ لیلیٰ سے صرفِ نظر کرتا ہے تو اس کی روح کی مستی وشباب کو سارا عالَم مل کر بھی سمجھ نہیں سکتا۔ یہی کہتا ہوں کہ اگر مجنوں کو کوئی شمس تبریزی مل جاتا تو اس کے عشقِ لیلیٰ کو عشقِ مولیٰ سے بدل دیتا، مبارک ہیں وہ جوان جن کو جوانی میں کوئی اللہ والا مل جائے۔

باب چہارم۔مضامین متعلق
صحبتِ اہل اللہ، مرشد، مرید، سلوک وتصوف وغیرہ

علم پر عمل کی توفیق صحبتِ اہل اللہ سے ملتی ہے

ارشاد فرمایا کہ بغیر اللہ والوں کی صحبت کے دین نہیں آسکتا چاہے عالم بھی ہوجائے، کتب خانے کا کتب خانہ مطالعہ کرلے لیکن اگر کسی اللہ والے کی صحبت نہیں اُٹھائی تو ولی نہیں ہوسکتا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک اَن پڑھ کسی ولی اللہ کی صحبت سے ولی ہوسکتا ہے اور ایک عالم بغیر کسی بزرگ کی صحبت اُٹھائے ولی نہیں ہوسکتا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ آپ سائیکل چلانے پر ضخیم کتابیں مطالعہ کرلیں، جن میں سائیکل چلانے کا طریقہ لکھا ہو کہ اس طرح ہینڈل پکڑا جاتا ہے، اس طرح پاؤں پیڈل پر رکھ کر سیٹ پر چڑھا جاتا ہے، اس طرح پیڈل چلایا جاتا ہے لیکن اگر بغیر استاد سے مشق کئے سائیکل پر چڑھو گے تو گرو گے، اور عمر بھر مطالعہ کے باوجود سائیکل چلانا نہ آئے گا۔ اسی طرح اگر تیرنے پر بڑی بڑی کتابیں پڑھ لیں کہ اس طرح سینہ پانی پر رکھ پانی میں یوں ہاتھ پاؤں مارے جاتے ہیں، اور مضمون کو خوب اچھی طرح یاد بھی کرلیا، حتیٰ کہ تیرنے پر تقریر بھی خوب کرلیتے ہیں اور تیرنے کے امتحان میں بہت اعلیٰ نمبر سے کامیاب بھی ہوگئے لیکن جب پانی میں اتریں گے تو تیرنے کے بجائے تہہ نشین ہوتے ہوئے نظر آئیں گے، برعکس اس کے تیرنے پر چاہے ایک کتاب بھی نہ پڑھو لیکن اپنے کو کسی ماہر تیراک کے سپرد کردو، وہ تمہیں اپنے ہاتھوں پر لے کر پانی میں اُترے گا اور مشق کرائے گا تو بغیر مطالعۂ کتب کے آپ کو تیرنا آجائے گا۔

یہی معاملہ دین کا ہے کہ لاکھوں علوم حاصل کرلو اور بڑی سندیں جامعہ از ہر

اور دار العلوم دیوبند سے حاصل کرلو لیکن اگر کسی اللہ والے کی صحبت نہیں اٹھاؤ گے تو دین نہیں آئے گا، علم کے باوجود عمل کی توفیق نہ ہوگی، علم ہوجائے گا کہ اشراق وتہجد و چاشت کے کیا فضائل ہیں؟ لیکن اس علم پر عمل اتنا آسان نہیں ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے تہجد کی توفیق نہیں ہوتی تھی، مگر جب تھانہ بھون گیا، حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اور انہوں نے اللہ اللہ سکھایا تو اس کی برکت سے میں تہجد گذار ہوگیا۔ تو عادۃ اللہ یہی ہے کہ نیک عمل کی توفیق اور نافرمانی سے بچنا بغیر اہلِ تقویٰ اور اللہ والوں کی صحبت کے حاصل نہیں ہوتا۔ میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مٹھائی ملتی ہے مٹھائی والوں سے، کباب ملتا ہے کباب والوں سے، کپڑا ملتا ہے کپڑے والوں سے، امرود ملتا ہے امرود والوں سے، جب ہر چیز اس کے والے سے ملتی ہے تو اللہ بھی اللہ والوں سے ملتا ہے۔ کیا کتاب پڑھ کر کباب مل جائے گا؟ کتاب پڑھنے سے کیا مٹھائی مل جائے گی؟ تو صرف کتاب پڑھنے سے اللہ بھی نہیں مل سکتا۔ اسی لئے بعض لوگوں نے کتابیں نہیں پڑھیں مگر اللہ والوں کے پاس پہنچ گئے، وہ ولی اللہ ہوگئے اور بعضوں نے بہت کتابیں پڑھیں مگر اللہ والوں سے اعراض رکھا، ان کو اللہ نہیں ملا کیونکہ علم پر عمل کی توفیق اہل اللہ کی صحبت ہی سے ملتی ہے۔

اہل اللہ کی قلم لگوا کر اپنی روح کو خوشبودار بنوالو

۲۰/ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۶/دسمبر ۱۹۷۳ء بروز اتوار

ارشاد فرمایا کہ دیسی آم کھٹا اور بدذائقہ ہوتا ہے لیکن اگر دیسی آم میں لنگڑے آم کی، کسی بھی قلمی آم کی قلم لگادی جائے تو کچھ دن بعد دیسی پن ختم ہوجاتا ہے، اب اس میں لنگڑے آم کا مزہ اور شیرینی اور خوشبو آجاتی ہے۔ اسی طرح تم کتنے ہی خراب، گندے اور بداخلاق ہو لیکن کسی اللہ والے کی روح کے ساتھ اپنی روح کی

قلم لگا لو، اور اس کی غلامی میں اپنے کو دے دو تو اس اللہ والے کے تمام خصائل و عادات، اخلاق اور محبت وخشیت کی ساری خوشبو تمہارے اندر آجائے گی۔ اللہ والوں کی صحبت اور ان کی نگاہ کا فیض کیا ہوتا ہے؟ سنو ؎

سیہ فام بودم و رُوسیاہم
نظر کردی مرا گلفام کردی

میں سیہ فام و روسیاہ یعنی نہایت بُری عادتوں والا، خراب حالت میں تھا کہ اے شیخ! آپ نے ایک نظر ڈال دی اور مجھے پھول جیسا کر دیا یعنی اخلاقِ حمیدہ سے آراستہ کر دیا۔

جو مقرب ہوتا ہے اس کی معمولی لغزش پر بھی پکڑ ہو جاتی ہے

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ قبیلہ بنوتمیم کے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ بات زیرِ غور تھی کہ اس قبیلہ پر حاکم کس کو بنایا جائے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک رائے دی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوسری رائے دی، اور دونوں بزرگوں میں کچھ بحث کا سا انداز پیدا ہو گیا اور دونوں کی آوازیں کچھ بلند ہو گئیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۝﴾

(سورۃ الحجرٰت: آیۃ ۲)

اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں نبی (علیہ السلام) کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو، کبھی تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ (بیان القرآن)

یہ ڈانٹ کس پر پڑی ہے؟ کوئی معمولی شخصیت نہیں ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو مقرب ہوتا ہے اس کی چھوٹی بات پر بھی پکڑ ہو جاتی ہے، جیسے ایک بزرگ نے کہا کہ یا اللہ! آج بڑے موقع سے بارش ہوئی، الہام ہوا کہ

او بے ادب! کیا ہم نے کبھی بے موقع بھی بارش کی ہے؟ بس سجدے میں گر گئے۔ حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما پر جو یہ گرفت ہوئی یہ ان کی بے قدری کی نہیں، ان کی جلالتِ شان اور مقبولیت عند اللہ کی دلیل ہے، (جو خاص پیارا ہوتا ہے، محبوب چاہتا ہے کہ آدابِ محبت میں اس سے معمولی سی لغزش بھی نہ ہو، اگر اس سے کوتاہی ہوتی ہے تو اس کی محبوبیت اور مقبولیت کی وجہ سے گرفت ہوجاتی ہے۔ جامع) اس کے برعکس کچھ اعرابی دوپہر کے وقت آئے اور زور سے دروازہ کھٹکھٹایا اور بآواز بلند کہا اُخْرُجْ یَا مُحَمَّدُ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! باہر نکلو، بظاہر کتنی بڑی بے ادبی ہے لیکن حق تعالیٰ کی رحمت دیکھو کہ ان کی گرفت نہیں فرمائی، فرمایا کہ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ یہ بے عقل لوگ ہیں، وَ اللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اس لئے جاؤ معاف کردیا کیونکہ یہ اعرابی اتنے زیادہ مقرب نہ تھے، ان کی حق تعالیٰ نے پکڑ نہ کی اور معاف فرمادیا۔

اس آیت کے بعد حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما پر اتنا خوف طاری ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں اس قدر آہستہ بولتے تھے کہ بعض اوقات دوبارہ پوچھنا پڑتا تھا کہ کیا کہا؟ خوف طاری ہوگیا۔ حق تعالیٰ نے ان کے اس ادب کو موقع مدح میں بیان فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ۔۔۔الخ وہ لوگ جو ہمارے رسول کے سامنے اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو ہم نے تقویٰ یعنی اپنی ولایت کے لئے چھانٹ لیا ہے۔

شیخ کی ناراضگی سے مریدِ صادق کی کیا کیفیت ہونی چاہیے؟

(ایک صاحب پر حضرت والا دامت برکاتہم کچھ ناراض ہوئے، اس پر انہوں نے معافی نہ مانگی البتہ دل میں نادم تھے)

ارشاد فرمایا کہ میرے تنبیہ کرنے کے باوجود انہوں نے اس وقت مجھ سے معافی نہیں مانگی، اظہارِ تأسف ضرور کیا، لیکن کوئی دل میں نادم ہو اور زبان سے اظہارِ ندامت نہ کرے تو یہ خامی ہے۔ زبان کس لئے دی گئی ہے؟ پیغمبر حضرت

آدم علیہ السلام کے دل میں ندامت بہت تھی کہ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے لیکن پھر رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا کیوں کہلوایا گیا؟ اس لئے کہ زبان اسی لئے دی گئی ہے کہ دل کی بات کو لفظوں میں ظاہر بھی کرے۔ اگر شیخ کی ناراضگی کے بعد قلب پر اتنا اثر ہو کہ چاروں طرف سے موت آتی ہوئی معلوم ہو اور نیند نہ آئے اور زندگی تلخ ہو جائے تو سمجھ لو کہ شیخ کے قلب سے اس کے قلب کا صحیح رابطہ قائم ہے، ایسے ہی شخص کو فیض ہوتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہو تو دلیل ہے کہ اس کا رابطہ مرشد سے صحیح نہیں ہے، یہ قلتِ عظمت کی دلیل ہے۔

(اسی طرح ایک اور شخص کے بارے میں فرمایا کہ) اس کو میں نے جو بھی حکم دیا اس پر کبھی عمل نہ کیا، اس کے دل میں میری عظمت نہیں تھی، اور جس کے دل میں عظمت نہ ہو ایسے شخص کو کوئی خدمت سپرد نہیں کی جا سکتی۔ ان کو مجھ سے محبت بھی ہے، غلطی پر ندامت بھی ہے، اور معاف بھی میں نے کر دیا لیکن معاف کر دینا اَور بات ہے اور خدمت سپرد کرنا اَور بات ہے۔ ان کو جو خدمت کا منصب دیا ہوا تھا، اس منصب کو واپس لیتا ہوں تاوقتیکہ پھر دل میں ان کو بحال کرنے کا تقاضا ہو۔

کسی سے مناسبت نہ ہو تو وہاں نہ جائے مگر بدگمانی جائز نہیں

۱۲/ذوالحجہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۵/جنوری ۱۹۷۴ء بروز ہفتہ بعد مغرب

ارشاد فرمایا کہ کسی اللہ والے سے بدگمانی کرنا تو جائز نہیں ہے لیکن طبیعت کی مناسبت نہ ہونے سے اس کے پاس جانا بھی واجب نہیں۔ جس سے مناسبت نہ ہو اس کے پاس نہ جائے لیکن اگر شیطان اس کے خلاف دل میں وسوسہ ڈالے تو اللہ سے استغفار کرے، ہر ایک سے حسنِ ظن رکھے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں: طُوْبٰی لِمَنْ شَغَلَهٗ عَيْبُهٗ عَنْ عُيُوْبِ النَّاسِ (کنز العمال: دار الکتب العلمية)، ج ۱۵ص ۳۶۵، رقم ۴۳۴۴۷) اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جسے اس کے (اپنے) عیوب لوگوں کے عیوب سے غافل کر دیں۔

شیخ کے ساتھ گستاخی اور بدگمانی معصیت سے زیادہ اشد ہے

۱۹؍محرم الحرام ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۷؍مارچ ۱۹۷۱ء بعد عصر

ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ پڑھا، فرماتے ہیں کہ اپنے شیخ کی شان میں گستاخی، اعتراض اور بدگمانی سے جیسی ظلمت پیدا ہوتی ہے، معصیت سے بھی ویسی نہیں پیدا ہوتی، یہ بات معصیت سے زیادہ اشد ہے، ایسا شخص باطنی نعمتوں سے محروم رہ جاتا ہے کیونکہ جب عام مومنین کے لئے ظُنُّوْا بِالْمُؤْمِنِ خَیْرًا (تفسیر کبیر امام رازی: سورۃ الحجرات؛ ج ۲۸ ص ۱۱۰) کا حکم ہے (کہ ہر مومن کے ساتھ نیک گمان رکھو) تو پھر اس شخص سے جس سے اللہ مل رہا ہے بدگمانی کرنا! فیض بالکل منقطع ہوجاتا ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنے مربی سے جس طالب کو جس قدر حسنِ ظن ہوگا، اسی قدر اس پر اللہ کا فضل متوجہ ہوتا ہے۔ پس اگر کوئی اپنے شیخ سے حسنِ ظن رکھتا ہے کہ نہ جانے میرے شیخ کو کتنا عظیم مقامِ قرب حاصل ہے، نہ جانے اس کے سینہ میں درد کا کتنا دریا پوشیدہ ہے، تو چاہے اس شیخ میں وہ خوبیاں نہ ہوں لیکن اس کے حسنِ ظن کی بدولت اس پر اللہ کا فضل مرتب ہوجاتا ہے۔

اعتراض پیدا ہونا علامت محبت کی کمی کی ہے۔ شیطان کو اعتراض کیوں پیدا ہوا؟ کیونکہ عاشق نہیں تھا، اس کے برعکس جب حضرت آدم علیہ السلام سے پوچھا کہ فلاں درخت سے کیوں کھایا؟ عرض کیا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا۔ بس کنجی اس راستہ کی یہی ہے۔ دعا کرنا اور ہمت سے کام لینا، جب تک ہمت نہیں، گڑگڑاتے رہو اور شیخ سے دعا کراؤ۔

ایں دعائے شیخ نے چوں ہر دعاست

(یعنی مربی کی دعا کوئی معمولی دعا نہیں ہوتی) کیونکہ مرید نے اپنا دین اس کے حوالہ کردیا ہے، اس لئے اس کی دعا مرید کے حق میں زیادہ مقبول ہوتی ہے۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ میدانِ محشر میں کسی کے ساتھ حسنِ ظن پر دلیل طلب نہیں کی

جائے گی لیکن بدگمانی پر دلیل طلب کی جائے گی کہ تم نے فلاں شخص کے ساتھ فلاں وقت میں کیوں بدگمانی کی تھی؟ دلیل پیش کرو کہ کیوں کی تھی؟ دلیل نہ ہونے پر پٹائی ہوگی۔ پس شیخ کے ساتھ بدگمانی کو حضرت نے بڑی سے بڑی معصیت سے اشد فرمایا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا رہے کہ اے اللہ! اپنے حقوق، اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق، میرے شیخ کے حقوق، بندوں کے حقوق کی حفاظت میں آپ میری مدد فرمائیے، آپ میرا راستہ طے کرا دیجئے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ راستہ تو اللہ تعالیٰ ہی طے کراتے ہیں، ان کا فضل نہ ہو تو کتنا بڑے سے بڑا پہلوان ہو چت ہو جاتا ہے، بغیر ان کے فضل کے کسی کا راستہ طے نہیں ہو سکتا۔ بس گڑگڑاتا رہے اور استعانت طلب کرتا رہے۔

اس مرتبہ مدینہ شریف میں حق تعالیٰ نے میری مدد فرمائی، ایک وقت آیا کہ حضرت ہردوئی دامت برکاتہم نے میری ایک معاملہ میں گرفت فرمائی، میرے نفس کو ذرا ناگواری ہوئی، میں نے فوراً حضرت کے پاؤں دبانے شروع کردیئے اور نفس کو سزا سنا دی کہ اے نالائق! میرا شیخ دین کے معاملے میں تو کیا دنیا کے معاملے میں بھی بلکہ ناحق بھی اگر میرے مریدوں کے سامنے مدینے کی گلیوں میں سرِ بازار جوتے لگائے تو میرے شیخ کو بالکل اس کا حق ہے، تجھے سر جھکائے رہنا پڑے گا۔ بیٹا چاہے کچھ بھی ہو جائے، باپ باپ ہی ہے۔ حق تعالیٰ نے اس آزمائش سے اپنے فضل سے پاس کر دیا، حق تعالیٰ میرے شیخ کے قلب کو ہمیشہ مجھ سے خوش رکھے۔

اللہ تعالیٰ کا اصلی دیوانہ کون ہے؟

رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ مطابق اکتوبر ۱۹۷۳ء

ارشاد فرمایا کہ دیوانہ بننے کے کیا معنی ہیں؟ پہلے یہ سمجھو کہ دیوانہ کس کو کہتے ہیں؟ جو اللہ کا بھی حق ادا کرے اور اللہ کے بندوں کا بھی حق ادا کرے، جب

ماں باپ بیمار ہوجائیں تو ماں باپ کی دوا لائے، دیوانہ ہوکر جنگل میں آہ وفغاں اب قبول نہیں ہوگی۔ بیوی بیمار ہے تو بیوی کے لئے پہلے دوا لاؤ، بغیر دوا لائے اشراق پڑھنا بھی جائز نہیں ہے۔ جاؤ! ڈاکٹر کے ہاں پہلے اس کی دوا لاؤ، اللہ کی بندی بیمار پڑی ہے اور تم نفلوں میں لگے ہوئے ہو؟ تو دیوانہ وہ ہے جو اللہ کا بھی حق ادا کرے، اللہ کی مخلوق کا بھی حق ادا کرے، اور جو دیوانہ بنتا ہے اور دیوانوں کے لباس میں ہے مگر کسی حسین کو دیکھ کر، نامحرم کو دیکھ کر نمک حرامی شروع کردے، جس نمک کو اللہ نے حرام فرمایا ہے، اللہ کے حرام کردہ نمک کو چکھنے لگے اور دیکھنے لگے کہ کیسا نمکین چہرہ ہے، تو سمجھ لو یہ دیوانہ نہیں ہے، یہ نہایت چنٹو باز ہے۔ آج ایک نئی لغت یاد کرلو، اس کو نوٹ کرلینا ''چنٹو باز'' یعنی بہت چالاک قسم کا دیوانہ ہے، بنا ہوا دیوانہ ہے، اندر سے نہایت چالاک ہے، روپیہ کمانے کے لئے دیوانہ بنا ہوا ہے۔ تو آپ دیوانہ بننے کا مطلب سمجھ گئے؟

لیکن کوئی بندہ تلاش کرو جس سے آپ کا بلڈ گروپ ملتا ہو، آپ کے دل کو اس سے مناسبت ہو، دل میں اس کی باتیں اترتی چلی جاتی ہوں اور اس سے آپ کو اللہ کی محبت میں اضافہ محسوس ہو، گناہوں سے نفرت محسوس ہو تو اس کے پاس کچھ دن رہ لو۔ میاں! پانچ سال میں میڈیکل کالج میں ایم بی بی ایس ہوتے ہو، اس کے بعد ہاؤس جاب میں بھی وقت لگاتے ہو، پھر اسپیشلسٹ بننے کے لئے ایم آر سی وغیرہ سو اینڈ سو (So & So) ڈگریاں لینے کے لئے بھی وقت لگاتے ہو، آہ! اللہ کی محبت سیکھنے کے لئے تمہارے پاس چالیس دن بھی نہیں ہیں، کیا ناقدری ہے؟ مرنے کے بعد پتا چلے گا کہ تمہارا ایم بی بی ایس اور تمہاری انجینئرنگ کی ڈگریاں کام آئیں گی یا اللہ کی محبت اور اللہ والوں سے محبت، اور وہ زمانہ جو اللہ والوں کے ساتھ گزر جائے وہ کام آئے گا؟ تب معلوم ہوگا کہ دن کون سے دن ہیں اور راتیں کون سی راتیں ہیں؟ جو اللہ پر فدا ہوگیا دن وہی ہمارا دن ہے، جو راتیں اللہ پر فدا ہوں وہی

ہماری راتیں ہیں، جو سانس اللہ پر فدا ہو وہی ہماری سانس ہے، جو زندگی اللہ پر فدا ہو وہی زندگی ہماری زندگی ہے۔

لہٰذا دیوانہ جو ہے سمجھ لو کہ یہ اللہ کا حق ادا کرتا ہے یا نہیں؟ یا دیوانہ بنا ہے مگر نامحرم عورتوں کو بھی دیکھ رہا ہے، یہ دیوانہ اللہ کا نہیں ہے، یہ اپنے نفس کا دیوانہ ہے، نفس کی خواہش کا غلام ہے، یہ عبداللہ نہیں، عبدالنفس ہے، نفس کا بندہ ہے۔ اس کے چہرے پر دیکھو تو لعنت محسوس ہوگی۔ جب نبی کی بددعا ہے کہ بدنظری کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو تو کیا نبی کی بددعا سے نہیں ڈرنا چاہیے؟ بولو میاں! پیروں کی بددعا سے ڈرنے والو! جن کی غلامی سے پیر بنتا ہے، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بددعا سے نہیں ڈرو گے؟ لہٰذا اگر غلطی سے بدنظری ہوجائے تو جلدی سے توبہ کرلو، جلدی سے نظر ہٹا کر کہو کہ اے اللہ! مجھ سے غلطی ہوگئی، میں آپ کا بندہ ہوں اور نادم شرمسار ہوں، بندہ آپ کا شرمسار ہے اور آپ میرے پروردگار ہیں۔ اس استغفار کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ پھر لعنت ہٹ جائے گی اور سایۂ رحمت میں آجاؤ گے۔ تمہارے اختیار میں ہے چاہے تو دیر تک لعنت میں رہو اور بدنظریاں کرتے ہوئے ناظم آباد سے کیماڑی تک چلے جاؤ اور چاہے تو اسی اسٹاپ پر جو غلطی ہوئی فوراً توبہ کرکے اور گناہوں کی خبیث موٹر کا اسٹاپ کرلو اور جلدی سے اللہ کی یاد میں لگ جاؤ۔

حقوق العباد کی ادائیگی حقوق اللہ سے زیادہ ضروری ہے

جو شخص نہ تو اللہ کا حق ادا کرتا ہے اور اللہ کی بندیوں اور بندوں پر بھی ظلم کرتا ہے، وہ کیا اللہ کی محبت کا متلاشی ہے؟ ہم پر اللہ کی محبت جتنی واجب ہے، اللہ کے بندوں کی اس سے زیادہ واجب ہے۔ آپ کہیں گے یہ تو عجیب بات ہے تو ابھی ثابت کرتا ہوں۔ فرض نماز پڑھنا اللہ کی محبت کا حق ہے یا نہیں؟ مگر ایک شخص فرض نماز پڑھ رہا ہے، سامنے کنواں ہے اور ایک نابینا آدمی جا رہا ہے، اگر ہم اس کو نماز توڑ کر نہیں پکڑتے تو وہ نابینا کنویں میں گر کر ہلاک ہوجائے گا، تو اللہ کا حکم ہے کہ میرا حق

چھوڑ دو، میرا فرض چھوڑ دو، اس میرے بندے کو بچالو اور نماز پھر دوبارہ پڑھ لو۔ بتاؤ! اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت پر اپنے بندوں کی محبت یہاں غالب کردی یا نہیں؟

لہٰذا اللہ کا بھی حق ادا کرو، اللہ کے بندوں کا بھی حق ادا کرو۔ کسی کے گھر میں آگ لگ جائے اور وہ مراقبے میں ہے، نفل پڑھ رہا ہے، ارے! نماز توڑ کر جلدی سے فائر بریگیڈ کو ٹیلیفون کرو۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نماز میں تھے، اطلاع آئی کہ بڑی پیرانی صاحب گر پڑیں، حضرت نے نیت توڑ کر فوراً جا کے دیکھا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہڈی ٹوٹ گئی ہو تو ہسپتال لے جانا پڑے۔ لہٰذا اصلی سالک وہ ہی ہے جو اللہ کا بھی حق ادا کرے اور اللہ کی مخلوق کا بھی شریعت کے مطابق حق ادا کرے، ایسا نہیں کہ مہمان آئے ہوئے ہیں اور ہم مہمان کی وجہ سے جماعت چھوڑ دیں کہ بھئی مہمان کا دل خوش کرنا چاہیے، آج جماعت چھوڑ دیتے ہیں، نماز پھر پڑھ لیں گے یا گھر ہی پر جماعت کرلیں گے نہیں، مہمان کی خاطر مسجد کی جماعت چھوڑنا جائز نہیں ہے۔ اس مہمان کو بھی لے آؤ، یا اگر بے نمازی ہے تو اسے کسی ہوٹل میں بٹھا دو اور کہہ دو کہ یہ لو روپے، تم چائے پیتے رہو، میں ابھی آتا ہوں۔ کنجوسی سے کام نہیں چلے گا، کچھ فیاضی بھی کرو۔

حقوق کی ادائیگی وہ معتبر ہے جو شریعت وسنت کے مطابق ہو

اب سمجھ گئے کہ دیوانہ کون ہے؟ جو اللہ تعالیٰ کا بھی حق ادا کرے اور اللہ کی مخلوق کا حق بھی۔ اور دونوں حقوق سنت اور شریعت کے مطابق ادا کرے، یہ نہیں کہ عصر کے بعد نفل پڑھ رہا ہے جبکہ بخاری شریف کی حدیث ہے جس کے راوی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں:

((مَا رَأَيْنَاهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْهَا وَلَقَدْ نَهٰى عَنْهُمَا يَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ))

(صحیح البخاری: (قدیمی)؛ کتاب مواقیت الصلٰوۃ؛ ج ۱ ص ۸۳)

کہ عصر کے بعد نفل جائز نہیں۔ بتاؤ! کوئی عصر کے بعد نفل پڑھے تو

کیا اللہ تعالیٰ کا حق ادا ہوگا ؟ اور اللہ کی مخلوق کا حق بھی شریعت کے مطابق ادا کرے، یہ نہیں کہ پہلی رات ہے، آج ہی شادی ہوئی ہے، شبِ زفاف ہے تو اب اس وقت فجر کی نماز گھر پر پڑھ لے کہ ارے بھئی ! جماعت سے تو نماز بہت پڑھی ہے، آج تو ذرا لیلیٰ آئی ہے، پہلی رات ہے، چھوڑو میاں، تین بجے رات تک تو جاگے اور نو بجے تک پڑے سو رہے ہیں، فجر کی نماز قضا کر دی یا جماعت چھوڑ دی۔ یہ بات مولیٰ کے عاشق کے لئے نامناسب ہے، جب میرے کسی دوست کی شادی ہوتی ہے تو پہلی نصیحت یہ کرتا ہوں کہ آج رات میں تم اتنا جاگو کہ فجر کی نماز میں اللہ کا حق، مولیٰ کا حق لیلیٰ کی وجہ سے ضائع نہ ہو۔

بس یہ سمجھ لو کہ ایسے دیوانے اگر مل جائیں کہ جو شریعت کے مطابق اللہ کا بھی حق ادا کرتے ہوں اور اللہ کی مخلوق کا بھی حق ادا کرتے ہوں جس سے اللہ کا حق ٹوٹنے نہ پائے، تو ایسا دیوانہ اصلی دیوانہ ہے، اللہ کا مقبول اور محبوب دیوانہ ہے، اس کے ساتھ رہو، کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ پر عمل کرو، اور جو شخص یا تو اللہ کے حق میں چور ہے، مثلاً عورتوں سے پیر دبوا رہا ہے اور پِیر بھی بنا ہوا ہے، ایسوں کے خاص مقام پر دو لات مارو اور اس سے بگٹوٹ بھاگو۔ باگ ٹوٹ جاتی ہے تو گھوڑا کیسے بھاگتا ہے؟ اس کے معنی باگ ٹوٹ گئی ہے، بگٹوٹ گھوڑا اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کی لگام ٹوٹ جائے، باگ ٹوٹ جائے۔ آج بگٹوٹ کے معنی سمجھ میں آئے یا نہیں؟ یہ لغت نوٹ کرلو۔ تو ایسے دھوکہ باز پیر سے بگٹوٹ بھاگو، جو دیوانے اللہ کی نافرمانی کے عادی ہیں یہ دیوانے نہیں ہیں، ان کا نام ''چنٹو باز'' ہے۔

اگر کوئی شیخ کی برائی کرے تو اس کو شیخ سے نقل مت کرو

رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ مطابق اکتوبر ۱۹۷۳ء

ارشاد فرمایا کہ شیخ کے بارے میں ایک مسئلہ سن لو، اگر شیخ کی کوئی

شکایت کرے تو اس کو شیخ سے نقل مت کرو۔ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ کے بارے میں کوئی غیبت کرے تو اس نے سوئی پھینکی اور جو نقل کرتا ہے وہ سوئی چبھوتا ہے۔ تو سوئی کہیں دیکھو تو پڑی رہنے دو، شیخ سے نقل مت کرو، چبھوؤ مت کیونکہ تم اذیت کا سبب بن جاؤ گے۔ اب رہ گیا شکایت کیوں کرتے ہیں؟ جس کا بلڈ گروپ نہیں ملتا تو شکایت تو کرے گا، لیکن وہ بے وقوف ہے، بلڈ گروپ بدل دے، اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔ ہوسکتا ہے اس کا بلڈ دوسرے کئی لوگوں کے لئے مفید ہو، تمہارے لئے مفید نہیں تو تم اپنا بلڈ گروپ تلاش کرلو مگر بلڈ کی تحقیر اور غیبت حرام ہے۔

صحبتِ اہل اللہ کی ضرورت

رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ مطابق اکتوبر ۱۹۷۳ء

﴿کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ۝﴾

(سورۃ التوبۃ: آیۃ ۱۱۹)

ارشاد فرمایا کہ اللہ نے اپنے دوستوں کے اندر یہ خاصیت رکھی ہے کہ نسبتِ الٰہیہ، محبتِ الٰہیہ، معرفتِ الٰہیہ، خشیتِ الٰہیہ ان سے منتقل ہوتی ہے۔ اگر دنیا کے پھول اپنی خوشبو کو منتقل کرسکتے ہیں تو اللہ والوں کی شان میں بھی انتقالِ خوشبو، خوشبو کی منتقلی کی خاصیت پر کیا تعجب ہے؟ کیا اولیاء اللہ پھولوں سے افضل نہیں ہیں؟ تو پھر نسبت مع اللہ کی منتقلی کیا پھولوں کی خوشبو کی منتقلی سے زیادہ افضل نہیں ہوگی؟ زیادہ قوی نہیں ہوگی؟ اور یہ تو مخلوق کی خوشبو منتقل ہوتی ہے، یہ خوشبو مخلوق ہے کیونکہ پھول مخلوق ہے، اور اللہ والے اللہ کی خوشبو رکھتے ہیں لہٰذا وہ اللہ کی خوشبو منتقل کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی خوشبو کی نشریات کے لئے منتخب فرمایا ہے، اس لئے کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ نازل فرمایا ہے کہ ان کے پاس بیٹھو گے تو میری خوشبو کی نشریات کی میں ضمانت لیتا ہوں۔ جس نے یہ آیت نازل کی ہے وہی اس کی

ضمانت بھی لیتا ہے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی خوشبو مل جائے گی اور تم اللہ والے ہوجاؤ گے۔ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ اَيْ خَالِطُوْهُمْ لِتَكُوْنُوْا مِثْلَهُمْ تم ان کے ساتھ رہ کے تو دیکھو ویسے ہی بن جاؤ گے ان شاء اللہ!

تزکیۂ نفس اور اللہ تعالیٰ کی فضل ورحمت اور مشیت کا ربط

ارشاد فرمایا کہ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝﴾

(سورۃالنور: آیۃ۲۱)

اے صحابہ! اگر اللہ کا فضل ورحمت نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی کبھی پاک نہ ہوتا، میرا فضل ہے جس سے تم پاک ہوئے۔ لہٰذا شیخ سے بھی اگر کوئی اللہ والا بن جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل کو مت بھولو کہ شیخ ہی شیخ پر مرتے رہو، یہ کہو کہ یا اللہ! شیخ تو دروازہ تھا مگر دینے والے آپ ہیں، مگر دروازہ بھی ضروری ہے اور دینے والا بھی ضروری ہے، اسی لئے بعض اُمت گمراہ ہوگئی، اُمت میں دو طبقے پیدا ہوگئے مگر دونوں گمراہ ہیں، تیسرا طبقہ صراطِ مستقیم پر ہے۔ ایک طبقہ وہ ہے جو دروازے سے چپک گیا اور دروازے کو خدا مان لیا اور اولیاء اللہ کی پوجا کرنے لگے، قبروں کو سجدہ کرنے لگے، یہ دروازے کے ہوگئے، ''عبدالباب'' بندۂ دروازہ بن گئے۔ دوسرا طبقہ وہ ہے کہ اتنا زیادہ دروازے کے اندر توحید کا غلبہ ہوا کہ انہوں نے اولیاء اللہ کا دروازہ ہی چھوڑ دیا اور خدا پر ایسے عاشق ہوئے کہ دروازۂ ولایت اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کی آیت ہی بھول گئے، جس دروازے سے خدا دیا کرتا ہے، جو دستورِ الٰہی ہے، عادۃ اللہ ہے، اس دروازے پر کھڑے ہی نہیں ہوئے۔ تو جن لوگوں نے دروازے کو خدا بنایا وہ بھی گمراہ اور جن لوگوں نے دروازے سے بالکل ہی استغناء کرلیا، اہل اللہ کی ملاقات کو عار جانا، ان سے نفرت کرلی تو دونوں

گمراہ ہو گئے۔ تیسرا طبقہ جو صراطِ مستقیم پر ہے، وہ ہے جو ساری زندگی آہ وزاری، اشکباری، بے قراری کرتے رہے کہ اے خدا! دروازے تک پہنچنا ہمارا کام ہے، دروازے کے اندر سے دینا آپ کا کام ہے۔

لہٰذا دروازے کا بھی ادب کرو اور دروازے کے اندر سے جو دینے والا ہے، اس سے بھی رابطہ رکھو، اور دروازے کی پیمائش مت کرو، کسی کی تحقیر بھی مت کرو کہ یہ چھوٹا ولی ہے، وہ بڑا ولی ہے۔ اتنا دیکھ لو کہ دروازے کے پیچھے اللہ سے اس کا رابطہ ہے یا نہیں؟ بعض وقت بڑے دروازے سے لوگوں کو نہیں ملا، ایک ہزار لوگوں کی قطار لگی ہے اور سب کو صرف ایک ایک ہزار دے رہا ہے، مگر جو اندر دینے والا تھا وہ اس کا خاص آدمی بہت پیارا دوست تھا، اس نے اس کو چھوٹی کھڑکی کی طرف آنے کا اشارہ کیا، اس چھوٹی کھڑکی سے اس کو ایک لاکھ روپیہ دے دیا۔ اگر پیمائش میں رہتا تو محروم رہتا لہٰذا دروازے کی پیمائش مت کرو، یہ دیکھو کہ اس کا رابطہ اللہ تعالیٰ سے کتنا ہے؟ وہ محروم رہے جو دروازے ناپتے رہے کہ یہ بزرگ تو ہیں مگر فلاں جیسے نہیں، سوسال پہلے جو بزرگ ہوتے تھے، ان جیسے نہیں ہیں، ارے میاں! جو زندہ حکیم ہیں ان سے علاج کرواؤ ورنہ مرجاؤ گے۔ حکیم اجمل خان کا انتظار مت کرو کہ قبرستانِ دہلی سے نکل کر آئیں گے تب ان کا علاج کرائیں گے۔ اس زمانے کے جو حکیم اجمل خان ہیں ان سے علاج کراتے ہو یا نہیں؟ تو اس زمانے کے بایزید بسطامی، بابا فرید اور جنید بغدادی سب یہی ہیں جو ہمارے بزرگانِ دین ہیں، شمس الدین تبریزی بھی یہی ہیں، جلال الدین رومی بھی یہی ہیں۔

اصلاح نام ہے اس کا کہ اوصافِ حمیدہ رہیں، رذیلہ نہ رہیں

۱۳؍رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۲؍اکتوبر ۱۹۷۳ء

ارشاد فرمایا کہ دین میں صرف جوش ہی کافی نہیں ہیں۔ ہم نے بڑے

جوش والوں کو دیکھا ہے کہ تقریر کر رہے ہیں، آنکھوں سے آنسو بھی جاری ہیں، اللہ کی رحمت کا بیان کر رہے ہیں لیکن خود ان کے دل میں تکبر کا پہاڑ بھرا ہوا ہے، ایسے لوگ شیخ کے سامنے بھی اپنی رائے کو فنا نہیں کر سکے، شیخ کے مقابلہ میں اپنی رائے کو اہمیت دیتے ہیں۔ بیانِ رحمت الگ حمیدہ ہے اور تکبر الگ رذیلہ ہے۔ اصلاح کے معنی یہ ہیں کہ حمیدہ کے ساتھ کوئی رذیلہ نہ رہے۔ لہٰذا ہر وقت زیغ اور گمراہی سے پناہ مانگتے رہنا چاہیے رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دیجئے۔ اللہ کا فضل ہٹ جاتا ہے تو قلب ٹیڑھا ہو جاتا ہے، پھر دنیا کو شیطان دین کے رنگ میں پیش کر دیتا ہے اور شیخ کو طرفِ استخفاف (حقارت، توہین) میں دکھاتا ہے۔

نیک صحبت کا اثر ہونے کی وجہ

رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ مطابق اکتوبر ۱۹۷۳ء

ارشاد فرمایا کہ ایک سالک کو غصے کی بیماری تھی۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم لکھنؤ میں رہتے ہو، وہاں مولوی محمد حسن کاکوروی ہیں، انوار بک ڈپو ان کا کتب خانہ ہے، وہاں جا کے ان کے پاس بیٹھ جایا کرو۔ وہ جا کر روزانہ وہاں بیٹھنے لگے، انوار بک ڈپو لکھنؤ میں غالباً مینا بازار میں ہے۔ ایک مہینے کے بعد ان کا غصہ بالکل ٹھنڈا ہو گیا، تب انہوں نے حضرت کو لکھا کہ مولوی محمد حسن کاکوروی دکان پر کتابوں کے پارسل بناتے ہیں، ان کے بنڈل باندھتے ہیں، بلکہ صرف بنڈل نہیں بناڈل (بنڈل کی جمع بناڈل) بناتے ہیں مگر کبھی غصے پر کوئی تقریر نہیں کی، نہ میں نے ان کو اپنا غصے کا مرض بتایا، پھر میرا غصہ کیسے اچھا ہو گیا؟ تو حضرت نے جواب لکھا کہ چونکہ مولوی محمد حسن کاکوروی ٹھنڈے مزاج کے ہیں، ان میں حلم بہت ہے، برداشت کی طاقت بہت ہے تو ان کے اندر جو برداشت کی صفت تھی، ان کے ساتھ بیٹھنے سے، ان کے

ساتھ رہنے سہنے سے، وہ برداشت والی صفت آپ کے اندر منتقل ہوگئی۔لیکن آپ کے غصے والی صفت اُدھر منتقل نہیں ہوئی، کیوں؟ جب ایک آدمی کی اچھی صفت دوسرے میں منتقل ہوئی تو کیا دوسرے کی بُری صفت اس میں منتقل نہیں ہوسکتی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اصلاحِ نفس کے لئے جو قدم اُٹھاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتے ہیں اور تمہاری بُری عادت کو منتقل کرنے میں اللہ کی مدد نہیں تھی، اچھی عادت کے منتقل کرنے میں اللہ تعالیٰ کی مدد شامل ہوتی ہے۔ یہ اضافہ کرنا پڑے گا ورنہ تو خانقاہوں میں اتنے چور آتے ہیں کہ پیر صاحب بھی چوری کرنے لگیں۔ اسی لئے خانقاہوں میں جو بُرے لوگ آتے ہیں وہ اچھے ہوجاتے ہیں اور خانقاہ کا پیر وہیں کا وہیں اچھا ہی رہتا ہے بلکہ اللہ کے راستے میں وہ ترقی کرتا رہتا ہے۔لہٰذا غصے کا علاج بتا رہا ہوں کہ جو تمہارے قریب میں، پڑوس میں، اور خانقاہوں میں بھی جو بہت ہی ٹھنڈے مزاج والا ہو، اس کے پاس بیٹھو، ان شاء اللہ تعالیٰ! مزاج میں ٹھنڈک آجائے گی۔ اگر کبھی غصے میں دل میں آگ لگ جائے اور منہ سے اول فول نکلنے لگے تو فوراً اللہ کے خوف سے منہ کو باندھ لو، اس امید پر معاف کردو کہ آج ہم معاف کرتے ہیں، کل اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کردیں گے، ان شاء اللہ۔

تبلیغی جماعت کے اجتماع سے خطاب

۱۹/ مارچ ۱۹۷۲ء بعد فجر، جامع مسجد پاپوش نگر، بلاک نمبر ۵، کراچی

(مضامین: دین کی محنت کی اقسام، عمل کے ساتھ اخلاص کی ضرورت، ریا اور تکبر سے حفاظت، بغیر تزکیہ کے نجات نہیں، مصلح اور تزکیہ کی ضرورت)

ارشاد فرمایا کہ محنت کی دو قسمیں ہیں، ایک تو جسم کی محنت ہے اور دوسری محنت دل کی محنت ہے، اور دل چونکہ جسم کا بادشاہ ہے، اس لئے شاہ کی محنت زیادہ قیمتی اور قابلِ قدر ہوتی ہے۔جس طرح ایک گھسیارا (گھاس کاٹنے والا) اپنی کھرپی اور ٹوکری ترک کرکے جنگل میں اللہ کی یاد میں بیٹھ گیا اور اللہ میاں سے کہا کہ اب

دنیا نہ کماؤں گا، بس اب جو کچھ اے اللہ! تُو دے گا وہی کھاؤں گا، تو اس کے لئے غیب سے چٹنی اور روٹی آنے لگی، دس سال تک وہ اسی طرح اللہ کی یاد میں لگا رہا۔ اسی زمانے میں شاہِ بلخ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سلطنت ترک کر کے فقیری اختیار کی اور اسی جنگل میں وہ بھی آ گئے، تو پہلے ہی دن ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے جنت سے بریانی بھجوائی، سارا جنگل بریانی کی خوشبو سے معطر ہو گیا۔ تو اس گھسیارے کے دل میں اعتراض پیدا ہوا کہ ہم تو دس سال سے عبادت کر رہے ہیں اور ہمیں اللہ میاں صرف چٹنی روٹی ہی کھلا رہے ہیں اور یہ شخص آج ہی آیا ہے، اس کے لئے بریانی بھجوادی، معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے یہاں عدل نہیں ہے۔ فوراً اس گھسیارے کو آسمان سے آواز آئی کہ اے بے ادب، تُو اس جنگل کو خالی کر دے اور تیری کھرپی اور ٹوکری رکھی ہوئی ہے، پھر اپنا کمانا کھانا شروع کر دے، تُو نے ہمارے لئے کھرپی اور ٹوکری چھوڑی تھی اور یہ جو آیا ہے اس نے ہمارے لئے سلطنت چھوڑی ہے، اس لئے ہم اس کو بریانی دے رہے ہیں۔

اے میرے تبلیغی بھائیو! بس تم ان چلّوں اور دین کے لئے جسم کی محنتوں کے ساتھ ساتھ دل سے بھی محنت کراؤ جو جسم کا شاہ ہے۔ اس محنت کے بعد دیکھو گے کہ دل کو اللہ کے قرب کی کیسی کیسی بریانیاں نصیب ہوتی ہیں۔ جسم سے محنت کرو گے تو اللہ تعالیٰ کے قرب کی صرف چٹنی روٹی ملے گی اور دل کے شاہ سے محنت کراؤ گے تو بریانئ قرب ملے گی، مثلاً کوئی عورت سامنے آ گئی تو اس سے نگاہ بچالی، اس وقت اے میرے تبلیغی بھائیو! اگرچہ آپ کے سر پر کوئی بستر بھی نہیں ہے، بظاہر جسم دین کی کوئی محنت نہیں کر رہا لیکن تم نے دل کو محنت کرادی، شاہ مصیبت جھیل رہا ہے، اب اس کو کیا انعام ملے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ حلاوتِ ایمان فوراً نصیب ہو گی، یہ ہے بریانی۔ اس وقت اس حسین سے نظر بچالو، یہی نفس و شیطان سے مقابلے کا وقت ہے، محاذِ جنگ تیار ہے لیکن یہ محاذِ جنگ ایسا نہیں ہے کہ اس پر ڈٹے رہو، بلکہ

اس محاذ کو چھوڑ دو اور وہاں سے بھاگ جاؤ۔ ہر جنگ کا طریقہ الگ ہوتا ہے، اگر وہیں مورچہ لگانا شروع کر دیا اور سوچا کہ ہم نگاہوں کو اُٹھنے نہ دیں گے تو تم شکست کھا جاؤ گے، ایسے مواقع سے ہٹ جاؤ۔ تو اگر چہ اس وقت نظر بچانے میں جسم سے کوئی محنت نہیں ہو رہی ہے، سر پر چلّہ کے لئے کوئی بستر بھی نہیں ہے لیکن دل مصیبت جھیل رہا ہے کیونکہ جب دل کی خواہش پوری نہیں ہوتی تو دل ٹوٹ جاتا ہے لیکن اس شکستِ دل پر کیا انعام ملتا ہے؟ اللہ تعالیٰ بزبانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

((اَنَا عِنْدَ الْمُنْکَسِرَۃِ قُلُوْبُھُمْ لِاَجْلِیْ))

(مرقاۃ المفاتیح: ج ۴ ص ۸۔ التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف: ص ۱۶۳)

کہ میں ٹوٹے ہوئے دلوں کے پاس رہتا ہوں، اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ جب کوئی بندہ کسی حسین عورت سے اپنی نگاہ پھیر لیتا ہے:

((مَنْ تَرَکَھَا مَخَافَتِیْ اَبْدَلْتُہٗ اِیْمَانًا یَّجِدُ حَلَاوَتَہٗ فِیْ قَلْبِہٖ))

(کنز العمال: (دار الکتب العلمیۃ)، ج ۵ ص ۱۳۰، رقم الحدیث ۱۳۰۶۴)

تو اللہ تعالیٰ اسی وقت اس کے دل کو ایمان کی مٹھاس عطا فرماتے ہیں، یہ نقد انعام تو اسی وقت عطا ہو جاتا ہے۔

غرض دل کی محنت کا حاصل یہ ہے کہ جب تمہاری خواہش میں اور اللہ کے حکم میں ٹکراؤ ہو تو اپنے دل کو توڑ دو لیکن اللہ کے حکم کو نہ توڑو۔ اللہ کے لئے جسم کی محنت کر لینا اور سر پر بستر لے کر شہر شہر در بدر پھرنا آسان ہے، اس میں نفس کچھ نہ کچھ خوش ہوتا ہے کہ لوگ ہمیں دیکھ رہے ہیں کہ یہ اللہ کے دیوانے اللہ کے لئے پھر رہے ہیں۔ جہاں جاتے ہو لوگ عزت بھی کرتے ہیں لیکن دل کی محنت ایسی ہے کہ جسے کوئی آدمی دیکھنے والا نہیں، جب نگاہ بچانے کا وقت آتا ہے اور کوئی نگاہ بچا لیتا ہے تو اس وقت کسی شخص سے کوئی تعریف نہیں ملتی کہ مولانا واہ! آپ بڑے مجاہد ہیں، یا دل میں ریا آنے لگی تو آپ نے اللہ سے استغفار کر کے نیت درست کر لی یا کسی مسلمان کی تحقیر

دل میں پیدا ہونے لگی تو آپ نے وہاں بھی بریک لگایا، اس وقت کوئی آپ کی تعریف کرنے والا نہیں ہوگا۔ دل کی محنتوں کو تو صرف دل ہی جانتا ہے اور اللہ باخبر ہوتا ہے، کسی اور کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ داڑھی رکھ لینا بھی آسان ہے، نماز روزہ کر لینا بھی آسان ہے، چلّے لگا لینا بھی آسان ہے لیکن دل کے امراض سے نجات پا جانا اور نفس کی اصلاح آسان کام نہیں ہے، اس کے لئے کسی مصلح ومربی کی ضرورت پڑتی ہے کہ جس کو اپنے امراضِ باطنی کی اطلاع کرتا رہے اور اس کی تجاویز کی اتباع کرتا رہے۔ محض اپنی محنتوں اور چلّوں سے اصلاحِ کامل نہیں ہوتی، چلّوں کی محنتوں کو تو شیطان ذرا سی دیر میں خاک میں ملا دیتا ہے، مثلاً آپ نے تین چلّے لگائے، پورے چار مہینے خلوت اور جلوت میں دین کی محنتیں کیں، اب جب گھر واپس ہوئے تو شیطان نے دل کی گہرائیوں میں تکبر کا چھوٹا سا بیج ڈال دیا کہ دین کے لئے محنت کرنے والے اور در بدر پھرنے والے صرف تم ہی ہو، یہ خانقاہوں والے، مدرسوں والے، مسجدوں میں نماز پڑھانے والے آرام سے بیٹھے ہوئے ہیں، یہ سب بیکار لوگ ہیں، یہ دین کے لئے کوئی قربانی نہیں دیتے، قربانی تو ہم دیتے ہیں، بیوی بچوں کو چھوڑ کر، گھر کا آرام چھوڑ کر دین کے لئے مارے مارے پھرتے ہیں۔

غرض اگر اپنی بڑائی اور دوسرے مسلمانوں کی تحقیر دل کے کسی گوشہ میں پیدا ہو گئی تو سمجھ لو کہ سارے چلّے بیکار ہو گئے، کیونکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر تکبر ہوگا، اس کو جنت کی خوشبو بھی نہ پہنچے گی:

((لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ۔ رواہ مسلم))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ کتاب الاٰداب؛ باب الغضب والکبر؛ ص ۴۳۳)

((مَامِنْ رَّجُلٍ یَّمُوْتُ حِیْنَ یَمُوْتُ وَفِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ كِبْرٍ تَحِلُّ لَهُ الْجَنَّةُ اَنْ یَّرِیْحَ رِیْحَهَا وَلَا یَرَاهَا))

(مسند احمد فی مسند شامیین: رقم الحدیث؛ ۱۷۳۶۹)

دس بیس مسلمان نہیں اگر کسی ایک مسلمان کی تحقیر بھی دل میں موجود ہے تو خَرْدَلٍ مِّنْ كِبْرٍ کا تحقق ہوگیا، ایسے شخص پر جنت حرام ہے۔ ایٹم بم چھوٹا سا ہوتا ہے لیکن پہاڑوں کو اُڑا دیتا ہے، پس اگر رائی کے برابر بھی دل میں تکبر ہے تو یہ ایسا ایٹم بم ہے جو دین کی ساری عمارت کو اُڑا دیتا ہے۔ یہ دل کی بیماریاں ہیں، جن کی آدمی کو بعض دفعہ خود خبر نہیں ہوتی لیکن دل کی گہرائیوں میں چھپی ہوتی ہیں، پس ان ہی کے علاج کے لئے کسی مربی، مصلح یعنی پیر کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ مصلح تمہارے نفس کی چالوں سے تمہیں آگاہ کرے گا، اور عبادت سے جو نور پیدا ہوتا ہے اُس کی بدولت وہ محفوظ رہے گا، ورنہ چلّے اور دوسری عبادات سے جو نور پیدا ہوتا ہے وہ نفس کی شرارتوں سے ضائع ہوجاتا ہے، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اول اے جاں دفع شرِّ موش کن

بعد ازاں انبارِ گندم کوش کن

(اے عزیز! پہلے چوہے کی شرارت سے حفاظت کا انتظام کر، اس کے بعد گندم جمع کرنے کی کوشش کر)۔ پوری اُمت کا اس بات پر اجماع ہے کہ کسی اللہ والے کی صحبت اُٹھائے بغیر اور ان سے اپنے دل کی بیماریوں کا علاج کرائے بغیر کوئی ولی اللہ نہیں ہوا۔

صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کون چلّے لگا سکتا ہے؟ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اپنا جان و مال سب قربان کردیا، وہ تو مربی کے محتاج ہوں، اصلاح کے محتاج ہوں اور ہم اور آپ کو مربی کی اور اصلاحِ نفس کی ضرورت نہ ہو۔ ایک بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے ایک غلام کو لعنت کر رہے تھے، اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا:

((لَعَّانِيْنَ وَصِدِّيْقِيْنَ؟ كَلَّا وَرَبِّ الْكَعْبَةِ فَاَعْتَقَ اَبُوْ بَكْرٍ يَّوْمَئِذٍ بَعْضَ رَقِيْقِهٖ ثُمَّ جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ لَا اَعُوْدُ))

(مشکٰوۃ المصابیح: (قدیمی)، باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم، ص ۴۱۵)

کیا تم صدیق بھی ہو اور لعنت کرنے والے بھی ہو؟ صدیق کے لئے زیبا نہیں ہے کہ وہ لعنت کرے، اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نادم ہوئے اور کئی غلام آزاد کئے اور عرض کیا کہ آئندہ نہیں کروں گا۔ تو جب صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ محتاجِ اصلاح ہوئے تو ہماری اور آپ کی کیا حقیقت ہے؟ ہم اور آپ اصلاح سے بے نیاز کیسے ہو سکتے ہیں؟ تزکیۂ نفس کے بعد ہی علم، علم ہوتا ہے، تبلیغ، تبلیغ ہوتی ہے۔ شیشی میں عطر رکھنے کے لئے پہلے شیشی کو صاف کیا جاتا ہے، پھر عطر رکھا جاتا ہے، اگر گندی شیشی میں عطر رکھ دو گے تو جو سونگھے گا وہ عطر ہی کو بُرا کہنے لگے گا کہ یہ کیسا بدبودار عطر ہے۔ اسی طرح تزکیۂ نفس کے بغیر ہمارے اسلام ہی سے لوگ متنفر ہو جائیں گے، لہٰذا پہلے دل کی شیشی صاف کرا لو پھر لوگوں کو دعوت دو، کیونکہ اب دل کی شیشی صاف ہو گئی، اب تمہارے اسلام کی خوشبو دوسروں کو بھی مست کر دے گی، ورنہ دل کی شیشی بیماریوں سے گندی رہی تو لوگ کہیں گے اس شخص کا کیسا اسلام ہے کہ نماز پڑھتا ہے، تبلیغ کرتا ہے اور دھوکہ بھی دے دیتا ہے، رشوت بھی لے لیتا ہے۔

غرض تزکیہ کے بغیر چارہ نہیں ہے، قرآن کا اندازِ بیان اور ترتیب دیکھ لو، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ (سورۃ آل عمران: آیت ۱۶۴) ہمارا نبی ان کو ہماری آیات سناتا ہے: وَيُزَكِّيْهِمْ اور ان کا تزکیہ کرتا ہے، پھر تزکیہ کے بعد فرمایا: وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ اور وہ قرآنِ پاک کی تعلیم دیتا ہے۔ پہلے شیشی کو صاف کیا، پھر علم کا عطر رکھا۔ اس ترتیب سے معلوم ہوا کہ تزکیہ علم پر مقدم ہے، پہلے تزکیہ کرا لو، پھر علم حاصل کرو اور تزکیہ فعلِ متعدی ہے جس میں فاعل کی ضرورت ہوتی ہے، معلوم ہوا کہ کوئی شخص خود اپنا تزکیہ نہیں کر سکتا بلکہ تزکیہ کے لئے ضروری ہے کہ ایک مزکِّی ہو اور دوسرا مزکّٰی ہو، اس سے مزکی و مصلح کی ضرورت ثابت ہو گئی۔

میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے ایک تبلیغی مرکز کے بہت بڑے اجتماع میں فرمایا کہ مدرسوں سے، تبلیغی جماعتوں سے

اعمال کا وجود ملتا ہے اور خانقاہوں سے اعمال کا قبول ملتا ہے۔ اللہ والوں سے اخلاص ملتا ہے جس کی برکت سے اعمال قبول ہوتے ہیں ورنہ اعمال میں ریا اور دکھاوا ہوجائے گا۔ اسی لئے مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب تبلیغ سے واپس آتے تھے تو اپنے بزرگوں کی خدمت میں جا کر دل کی ٹیوننگ اور صفائی کراتے تھے اور فرماتے تھے کہ مخلوق میں زیادہ خلط ملط سے دل میں غبار سا آجاتا ہے، جس کی صفائی میں خانقاہوں میں کراتا ہوں۔ جب موٹر زیادہ چلتی ہے تو پھر ٹیوننگ کی ضرورت پڑتی ہی ہے ورنہ گردوغبار سے انجن خراب ہوجاتا ہے۔ اسی طرح دل میں ریا، دکھاوا اور بڑائی آجاتی ہے جس کی صفائی خانقاہوں میں ہوتی ہے۔ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کون تھے؟ مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، تیس برس خانقاہ میں ان کی خدمت میں رہے، اللہ تعالیٰ نے ان سے اتنا بڑا کام لیا کہ آج تبلیغی جماعت سے سارے عالم میں دین پھیل رہا ہے۔ مولانا الیاس صاحب نے شیخ کی صحبت سے اخلاص حاصل کیا تھا، خانقاہوں کا ثبوت ان کی زندگی سے ملتا ہے، وہ مدرسہ مظاہر العلوم میں عالم بنے، لہٰذا مدارس کا وجود بھی ضروری ہے، اپنے شیخ سے اصلاح کروائی اور آخر میں تبلیغ کی، ہم تو مدرسہ، تبلیغ اور خانقاہ، تینوں کو ضروری سمجھتے ہیں اور تزکیۂ نفس، خانقاہیں تو سب سے زیادہ ضروری ہیں، اس لئے کہ مشکوٰۃ شریف کی روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِاَنْ يُّقَالَ جَرِيْءٌ فَقَدْ قِيْلَ.... كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ عَالِمٌ وَّ قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ لِيُقَالَ هُوَ قَارِئٌ فَقَدْ قِيْلَ.... كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِيْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ثُمَّ اُلْقِيَ فِي النَّارِ۔ رواہ مسلم))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)؛ کتاب العلم؛ ص ۳۳)

اگر اخلاص نہ ہوا تو تبلیغ والا بھی اور سخی، مالدار بھی اور قاری بھی یہ تینوں کے

تینوں جہنم میں جائیں گے، لہٰذا اللہ والوں کی صحبتوں سے اخلاص حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ بس اب دعا کیجئے! دیکھو بھئی! ہم کچھ نہیں ہیں نہ اپنے وعظ پر کچھ بھروسہ رکھتے ہیں، بس ایک تدبیر سمجھ کر وعظ کر لیتے ہیں اور آخر میں یہی شعر پڑھتے ہیں ؎

ہم بلاتے تو ہیں سب کو مگر اے ربِّ کریم
ہم پہ بَن جائے کچھ ایسی کہ بِن آئے نہ بنے

اختر بھی آپ کے ساتھ شامل ہے یعنی ہمارے قلب کو مجبورِ محبت کر دیجئے، اے اللہ! یہ مقام ہم سب کو نصیب ہو جائے کہ ؎

بھلاتا ہوں پھر بھی وہ یاد آرہے ہیں

ہم آپ کو بھلانا بھی چاہیں تو بھی نہ بھلا سکیں، اپنی ایسی محبت، ایسا یقین اور ایسا ایمانِ کامل عطا فرما دیجئے، اے اللہ! آپ اولیائے صدیقین کو جو ایمان و یقین اور ان کے قلب کو اپنی محبت کا جو مقام عطا فرماتے ہیں وہ ہم سب کو نصیب فرما دیجئے۔ اے خدا! ہمیں اخلاص عطا فرما دیجئے، اپنی رحمت سے ہم سب کو اللہ والی زندگی نصیب فرما دیجئے نفس و شیطان کی غلامی سے چھڑا کر اپنی غلامی اور فرماں برداری کی حیات نصیب فرما دیجئے، اختر کو، اس کی اولاد کو، میرے دوستوں کو اور ان کی اولاد کو، کسی کو بھی اے اللہ! فاسق و فاجر اور اپنا نافرمان نہ ہونے دیجئے، اے اللہ! ہماری اولاد کو بھی نیک بنایئے، ہمارے رشتے داروں کو بھی نیک بنایئے، ہماری دنیا بھی بنا دیجئے اور آخرت بھی بنا دیجئے اور ہم جو نہیں مانگ سکے وہ بھی ہمیں بے مانگے اپنے دستِ کرم سے عطا فرمایئے، آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَآ
اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى
خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ
بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ

جسمانی بلڈ گروپ سے روحانی مناسبت کی مثال

۲۰؍شوال المکرم ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۷؍نومبر ۱۹۷۳ء بروز ہفتہ

دبیر صاحب، رفعت صاحب اور احقر حاضرِ خدمت تھے

ارشاد فرمایا کہ دنیا میں خواہ کتنے ہی بڑے اولیاء اللہ ہوں لیکن نفع ہر ولی سے ہر شخص کو نہیں ہوگا بلکہ اسی ولی اللہ سے ہوگا جس سے مناسبت ہے۔ مثال کے طور پر ایک صاحب ہیں جن کے بدن میں خون اس قدر زیادہ ہے کہ لوگ انہیں خون کی ٹنکی کہتے ہیں، ان کے ایک دوست بیمار ہوئے تو ڈاکٹروں نے کہا کہ انہیں خون کی ضرورت ہے۔ اُن صاحب نے کہا کہ میرے بدن سے جتنا چاہو خون نکال کر میرے دوست کے لگادو، لیکن جب ان کا خون نکال کر ٹیسٹ کیا گیا تو ڈاکٹروں نے کہا کہ آپ کے خون کا گروپ دوسرا ہے، اس کے خون کا گروپ دوسرا ہے، اس لئے آپ کا خون اسے نہیں دیا جاسکتا۔ پس جس طرح ہر شخص کا خون دوسرے کے لئے نافع نہیں ہوسکتا جب تک کہ دونوں کا گروپ سے گروپ نہ مل جاوے، اسی طرح چاہے کتنا ہی بڑا علامہ ہو، کتنا ہی بڑا ولی اللہ ہو، اس کی صحبت سے نفع انہیں کو ہوگا جن کی روح کا گروپ اس کی روح سے مل جائے گا، جو روح دوسرے گروپ کی ہوگی، اس کو اس ولی اللہ کی صحبت سے کوئی نفع نہیں ہوسکتا۔

اس مثال سے یہ اشکال دور ہوگیا جو آج کل بہت سے لوگ کرتے ہیں کہ میاں! جو بھی دین کی بات سنا رہا ہو، ہر عالم کے پاس بیٹھو، ہر ایک سے نفع حاصل ہوجائے گا، مناسبت کوئی چیز نہیں۔ لیکن اگر دوسرے گروپ کا خون کسی کے جسم میں داخل کر دیا جاتا تو بجائے فائدے کے ضرر پہنچ جاتا، اسی طرح جس سے مناسبت نہیں ہوگی اس سے اگر دین کی بات بھی سنے گا تو دین سے قریب ہونے کے بجائے، اَور دور ہوجانے کا اندیشہ ہے کیونکہ اس کی بات دل میں نہیں اُترے گی، بجائے نفع کے ضرر ہوگا۔

گھڑی میں چابی بھرنے کی مثال سے ذکر اللہ پر علمِ عظیم

۶/ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۲/دسمبر ۱۹۷۳ء بروز اتوار

قاری یاسین صاحب، آزاد صاحب، رفاقت صاحب کے دوست جواد صاحب، رفعت صاحب کے دوست اور احقر حاضرِ خدمت تھے

ارشاد فرمایا کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کیا:

((اِنَّ رَجُلًا قَالَ یَارَسُوْلَ اللہِ اِنَّ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ کَثُرَتْ عَلَیَّ فَاَخْبِرْنِیْ بِشَیْءٍ اَتَشَبَّثُ بِہٖ قَالَ لَا یَزَالُ لِسَانُکَ رَطْبًا بِذِکْرِ اللہِ))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ، ص ۱۹۸)

کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! اسلام کے احکام (یعنی نوافل) کمزوری کی بناء پر میں سب ادا کرنے سے عاجز ہوں، مجھے کوئی ایسی چیز بتائیں کہ میں فرض کی ادائیگی کے بعد وہ ورد کرلوں، اور سب نوافل سے مستغنی ہوجاؤں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تیری زبان ہر وقت اللہ کے ذکر سے تر رہے۔ اب کوئی شخص کہے کہ یہ کیا بات ہے کہ آپ نے اس کو صرف ایک عمل کی تلقین کی، صرف ذکر سے پورا دین کیسے آسکتا ہے؟ یا کوئی بددین اعتراض کرے کہ مُلّا لوگ جزئیات کو لئے پھرتے ہیں، دیکھو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صرف ایک عمل بتادیا، معلوم ہوا پورے دین پر عمل کرنا ضروری نہیں، صرف ایک دو اعمال سے بھی نجات ہوسکتی ہے۔

تو جواب یہ ہے کہ گھڑی کی سوئی سے گھڑی کے تمام نشانات کے لئے الگ الگ نہیں کہا جاتا کہ تو منٹ کے ہر نشان پر چل بلکہ صرف چابی دے دی جاتی ہے، تو جس سوئی کو بغیر چابی کے ایک سیکنڈ چلنا بھاری تھا اب وہ چوبیس گھنٹے خود بخود چلتی رہتی ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بظاہر اس اعرابی کو صرف ایک تلقین ذکر کی فرمائی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کے دل میں ایک ایسی چابی بھر دی کہ جس کی بدولت پورے دین پر عمل کی توفیق ہوجائے گی کیونکہ جب ہر وقت ذکر کرے گا تو غفلت

نہیں ہوگی، اور جب غفلت نہ ہوگی تو گناہ نہیں کر سکتا، کیونکہ آدمی گناہ غفلت کی وجہ سے ہی کرتا ہے، اور جب گناہ نہیں کرے گا تو اللہ کا ولی ہو جائے گا، اور جب ولی ہو جائے گا تو شرائع اسلام پر عمل خود بخود کرے گا، ہر وقت اس کو یہ جستجو اور فکر رہے گی کہ اللہ میاں کس بات سے ناراض ہوتے ہیں اور کس سے خوش ہوتے ہیں۔ پھر اگر کبھی بشریت کے سبب کوئی نافرمانی ہو جائے گی تو اب چونکہ یہ ولی اللہ ہو چکا ہے، تو اس کے دل کو اللہ میاں چین سے نہیں رہنے دیں گے، جب تک رو دھو کر، سجدے میں گڑ گڑا کر اللہ میاں سے معاملہ صاف نہ کر لے گا، بے چین رہے گا۔

لہٰذا جس کا دل گناہ کے بعد بے چین ہو جائے تو سمجھ لو کہ یہ شخص اللہ کا ولی ہونے والا ہے، کیونکہ جب بچہ سے غلطی ہو جاتی ہے، اپنے اجلے صاف کپڑے مٹی سے گندے کر کے گھر آتا ہے تو ماں اس کو چپت لگاتی ہے، کان گرم کرتی ہے، پھر نہلا دھلا کر آئینہ دکھا کر کہتی ہے کہ دیکھو بیٹا! اب تم کتنے اچھے معلوم ہو رہے ہو۔ تو جب ایک ولی بندے سے غلطی ہو جاتی ہے تو میاں بھی اس کے چپت لگاتے ہیں اور کان گرم کرتے ہیں۔ ان کی چپت کیا ہے؟ دل کو بے چین کر دیتے ہیں اور ان کی صفائی اور غسل کرانا کیا ہے؟ بندہ دوڑتا ہوا بے چین ہو کر مسجد جاتا ہے، سجدے میں آنسو بہاتا ہے، اِدھر آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں اور اُدھر دل کی سیاہی دھلتی جاتی ہے۔ پس اگر گناہ کر کے دل بے چین ہو جائے تو سمجھ لو کہ یہ شخص اللہ کا ولی ہے اور اگر گناہ کر کے بھی دل بے چین نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ یہ شخص اللہ کا ولی نہیں ہے، اور یہ بات ایک اور حدیث شریف سے بھی ثابت ہے:

((اِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ وَسَآءَتْكَ سَيِّئَتُكَ فَاَنْتَ مُؤْمِنٌ))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، کتاب الایمان، ص۱۶)

جب نیکی کر کے تیرا دل خوش ہو جائے اور برائی تجھے غمگین کر دے تو سمجھ لو تم مومن ہو یعنی مومنِ کامل ہو۔

تکبر اور عجب میں فرق

۱۳ ؍صفر المظفر ۱۳۹۴؁ھ مطابق ۸ ؍مارچ ۱۹۷۴؁ء بروز جمعہ

ارشاد فرمایا کہ تکبر اور عجب میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے، تکبر عام ہے، عجب خاص ہے۔ یعنی تکبر کے لئے عجب لازم ہے اور عجب کے لئے تکبر لازم نہیں مثلاً ایک شخص اپنے کو اچھا سمجھ رہا ہے اور دوسرے کو حقیر بھی سمجھ رہا ہے اور عجب میں تقابل نہیں ہوتا، وہ بس خود کو ہی اچھا سمجھتا ہے کہ میں بہت اچھا لگ رہا ہوں۔

ذکر اللہ کی برکت سے دل میں روشنی آتی ہے

۸ ؍ربیع الاول ۱۳۹۴؁ھ مطابق ۲ ؍اپریل ۱۹۷۴؁ء بروز منگل بعد ظہر

احقر حدیث شریف لکھ رہا تھا کہ احقر کو مخاطب کر کے اچانک ارشاد فرمایا کہ بلب، ٹیوب لائٹ میں روشنی کا وجود تو ہے لیکن روشنی کا ظہور بٹن دبانے سے ہوتا ہے، جب بٹن دبا دیا جاتا ہے تو روشنی ظاہر ہو جاتی ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ کا وجود تو یقینی ہے مگر ان کے وجود کا ظہور اُن دلوں پر ہوتا ہے جو ذکر کرتے ہیں، ذکر بمنزلہ بٹن کے ہے۔

عاشقِ مولیٰ کی خطا پر حق تعالیٰ کی عطا

۱۶ ؍ربیع الاول ۱۳۹۴؁ھ مطابق ۱۰ ؍اپریل ۱۹۷۴؁ء بروز بدھ، پانچ بجے شام

احقر میرؔ نے اپنے کچھ حالات لکھ کر آج پیش کئے، اس پر حضرتِ اقدس دامت برکاتہم نے برجستہ یہ شعر تحریر فرمایا جو فی البدیہہ موزوں ہوا تھا ؎

شد مبارک عشق بہر عاشقاں
با ہمہ ناکارگی اے دوستاں

فرمایا کہ عاشقوں کو یہ عشق کی بیماری مبارک ہو کہ جس کی بدولت وہ ہر وقت حق تعالیٰ کے در پر پڑے رہتے ہیں ورنہ کسی دفتر میں ملازم ہوتے۔ ممکن ہے غیرِ عاشق جو خیانتِ صدر وخیانتِ عین سے اگرچہ محفوظ ہوں لیکن ان کو وہ حضوری نصیب نہیں ہوتی جو باوجود

اپنی ضعف و ناکارگی کے عاشقوں کو ہوتی ہے۔ ممکن ہے یہ بھی صدورِ خائن کبھی ہوجاتے لیکن ان کی توبہ اور گریہ وزاری کا مقام بھی بہت بلند ہوتا ہے کہ غیرِ عاشق کا وہاں گذر بھی نہیں ہوسکتا۔ اسی وجہ سے حق تعالیٰ کی صفتِ حلم وغُفران وستاری کا جتنا بڑا عارف، ایک عاشق ہوتا ہے روئے زمین پر اس وقت کوئی دوسرا نہیں ہوتا، کیونکہ اگر کوئی شخص ایک لاکھ خطائیں کرتا ہے اور کوئی کریم اس کی سب خطاؤں کو معاف کردیتا ہے تو اس کریم کے حلم وغُفران وکرم وستاریت کا جتنا عرفان وادراک اس خطاکار کو ہوگا، اس شخص کو نہیں ہوسکتا جس سے کبھی خطا نہیں ہوتی بلکہ وہ تو ان صفات کی معرفت کو تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اگرچہ آج یہ عاشقین مغلوب ہورہے ہوں لیکن مرنے سے پہلے پہلے ان کی تطہیر کردی جائے گی، اور ایک تطہیر تو توبہ وآنسو ہیں ہی، جو یہ خطاؤں پر رو لیتے ہیں تو تطہیر یوں بھی ہوجاتی ہے۔

کون سی عبادت آنکھوں کی ٹھنڈک ہے؟

۱۵؍ربیع الاول ۱۳۹۴ھ مطابق ۹؍اپریل ۱۹۷۴ء بروز منگل بعد عشاء

ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا مانگ رہے ہیں کہ اَللّٰھُمَّ اِذَا اَقْرَرْتَ اَعْیُنَ اَھْلِ الدُّنْیَا مِنْ دُنْیَاھُمْ فَاَقْرِرْ عَیْنِیْ مِنْ عِبَادَتِكَ معلوم ہوا کہ عبادت دو قسم کی ہے، ایک تو وہ جس سے آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں اور دوسری وہ جو آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں ہے۔ یعنی ہر عبادت آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں ہوتی کیونکہ اگر ہر عبادت ٹھنڈک ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مانگتے کیوں؟ پس جس عبادت سے آنکھیں ٹھنڈی نہ ہوں وہ، وہ عبادت نہیں ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ سے مانگ رہے ہیں اَقْرِرْ عَیْنِیْ سے اشارہ دلالت اس امر پر ہے کہ عبادت ایسی کرو جس سے آنکھیں ٹھنڈی ہوں، اور اس کو اللہ سے مانگنے کی ضرورت ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ذکر درد بھرے دل سے، آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی لاکر کرو۔ ایک شخص محبوب کا نام لے رہا ہو لیکن بے کیفی کے ساتھ اور دوسرا اسی محبوب کا نام اس طرح لے رہا ہو کہ

آنکھوں سے آنسو بھی جاری ہوں تو بتاؤ کہ محبوب کے دل میں کس عاشق کی قدر ہوگی؟ اسی طرح اللہ کی رحمت اسی بندے پر زیادہ ہوتی ہے جو محبت سے ان کا نام لیتا ہے۔

عبادتِ عاشقانہ واحسانیہ مطلوب ہے

۱۷/ربیع الاول ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۱/اپریل ۱۹۷۴ء بروز جمعرات بعد مغرب
احقر اور عارف صاحب اکاؤنٹنٹ موجود تھے

ارشاد فرمایا کہ اتباعِ سنت کے دو درجے ہیں، ایک تو یہ کہ عمل سنت کے تابع ہوجائے اور دوسرا یہ کہ ہمارا ذوق، ہمارے نظریات وخیالات سب سنت کے تابع ہوجاویں، یہی درجہ کامل ہے اور عاشقانہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: اَللّٰھُمَّ اِذَا اَقْرَرْتَ اَعْیُنَ اَھْلِ الدُّنْیَا مِنْ دُنْیَاھُمْ فَاَقْرِرْ عَیْنِیْ مِنْ عِبَادَتِكَ اے اللہ! جب اہلِ دنیا کی آنکھیں ان کی دنیا سے ٹھنڈی ہوں تو آپ میری آنکھیں اپنی عبادت سے ٹھنڈی کیجئے۔ یعنی جب اہلِ دنیا کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں ان کی کاروں سے اور ان کے بنگلوں سے اور ان کی بیویوں سے اور ان کی اولاد سے اور ان کے مال ودولت سے، اس میں پوری دنیا داخل ہے، زمین وآسمان کے درمیان میں جو نعمت بھی ہے، جب دنیا والوں کی آنکھیں اس سے ٹھنڈی ہو رہی ہوں تو آپ میری آنکھوں کو اپنی عبادت سے ٹھنڈی کیجئے۔ معلوم ہوا کہ عبادت کا وہ درجہ مطلوب ہے جب عبادت آنکھوں کی ٹھنڈک ہوجائے۔ لہٰذا ہماری نماز، ہمارا ذکر، ہماری تلاوت وغیرہ ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں ہو رہی تو ہماری عبادت ابھی ناقص ہے، ابھی وہ معیاری عبادت ہمیں نصیب نہیں ہوئی جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مانگی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت تو آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی ہی، یہ معیاری عبادت تو آپ کو عطا تھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا مانگ کر اُمت کو سکھا دیا کہ اللہ سے ایسی عبادت مانگو جو آنکھوں کی ٹھنڈک ہوجائے، اگر آپ نہ مانگتے تو ہم کیسے سیکھتے؟ عبادت

کب آنکھوں کی ٹھنڈک بنتی ہے؟ جب احسان کی کیفیت پیدا ہوجائے، اور احسان ایسی عبادت کو کہتے ہیں جب یہ تصور قائم ہوجائے کہ حق تعالیٰ ہم کو دیکھ رہے ہیں:

((اَنْ تَعْبُدَ اللہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ))

(صحیح البخاری: (قدیمی)، کتاب الایمان، ج۱ص۱۲)

اور جب غلام کو یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ آقا ہم کو دیکھ رہا ہے تو کام سنوار کر کرتا ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ تعلیم دے کر ہماری عبادت میں حسن پیدا فرمادیا کیونکہ جب یہ استحضار ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہے ہیں تو عبادت سنوار کر کرے گا اور اسی طرح عبادت حسین ہوجائے گی۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی عاشقانہ عبادت کا حال

اس احسانی کیفیت کے پیدا کرنے میں اہل اللہ کی صحبت بہت مؤثر ہے۔ کانپور میں مَیں اپنے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا تو میرے حضرت نے بعد نمازِ مغرب دعا میں یہ شعر پڑھا ؎

کیا نظر مجھ پر نہ ڈالی جائے گی
کیا مری فریاد خالی جائے گی

یہ شعر سن کر جو یقین میرے اندر پیدا ہوا وہ ایک لاکھ کتابوں کے مطالعہ سے نہیں ہوسکتا تھا۔ جس کو اتنا یقین نہ ہو کہ خدا ہم کو دیکھ رہا ہے وہ کیسے یہ دعا مانگ سکتا ہے؟ اسی طرح میں نے تہجد کے بعد حضرت کو اکثر دیکھا کہ ہر دو رکعت کے بعد دوسرا سلام بھی پوری طرح گویا نہ پھیرتے تھے کہ حضرت ایسے سجدے میں گرتے تھے جیسے کوئی چھوٹا بچہ بے چین ہوکر ماں باپ سے لپٹ جائے، اور پھر دیر تک سجدے میں روتے تھے کہ آوازِ گریہ دور تک پہنچتی تھی، پھر آنسو پوچھتے ہوئے اُٹھتے اور دوسری رکعت کی نیت باندھ لیتے۔ اللہ کا ایسا عاشق روئے زمین پر میں نے کوئی دوسرا نہیں دیکھا، نہ اُمید ہے کہ آئندہ کوئی ایسا مل سکتا ہے۔

گھر کی رونق گھر والے کی موجودگی کا پتا دیتی ہے

۲/شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ مطابق ۳/ستمبر ۱۹۷۳ء بارہ بجے دوپہر، قبل طعام

ارشاد فرمایا کہ جب گھر ویران ہوتا ہے تو اس کو حقیر سمجھتے ہیں اور گھر کا مالک جب گھر میں آجاتا ہے تو گھر کی رونق اور چہل پہل بتاتی ہے کہ گھر اب خالی نہیں ہے، وہی لوگ جو حقیر سمجھ رہے تھے ان کو اب گنجائشِ انکار نہیں رہتی۔ اسی طرح جب آدمی صاحبِ نسبت ہوجاتا ہے تو مخالف بھی سمجھ جاتے ہیں کہ یہ دل اب محروم نہیں ہے اور اس کا رابطہ اب اللہ تعالیٰ سے قائم ہوچکا ہے۔

روح اور اعضاء کی کشمکش اور اس کا حل

ارشاد فرمایا کہ روح تو عرشی ہے، اس لئے روح تو فرش کی لذتوں سے گریزاں اور عرش کی لذتوں سے محظوظ ہونا چاہتی ہے لیکن اس کو جن ملازمین پر حکومت کرنی ہے یعنی آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں اور نفس، یہ سب فرشی خاکی ہیں۔ اس لئے عرشی کا پہلا قدم تو عرش کی طرف ہے اور فرشی کا پہلا قدم فرش کی طرف ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ اعضاء فرش کی لذتوں کی طرف مائل اور متاثر ہوجاتے ہیں۔ روح عرش کی طرف جانا چاہتی ہے لہٰذا کہتی ہے کہ اس صورت کو نہ دیکھو مگر آنکھیں خاکی حسن سے متاثر ہوجاتی ہیں۔ اسی لئے روح کو اپنے محکومین پر حکومت کرنا مشکل ہوجاتا ہے لیکن اس کا ایک ہی علاج ہے کہ روح کا عرش والے سے قوی رابطہ وتعلق ہوجائے پھر حق تعالیٰ کے تعلق کے فیضان سے تمام اعضاء روح کے تابع ومطیع ہوجاتے ہیں بلکہ پھر یہ فرشی بھی ذکر کے غلبۂ نور سے عرشی ہوجاتے ہیں یعنی کثرتِ ذکر وعبادات ومجاہدات کا نور غالب ہوجاتا ہے۔ حکم تو تغلیبی ہوتا ہے، جب فرشی اعضاء پر نور کا غلبہ ہوجاتا ہے تو یہ بھی عرشی ہوجاتے ہیں اور فرش کی لذتوں سے سیر چشم ہوجاتے ہیں۔

سیدنا حضرت یعقوب علیہ السلام کی قبرِ مبارک ملکِ شام میں ہے

۲ رشعبان المعظم ۱۳۹۳ھ مطابق ۳ رستمبر ۱۹۷۳ء

بعد ظہر، تلاوت کرتے کرتے فرمایا کہ ملک شام میں سیدنا یعقوب علیہ السلام کی قبر ہے۔

غلامی کے ساتھ بادشاہت کا سنگم

۳ رشعبان المعظم ۱۳۹۳ھ مطابق ۴ رستمبر ۱۹۷۳ء

بندگی و سلطنت معلوم شد

ایں دو پردہ عاشقی مکتوم شد

ارشاد فرمایا کہ اللہ کا عاشق ''بندہ'' (یعنی غلام) بھی ہوتا ہے اور ایک ''سلطنت'' بھی رکھتا ہے، یہ ہے سینہ میں بندگی کی راہ سے سلطنت پانا۔ بندگی و سلطنت کے ان ہی دو پردوں کے درمیان عاشقی چلتی ہے۔

امانت اور خیانت کا سبق

در حقیقت مالک ہر شے خدا ست

ایں امانت چند روزہ نزد ماست

ارشاد فرمایا کہ یہ ہمارا جسم ہمارا نہیں ہے، ہم اس کے مالک نہیں ہیں، اس کا مالک اللہ ہے، یہ جسم کُل بھی اللہ کا ہے اور اس کا ہر جز بھی اللہ کا ہے۔ ہماری یہ آنکھیں بھی اللہ کی مملوک ہیں، ہمارے یہ کان بھی اللہ کے مملوک ہیں، ہمارے ہاتھ، ہمارے پاؤں، غرض ہمارے ظاہر و باطن کا ہر ہر ذرّہ ان کا مملوک ہے۔ ہمیں اس کو اللہ کی مرضی کے خلاف استعمال کرنے کا حق نہیں ہے۔ یہ دل جو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس کو گناہوں کی لذتوں کے خیال اور گناہ کے ارادوں سے محفوظ رکھنا، دل میں اللہ کو یاد رکھنا، زبان کو اللہ کے ذکر سے تر رکھنا، یہ آنکھیں بھی اللہ کی ہیں، ان سے کسی

نامحرم کو نہ دیکھنا، یہ اس امانت کا حق ہے۔اور یہ امانت ہمارے پاس چند روز کے لئے ہے اور مالک کی امانت کو مالک کی مرضی کے مطابق استعمال کیا جانا چاہیے، ورنہ خیانت ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ سے گڑگڑانے کا مزہ

دورانِ گفتگو فی البدیہہ یہ شعر باتوں باتوں میں فرمایا۔

جان کو مشکل میں پھنستی دیکھ کر
ان کے در پر گڑگڑانا چاہیے

عالَمِ مجاز محبوبِ حقیقی کے جمال کا حجاب ہے

ارشاد فرمایا کہ حسین صورتیں اللہ کے راستہ میں منقش حجاب ہیں۔ اگر کسی کے محبوب کے سامنے نقشین پردہ پڑا ہو تو کیا عاشق اس کو چاک نہ کرے گا یا پردے ہی سے چپک جائے گا؟ وہ کہے گا کہ ایسے ایسے ہزاروں پردوں کی میرے محبوب کے سامنے کیا حقیقت ہے؟ دنیا کی محبت تو خوب سمجھ میں آجاتی ہے، اسی سے اللہ کی محبت کو سمجھو کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے جمال کے سامنے ان صورتوں کے حجاب کی کیا حقیقت ہے؟ ان کو چاک کر دو، ان سے صَرفِ نظر کرو، حق تعالیٰ سے واصل ہو جاؤ گے۔ اگر حجاب کے نقش و نگار ہی پر فدا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نہ ملیں گے، اس حجاب کے پیچھے وہ محبوبِ حقیقی ہے۔

نسبتِ متعدیہ کی علامت

۱۳/جمادی الثانیہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۵/جولائی ۱۹۷۳ء بروز اتوار

ارشاد فرمایا کہ میں تصوف مستند بالقرآن پیش کرتا ہوں:

﴿وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ﴾

(سورۃ الانعام: آیۃ ۱۲۲)

اللہ کا نور وہ نہیں ہے جو بیت اللہ کے اندر، روضۂ مبارک میں، اور مسجدوں کے گوشوں اور خانقاہوں کے حجروں میں محصور ہو، محدود ہو، مسدود ہو اور صوفی بھی مشدود ہو (بندھا ہوا)۔ صوفی بندھا ہوا نہیں ہوتا، اس کی تمنّا ہوتی ہے کہ سارے عالَم میں اللہ کی محبت کی آگ لگا دوں، اگر اس کو سارے عالَم میں آگ لگانے کی فکر اور جوش نہیں ہے تو سمجھ لو کہ اس کے دل میں بھی آگ نہیں لگی ہوئی ہے اگرچہ دعویٰ کر رہا ہو کہ میرے دل میں آگ لگی ہوئی ہے۔ جس کے دل میں آگ لگتی ہے اس کو لگانے کی بھی فکر ہوتی ہے، ناممکن ہے کہ دردِ محبتِ الٰہیہ لازمہ رہ جائے اور متعدّیہ نہ ہو۔ جب بچہ بالغ ہوتا ہے تو پھر اس سے اولادِ جسمانی آگے بڑھتی ہے اور جب اللہ والا اپنی روحانیت کے اعتبار سے بالغ ہوتا ہے تو اس سے پھر صاحبِ روحانیت پیدا ہوتے ہیں اور وہ لوگ جو دنیاوی خواہشات کی دلادِل میں پھنسے ہوئے ہیں (دلدل کی جمع دلادِل ہے) پھر ان کو نکالتا ہے۔ وہ اپنی مجلس کے سامعین کا دل اور اپنا دل اندر اندر ملاتا ہے، دو دِل، طالب کا دِل اور شیخ کا دِل، دِل دِل جمع ہوتے ہیں تو دَل دَل سے نجات پاتے ہیں۔

تعلیمِ اعتدال

رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ مطابق اکتوبر ۱۹۷۳ء

ارشاد فرمایا کہ میرا ہی ایک مرید غیر معتدل ہو گیا، جب سوتا تھا تو ٹوپی پہن کے سوتا تھا، اسے تقویٰ اور تصوف کا ہیضہ ہو گیا تھا۔ شیخ تو ٹوپی اُتار کے سوئے اور مرید ٹوپی پہن کے سو رہا ہے، کیا ٹوپی پہن کے سونا کوئی عبادت ہے؟ آپ سمجھ لو کہ اگر مقتدی کا مصلّٰی امام کے مصلّٰی سے آگے ہو جائے تو کیا نماز ہو گی؟ جو اپنے شیخ کے مشوروں سے آگے بڑھے گا اس کا یہی حال ہو گا کہ اعتدال نہیں رہے گا۔ اب وہی مرید صاحب آج کل آئے ہوئے ہیں، ٹوپی والے، ان کے ابّا نے بتایا کہ ابھی حافظ ہوا ہے، ابھی داڑھی مونچھ بھی نہیں آئی ہے، ٹوپی پہن کے سوتا ہے۔ میں نے

اس کو کہا کہ دیکھو! میں ٹوپی اُتار کے سوتا ہوں، تم کوئی کپڑا باندھ لو اگر ٹھنڈک لگتی ہے مگر آج سے ٹوپی پہن کے مت سونا، اور یہ بھی اس کے ابّا سے معلوم ہوا کہ اگر ذرا بھی کہیں بجلی جلی رہ گئی، اسراف فضول خرچی ہوگئی تو اب توبہ کی اتنی اتنی رکعتیں پڑھے جا رہا ہے اور رو رہا ہے۔ بھئی! ہر چیز کی ایک حد ہے، اتنا زیادہ رونا بھی کہ جس سے دماغ معتدل نہ رہے اور آدمی بیمار ہو جائے، اتنا رونا اللہ کو پسند نہیں ہے، اللہ کو اتنا ہی رونا پسند ہے کہ جس سے صحت بھی ٹھیک رہے۔ ایک قطرہ آنسو قبول ہو جائے تو بھی کافی ہے، اور رونا نہ آئے تو رونے والوں کی شکل بنانا بھی کافی ہے۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

اب کہیں پہنچے نہ مجھ سے ان کو غم
اے مرے اشکِ ندامت اب تو تھم

شریعت میں خوف کی حدود

شریعت میں کتنا خوف مطلوب ہے؟ یہ اسلام ہے، یہ وہ مذہب نہیں ہے کہ جتنا چاہو ڈر جاؤ اور ڈر کے بستر سے لگ جاؤ اور مر جاؤ، اس لئے خوف کتنا ہونا چاہیے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خوف کی مقدار کو متعین فرماتے ہیں کہ اے خدا! ہمیں اتنا خوف دے جس سے ہم گناہ سے بچ جائیں بس:

((اَللّٰھُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْیَتِکَ مَا تَحُوْلُ بِہٖ بَیْنَنَا وَبَیْنَ مَعَاصِیْکَ))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ کتاب الدعوات؛ باب جامع الدعاء؛ ص ۲۱۹)

اے خدا! اتنا خوف دے دے کہ جس سے ہم گناہ سے بچ جائیں، یہ نہیں کہ تجارت دکان سب چھوڑ کر نہ بیوی بچوں کا خیال رہے، بس ہر وقت کانپ رہے ہیں کہ پسلی توڑی جائے گی، قبر میں کیا ہوگا؟ اسی لئے ایسے لوگوں کو جن کا دل کمزور ہو اور نفسیاتی بیمار ہوں ان کو ایسی مجلس میں جانا حرام ہے کہ جہاں خوف اتنا دلایا جائے کہ وہ کانپنے لگیں، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الخوف پڑھنا بھی اب جائز

نہیں ہے، یہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا جملہ ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کتنے بڑے شخص ہیں، لیکن ان کی کتاب ''کتاب الخوف'' پڑھنے سے منع کردیا کہ مایوسی ہوگی۔ اب وہ پہلے زمانے جیسے دل و دماغ نہیں رہے۔ اُس زمانے میں خون نکلوانا پڑتا تھا، اب خون چڑھوانے کا زمانہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی دوستی کی بنیاد تقویٰ ہے

اس زمانے میں مختصر وظیفہ پڑھو، لیکن ایک کام کرو کہ'' کام نہ کرو'' اور آرام سے رہو، وہ کام کوئی نہ کرو جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو۔ اللہ کی دوستی کی بنیاد عجیب ہے، بس تقویٰ سے رہو:

﴿اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ﴾

(سورۃ الانفال: آیۃ ۳۴)

میرا ولی وہی ہوتا ہے جو مجھے ناراض نہیں کرتا، اور ناراض نہ کرنا ایک کام ہے، لہٰذا کام نہ کرکے آرام سے اللہ کے ولی بن جاؤ۔ اتنا آسان راستہ تو دنیا میں کہیں بھی نہیں، فیکٹری مالکان بھی یہاں بیٹھے ہیں، ان سے پوچھ لو کہ کسی مزدور کو کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ تم کام نہ کرو، آرام سے رہو، پھر بھی تنخواہ لے لیا کرو۔ کیا کسی کا حوصلہ ہے؟ کئی فیکٹری مالک کانپ رہے ہیں کہ یہ نسخہ تو بہت مشکل ہے کہ جملہ مزادیر سے کہو (مزدور کی جمع مزادیر) کام مت کرو، آرام سے سوتے پڑے رہو اور تنخواہ لے لیا کرو۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فرض، واجب، سنتِ مؤکدہ ادا کرلو، پھر چاہے کوئی وظیفہ نہ پڑھو، ایک کام کرو کہ وہ کام نہ کرو جس سے میں ناراض ہوتا ہوں، مجھ کو ناخوش کرکے اپنی حرام خوشیوں کی غیر شریفانہ حرکت چھوڑ دو، میری پرورش اور میری روٹیاں کھا کر تم کتنے کمینی طبیعت کے ہو اور شریف بنتے ہو، اگر تمہیں کوئی کمینہ کہہ دے تو اسے مرنے مارنے کے لئے تیار ہوجاتے ہو، مگر تم اپنے پالنے والے کے ساتھ کیسا کمینہ پن کر رہے ہو۔

جہاں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہورہی ہو وہاں ٹھہرنا جائز نہیں

آج ہی سے ارادہ کرلو، ٹیلی ویژن، وی سی آر، تمام گانا بجانے کے سامان گھر سے نکالو اور جہاں کہیں ٹیلی ویژن، وی سی آر اور ریکارڈنگ، گانا بجانا ہو رہا ہو یا مووی بن رہی ہو یا فوٹو گرافر دلہا کی، دلہن کی یا مجمع کی فوٹو لے رہے ہوں، فوراً وہاں سے بھاگ جاؤ، وہاں سے بھاگنا فرض ہے، مستحب نہیں ہے۔ چاہے ولیمہ کھلانے والا ہمیشہ کے لئے ناراض ہوجائے، یہاں تک کہ اگر ڈش میں مرغی ہے اور مرغی کی ٹانگ منہ تک آئی ہوئی ہے، علامہ شامی ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ فقہ شامی میں لکھتے ہیں کہ مرغی کی ٹانگ منہ تک آ چکی اور وہاں غیبت شروع ہوگئی، غیبت سننا حرام ہے، مرغی کی ٹانگ پلیٹ میں واپس رکھ کر فوراً وہاں سے بھاگنا فرض ہے۔ جہاں اللہ کی ناراضگی کی باتیں ہوں وہاں بیٹھنا کیسے جائز ہوگا؟ محدثِ عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

((لَا یَجُوْزُ الْحُضُوْرُ عِنْدَ مَجْلِسٍ فِیْهِ الْمَحْظُوْرُ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)؛ کتاب الجنائز؛ باب البکاء علی المیت؛ ج ۴ ص ۲۰۷)

جس مجلس میں اللہ کی نافرمانی ہورہی ہو وہاں بیٹھنا حرام ہے، فوراً اُٹھ جاؤ ورنہ تمہارا بھی فوٹو کھینچ جائے گا۔ دعوتِ ولیمہ تو سنتِ مؤکدہ ہے مگر کسی شادی میں فوٹو گرافی شروع ہوگئی، مووی بننے لگی یا گانے شروع ہوگئے یا لڑکے اور لڑکیاں مخلوط ہوگئیں فوراً نکل پڑو۔ میزبان سے ملو بھی مت، اس سے معذرت بھی مت کرو، اجازت بھی مت لو، اللہ کی فرمانبرداری میں کسی مخلوق کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ بعد میں جب پوچھیں کہ آپ کہاں اور کیوں بھاگ گئے؟ تو کہو ہم بھاگے نہیں بھگائے گئے تھے، تم نے اللہ کی نافرمانی کر کے مجھے بھاگنے پر مجبور کیا۔ تم نے ہمارا حق ادا نہیں کیا تو میں کیسے تمہارا حق ادا کروں؟ تم نے نافرمانی نہیں چھوڑی، ہم نے فرمانبرداری نہیں چھوڑی۔ بتاؤ! یہ جملے کیسے ہیں؟ یہ جملے مجھے اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے

عطا ہوتے ہیں، میں کتاب دیکھ کر تقریر نہیں کرتا۔

لہٰذا گناہوں سے بھاگو یا بھگاؤ، اگر بھگانے کی طاقت نہ ہو تو خود بھاگ جاؤ ورنہ ایک دن میں چاقو لے کر تمہاری گردن پر رکھ دوں گا۔ لیکن نہیں، مجھ سے تو لوگ کہیں گے آپ اپنے ہاتھوں سے مار ہی دیجئے تو اچھا ہے، اس کا خطرہ ہے کہ کوئی میرا عاشق مرنے کے لئے تیار ہو جائے، کسی میں شیخ کی محبت اتنی غالب ہوتی ہے کہ وہ بزبانِ حال کہتا ہے ؎

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اس لئے اپنی مثال نہیں دوں گا۔ یوں سمجھو کہ کوئی دشمن اگر چاقو لے کر آ رہا ہو تو بھاگو گے یا نہیں؟ اس لئے اللہ کے لئے بھاگنا سیکھو، جان بچانے کے لئے بھاگنے والے تو بہت ہیں، اس میں کافر بھی شامل ہیں۔ اللہ کے لئے بھاگ کر دِکھاؤ۔

مجلسِ ذکر کی فضیلت

رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ مطابق اکتوبر ۱۹۷۳ء

ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے:

((لَا یَقْعُدُ قَوْمٌ یَّذْکُرُوْنَ اللہَ عَزَّ وَجَلَّ اِلَّا حَفَّتْھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَغَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَۃُ وَنَزَلَتْ عَلَیْھِمُ السَّکِیْنَۃُ وَذَکَرَھُمُ اللہُ فِیْمَنْ عِنْدَہٗ))

(الصحیح لمسلم: (قدیمی)، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القراٰن و الذکر؛ ج ۲ ص ۳۴۵)

ایسی مجلسیں جہاں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جائے تو اہلِ مجلس کو چار نعمتیں ملنے کی بشارت اس حدیث شریف میں دی گئی ہے:

(۱)......اس ذکر کی مجلس کو فرشتے گھیر لیتے ہیں۔
(۲)......اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔
(۳)......اطمینان و سکینہ ان پر نازل ہوتا ہے۔

(۴)......اللہ تعالیٰ اپنے مقرب فرشتوں سے ان کا ذکر کرتے ہیں۔
یہ کتنی بڑی نعمتیں ہیں۔ یہ روایت مشکوٰۃ شریف میں بھی ہے،(مشکوٰۃ: (قدیمی)؛ص ۱۹۶)

نزولِ سکینہ کی شرح

لہٰذا جب ہم نیک لوگوں کے مجمع میں اللہ والوں کے پاس بیٹھیں گے تو ہمارے دلوں پر سکینہ نازل ہوگا اور سکینہ جب نازل ہوگا تو ہمارے ایمان کی حفاظت کی ضمانت رہے گی۔ کیسے؟ تفسیر روح المعانی پیش کرتا ہوں:

﴿هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ السَّکِیۡنَۃَ فِیۡ قُلُوۡبِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ﴾

(سورۃ الفتح: آیۃ ۴)

اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جو ایمان والوں کے دلوں میں سکینہ نازل کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ سکینہ کا جہاز مومنین کے دل پر اُترتا ہے، مگر تم نے تو دل ہی بیچ دیا، تم نے ایسوں کے ہاتھوں دل بیچ دیا جو تمہارے دل کو آرام سے رکھنا بھی نہیں جانتے، اگر تم ان کی یاد میں رات بھر روتے رہو گے تو وہ تمہارے رونے سے رات بھر پریشان نہیں رہیں گے، معشوقوں کو عاشقوں کی آہ کی خبر بھی نہیں ہوتی، تو ایسی بے خبر مخلوق کو دل بیچنے والے سے بڑھ کر اُلّو دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ اگر دل دینا ہی ہے تو اللہ تعالیٰ کو دو جو ہر سانس آپ کی حفاظت پر قادر ہے، وہ دونوں جہان کا مالک ہے اور ہمارے دل کو آرام سے رکھنا جانتا ہے۔

اسی لئے بدنظری حرام ہے کیونکہ اگر بدنظری کرلی تو دل سینہ سے غائب ہوگیا اور حسینوں کے پاس پہنچ گیا، جب ایئرپورٹ ہی ختم ہوگیا تو سکینہ کا جہاز کہاں اُترے گا؟ ہر وقت بے سکون رہو گے۔ جب جنگ ہوتی ہے تو دشمن سب سے پہلے ایئرپورٹ کو تباہ کرتا ہے تاکہ وہاں سے کوئی جہاز اُڑ کر اس پر حملہ نہ کرسکے۔ تو جس نے اپنی نظر کو خراب کرکے دل کو گنوا دیا، اب سینہ میں دل ہی نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ سکینہ کہاں نازل کریں گے؟ یہی وجہ ہے کہ رومانٹک والوں کو چین نہیں ہے کیونکہ انہوں نے وہ

ایئر پورٹ ہی ضائع کر دیا جہاں سکینہ کا جہاز اُترتا ہے۔

اب سکینہ کیا چیز ہے؟ سکینہ کی تین تفسیریں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی (ج ۱۱، ص ۳۶، مکتبہ رشیدیہ) میں کی ہیں:

۱۔ هِيَ نُوْرٌ يَّسْتَقِرُّ فِي الْقَلْبِ یعنی سکینہ ایک نور ہے جو مومن کے قلب میں ٹھہر جاتا ہے۔ ایسا نہیں کہ مسجد میں تو وہ نور رہتا ہے اور بازاروں میں ختم ہوجاتا ہو، نہیں بلکہ بازاروں اور فیکٹریوں میں، اور لندن، جرمن، جاپان میں بھی ساتھ رہتا ہے۔ جب نور کا قلب میں استقرار ہوجاتا ہے تو اس کی علامت یہ ہے کہ صاحبِ نور کسی حالت میں اللہ سے غافل نہیں ہوتا، اسی کا نام سکینہ ہے۔ یہ نور کیسے ملتا ہے؟ اللہ کے ذکر اور تقویٰ سے ملتا ہے بشرطیکہ اس نور کو ضائع نہ کیا جائے ورنہ ٹنکی پانی سے بھر دو لیکن ٹونٹی کھول دو تو سب پانی نکل جائے گا۔ اسی طرح ذکر سے قلب نور سے بھر گیا لیکن گناہ بھی کرلیا تو سارا نور ضائع ہوگیا لہٰذا ذکر کے ساتھ تقویٰ کا اہتمام بھی ضروری ہے۔

۲۔ وَبِهٖ يَثْبُتُ عَلَى التَّوَجُّهِ اِلَى الْحَقِّ اس نور کی خاصیت یہ ہے کہ جس دل پر اللہ سکینہ اُتارتا ہے، ہر لمحۂ حیات، ہر سانس وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے، ایک سانس بھی اگر غافل ہونا چاہے تو نہیں ہوسکتا۔ یہی وہ مقام ہے جس کو نسبت کہا جاتا ہے، جب نسبت قائم ہوگئی تو اب خدا کو نہیں بھول سکتا، اب بھاگنا بھی چاہے تو نہیں بھاگ سکتا۔ نسبت پر حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب شعر ہے، کیسے معلوم ہو کہ یہ شخص ولی اللہ، صاحبِ نسبت ہو چکا؟ فرماتے ہیں ؎

نسبت اسی کا نام ہے نسبت اسی کا نام
ان کی گلی سے آپ نکلنے نہ پایئے

سمجھ لو وہ شخص صاحبِ نسبت ہوگیا کہ جو بھاگنا بھی چاہے تو اللہ سے نہ بھاگ سکے، ان کو بھلانا بھی چاہے تو بھلا نہ سکے، اس پر قادر ہی نہ ہو کہ ایک سانس اللہ کے بغیر جی سکے۔

۳۔ یَتَخَلَّصُ عَنِ الطَّیْشِ یعنی ایسے شخص کو بے سکونی اور پریشانی سے نجات مل جاتی ہے، دل ایک دم ٹھنڈا رہتا ہے جب کوئی پریشانی آئی، دو رکعات پڑھیں، اللہ میاں سے رولیا اور مطمئن ہو گیا۔

آلامِ روزگار کو آساں بنا دیا
جو غم ملا اسے غمِ جاناں بنا دیا

اگر اللہ سے تعلق نہ ہو تو کیسے جیتے ہیں لوگ؟ ان کے جینے پر اہل اللہ تعجب کرتے ہیں۔

ہر لمحۂ حیات گذارا ہم نے
آپ کے نام کی لذت کا سہارا لے کر

ایمان میں زیادتی سے کیا مراد ہے؟

آگے فرماتے ہیں: لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِہِمْ اس کا انعام کیا ہے؟ لامِ غایت کیا ہے؟ اس کا معنیً کیا ہے؟ اس کا مقصد کیا ہے؟ تاکہ ان کے سابق ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو جائے کیونکہ ایمان تو پہلے بھی تھا، معلوم ہوا کہ سکینہ کا نور دل میں آنے کے بعد ان کے موجودہ ایمان پر مستزاد ایمان عطا ہوتا ہے۔ ان کا ایمانِ استدلالی، عقلی، موروثی (جو وراثت میں آیا ہے) وجدانی، ذوقی اور حالی سے تبدیل ہو جاتا ہے: لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانَہُمُ الْعَقْلِیَّۃَ وَالْاِسْتِدْلَالِیَّۃَ وَ الْمَوْرُوْثِیَّۃَ بِالْاِیْمَانِ الْوِجْدَانِیَّۃِ وَالذَّوْقِیَّۃِ وَالْحَالِیَّۃِ، یہ تفسیر بیان القرآن ہے، ان کو وجدانی، ذوقی اور حالی ایمان عطا ہو جائے جو اولیائے صدیقین کو عطا ہوتا ہے (بیان القرآن ج ۳ میں مسائل السلوک ص ۳۳)۔ ''وجدان'' یعنی دل میں اللہ کو پا جائیں۔ کوئی پوچھے اللہ کہاں ہے تو کہو یہ ہے: ذٰلِکُمُ اللہُ رَبُّکُمْ (سورۃ الانعام: آیت ۱۰۲) یہ ہے تمہارا رب، یعنی ہمارے دل میں ہے۔

اب یہ ایمانِ ذوقی، حالی، وجدانی یعنی نسبتِ خاصّہ مع اللہ کیسے حاصل ہو

اس کو بیان کرتا ہوں، مسلم شریف کی روایت جو مشکوٰۃ میں بھی ہے:

((لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُوْنَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلٰئِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ))

(الصحیح لمسلم: (قدیمی)؛ باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القراٰن و الذکر؛ ج ۲ ص ۳۴۵)

اس میں اہلِ ذکر کا تیسرا انعام جو بیان ہوا ہے نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ کہ ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے، یہ وہی سکینہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے: هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور جس کی تفسیر ابھی میں نے آپ سے بیان کی۔ پس اس آیتِ شریفہ اور حدیثِ مبارکہ کو ملا کر مجھے ایک علمِ عظیم اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا کہ ذکر پر نزولِ سکینہ منصوص بالحدیث ہے اور سکینہ پر ازدیادِ ایمان منصوص بالقرآن ہے، معلوم ہوا کہ ذکر کے لئے سکینہ لازم ہے اور سکینہ کے لئے زیادتِ ایمان لازم ہے۔ پس ذکر اللہ ازدیادِ ایمان، ترقیٔ ایمان یعنی حصولِ نسبتِ خاصّہ مع اللہ کا ذریعہ ہے۔

ذکر کا کُشتہ

ارشاد فرمایا کہ حکیم اجمل خاں مرحوم ماء اللحم اور کشتہ کھا کر سخت سردی میں فجر سے پہلے ململ کا کرتا پہنے ہوئے تانگے میں بیٹھ کر دلی کے اطراف میں سیر کرتے تھے اور پھر جماعت سے آ کر نماز پڑھتے تھے۔ یہ کیا بات تھی؟ یہ ماء اللحم اور کشتے کی گرمی تھی۔ تو اللہ جو خالقِ کشتہ ہے، اور خالقِ مروارید اور خالقِ جواہرات ہے، اس کے نام میں کتنی طاقت ہوگی! اس کشتے کو حاصل کرو کیونکہ شیخ ہر وقت ساتھ نہیں رہے گا۔ پھر جہاں بھی رہو گے باخدا رہو گے، اللہ کے ذکر کی برکت سے جہاں بھی رہو گے اللہ والے بن کے رہو گے۔ جتنا ملتزم پر روئے تھے اور جتنا مسجد کے گوشے میں باخدا اور اَشکبار تھے، اتنا ہی بندر روڈ پر رہو گے، بندر روڈ پر بھی قلندر رہو گے اور قسمت کے سکندر رہو گے اور اخلاق کے لحاظ سے بندر نہیں رہو گے۔

لیکن کوئی عمل کرے تب بات ہے! بھئی بتاؤ! شیخ اتنا زبردست کشتہ دے، کوئی نہ کھائے تو اب شیخ کیا کرے؟ اس لئے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شیخ کی صحبت میں رہو، مگر اللہ والوں کے پاس جو ایمان کی گرمی ملتی ہے اس کو قائم اور دائم اور اس کی بقاء اور اس کے ارتقاء کے لئے ذکر اللہ کو بھی جاری رکھو، یہ کشتہ ہے۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے مثال یہی دی کہ سخت سردی میں ململ پہن کر حکیم اجمل خاں تانگے پر بیٹھ کر دلی کے چاروں طرف سیر کرتے تھے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ جب آپ اللہ کا ذکر کریں گے تو رَگ رَگ میں خون کے ساتھ اس کا نور بھی رہے گا۔ آپ کی آنکھوں میں، آپ کے کانوں میں اس سے طاقتِ روحانیت آئے گی جو کُشتی کے وقت آپ کے کام آئے گی، جب نفس سے کُشتی ہوگی پھر اللہ کے ذکر کا کشتہ کام آئے گا۔ جب نفس سے مقابلہ ہوگا، حسین چہروں کا سامنا ہوگا اس وقت ذکر اللہ کا کشتہ اس نفس کی کُشتی میں کام آئے گا اور آپ کُشتی میں نفس کے پشتے لگا دیں گے۔

حقوقِ عشق ومحبت

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مردانہ وار ایمان عطا فرمائے اور ہمتِ مردانہ عطا فرمائے۔ عشق کے حقوق میں دیکھئے! میرے پاس حقوقِ عشق ومحبت میں مختلف طبقات کے مختلف اقوال ہیں ؎

بلبل نے کہا عشق میں غم کھانا چاہیے
پروانہ بولا عشق میں جل جانا چاہیے
فرہاد بولا کوہ سے ٹکرانا چاہیے
مجنوں نے کہا ہمتِ مردانہ چاہیے

مگر وکیل نے کہا ہم کو محنتانہ چاہیے۔ تو اللہ تعالیٰ سے ہمتِ مردانہ مانگو، جس طرح سے دسترخوان پر ٹوٹتے ہو کہ چاٹ مصالحہ کدھر ہے؟ ایک بات یاد آئی کہ دسترخوان پر

افطار کے وقت کوئی نہیں سوتا، لہٰذا تقریر سنتے وقت بھی تمہاری آنکھوں کا یہی جغرافیہ ہو، آنکھ مت بند کرو، یہ عشقِ مولیٰ کی کمی کی علامت ہے۔ کسی کو افطار کے وقت، کھانے کے وقت آنکھ بند کرتے ہوئے دیکھا؟ ایک صاحب ہیں جو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں تو ہاتھ تو اللہ کے سامنے اُٹھے ہوئے ہیں، مگر اس وقت بھی پوچھتے ہیں کہ دہی بڑا کدھر ہے؟ چاٹ مصالحہ کدھر ہے؟ اس کا خیال رکھنا چاہیے، یہ اللہ تعالیٰ کی عظمتِ الٰہیہ کے خلاف ہے۔

ذکر اللہ سے اللہ کی محبت غالب رہے گی

ذکر کی برکت سے ان شاء اللہ! جب اللہ کی محبت غالب رہے گی تو مالک کا نام دکھاوا، ریا، جاہ سب جلا کے خاک کر دے گا۔ اللہ کا نام اللہ کا نام ہے، بہت بڑا نام ہے لیکن اس میں ناغہ مت کرو۔ بعض وقت شیطان دینی مصروفیات کو بہانہ بنا دیتا ہے، یہ مصروفیت اللہ کے ہاں قبول نہیں اور جب اللہ کے ہاں یہ قبول نہیں تو دائرۂ تصوف و سلوک میں بھی یہ قبول نہیں۔ ذکر کا ناغہ کیا، خواہ دینی مصروفیات کی وجہ سے ہی ہو تو برکاتِ ذکر سے محروم رہو گے، تمہارا فرض بھی پھر خطرے میں ہوگا۔ اس لئے میں اپنی اولاد اور اپنے احباب سے کہتا ہوں کہ ذکر کے معمول کو چاہے تقسیم کرلو، کچھ صبح، کچھ مغرب بعد، یا عشاء بعد کرلو، اور اختر تو ذکر بہت کم بتاتا ہے، تین سو دفعہ اللہ اللہ بتاتا ہوں، (اب وہ بھی ایک سو مرتبہ کر دیا۔ جامع) اور پہلے اللہ پر جل جلالہ کہو، اور صرف تین سو بار لا الٰہ الا اللہ بتاتا ہوں (اب وہ بھی ایک سو مرتبہ کر دیا۔ جامع)، اس مراقبے سے کہ میری لا الٰہ الا اللہ عرشِ اعظم تک جارہی ہے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کر رہی ہے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَیْسَ لَھَا حِجَابٌ الخ کی شرح

میرا یہ تصوف بلا دلیل نہیں ہے۔ حدیث شریف ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ارشاد فرماتے ہیں کہ جب بندہ زمین پر لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے تو اس کی لا الٰہ الا اللہ ساتوں آسمان پار کر کے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتی ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

((لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ لَیْسَ لَھَا حِجَابٌ دُوْنَ اللہِ۔ رواہ الترمذی))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب ثواب التسبیح والتحمید، ص ۲۰۲)

لا الٰہ الا اللہ میں اور اللہ میں کوئی پردہ نہیں ہے۔ نکرہ تحت النفی ہے، تفید العموم ہے، یعنی کوئی ذرّہ، ایک ذرّہ کا حجاب نہیں ہوتا، پھر اس نعمت کو کیوں نہیں غنیمت سمجھتے؟ بے پردہ اللہ سے کیوں نہیں ملاقات کرتے؟ کس منہ سے اپنے کو عاشق کہتے ہو اور عاشقی کا دعویٰ کرتے ہو؟ دینی خدمات سر آنکھوں پر ہیں لیکن مالک سے ملاقات جیسی نعمت کا کوئی بدل نہیں ہے، یہ لا الٰہ الا اللہ ہمیں اللہ سے ملاقات کراتی ہے۔ ایک اور روایت میں ہے:

((لَیْسَ مِنْ عَبْدٍ یَّقُوْلُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مِائَۃَ مَرَّۃٍ اِلَّا بَعَثَہُ اللہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَوَجْھُہٗ کَالْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ))

(کنز العمال: (دار الکتب العلمیۃ)؛ کتاب الایمان والاسلام، ج ۱ ص ۴۳، رقم ۱۷۹)

کہ لا الٰہ الا اللہ اگر سو دفعہ روزانہ پڑھ لیں تو قیامت کے دن منہ چودہ تاریخ کی چاند کی طرح اجالا ہوگا، اور جب منہ اجالا کرنے کا فیصلہ ہوگا تو منہ اجالا کرنے والے اعمال بھی اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے اور منہ کالا کرنے والے اعمال سے حفاظت بھی فرمائیں گے۔ جب روزانہ اللہ تعالیٰ سے بے پردہ ملاقات ہوگی تو حق تعالیٰ کے اَخلاق بھی ہم میں منتقل ہوں گے، اور خوشبو اور طہارت اور پاکیزگی سے مناسبت ہوگی کیونکہ اللہ پاک ہے، جب اللہ پاک کا ہم نام لیں گے تو ہمارا دل بھی پاک ہوجائے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ کم سے کم ایک تسبیح تو پڑھ لو ورنہ جس کو تین تسبیح بتائی ہے، تین تسبیح کرو۔ لا الٰہ جب کہو تو سمجھ لو غیر اللہ قلب سے نکل گیا اور جب الا اللہ کہو تو سمجھ لو اللہ تعالیٰ کا نور ہمارے قلب میں آ گیا، اور دورانِ ذکر تین شعر حضرت

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پڑھ لیا کرو۔

دل مرا ہوجائے اِک میدانِ ھُو
تُو ہی تُو ہو تُو ہی تُو ہو تُو ہی تُو
اور مرے تن میں بجائے آب و گِل
دردِ دل ہو دردِ دل ہو دردِ دل
غیر سے بالکل ہی اُٹھ جائے نظر
تُو ہی تُو آئے نظر دیکھوں جدھر

ذکر اللہ نہ کرنے سے ابتلائے معصیت کا اندیشہ ہے

ارشاد فرمایا کہ شیخ جو ذکر بتادے اس کو چھوڑو مت، یہ کشتہ ہے، اگر شیخ سے دور بھی چلے گئے، اپنے کاروبار میں یا اپنی ضروریات میں تو اللہ کا نام آپ کو گرم رکھے گا۔ شیخ کے پاس رہنا آگ کے پاس بیٹھنا ہے، کب تک آگ کے پاس بیٹھے رہو گے؟ کوئی اور کام بھی دنیا میں ہے یا نہیں؟ آپ بتاؤ! سخت سردی ہو، کیا ہر وقت آگ کے پاس بیٹھے رہو گے؟ کاروبار بھی کرنا ہے، ملازمت ہے، دنیا کے اور بھی تو مشاغل ہیں۔ لہٰذا اگر کشتہ بھی نہ کھاؤ گے تو جب تک آگ کے سامنے رہو گے زندہ رہو گے اور جہاں دور ہٹے مر جاؤ گے، سخت سردی کی لہر سے ڈبل نمونیہ ہوجائے گا۔ تو جن لوگوں نے اللہ کا نام نہیں لیا، شیخ سے ہٹ کر ان کو پھر ڈبل نمونیہ ہوا، وہ سخت کبائر میں مبتلا ہوگئے۔ اس لئے جو شیخ نے اللہ کے ذکر کا کشتہ دیا ہے، اس خالقِ کشتہ کا نام لو۔ ایک بزرگ سے ایک شخص نے کہا کہ آج کل کمزوری ہے، فرمایا ایک سو مرتبہ اللہ کا نام لو تو کہا اللہ کا نام لیں گے تو کیا طاقت آجائے گی؟ فرمایا بادام سے طاقت آتی ہے یا نہیں؟ بادام کو کس نے پیدا کیا ہے؟ مرغی کے سوپ سے طاقت آتی ہے یا نہیں؟ مرغ کو کس نے پیدا کیا؟ لہٰذا خالقِ مرغ، خالقِ مرغہائے

کائنات کا نام لو، جو اُن کا نام لے گا سارے مرغوں کا سوپ اس کی جان میں داخل ہوجائے گا کیونکہ اللہ ہی سارے عالَم کے مرغ پیدا کرتا ہے۔

تو آج سے جو شیخ نے ذکر بتایا ہے لیٹے ہوئے بھی پورا کرو، بخار میں بھی پورا کرو، ان شاء اللہ تعالیٰ! آپ اس کا فائدہ دیکھو گے۔ جتنی بھی مصروفیاتِ دینیہ ہیں مگر اللہ کا نام سب مصروفیات سے اونچا ہے، ورنہ جتنے بھی دینی کام ہیں، سب میں ریا داخل ہوجائے گی۔ نفس کی سازش، آمیزش، آویزش، ریزش سے حفاظت کے لئے بتادیا، اللہ کا نام ہمیں اخلاص پر قائم رکھے گا اور ان کی محبت کو غالب رکھے گا۔

ادائے وفاداری کے لئے آہ وزاری کرو

پھر جس طرح ائیر کنڈیشن آن کرنے کے بعد آپ لوگ اپنی موٹروں کے شیشے چڑھاتے ہو، جب اللہ کے نام کا ائیر کنڈیشن دل میں چالو کرلو تو کان، ناک، آنکھ، قوتِ باصرہ، قوتِ سامعہ، قوتِ شامّہ، قوتِ لامسہ اور زبان کی قوتِ ناطقہ پانچوں شیشے چڑھادو یعنی اللہ کی نافرمانی میں مت استعمال کرو۔ اب کوئی کہے اس میں پاؤں تو آیا نہیں لہٰذا میں تو پیر سے ہی حسین کو چھولوں گا، تو ایسے جانوروں سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔

قوتِ لامسہ ہاتھ میں اللہ نے رکھا ہے اور زبان میں قوتِ ذائقہ رکھا ہے، اللہ کی شان ہے۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ روٹی سے لال لال خون بنا، وہی لال خون آنکھ کی پتلی میں آکر آنکھ کی روشنی بن گیا، وہی سرخ رنگ کا خون زبان میں گویائی بن گیا، کان کے اندر وہی سرخ خون سننے کی طاقت بن گیا، ناک کے اندر وہی سونگھنے کی طاقت بن گیا، کیا شان ہے مالک کی؟ اسی طرح قلب میں جب ذکر سے نور پیدا ہوگا تو قلب جب خون سپلائی کرے گا تو ہماری رگوں میں خون کے ساتھ ساتھ اللہ کا نور بھی دوڑے گا۔ آنکھوں میں جب اللہ کا نور آجائے گا تو پھر اللہ کے نور سے

بدنظری کیسے ہوگی؟ کان سے گانا سننے کی ہمت نہیں ہوگی۔

اب دوسرا پیریڈ شروع ہوگیا''گناہ سے بچنا''۔ ہر گناہ سے بچنے کی کوشش کرو۔ بتاؤ! یہ ذوق کیسا ہے جو اختر پیش کررہا ہے؟ کوشش کرو کہ اللہ تعالیٰ کو ایک لمحہ ناراض نہ کریں۔ چوری چھپے آنکھوں کے کسی گوشے سے بھی حرام لذت مت چکھو، اس کے لئے کم از کم آہ و زاری تو کرو، تمنّائے وفاداری تو کرو، اگر وفاداری نہیں ہے تو تمنّائے وفاداری تو کرو، اور وفاداری کے لئے آہ وزاری تو کرو، اشکباری تو کرو۔

محبت تو اے دل بڑی چیز ہے
یہ کیا کم ہے جو اس کی حسرت ملے

کم سے کم حسرت تو کرو کہ کاش! وہ دن آتا کہ میرے ساری زندگی کے لمحات اللہ تعالیٰ پر فدا ہوجاتے۔ ضمیر موجود ہے کہ نہیں؟ ہم لوگ بے ضمیر تو نہیں ہیں، سینہ میں دل تو ہے، عقل تو ہے، وفاداری کی تعریف تو سنتے ہیں۔

سچی خانقاہیں اہلِ توبہ کے لئے پناہ گاہیں ہیں

رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ مطابق اکتوبر ۱۹۷۳ء

ارشاد فرمایا کہ حسن کا جو اثر نہیں مانے گا وہ قرآن شریف کا مخالف ہے۔ حسن سے ڈرو، حسینوں سے دور رہو ورنہ ساری گول ٹوپی نکل جائے گی۔ اپنے کو ایسی خبیث حرکت میں مبتلا پاؤ گے کہ حیران ہوجاؤ گے، حسینوں سے ڈرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ یوسف میں فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام جب نکلے تو جن مصر کی عورتوں کے پاس چاقو اور لیموں تھے اور مصر کے بادشاہ کی بیوی نے کہا تھا کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھنا تو اپنے چاقو سے اپنے ہاتھ کے لیموں کاٹ لینا مگر بجائے لیموں کے انہوں نے انگلیاں کاٹ دیں۔ یہ حسن کا اثر ہے۔ یہ قصے کی کتاب نہیں ہے، قرآنِ پاک ہدایت کی

کتاب ہے کہ اپنی گول ٹوپیوں پر بھروسہ مت کرو، اپنی مقطّع اور چقطّع داڑھیوں پر بھروسہ مت کرو، اَمردوں اور حسینوں سے بے تکلف کسی بہانے سے باتیں مت کرو، ڈر جاؤ، اللہ سے پناہ مانگو:

﴿فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ﴾

(سورۃ الذاریات: آیۃ ۵۰)

اللہ کا کرم ہے کہ اللہ کی طرف بھاگنے کا حکم نازل فرما دیا۔ آج تو بعض صوفیوں کا معاملہ اُلٹا ہے، اللہ کی طرف بھاگنے کی بجائے اور اسی میں پھنستے چلے جاتے ہیں اور جتنا جال میں پھنستے ہیں اتنا ہی تڑپتے ہیں، یہ شعر یاد کرلو ؎

جتنا تڑپو گے جال کے اندر
جال گھسے گا کھال کے اندر

نیند حرام ہوجائے گی، لاکھ عرق بید مشک پیتے رہو۔ شکر کرو کہ خانقاہوں کی پناہ گاہیں اللہ نے اپنی رحمت سے بنوادیں، یہ خانقاہیں پناہ گاہیں ہیں، اگر گنہگار بھی آئے گا تو ان شاء اللہ! گناہوں سے پاک وصاف ہوجائے گا، کوئی جلد اور کوئی دیر سے، اپنی اپنی ہمتِ عالیہ ہے، اپنی اپنی ہمت کی بلندیاں ہیں۔ بعض ہمت چور ہیں، وہ ذرا دیر سے پاک ہوتے ہیں، اور جس نے من وعن سو فیصد اپنی ہمت کو استعمال کیا، وہ جلد سے جلد ولی اللہ ہوگئے۔ جنہوں نے سوچا کہ کچھ حرام مزہ بھی لیتے رہو، ایسے ہمت چوروں کا راستہ دیر سے طے ہوتا ہے۔

دل کی غذا محبت ہے

رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ مطابق اکتوبر ۱۹۷۳ء

ارشاد فرمایا کہ یاد رکھو! دل کی غذا محبت ہے، جیسے آنکھ کی غذا اچھے اچھے نظارے ہیں، آسمان، ہرے ہرے درخت دیکھنا، کان کی غذا اچھی آواز ہے اور زبان کی غذا شامی کباب ہے، یہ مثال بھی کسی سے نہیں پاؤ گے۔ لیکن دل کی غذا

صرف محبت ہے،تو محبوب ناقص ہو یا کامل؟ بولئے! کیا ایسا محبوب جو کچھ دن میں بڈھی ہوجائے یا بڈھا ہوجائے۔اس کو ایک مثال سے سمجھو، مچھلیوں کو پانی کا دوام چاہیے، اللہ نے ایک مخلوق پیدا کی جس کا نام مچھلی ہے، مچھلی پانی سے الگ ہوکر ساری دنیا کی نعمتیں پا جائے لیکن مچھلی کو پانی سے الگ ہوکر لیٹرین بھی جانے کی اجازت نہیں ہے۔ وہیں پانی میں ہگو وہیں پیشاب کرو اور وہیں کھانسو، وہیں رہو۔ یہاں تک کہ جس زمانے میں دریا میں سیلاب آتا ہے اور بڑی مچھلیاں آتی ہیں اور کوئی دریا میں اعلان کردے کہ بڑی مچھلیاں آ گئی ہیں، اے چھوٹی مچھلیو! دریا سے باہر آ جاؤ ورنہ بڑی مچھلیاں تم کو کھا جائیں گی یا گھڑیال تم کو نگل جائے گا، تو مچھلیوں کا اعلان بین الاقوامی یہی ہوگا کہ چاہے ہم مریں یا جئیں، پانی سے الگ تو ہم زندہ ہی نہیں رہ سکتے، پانی سے باہر ہماری موت یقینی ہے اور پانی میں اگر آفتیں، طوفان ہیں تو خوفِ موت تو ہے، خطرۂ موت تو ہے مگر یقینی موت نہیں ہے اور دریا کے باہر تو یقینی موت ہے۔لہٰذا یقینی موت کو ہم قبول نہیں کرتے جو دریا سے باہر ہے، ہم امیدِ زندگی میں یہیں رہیں گے۔ بتاؤ! کیسا مضمون ہے؟

مومنِ کامل کو کبھی مخلوق کی ملامت کا خوف نہیں ہوتا

ارشاد فرمایا کہ کسی مخلوق کے ہنسنے کا ڈر نکال دو، بس خالق کو خوش رکھو۔ آپ بتاؤ کہ شیر اگر جنگل میں سیاح کو کوئی حکم دے رہا ہے، اور لومڑیاں اور بنادر (بندر کی جمع بنادر) سب کہہ رہے ہیں کہ دیکھو سیاح صاحب! میرے مشورے پر چلو۔ سیاح کہے گا شیر نے ہم کو یہ حکم دیا ہے، ہم تو شیر کی بات مانیں گے۔تو بندر اور تمام لومڑیاں کہیں گے کہ الیکشن کرالو، ہماری اکثریت زیادہ ہے، تو وہ کہے گا کہ تمہاری اکثریت تو ہے، ایک لاکھ بندر بیٹھے ہو مگر ابھی شیر ایک دھاڑ لگا دے تو تمہاری ہوا نکل جائے گی۔لہٰذا جس کی طاقت زیادہ ہو اس کی بات مانیں گے اب فیصلہ کرلو کہ

اللہ تعالیٰ کی طاقت زیادہ ہے یا تمہاری بیوی کی طاقت زیادہ ہے؟ اللہ تعالیٰ کی طاقت زیادہ ہے یا ساری مخلوق ایک طرف ہوجائے اس کی طاقت زیادہ ہے؟ مان لو اگر پورے پاکستان میں ایک ہی داڑھی والا ہوتو جو اللہ والا ہوگا وہ اکیلا ہی داڑھی رکھے گا اور کہے گا کہ میں لومڑیوں کی اکثریت کی بجائے خالقِ شیر سے ڈرتا ہوں۔ شیر ہونے کی علامت یہ ہے کہ سوسائٹی اور معاشرے سے مت ڈرو، دیکھو کہ اللہ کی رضا کا دریا کس طرف ہے؟ اور اس پر ایک شعر یاد کراتا ہوں کہ اگر کوئی ہنسے تو تم ان پر ہنسو اور کہو کہ تم ہنس تو رہے ہو مگر تم کو رونا پڑے گا اور ان شاء اللہ! ہم قیامت کے دن ہنسیں گے۔

ایک شخص نے داڑھی رکھی، سب نے ہنسنا شروع کردیا، یا ایک خاتون نے برقع پہن لیا، سب نے ہنسنا شروع کردیا۔ خاندان میں چاہے کوئی برقع نہ اوڑھے مگر اے خواتین! تم تو برقع لو، اللہ کو راضی کرنے میں فائدہ ہے، یہ تمہاری عقل میں آتا ہے یا نہیں؟ یا انٹرنیشنل، بین الاقوامی ڈونکی اینڈ مونکی (Donkey & Monkey) ہو رہے ہو؟ بھئی! اللہ کی طاقت زیادہ ہے یا ہنسنے والوں کی؟ تو اللہ کے لئے عورتیں برقع اوڑھ لیں اور اللہ کے لئے میرے سب مسلمان بھائی داڑھی رکھ لیں۔ ہنسنے والوں سے مت ڈرو، جب کوئی ہنسے تو یہ شعر یاد کرلو۔

اے دیکھنے والو! مجھے ہنس ہنس کے نہ دیکھو

خواتین بھی برقع لے کر یہ پڑھیں، کوئی ان پر ہنسے تو ان کو کہو ٹھیک ہے تم ہنس لو مگر قیامت کے دن تم کو پتا چلے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو حکم دیا ہے کہ اپنے چہروں کو بے نقاب مت کرو۔ برقع بھی ایک نئی ڈیزائن کا آیا ہے کہ سارا جسم ڈھکا ہوا ہے اور چہرہ اور آنکھیں کھلی ہوئی ہیں، یہ کیا ہے؟ اصلی مال جہاں خطرہ ہے وہ کھول رکھا ہے، اس کی تو مثال ایسی ہے کہ کوئی بکرے کا گوشت کھلا ہوا لے جا رہا ہو، چیلیں تمام لہرا رہی ہیں مگر بکرے کا پایہ جو ہے وہ اس کو خوب چھپائے ہوئے ہے۔ بتاؤ! چیلیں

گوشت پر حملہ کریں گی یا پایہ اٹھائیں گی؟ پایہ تو ان کے منہ میں بھی نہیں آئے گا۔ تو یہ شعر یاد کرلو ؎

اے دیکھنے والو! مجھے ہنس ہنس کے نہ دیکھو
تم کو بھی محبت کہیں مجھ سا نہ بنادے

میں جو یہ بات پیش کر رہا ہوں، یہ اختر بہت ہنسا گیا ہے، مجھ پر لوگ ہنستے تھے کہ دواخانہ کیوں نہیں کھولتا، پیر کے پاس پڑا ہوا ہے۔ میں نے کہا کہ میں دنیا کے ساتھ تو بے وفائی کر سکتا ہوں مگر پیر کے ساتھ بے وفائی نہیں کر سکتا کہ میرا شیخ بڈھا ہو گیا، اب کوئی ان کی خدمت کرنے والا یہاں نہیں ہے تو میں شیخ کو چھوڑ کر دواخانہ کھول لوں، یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہم کو وفاداری کی توفیق بخشی، اب دوسرا شعر بھی سن لو ؎

مرے حال پر تبصرہ کرنے والو!
تمہیں بھی اگر عشق یہ دن دکھائے

داڑھی رکھنے سے عزت میں اضافہ ہوتا ہے

دیکھ لو! کتنے لوگ یہاں ایسے ہیں جن کی پہلے داڑھی نہیں تھی، اب داڑھی رکھ لی۔ ان پر قرآن شریف رکھ کر پوچھو کہ داڑھی رکھنے کے بعد تم کو عزت ملی ہے یا ذلت؟ دو چار دن ہنسنے والوں کو ہنسنے دو۔ الیکشن میں جیتنے کے بعد جب وزیر اعظم کی کرسی پر کوئی بیٹھ جاتا ہے تب کیا کسی کی مجال ہے کہ اس پر گندا ٹماٹر یا گندا انڈہ پھینک دے جیسے الیکشن کے زمانے میں پھینکتے ہیں۔ تو شروع شروع میں ضرور ہنسیں گے لیکن جب ایک مٹھی داڑھی آپ کی ہوگی اور سب سمجھ جائیں گے کہ یہ صوفی ناقابلِ واپسی ہے، یہ اللہ کے پاس بہت دور تک جا پہنچا ہے، اس پر ہماری، شیاطین کی محنت رائیگاں جائے گی تو ان شاء اللہ! آپ دیکھئے گا کہ پھر اسی سے دعا کرائیں گے۔

میرے پرتاب گڑھ کا ایک آدمی کراچی محکمۂ موسمیات میں سپروائزر تھا۔ اس کا جو افسر تھا اسے داڑھی رکھنے پر بہت پریشان کرتا تھا۔ ایک دن اس افسر کا ایک ہی لڑکا سخت بیمار ہو گیا، مرنے کے قریب ہوا تو اس نے پھر اسی داڑھی والے نوجوان سے کہا کہ بھئی! آج تمہاری ڈیوٹی ہم تہجد کے وقت لگائیں گے، تم دو رکعت پڑھ کے سجدے میں میرے بیٹے کے لئے دعا کر دو۔ اللہ کی شان کہ اس کی دعا سے وہ بچہ دوسرے دن اچھا بھی ہو گیا۔ پھر تو وہ ایسا لپٹ کے رویا کہ میری اب تک کی گستاخیاں اگلی پچھلی سب معاف کر دو۔

ڈٹ کے رہو! ان شاء اللہ! اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ آج ہی اپنی لڑکیوں کو مخلوط تعلیم سے نکال دو، اچھا رشتہ اللہ کی رحمت سے ملے گا ورنہ جوتے مارنے والے ملیں گے، یہ بھی سن لو۔ بہت تعلیم یافتہ رشتہ جو سوچتے ہو کہ امریکہ کی ڈگریاں اور امریکہ کا گرین کارڈ والا مل جائے تو ایسے ایسے قصائی بیٹھے ہوئے ہیں کہ میرے پاس خطوط آرہے ہیں کہ یہ دوسری کرسچن لڑکیوں کے ساتھ رہتا ہے اور میرے حقوق میں نالائق ہے۔ لہٰذا اللہ والے داماد تلاش کرو اور ان کی روزی بھی مناسب ہو، ہم یہ نہیں کہتے کہ تم اپنی بیٹی کو بالکل پھٹیچر کے حوالے کر دو، اختر ایسا ٹیچر نہیں ہے۔ ان شاء اللہ! ایسے نیک داماد مل جائیں گے، آپ تلاش کریں گے تو بہت سے مالدار داڑھی والے، نیک بندے ہیں جو ایسا رشتہ تلاش کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسی لڑکی ہمیں چاہیے کہ جس نے اسکول، کالج کا منہ بھی نہ دیکھا ہو۔

باپردہ عورتوں کے حسن کی مثال

کیونکہ بے پردگی سے پھرنے سے چہرے پر نمک نہیں رہتا، یہ یونیورسٹی اور کالج والی نمک چشیدہ ہوتی ہیں، ان کا نمک ہر غیر مرد چکھتا رہتا ہے تو جس کا چہرہ نمک ناچشیدہ ہو ایسا رشتہ مانگتے ہیں۔ آپ دیکھئے! برقع والی عورتیں جب اپنے

شوہر کے سامنے نقاب ہٹاتی ہیں تو ان کو یہ شعر پڑھنا پڑتا ہے ؎

جیسے کہ برق کوند رہی ہے نقاب میں

بتاؤ! کالے بادل سے جب چاند نکلتا ہے تو زیادہ لائٹ مارتا ہے کہ نہیں؟ اپنی بیویوں کو برقع پہناؤ، بلا ضرورت باہر نہ نکلنے دو، اللہ کو راضی کرو۔ پہلے ہم لوگ ہندوستان میں تھے تو جو ہندو اپنی قوم کے لحاظ سے شریف ہوتے تھے، آخرت کے لحاظ سے نہیں، قومی لحاظ سے، تو وہ لوگ بھی اپنی بیویوں کو چہرہ کا پردہ ضرور کراتے تھے، نقاب تو نہیں پہنتی تھیں مگر کم سے کم اپنی ساڑھی سے اپنا چہرہ چھپائے رہتی تھی۔

ماحول کا اثر

ڈاکٹر عبدالحیؒ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بتایا کہ جونپور میں ایک عورت نے عدالت میں جانے سے انکار کر دیا کہ جائیداد ملے یا نہ ملے لیکن ہم عدالت میں غیر محرم جج سے بات نہیں کریں گے۔ لیکن وہی عورت یہاں جب پاکستان بنا تو صدر میں بے نقاب گھوم رہی تھی۔ یہ ہے ماحول کا اثر اور دولت کا اثر۔ چار پیسہ مل گیا تو سانڈ کی طرح اِتراتے مت چلو، اللہ کی شریعت کی زنجیروں کو مت توڑو۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے دنیا والو! سن لو! اگر دو سو زنجیریں لاؤ گے تو میں توڑ دوں گا لیکن اللہ کی شریعت اور محبت کی زنجیر تو میرا زیب و زینت ہے۔

اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہیں، خیر الراحمین ہیں اور جو اُن پر فدا ہوتا ہے، اس کی فداکاری کو اور اس کی وفاداری کو اللہ تعالیٰ رائیگاں نہیں کرتا۔ ارحم الراحمین سے یہ بدگمانی کہ ہم اگر گناہ چھوڑ دیں گے تو ہماری زندگی بے کیف ہو جائے گی، بے مزہ ہو جائے گی؟ ارے! حرام مزے سے چھوٹ کر جب اللہ کو راضی کرو گے تو آپ کی خوشی غیر محدود ہوگی، غیر فانی ہوگی، دنیا میں بھی کامیاب آخرت میں بھی کامیاب، سزاؤں سے نجات، ہر وقت باخدا، ہر وقت بے سزا، قلب اور قالب، دل اور جسم سب ہر وقت موج میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی فوج میں ہے۔

باب پنجم۔ مضامین متعلق
بدنظری، اَمردوں سے احتیاط، استقامت علی الدین، تقویٰ، ندامت کے آنسو، توفیقِ توبہ وغیرہ

جوغصہ کو پی لے، اللہ اس کا سینہ نورِ ایمان سے بھر دے گا

صفر المظفر ۱۳۹۴ھ مطابق مارچ ۱۹۷۴ء

ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک سب سے پیارا گھونٹ غصہ کا گھونٹ ہے جو انسان پی لے:

((مَا تَجَرَّعَ عَبۡدٌ اَفۡضَلَ عِنۡدَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنۡ جُرۡعَةِ غَيۡظٍ يَّكۡظِمُهَا ابۡتِغَاءَ وَجۡهِ اللهِ تَعَالٰى ۔ رواه احمد))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، کتاب الآداب، باب الغضب والکبر، ص ۴۳۴)

اور ایک حدیث شریف میں ہے: مَنۡ كَظَمَ غَيۡظًا وَّهُوَ قَادِرٌ عَلٰى اِنۡفَاذِهٖ مَلَاَهُ اللهُ اَمۡنًا وَّ اِيۡمَانًا (جامع صغیر: جزء ارقم ۱۲۵۹۴) کہ جو شخص اپنے غصہ کو پی لے گا، اللہ اس کا سینہ نورِ ایمان سے بھر دے گا۔ اللہ اکبر! کتنا بڑا انعام ہے۔ یہ انعام کیوں ملا؟ اس لئے کہ اس نے اللہ کے بندوں کو معاف کر دیا اور ان پر غصہ نہیں اُتارا، اس امید پر کہ اللہ اس کے گناہوں کو بخش دے، اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں: لَيۡسَ الشَّدِيۡدُ بِالصُّرَعَةِ اِنَّمَا الشَّدِيۡدُ الَّذِيۡ يَمۡلِكُ نَفۡسَهٗ عِنۡدَ الۡغَضَبِ (بخاری (قدیمی): ج ۲ ص ۹۰۳) کہ پہلوان وہ نہیں ہے جو دوسرے کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کی حالت میں اپنے نفس پر قابو رکھے۔ غصہ کو پینا آسان کام نہیں ہے، بڑے بڑے پہلوان جو اکھاڑے میں دوسروں کو پچھاڑ آتے ہیں لیکن جب غصہ آتا ہے تو غصہ ان کو پچھاڑ دیتا ہے۔ بعض بڑے بڑے

صوفی تسبیح تو کھٹ کھٹ چلا رہے ہیں لیکن اگر کسی سے ذراسی اذیت پہنچ گئی تو آگ بگولا ہو گئے اور گالیاں دینے لگے، یہ بھی بھول گئے کہ میں صوفی ہوں، یہ کیا صوفی ہیں!

گناہ کی آندھیاں اور توبہ واستغفار کا غسل

محرم الحرام ۱۳۹۴ھ مطابق یکم فروری ۱۹۷۴ء

ارشاد فرمایا کہ آج کل معاشرہ ایسا ہو گیا ہے جس میں استغفار کی کثرت کی ضرورت ہے، عقلی طور پر بھی یہ امر مسلم ہے کہ جہاں آندھی زیادہ چل رہی ہو، وہاں گردوغبار سے کپڑے جلدی جلدی میلے ہوتے ہیں تو جلدی جلدی کپڑوں کو تبدیل اور جسم کو غسل دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اس معاشرہ میں چاروں طرف گناہ کی آندھیاں چل رہی ہیں، جس سے روح کا لباس جو نور ہے، وہ گرد آلود ہو جاتا ہے، اس لئے استغفار سے روح کے لباس کی طہارت اور غسل دینے کی ضرورت ہے۔ استغفار سے گناہ کی ظلمت دور ہو کر روح منور ہو جاتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

((طُوْبٰی لِمَنْ وَجَدَ فِیْ صَحِیْفَتِهٖ اسْتِغْفَارًا کَثِیْرًا۔ رواہ ابن ماجۃ))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، کتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبۃ، ص ۲۰۶)

مبارک بادی ہے اس شخص کے لئے جو اپنے اعمال نامہ میں قیامت کے دن استغفار کی کثرت پاوے۔ معلوم ہوا جب ہم یہاں کثرت سے استغفار کریں گے تب ہی تو اعمال نامہ میں پائیں گے، اور پائیں گے تب جب استغفار مقبول ہوگا، اور مقبول تب ہوگا جب موجود ہوگا، تو دراصل یہ مبارکباد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کو دے رہے ہیں جو یہاں کثرت سے استغفار کرتے ہیں۔

توفیق بہترین رفیق ہے

۱۵ رمحرم الحرام ۱۳۹۴ھ مطابق ۸ رفروری ۱۹۷۴ء

ارشاد فرمایا کہ انسان مٹی کا ڈھیلہ ہے اور ڈِھیلا بھی ہے۔ مٹی کا ڈھیلہ کیا

نیک عمل کر سکتا ہے؟ بس اللہ تعالیٰ بغیر استحقاق نیک عمل کی توفیق دے دیتے ہیں تو اس ڈھیلے سے نیک اعمال ہونے لگتے ہیں، اور اگر وہ توفیق نہ دیں تو اپنی اصلیت کے مطابق یہی انسان سست اور غافل، ڈِھیلا پڑا رہتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے گڑ گڑا کر توفیق مانگنے کی ضرورت ہے، توفیق خیر الرفیق ہے۔

نیک بندوں کی دعا کیوں زیادہ قبول ہوتی ہے؟

۱۵ / ربیع الاول ۱۳۹۴ھ مطابق ۹ / اپریل ۱۹۷۴ء بروز منگل بعد عشاء

ارشاد فرمایا کہ دعا اس کی جلد اور زیادہ قبول ہوتی ہے جو اللہ کی فرمانبرداری زیادہ کرتا ہے، اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک لڑکا ہے کہ جب ضرورت ہوتی ہے تو ابّا سے کہتا ہے کہ ابّا! پیسہ دے دو، وہ چیز لینی ہے، فلاں چیز لینی ہے۔ اسی طرح مانگتا رہتا ہے مگر باپ کی کوئی خدمت نہیں کرتا، اور دوسرا بیٹا باپ کی خدمت بھی کرتا ہے، اس کے پاؤں دباتا ہے، یہ جب باپ سے کچھ مانگتا ہے تو دونوں کی قبولیت میں فرق ہوتا ہے، باپ اس کی فریاد کو فوراً قبول کرتا ہے۔

اپنے کو حقیر سمجھنے والا لوگوں سے لڑتا جھگڑتا نہیں

۲۶ / ربیع الاول ۱۳۹۴ھ مطابق ۲۰ / اپریل ۱۹۷۴ء

ارشاد فرمایا کہ جو اپنے آپ کو اچھا سمجھتا ہے اور چاہتا ہے کہ لوگ میری عزت کریں تو مخلوق اسی سے نفرت رکھتی ہے، اور جو اپنے آپ کو مٹا دیتا ہے تو لوگ اس سے محبت کرتے ہیں۔ بس یہی معاملہ حق تعالیٰ کا ہے، جو اپنے کو قابلِ عزت سمجھتا ہے اللہ کو اس سے نفرت ہے اور جو اپنے کو حقیر و ذلیل اور تمام مخلوق سے کمتر سمجھتا ہے اللہ کو اس سے محبت ہے۔ یوں تو ہر شخص دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں بالکل مٹ گیا لیکن اپنے کو مٹانا اور حقیر سمجھنے کا معیار یہ ہے کہ جب مخلوق سے سابقہ پڑتا ہے، جب مخلوق سے معاملہ پڑتا ہے تو ہر کسی سے لڑ رہا ہے، اگر خود کو سب سے حقیر سمجھتا تو پھر

کسی سے نہ لڑتا۔ آدمی کو کمزور پر ہی غصہ آتا ہے، اپنے سے طاقتور پر نہیں آتا، جس کو اپنے سے زیادہ طاقتور دیکھتا ہے، اس پر اگر غصہ آتا بھی ہے تو پی جاتا ہے، اس سے لڑنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ اسی طرح ہر شخص کو اپنے سے اچھا اور اپنے کو تمام مسلمانوں سے کمتر سمجھتا تو ان سے لڑتا جھگڑتا نہیں۔

میڈیکل کالج اور مخلوط تعلیم میں تقویٰ کی حفاظت کیسے کریں؟

۶/رجب ۱۳۹۳ھ مطابق ۶/اگست ۱۹۷۳ء بروز پیر

(بعد مغرب عبداللہ صاحب، احقر اور آزاد صاحب حاضرِ خدمت تھے)

میڈیکل کالج کے ایک طالب علم نے عرض کیا کہ میرے میڈیکل کالج میں لڑکیاں بھی ساتھ پڑھتی ہیں، بعض دفعہ بالکل برابر یا آمنے سامنے بیٹھتی ہیں، نظر کی حفاظت مشکل ہو رہی ہے، ارشاد فرمایا کہ جہاں کپڑے زیادہ میلے ہوتے ہیں، وہاں صابن کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے جب ماحول ایسا ہے تو استغفار کی کثرت کرنی چاہیے، یہ استغفار روح کا صابن ہے جو گناہ کی گندگی کو دور کر دیتا ہے۔ بس حسبِ استطاعت اللہ سے ڈرو، اتنا ڈرنا مامور بہ ہے (یعنی جس کا حکم دیا گیا ہے)۔ جیسے احرام کھولنے کے لئے سر منڈانا ضروری ہے، اب اگر کوئی قدرتی گنجا ہے، اس کے بال نکلے ہی نہیں تو اس کا احرام کیسے کھلے؟ اس کے لئے حکم یہ ہے کہ بس سر پر استرا پھیر لے، سر پر بال اُگانا تو اس کے بس میں نہیں ہے لیکن سر پر استرا پھیر لینے کی تو استطاعت ہے، یہ امرِ تعبّدی ہے۔ (امرِ تعبّدی فقہ کی ایک اصطلاح ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ اگر چہ تمہاری ناقص عقل میں نہ آئے لیکن تم غلامی کئے جاؤ، شانِ غلامی کا تقاضا یہی ہے۔ جامع)

اس لئے مقدور بھر ڈرتے رہو تا کہ اگر شیطان کہے کہ جب ایک بار کسی عورت کو دیکھ ہی لیا تو اب جی بھر کے دیکھ لو کیونکہ نگاہوں کی حفاظت تو تجھ سے

ہوتی نہیں، تو یاد رکھو کہ کم گندا کپڑا تو آسانی سے دُھل جاتا ہے اور زیادہ گندا کپڑا صابن سے صاف نہیں ہوتا، پھر تیزاب ڈالنا پڑتا ہے۔ لہٰذا جب تک گناہوں کی عادت نہ چھوٹے، اس وقت تک ہر گناہ کے بعد کم از کم اتنا کرو کہ فوراً استغفار کرو۔ اگر کبھی اتفاق سے کپڑوں پر کوئی گندگی لگ جاتی ہے تو جیسے اس کپڑے کو فوراً دھوتے ہو، اس وقت کوئی یہ نہیں چاہتا کہ اس گندگی کی حالت میں کوئی مجھے دیکھے، یہی حالت گناہ کے بعد بھی ہونی چاہیے کہ روح گندی ہوگئی، اب جب تک صفائی نہ کرلو کسی کے سامنے نہ جاؤ، اور گناہ کی صفائی ہوتی ہے وضو سے، نماز سے، ندامت اور گریہ و زاری سے، اللہ والوں کی صحبت سے۔ اس لئے جب گناہ ہوجائے تو خوب استغفار کرو، اس کثرتِ استغفار سے ان شاء اللہ! ایک دن گناہوں کی عادت چھوٹ جائے گی کیونکہ شیطان دیکھے گا کہ یہ گناہ کرکے اتنا روتا ہے کہ پہلے سے زیادہ مقرب ہوجاتا ہے تو وہ گناہ کرانا چھوڑ دے گا۔ لہٰذا استغفار میں کوتاہی نہ کرنا چاہیے، اگر استغفار نہ کیا اور روح میلی ہوتی چلی گئی تو پھر دوزخ کی آگ کے تیزاب سے تزکیہ کیا جائے گا، عقل مندی تو یہی ہے کہ خود دھوڈالے، رو دھو کر اللہ سے معاملہ صاف کرلے۔

صحبتِ صالحین کا ثمرہ حصولِ تقویٰ ہے

۱۳؍شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۲؍ستمبر ۱۹۷۳ء بروز بدھ بعد عصر

ارشاد فرمایا کہ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کا ثمرہ تقویٰ ہے یعنی صالحین کی صحبت سے مقصود تقویٰ کا حصول ہے کہ آنکھوں کی حفاظت، دل کی حفاظت اور معاصی سے اجتناب کی توفیق ہونے لگے۔ پس اگر کسی کو معیتِ صالحین کے باوجود تقویٰ حاصل نہیں ہورہا ہے تو اس نے اس آیت کا حق ادا نہیں کیا، اور اس کو اس انعام سے محرومی ہے جس کی بشارت حق تعالیٰ نے اس آیت میں دی ہے۔ کسی اہل اللہ سے محبت ایمان کی حالت میں مفید تو ہے لیکن اطاعتِ کاملہ وفنائے رائے

کے بغیر مِنۡ وَجۡہٍ ہی مفید ہے، ورنہ حالتِ کفر میں تو یہ محبت ابوطالب کے لئے کچھ بھی مفید نہ ہوئی۔ معلوم ہوا کہ اہل اللہ سے صرف محبت مِنۡ وَجۡہٍ مفید ہے لیکن صرف ''مِنۡ وَجۡہٍ نفع''، مقصود نہیں، ''نفع کامل''، مقصود ہے۔ لہٰذا ہر روز اپنا محاسبہ کیا کرے کہ صحبتِ صالحین کا ثمرہ اور مقصود کس حد تک حاصل ہو رہا ہے؟ اگر اس میں کمی ہے تو سمجھو کہ ابھی کامیاب نہیں ہو رہے ہو۔

مغلوب الغضب آدمی کے لئے چند اہم نصائح

۲۰ رشعبان المعظم ۱۳۹۳؁ھ مطابق ۱۹ ستمبر ۱۹۷۳؁ء بوقتِ طعام دوپہر

ارشاد فرمایا کہ کسی کے اندر شہوت بھری ہوتی ہے، کسی کے اندر غصہ ہوتا ہے، یعنی کوئی شہوت سے مغلوب ہوجاتا ہے، کوئی غصہ سے۔ شہوت اور غصہ دونوں ہی آگ ہیں، اس لئے اگر شہوت والا شہوت کے مادّے کو بھڑکانے والے اسباب سے قریب ہوا یعنی کسی اَمرد حسین یا عورت سے قریب ہوا تو اگر بیس برس بھی تقویٰ سے رہا ہے تو اس وقت مغلوب ہوجائے گا۔ اسی طرح غصہ کے مادّے کو بھڑکانے والے اسباب قریب ہوجائیں تو غصہ بھڑک اُٹھتا ہے، **مثلاً** لوگوں سے اختلاط، ان سے زیادہ ملنا جلنا، اس سے ان کی کوئی بات خلافِ مزاج ہوگئی یا کوئی معمولی سی اذیت پہنچ گئی تو اس وقت یہ شخص غضب سے مغلوب ہوجائے گا۔ اس لئے غصہ والے کو چاہیے کہ لوگوں سے اختلاط بہت کم رکھے، زیادہ وقت تنہائی میں، بیوی بچوں میں، نیک صحبتوں میں گذار دے کیونکہ جب مخلوق سے خلط ملط نہ ہوگا تو غصہ کو بھڑکانے والے اسباب بھی نہ ہوں گے اور غصہ نہیں بھڑکے گا۔

شہوت اور غصہ دونوں ظلم ہیں، فرق بس اتنا ہے کہ غصہ ظلمِ جلی ہے اور شہوت ظلمِ خفی۔ شہوت کے مظلوم کو تو بعض دفعہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ مجھ پر کوئی کیا ظلم کر رہا ہے **مثلاً** ایک شخص کسی حسین کو بُری نظر سے دیکھ رہا ہے تو اس وقت وہ حسین اگرچہ مظلوم ہے لیکن اس کو خبر نہیں، اور غصہ والے کی ظلم و اذیت مظلوم پر ظاہر ہوجاتی ہے

کیونکہ غصہ میں مخلوق براہ راست ظلم کی زد میں آتی ہے۔اسی لئے اس کی بدنامی زیادہ ہوتی ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ شہوت کے ظلم کا ظہور نہ ہونے سے شہوت کا گناہ، گناہ ہی نہ رہا، کسی شے کا عدمِ ظہور اس کے عدمِ وجود کو لازم نہیں۔

رمضان میں شیاطین کو قید کئے جانے کی عاشقانہ حکمت

۲۴ رشعبان المعظم ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۳ ستمبر ۱۹۷۳ء بروز اتوار

ارشاد فرمایا کہ کبھی محبوب اپنے کوچہ میں خونخوار کتے چھڑوا دیتا ہے تاکہ عاشقوں کو آنے میں مجاہدہ ومشقت کرنا پڑے اور کبھی اس کو ترس آجاتا ہے اور کتوں کو زنجیروں سے جکڑ وا دیتا ہے تاکہ عاشقین آسانی سے آسکیں۔اسی طرح گیارہ مہینہ حق تعالیٰ مجاہدہ کراتے ہیں اور شیطانوں کو آزاد چھوڑ دیتے ہیں تاکہ بندوں کو ہماری بارگاہ تک آنے میں کچھ مجاہدہ ومشقت کرنی پڑے لیکن رمضان میں دریائے رحمت کو جوش ہوتا ہے، فرشتوں کو حکم ہوجاتا ہے:

((اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ ..... وَسُلْسِلَتِ الشَّیَاطِیْنُ (متفق علیہ)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَتُغَلُّ فِیْہِ مَرَدَۃُ الشَّیَاطِیْنِ۔ رواہ احمد والنسائی))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ کتاب الصوم، ص ۱۷۳)

کہ سرکش شیاطین کو جکڑ دو تاکہ ہمارے بندے آسانی سے ہم تک آسکیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ سال بھر فسق وفجور میں مبتلا رہتے ہیں ان کو بھی رمضان میں گناہوں سے بچنے اور نیک اعمال کی توفیق ہوجاتی ہے۔

تقویٰ اور غیرِ تقویٰ والے روزوں کا فرق

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''اصلاح انقلابِ امت'' میں فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو غیبت کی عادت تھی، یا بدنظری کرتا تھا، یا حقوق العباد میں کوتاہی تھی، تو بعض لوگوں کے معاصی رمضان میں بڑھ جاتے ہیں

کیونکہ غیرِ رمضان میں تو کسی کام میں مصروف رہتے تھے، اب روزے میں محنت مشقت کا کام تو ہوتا نہیں، دوستوں میں جا بیٹھتے ہیں کہ روزہ گذر جائے گا، پھر دوستوں میں کوئی شغل تفریح کا بھی ضروری ہے، یا تو باتیں شروع کر دیتے ہیں جن میں زیادہ حصہ غیبت میں صَرف ہوتا ہے، اور یا شطرنج، تاش، یا ہارمونیم، باجا لے کر بیٹھتے ہیں، بھلا ایسے روزے کا کوئی معتد بہ فائدہ حاصل ہوگا؟ اتنی بات ان کو سمجھ میں نہیں آتی کہ کھانا پینا جو کہ فی نفسہٖ جائز ہے، جب روزے میں وہ حرام ہو گیا، تو غیبت اور دوسرے معاصی جو فی نفسہٖ بھی حرام ہیں، وہ روزے میں کس قدر حرام ہوں گے؟ تو جائز سے تو بچے اور حرام میں مبتلا ہو گئے! یہ روزہ کیسا ہے؟ حدیث میں ہے کہ جو شخص بدگفتاری اور بدکرداری نہ چھوڑے، خدا تعالیٰ کو اس کی کچھ پرواہ نہیں کہ وہ شخص اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

لیکن اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ بالکل روزہ ہی نہ ہوگا، کبھی یہ سمجھ کر کہ جب روزہ نہ ہوگا تو پھر رکھنے سے کیا فائدہ؟ روزہ تو ہو جائے گا مگر نہایت ادنیٰ درجہ کا ہوگا، جیسے اندھا، لنگڑا، کانا، اپاہج آدمی بھی آدمی ہوتا ہے مگر ناقص درجہ کا، اور بالکل روزہ نہ رکھنا تو اس سے بھی اَشد ہے۔ اور یہ جو کہا گیا کہ ایسے روزے سے معتد بہ فائدہ نہیں، یہ قید اس لئے لگائی کہ بالکل بے فائدہ بھی نہیں کیونکہ قیامت میں باز پرس نہ ہوگی کہ روزہ کیوں نہیں رکھا؟ البتہ پوچھا جائے گا کہ روزے کو خراب کیوں کیا؟ تو یہ بھی بڑا فرق ہے کہ حاکم نے کسی کو کاغذ بنانے کا حکم دیا، ایک آدمی نے کاغذ ہی نہیں بنایا اور ایک نے بنایا مگر کہیں کہیں پھٹا ہوا رہ گیا، لیکن اس نے کچھ تو تعمیلِ حکم کی۔

شیاطین کے رمضان میں قید ہونے کا کیا مطلب ہے؟

ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روزے کی حالت میں معاصی سے بچنے کی تدبیر تین کاموں کا کرنا ہے:

ا۔خلق سے (سوائے اشد ضرورت کے) تنہا اور یکسو رہنا
۲۔کسی اچھے کام میں مشغول رہنا مثل تلاوتِ قرآنِ مجید، ذکراللہ وغیرہ
۳۔نفس کو سمجھانا اور وقتاً فوقتاً سوچتے رہنا کہ گناہ کی ذراسی لذت کے واسطے صبح سے شام تک کی مشقت کیوں ضائع کی جائے؟

لہٰذا رمضان کے بعد بھی وہی عادت ترکِ معاصی کی تھوڑی توجہ سے ان شاء اللہ! محفوظ رہے گی، اور یہ نہیں کہ پھر معصیت کی طرف میلان ہی نہ ہوگا، بلکہ اس میلان کا جس قدر پہلے تقاضا ہوتا تھا اب اس قدر تقاضا نہ ہوگا کہ بہت تھوڑی کوشش اور ضبط سے وہ میلان ختم یا مغلوب ہوجائے گا، اور شیاطین کے رمضان میں مقید ہوجانے کا ایک مطلب یہی ہے کہ قبلِ رمضان جو نفسانی خواہشیں ''طبعاً'' پیدا ہوتی تھیں ان کی اعانت شیاطین بھی کرتے تھے، اس لئے تقاضا شدید ہوتا تھا اور ضبط میں زیادہ مشقت ہوتی تھی، لیکن رمضان میں گو ایسی خواہشیں پیدا تو ہوتی ہیں (کیونکہ نفس اور طبیعت تو قید نہیں ہوتے) مگر شیاطین چونکہ قید ہوگئے، اس لئے ان کی جانب سے اعانت نہیں ہوتی، جب شیطان کی مدد نہیں پہنچتی تو تقاضا شدید نہیں ہوتا، اور معصیت سے رُکنا اتنا دُشوار نہیں ہوتا۔

مشاہدہ ہے کہ رمضان میں مجموعی طور پر گناہوں میں کمی ہوجاتی ہے، کتنے شرابی ایسے ہیں جو خاص طور پر رمضان میں شراب نوشی سے بچتے ہیں۔ اس کے باوجود گناہ ہوتے ضرور ہیں مگر اس سے حدیثِ پاک میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ اس میں سرکش شیاطین کے قید ہونے کا ذکر ہے، عام شیاطین تو قید نہیں ہوتے۔ البتہ دوسری روایات میں شیاطین کا لفظ مطلق آیا ہے تو بھی اصول ہے کہ اگر ایک جگہ لفظ مطلق آیا ہو اور دوسری جگہ مقید تو وہ قید اس جگہ بھی سمجھی جائے گی۔ لیکن اگر تمام (سرکش و ناسرکش) شیاطین کا قید ہونا بھی مان لیا جائے تو بھی رمضان میں گناہوں کے صدور سے خلجان نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اگرچہ معاصی عموماً شیاطین کے اثر سے ہوتے ہیں مگر سارا سال

ان گناہوں کے ساتھ ملوث ہونے کی بناء پر انسان کا نفس گناہوں کے ساتھ مانوس ہوجاتا ہے، گناہ اس کی طبیعت بن جاتے ہیں، لہٰذا نفس جو ہر وقت ساتھ رہتا ہے اس کے اثر سے رمضان میں بھی گناہ ہوتے ہیں، شیطان قید ہوا ہے نفس تو قید نہیں ہوا۔ جب ایک آدمی غیرِ رمضان میں گناہ کرتا رہتا ہے تو دل اس کے ساتھ رنگا جاتا ہے، جس کی وجہ سے رمضان میں ان کے سرزد ہونے کے لئے شیاطین کی ضرورت نہیں رہتی۔ ایک اور توجیہ محدثِ عظیم حضرت مولانا شاہ اسحاق صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دونوں احادیث مختلف لوگوں کے اعتبار سے ہیں، یعنی فساق کے حق میں صرف سرکش شیاطین قید کئے جاتے ہیں اور صلحاء کے حق میں مطلقاً ہر قسم کے شیاطین قید کردیئے جاتے ہیں۔

روزہ دار کے منہ کی بو مشک سے زیادہ پسندیدہ کیوں ہے؟

۹/رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ مطابق ۷/ستمبر ۱۹۷۳ء بروز اتوار

ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے:

((لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ۔ متفق عليه))

(مشكوة المصابيح: (قديمی)؛ كتاب الصوم؛ ص ۱۷۳)

کہ روزے دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ محبوب ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اللہ کے نزدیک بو کیسے مشک سے زیادہ محبوب ہوسکتی ہے؟ تو دنیا میں اس کے نظائر موجود ہیں۔ مثال کے طور پر فرض کر لیجیے کہ اگر آپ سندھ کے ریگستانوں میں کہیں تنہا بیمار پڑے ہوں اور آپ کے دوست کو کوئی خبر کردے کہ تمہارا دوست سندھ کے ریگستان میں بے یار و مددگار بیکسی کی حالت میں پڑا ہے، اور وہ دوست یہ سنتے ہی تمہارے لئے دوائیں، کھانا، پانی اور ضروری سامان لے کر تمہاری تلاش میں چل دے اور اس سفر میں اس کے بال گردآلود ہوجائیں، کپڑے پسینہ سے شرابور اور بدن میں پسینہ کی بدبو آجائے تو

بتاؤ! کیا تم اس بدبو سے نفرت کروگے؟ یا کہوگے کہ تیرے پسینہ کا ہر قطرہ میرے نزدیک موتی سے زیادہ قیمتی ہے کیونکہ میری محبت میں ٹپکا ہے۔

معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص اپنے ایثار اور وفاداری سے محبوب ہوجاتا ہے تو اس کی ہر چیز محبوب ہوجاتی ہے، روزے سے بندہ اللہ کا محبوب ہوجاتا ہے اور منہ کی بو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے آئی ہے، اس لئے اللہ کے نزدیک وہ مشک سے زیادہ محبوب ہوجاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ شہید کو غسل نہیں دیا جاتا بلکہ خون سے لتھڑے ہوئے جسم کو خون کے ساتھ دفن کیا جاتا ہے۔

خون شہیداں را از آب اولیٰ تر است

شہیدوں کا خون پانی سے زیادہ پاک ہے کیونکہ اللہ کی محبت میں نکلا ہے۔ وہ خون جو اتنا ناپاک ہے کہ جس کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، نماز نہیں پڑھ سکتے، وہی اتنا پاک ہوگیا کہ اب اس کا زائل کرنا منع کردیا گیا۔

بندوں کی غیبت، بہتان، تحقیر کرنے والا ولی اللہ نہیں ہوسکتا

۲۷؍ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۳؍دسمبر ۱۹۷۳ء بروز اتوار مجلس بوقت گیارہ بجے صبح

ارشاد فرمایا کہ آج کل جب کسی کے پاس ملنے جاؤ تو یہ عام مشغلہ ہوگیا ہے کہ اللہ کے بندوں پر تنقید و تبصرہ کرتے رہتے ہیں کہ صاحب! میں نے خوب مال بنالیا ہے، اور فلاں شخص بدھو ہے کچھ نہ کما سکا، اور فلاں شخص کا دماغ کچھ کریک ہے، میرے لڑکے تو لندن و امریکہ میں تعلیم پارہے ہیں اور فلاں بالکل مفلس ہے، بے وقوف ہے، وغیرہ۔ بندگانِ خدا کے بارے میں بیٹھا ہوا ہر وقت چارج شیٹ بنارہا ہے۔ اللہ کے بندوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ اگر کوئی شخص تمہاری اولاد، جگر کے ٹکڑے کے بارے میں ایسی چارج شیٹ تیار کرے اور ایسے جملے کستا رہے تو کیا تم اس شخص کو اپنا محبوب اور دوست بنا سکتے ہو؟ پس سمجھ لو کہ جتنا ہمیں اپنی اولاد سے تعلق ہے، اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے اس سے زیادہ تعلق ہے۔

اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو کبھی اپنا ولی، اپنا دوست نہیں بناتے جو اس کے بندوں کے متعلق سوءِ ظنی، بد خلقی، حقارت کے جذبات رکھتا ہے۔

خلقِ خدا کی عیب جوئی سے بچو

ارشاد فرمایا کہ مخلوق کا عیب تلاش مت کرو کہ برطانیہ میں کیا ہوتا ہے؟ جرمنی میں کیا ہوتا ہے؟ وہ بھی اللہ کی مخلوق ہیں۔ کسی کی اولاد نالائق بھی ہو مگر کوئی اس کا دوست اس نالائق اولاد کے بُرے اعمال کی تفتیش کر رہا ہو کہ میاں ذرا ہمیں بتاؤ! استنبول میں کیا ہوتا ہے؟ اور برطانیہ میں، باربڈوز میں اور جرمنی میں بے پردگیاں کیسی ہیں؟ اور وہاں کیا کیا کام ہوتے ہیں؟ تو عیب پوچھنے والا اللہ کی نگاہ سے گر جائے گا کہ یہ میری مخلوق کے عیب تلاش کرتا ہے۔ ہم کوشش کریں کہ اللہ کی مخلوق سے اپنے کان کو صاف رکھیں۔

تین باتوں کا اہتمام کرلو، ان شاء اللہ! محروم نہیں رہو گے

۲۶ /محرم الحرام ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۴ /مارچ ۱۹۷۱ء بعد ظہر

ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص تین باتوں کا اہتمام کرے گا ان شاء اللہ! محروم نہیں رہے گا: (۱) ایک تو مخلوق سے حسنِ ظن: روئے زمین پر ہر مسلمان کو اپنے سے اچھا سمجھے، اگر ایک مسلمان کو بھی اپنے سے کمتر سمجھ لیا تو دوزخ کی آگ کو اپنے اوپر حلال کرلیا۔ (۲) کسی اللہ والے سے تعلق: اور تعلق معمولی نہیں، خُلت کا تعلق پیدا کرلے، جان و مال کو اس پر قربان کردے۔ اور (۳) ذکر کی پابندی: ذکر اللہ میں ناغہ نہ ہو، اس قدر پابندی کرو کہ بغیر ذکر کے چین نہ آئے۔ جس طرح اگر کسی دن روٹی نہ کھائے تو بھوک لگی رہتی ہے، نیند نہیں آتی، جسم کو چین نہیں ملتا۔ ذکر کے بغیر روح کا بھی یہی حال ہونا چاہیے اور یہ بات نصیب ہوجاتی ہے ایک مدت تک ذکر اللہ کی پابندی کے بعد۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ ہمارا تو ذکر کے ناغہ سے یہ حال نہیں ہوتا، ہمیں تو ذکر کی بھوک اور طلب نہیں محسوس ہوتی تو جواب اس کا یہ ہے کہ بھوک تو زندہ کو لگتی ہے، مردے کو کہیں بھوک لگتی ہے؟ ابھی ہماری روح مردہ ہے کیونکہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

((مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ مِثْلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ، ص ۱۹۶)

محرومی سے ابھی روح مردہ ہے تو اس لئے اس ذکر کا تقاضا اور بھوک بھی روح کو محسوس نہیں ہوتی۔ ہاں، ذکر کی مستقل پابندی سے جب روح زندہ ہو جائے گی، پھر اگر ذکر کا ناغہ کرو گے تو دیکھنا کہ کیسی بے چینی ہوتی ہے، پھر ذکر کئے بغیر چین نہیں آئے گا۔

گناہوں کے اسباب سے بھی دُوری نہایت ضروری ہے

۱۳ / جمادی الثانیہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۵ / جولائی ۱۹۷۳ء بروز اتوار

ارشاد فرمایا کہ قرآنِ پاک کا حکم ہے کہ:

﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا﴾

(سورۃ البقرۃ: آیۃ ۱۸۷)

جہاں ایسے گناہ کے مراکز اور اسباب ہیں، وہاں قریب بھی نہ رہا کرو۔ اب لڑکیوں کے اسکول کے پاس کوئی اپنا گھر بنالے یا فلیٹ خرید لے، جانتا ہے کہ یہاں لڑکیوں کا اسکول ہے، ہر وقت لڑکیاں سامنے آئیں گی، تو ایسے فلیٹ کو ٹوائلٹ سمجھو چاہے سستا مل رہا ہو۔

ٹیلی ویژن کے نقصانات

ارشاد فرمایا کہ اپنے گھر سے ٹیلی ویژن نکال دو کیونکہ ٹیلی ویژن میں ایسے پروگرام آتے ہیں جو نہایت بے حیائی کے ہوتے ہیں، چوما چاٹی کے بہت ہی

خبیث مناظر ہوتے ہیں، بیوی، بیٹی، بہن، بھائی سب بیٹھے دیکھ رہے ہیں، ابّا بھی دیکھ رہے ہیں، اماں بھی دیکھ رہی ہیں۔ ایک مسٹر نے کہا کہ میں نے ٹیلی ویژن پر بہت بُری فلم دیکھ لی، میرا نفس گرم ہوگیا اور مجھ سے محرم رشتہ کے ساتھ نامناسب حرکت ہوگئی۔ اختؔر اللہ کے نام پر فریاد کرتا ہے، مجھے آپ سے کچھ نہیں لینا ہے لیکن میں آپ کے لئے جنت کا راستہ ہموار کررہا ہوں۔ میرے شیخ نے فرمایا کہ ایک لڑکے نے ٹیلی ویژن پر ڈاکہ دیکھ کر اپنے گھر میں ڈاکہ ڈلوادیا اور ڈاکو لڑکے کو بھی لے گئے۔ اس ٹی وی میں ہر قسم کے بُرے پروگرام آتے ہیں، ڈاکہ، چوری، زنا، بدمعاشی، بے حیائی، گانا بجانا، لہٰذا جہاں جس رشتہ دار کے یہاں ٹیپ ریکارڈ سے گانا بجانا چل رہا ہو، مووی بن رہی ہو، یا وہاں فوٹو کھنچوائے جارہے ہوں، یا مخلوط عورت مرد مل کر کھا رہے ہوں، یا کوئی بھی نافرمانی ہورہی ہو، وہاں جانا جائز نہیں: لَا یَجُوْزُ الْحُضُوْرُ عِنْدَ مَجْلِسٍ فِیْہِ الْمَحْظُوْرُ (مرقاۃ: (مکتبہ رشیدیہ)؛ ج ۴ ص ۲۰۷)۔ یہ فتویٰ ہے کہ نافرمانی کی جگہ شرکت جائز نہیں، چاہے سگا بھائی ہو، سگی بہن ہو، ہمارا کوئی سگا نہیں، ہمارے سگے وہی ہیں جو میرے اللہ کے ماننے والے ہیں۔ میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ یہ شعر بڑے درد سے پڑھا کرتے تھے ؎

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد
فدائے یک تن بیگانہ کاشنا باشد

میں اس بیگانے اور اجنبی پر فدا ہوں جو خدا کا آشنا ہے، وہ اگرچہ میرا خون کا رشتہ دار نہیں، میرا اس سے وطنیت یا علاقائیت یا خاندان کا کوئی رشتہ نہیں لیکن اللہ کا عاشق ہے، اس لئے وہ میرا اپنا ہے۔

نفس کو حلال نعمتیں اتنی دو کہ حرام کا خیال بھی نہ آئے

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر اچھا کھاؤ، خوب عمدہ چائے پیو اور نیک

لوگوں میں رہو اور خواتین نیک خواتین میں رہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ! زندگی مزیدار گزرے گی۔ نفس کو اتنا حلال دو کہ یہ کبھی شکایت نہ کرے کہ یہ ظالم حرام سے تو بچاتا ہے، حلال بھی ٹھیک سے نہیں دیتا۔ جب اَمرد کی طرف خیال ہو، فوراً امرود کھاؤ اور اس کی قاشوں پر نمک لگاؤ، کالی مرچ بھی لگاؤ، چٹ پٹا کر کے کھاؤ، اور امرود کی جمع اماریدآتی ہے، پانچ حرفی جتنے لفظ ہیں جیسے عصفور کی جمع عصافیر۔ خواتین بھی عمدہ کھانا کھائیں، عمدہ چائے پئیں جتنا اللہ دے۔ نفس کو حلال لذت میں کبھی کمی نہ کرنا تاکہ نفس کو یہ شکایت نہ ہو کہ یہ ظالم ملّا یا ملّانی حرام سے بھی بچاتے ہیں اور حلال بھی ٹھیک سے نہیں دیتے، خوب عمدہ کھانا کھاؤ، قورمہ شاندار پکاؤ۔ اگر پرتاب گڑھ میرا وطن قریب ہوتا تو میں مشورہ دیتا تحصیل کنڈہ سے بکرے کا گوشت منگوا کر قورمہ پکواؤ۔ آج ہی مجھے یہ پتا چلا، انیسؔ الہ آبادی جنہوں نے آپ کو شعر سنایا، انہوں نے بتایا کہ پرتاب گڑھ تمہارے ضلع میں تحصیل کنڈہ ہے، وہاں کے بکروں کا اتنا عمدہ گوشت ہوتا ہے کہ اگر ایک پاؤ گوشت بھی کہیں پک رہا ہو تو کئی گھر تک اس کی خوشبو جاتی ہے، مگر افسوس ہے کہ بارڈر ہے، ویزہ ہے، پاسپورٹ ہے اور بہت دور ہے، بڑا مہنگا گوشت پڑے گا۔

جن لوگوں نے میری گزارشات سے صورت کو سنت کے مطابق بنالیا ہے، اس میں بہت سے لوگ موجود ہیں، ان سے پوچھ لو کہ ان کو حسرت ہے کہ میں نے داڑھی کیوں رکھی یا یہ حسرت ہے کہ اب تک کیوں نہیں رکھی تھی؟ تو حسرت کے زمانہ کو دراز مت کرو، جلد سے جلد اقدام کرلو اور دائرۂ حسرت سے ایگزٹ (Exit) اور خروج کرلو اور دائرۂ مسرت میں اِن (IN) ہوجاؤ۔ میں ہندوستان میں اس تقریر میں کبھی انگریزی کا لفظ نہیں بولتا ہوں مگر کراچی، لندن، افریقہ وغیرہ میں انگریزی بولتا ہوں، یہاں تک کہ بعض شعر کے اندر میں نے انگریزی لفظ کہہ دیا، مثلاً فرانس کے لوگوں نے کہا کہ کرسچن لڑکیاں مولویوں کو، داڑھی والوں کو بہت

اشارے کرتی ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ ان کا نیک گمان ہے کہ آپ لوگ فل اسٹاک ہیں، پادری لوگ ہیں، ان کی پادبھی ''ری کنڈیشن'' ہو چکی ہے، اخلاقِ رذیلہ سے پاک ہو چکے ہیں، اخلاقِ حمیدہ سے متصف ہیں، تو ہر شخص کو اچھی چیز کی طرف میلان ہوتا ہے، یہ آپ کو اچھا سمجھ کر اشارہ کرتی ہیں، یہ نہ سمجھو کہ کسی بُرائی کے لئے اشارہ کرتی ہیں۔ ان کو یقین ہے کہ یہ داڑھی والے بُرائی نہیں کر سکتے لیکن چونکہ ان کو اچھے لوگ نظر نہیں آتے، جب کبھی کوئی مولوی متقی ہزاروں میں نظر آ جاتا ہے تو محبت سے اور حسرت سے دیکھتی ہیں کہ کیسے پیارے اللہ کے بندے جا رہے ہیں لیکن پھر بھی یہ شعر پڑھ لیا کرو ؎

اس نے کہا کہ کم ہیئر[1]
میں نے کہا کہ نو پلیز[2]

[1] انگریزی لفظ (Come Here) معنی یہاں آؤ

[2] انگریزی لفظ (No Please) معنی نہیں شکریہ

ان کو نو پلیز کہہ دو کیونکہ ہم اللہ کی دہلیز پر کھڑے ہیں، کہہ دو کہ ہماری لیزِ استقامت تم نہیں لے سکتی ہو، لہٰذا سنو ؎

اس نے کہا کہ کم ہیئر
میں نے کہا کہ نو پلیز
اس نے کہا کہ کیا وجہ؟
میں نے کہا خوفِ خدا

توبہ کا ایک خاص مضمون

رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ مطابق اکتوبر ۱۹۷۳ء

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی معافی کا سمندر اور معاف کرنے کی ادا اور معاف کرنے کی صفت غیر محدود ہے، ہمارے گناہ اگرچہ اکثریت میں ہیں

لیکن محدود ہونے کی وجہ سے ہمارے گناہ اکثریت کے باوجود اقلیت میں ہیں کیونکہ قاعدۂ کلیہ ہے کہ ہر محدود اپنی اکثریت کے باوجود غیر محدود کے سامنے اقلیت میں ہوتا ہے، لہٰذا اس تعریف میں یہ دعا ''اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ'' شامل ہے کہ ہم کو معاف کردیجئے۔ کیونکہ ملا علی قاری فرماتے ہیں اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ اَیْ اَنْتَ کَثِیْرُ الْعَفْوِ اے اللہ! آپ کثیر العفو ہیں، بہت زیادہ معافی دینے والے ہیں، یہ عَفُوٌّ مبالغہ کے لئے آتا ہے، مصدر کا حمل مبالغۃً ہوتا ہے جیسے کہتے ہیں کہ زَیْدٌ عَدْلٌ زید سراپا عدل ہے۔ تو عَفُوٌّ کا مطلب ہوا کہ آپ سے بڑھ کر دنیا میں کوئی معافی دینے والا نہیں ہے، اپنی صفتِ غیر محدود معافی سے ہمارے محدود گناہانِ عظیم کو معاف فرمادیجئے۔

معصیت پر اصرار سے سلبِ توفیقِ توبہ کا ایک واقعہ

رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ مطابق اکتوبر ۱۹۷۳ء

ارشاد فرمایا کہ ناظم آباد چار نمبر میں مَیں بیس برس رہا ہوں، ۱۹۶۰ء سے ۱۹۸۰ء تک، یہاں گلشن میں اسّی کی ابتداء میں آیا ہوں۔ ایک شخص بہت ہی گنہگار تھا، چھوٹے چھوٹے لڑکوں لڑکیوں کو چھیڑتا تھا، اس کا کام ہی یہی تھا۔ نہ نماز نہ روزہ، بس ہر وقت بدمعاشی اور بدکاری، شراب پینا۔ جب مرنے لگا تو میرا ایک دوست تھا، میں نے اپنے دوست سے کہا جاؤ! اس کو توبہ کرادو۔ وہ اس کے پاس گیا اور کہا بھئی! اب تمہیں ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہے، اب تم نہیں بچو گے، مر رہے ہو، توبہ کرلو۔ تو اس نے کہا کہ منہ سے سب الفاظ نکلتے ہیں، بسکٹ، ڈبل روٹی، چائے، ہسپتال، ڈاکٹر، انجکشن سب الفاظ نکل رہے ہیں مگر جو تم کہہ رہے ہو، یہ نہیں نکل رہا ہے۔ اب بتاؤ! اگر مسلسل گناہوں کی نحوست سے اللہ اتنا زیادہ غضبناک اور ناراض ہوجائے کہ تم توبہ کرنا بھی چاہو تو منہ سے نہ نکلے، تب کیا ہوگا؟ یہ واقعہ پرانے زمانے کا نہیں ہے، یہ اس زمانے کا ہے۔

یہ واقعہ میرا خود اپنا چشم دید ہوا

یہ اس زمانے کا ہے، اسی حالت میں اس کو موت آ گئی۔ لہٰذا گناہوں پر جری مت بنو۔ وہ بے وقوف جوان ہے جو انتظار کر رہا ہے کہ جب ہم زیادہ عمر کے ہوجائیں گے تب اللہ والے بنیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ ابھی جوانی میں کمالو۔

کمالے مری جاں کمانے کے دن ہیں

جوانی میں تو اچھی طرح عبادت کر سکتے ہو، بڈھے ہو کر کیا کرو گے؟ خود یہی ظالم جوان جو جوانی کو رنگینیوں میں، ٹیڈیوں میں، فانی لذتوں میں ختم کرنا چاہتا ہے، اللہ پر فدا ہونے کے لئے بڑھاپے کا انتظار کر رہا ہے لیکن جب یہ گوشت منگاتا ہے تو اپنے نوکر سے کہتا ہے کہ دیکھو! بڈھے جانور کا نہ لانا، حلوان لانا حلوان! آغازِ شباب جس بکرے پر شروع ہو رہا ہو، پختگی نہ آنے پائے، اس کے گوشت میں نرمی ہوتی ہے، اسے حلوان کہتے ہیں۔ تو ان جوانوں سے کہتا ہوں کہ اپنے لئے جانور بھی تم بڈھا پسند نہیں کرتے ہو اور جوان بکرے کا گوشت پسند کرتے ہو تو اپنی جوانی کو کیوں نہیں اللہ کے لئے وقف کرتے؟ جس نے جوانی دی، جس نے ہمیں پیدا کیا، اپنے اللہ کے لئے تم بڑھاپا پیش کرتے ہو؟ اور جوانی دنیائے فانی کے لئے پیش کرتے ہو۔

گناہ جلد نہ چھوڑنے کا نقصانِ عظیم

لہٰذا جو لوگ گناہوں سے توبہ میں دیر کر رہے ہیں، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ ایک مثال سے سمجھاتے ہیں کہ محلے میں ایک کانٹے کا درخت کسی کے گھر کے سامنے اُگ آیا۔ پڑوسیوں نے کہا اس کانٹے کے درخت کو اُکھاڑ دو، اس نے کہا کہ کل اُکھاڑوں گا۔ کل کل کہتے چھ مہینے ہو گئے۔

آں درختِ بد قوی تر می شود
برکنندہ پیر و مضطر می شود

وہ بُرا درخت قوی ہو گیا، جڑ گہری ہوگئی اور اُکھاڑنے والا بڈھا اور کمزور ہوتا چلا گیا۔ تو بُری عادتوں کو ایسے ہی نظر انداز مت کرو، یہ تمہارے دل میں ایسی پیوست ہو جائیں گی کہ آکسیجن چڑھی ہوگی، بے ہوشی کے قریب ہوگے، پھر بھی نرسوں سے نظر بازی نہیں جائے گی اور اسی لعنتی فعل میں ملعون بن کر اللہ کے پاس چلے جاؤ گے۔ جلدی کوشش کرو کہ ہمت کی بازی لگا کر بازِ شاہی بن جاؤ اور کرگسیت اور اپنے کو گیدڑیت سے پاک کرلو ورنہ گیدڑ کالونی میں چلے جاؤ گے۔ گیدڑ کالونی کا ایڈریس نہیں بتاؤں گا، سب کام کیا میرے ہی ذمہ ہیں؟ کچھ آپ بھی تلاش کیجئے۔

لذتِ دو جہاں کا حصول

بس اللہ تعالیٰ توفیق دے، خوش نصیب ہے وہ ظالم! سن لو، یہاں ظالم بمعنی معشوق اور محبوب کے ہے۔ وہ جوان بہت خوش نصیب ہے جو جوانی اپنے مولیٰ پر فدا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی جوانی کو قبول فرما کر سارے عالَم کے تمام مزے اس کے دل میں گھول دیتا ہے۔ اس کو کبھی حسرت نہیں ہوگی کہ میں ٹیڈیوں کی چکر بازی، سینما، وی سی آر اور ننگی فلمیں کیوں نہیں دیکھتا؟ ٹیڈیوں کو چھوڑ کر خوشیاں منائے گا اور شکر ادا کرے گا کہ مٹی کے کھلونوں سے اللہ نے مجھے چھڑا دیا۔

فرضیتِ تقویٰ کا مطلب

رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ مطابق اکتوبر ۱۹۷۳ء

ارشاد فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کو ناراض نہیں کرتا، تقویٰ سے رہتا ہے تو کعبہ سے دور ہو کر بھی کعبہ والا دل میں رکھتا ہے۔ اسی لئے تقویٰ حاصل کرنا فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا حرام ہے۔ کہئے صاحب! کیسی دلیل ہے کہ تقویٰ حاصل کرنا اس لئے فرض ہے کہ اللہ کو ناراض کرنا حرام ہے، اور اللہ ناراض ہوتا ہے گناہ سے، سمجھ گئے؟ اللہ تعالیٰ کو خوش رکھنا فرض کیوں ہے؟ کیونکہ ان کو ناراض کرنا حرام ہے۔

گناہ کو ہویٰ کیوں فرمایا گیا؟

﴿وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى﴾

(سورۃالنازعات:آیۃ ۴۰)

ارشاد فرمایا کہ ھویٰ معنی گناہ کے تقاضے، گناہ کو اللہ تعالیٰ نے ھویٰ فرمایا۔ ھویٰ کسے کہتے ہیں؟ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ھَوٰی یَھْوِیْ سے ہے یعنی گر جانا، یعنی جو نفس کی اتباع کرتا ہے وہ نفس کے غار میں گر جاتا ہے لیکن جو شخص اپنی خواہشات کو روک لیتا ہے اور دل پر اس کا غم اُٹھاتا ہے، تو نفس کو ناجائز خواہشات سے روک لینے کا نام ہی تقویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جو لوگ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے ہیں اور ڈرنے کی علامت کیا ہے؟ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى اپنے نفس کو ناجائز خواہشات سے روک لیتے ہیں تو نفس کو ناجائز خواہشات سے روک لینے کا نام ہی تقویٰ ہے کیونکہ تقویٰ کی تعریف بھی یہی ہے: كَفُّ النَّفْسِ عَنِ الْهَوٰى یعنی بُری خواہشات کو روکنا اور ان پر عمل نہ کرنا۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے اور مقبول بندے نفس کی بُری خواہشوں سے نفس کو روکتے ہیں جیسے گھوڑے کی لگام کھینچ لی جائے کہ آگے گڑھا آ رہا ہے اور گڑھے میں ہری ہری گھاس ہے، تو گھوڑا اپنی گھاس کے لئے دوڑ رہا ہے اور خطرہ ہے کہ پچاس فٹ کے گڑھے میں گرے گا، گھوڑا بھی مرے گا اور سوار بھی، تب سوار پر فرض ہے کہ نہ گھوڑے کو مرنے دے نہ خود مرے، نہ اپنے نفس کو جہنم میں جانے دے اور نہ اپنی روح کو جہنم میں جانے دے۔ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ لگام کَس کے کھینچے۔ اگر گھوڑا کہے کہ تمہارے کَس کے لگام کھینچنے سے میرے گال پھٹے جا رہے ہیں، تو آپ گھوڑے کے کان میں کہہ دو کہ میرے لگام کو سخت کھینچنے سے تیرے گال تو پھٹ رہے ہیں لیکن اس کا علاج ہسپتال میں کرادوں گا، فرسٹ ایڈ دلوادوں گا مگر ایڈز سے

بچاؤں گا کیونکہ میں خانقاہ سے تقویٰ کا گریڈ لایا ہوں، نہ تجھ کو ضائع ہونے دوں گا نہ خود مروں گا، جب تُو مرے گا تو میں بھی تو مروں گا۔ جب گنہگار کو جوتے پڑتے ہیں تو نفس کے ساتھ ساتھ اس نفس والے کی کھوپڑی پر بھی تو جوتے پڑتے ہیں یا نفس سے کوئی کہہ دیتا ہے جاؤ تم جوتے کھاؤ، ہم نہیں کھاتے۔

توبہ کی حقیقت دل کا نادم ہوجانا ہے

ارشاد فرمایا کہ جب تک کسی گنہگار کے دل میں ندامت موجود ہے وہ قابلِ مغفرت ہے اور مقبولیت کے دائرے سے خارج نہیں ہے کیونکہ ندامت خود توبہ ہے۔ حقیقتِ توبہ ندامت ہے۔ ایک شخص گناہ پر نادم ہوگیا اور جلدی سے توبہ منہ سے نہیں نکلی، ایکسیڈنٹ ہوگیا، مرگیا، یہ توبہ اس کی قبول ہے کیونکہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ اَلتَّوْبَةُ هِيَ النَّدَامَةُ توبہ کی حقیقت ندامت ہے، دل نادم ہوگیا کہ آہ! میں نے کیوں اپنے رب کی نافرمانی کی؟ دل شرمندہ ہوگیا، دل میں اَلم پیدا ہوجائے۔ اور ندامت کیا ہے؟ اَلنَّدَامَةُ هِيَ تَأَلُّمُ الْقَلْبِ اور ندامت یہ ہے کہ دل میں غم آجائے، دُکھ ہوجائے کہ آہ! میں کیسا نالائق ہوں کہ اپنے پیروں میں اپنے ہاتھ سے کلہاڑی مار رہا ہوں ؎

دستِ ما چو پائے ما را می خورد

ہمارا ہی ہاتھ ہمارے پیر کو کھا رہا ہے اور عاقبت خراب کر رہا ہے، اپنے مالک اور پالنے والے کو ناراض کر رہا ہے اور مستقبل کو تباہ کر رہا ہے۔ ہر گناہ کا مستقبل خطرے میں رہتا ہے اِلَّا مَنْ تَابَ۔

استغفار اور توبہ کا فرق

ارشاد فرمایا کہ توبہ ندامت ہے اور ندامت دل کا دُکھ جانا ہے: اَلتَّوْبَةُ هِيَ النَّدَامَةُ وَالنَّدَامَةُ هِيَ تَأَلُّمُ الْقَلْبِ۔ لیکن زبان سے استغفار بھی کرلے تو

ماضی معاف اور توبہ کرلے تو مستقبل روشن ہوجائے گا۔ استغفار اور توبہ میں کیا فرق ہے؟
علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں:

﴿اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ﴾

(سورۃ ھود: آیۃ ۳)

اپنے رب سے ماضی کی خطاؤں سے معافی مانگو، یہ استغفار ہے ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ پھر توبہ بھی کرو۔ اگر توبہ اور استغفار میں فرق نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ حرفِ عطف سے اس کو الگ بیان نہ کرتے، اور تمام عالم کے علمائے نحو سے پوچھ لو کہ معطوف اور معطوف علیہ میں مغائرت لازم ہے کہ دونوں الگ الگ چیز ہیں، الگ الگ حقیقت ہیں۔ معلوم ہوا کہ استغفار کی حقیقت الگ ہے اور ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ اور پھر توبہ بھی کرو، اگر یہ ایک ہی چیز ہوتی تو پھر ثُمَّ حرفِ عطف نہ آتا، یہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، تفسیر روح المعانی دیکھیے:

((اِنَّ الْمُرَادَ بِالْاِسْتِغْفَارِ هُنَا التَّوْبَةُ عَمَّا وَقَعَ مِنَ الذُّنُوْبِ وَبِالتَّوْبَةِ الْاِسْتِغْفَارُ عَمَّا يَقَعُ مِنْهَا بَعْدَ وُقُوْعِهٖ اَیْ اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمُ الَّتِیْ فَعَلْتُمُوْهَا ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ مِنْ ذُنُوْبٍ تَفْعَلُوْنَهَا فَكَلِمَةُ ثُمَّ عَلٰی ظَاهِرِهَا مِنَ التَّرَاخِیْ فِی الزَّمَانِ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)؛ سورۃ ھود آیۃ ۳؛ ج۱۱ ص ۲۷۴)

عربی زبان میں پندرہ جلدوں میں ہے اور اس کی عربی بہت مشکل ہے اور میں آج کل بیماری سے دیکھ بھی نہیں پاتا لیکن میرا پرانا دیکھا ہوا ہے، حافظہ تو پرانا ہے مگر اللہ تعالیٰ اس میں بھیک تازی دیتے ہیں، بھیک پرانی نہیں ہوتی۔ دیکھا ہوا تو پرانا مال ہے مگر جب تقریر کرتا ہوں تو اس وقت تازی بھیک عطا ہوتی ہے، خوشبو محسوس ہوتی ہے کہ جیسے ابھی ابھی شامی کباب تلا ہوا خوشبو کے ساتھ گرم گرم مل رہا ہے، چنانچہ اس کے آثارِ کیف آپ میری کیفیتِ ادا اور تقریر و بیان میں محسوس کررہے ہوں گے۔ تو یہ ہے اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اپنے پالنے والے سے ماضی سے معافی مانگو

کہ کیوں ایسی خطا ہوگئی، لیکن آئندہ کے لئے ارادہ کرلو کہ اب دوبارہ اللہ کو ناراض نہیں کرنا ہے، اس عزم کا نام توبہ ہے: اَنْ يَّعْزِمَ عَزْمًا جَازِمًا اَنْ لَّا يَعُوْدَ اِلَيْهِ عزم پکا کرو کہ اب دوبارہ اس گناہ کی طرف لوٹنا نہیں ہے، جو غلطی ہوچکی اور جس سے معافی مانگی، آئندہ اے اللہ! ہم آپ کو ناراض نہیں کریں گے، عزمِ جازم کافی ہے۔

خوفِ شکستِ توبہ مضر نہیں

یہ ارادہ پکا ہو، اگر ٹوٹ جائے تو اب یہ نہ سوچے کہ توبہ بیکار ہوگئی، توبہ بیکار نہیں گئی، توبہ قبول گئی۔ صرف یہ شرط ہے کہ توبہ کرتے وقت پکا ارادہ ہو کہ اب مالک کو ناراض نہیں کریں گے، شکستِ توبہ کا ارادہ نہ ہو، لیکن خوفِ شکستِ توبہ مضرِ قبولِ توبہ نہیں ہے۔ مان لو شیطان کہتا ہے کہ یہ گناہ تم سے پھر ہوگا، ہم تمہیں آزمائے ہوئے ہیں، تم بار بار توبہ کرتے ہو بار بار توڑتے ہو، تو ابلیس کو جواب دے دو کہ اے مردود! تو مردودِ ازلی ہے، ہمیں مردود کرنا چاہتا ہے، نااُمید کرنا چاہتا ہے، اگر ہم ایک لاکھ گناہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ ایک لاکھ گناہ بھی معاف کرنے پر قادر ہیں۔ مائیں اپنے بچے سے کہہ سکتی ہیں جسے دست لگے ہوں کہ اب میرے پاس چڈی نہیں ہے، اور کیا کہتے ہیں؟ پمپر؟ ہاں، پمپر بھی نہیں ہے، تُو ہر وقت ہگتا رہتا ہے، ڈاکٹر کے پاس جاتی ہے، کہتی ہے ڈاکٹر صاحب! اس کے موشن سے ہم عاجز آگئے، کہاں تک پمپر خریدیں، خریدتے خریدتے ہماری پینٹ اُتری جارہی ہے، اتنی گنجائش ہماری نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ توبہ کا لباس اور ولایت کا لباس دیتے دیتے کبھی تھک نہیں سکتے کہ تم نے اتنی دفعہ توبہ کی، اب ہم لباسِ دوستی اور لباسِ ولایت اور لباسِ مقبولیت دیتے دیتے تھک گئے، اب ہمارے پاس لباسِ مقبولیت نہیں ہے، سلاطین بھی تھک سکتے ہیں شہزادوں سے کہ تم اتنی دفعہ گٹر میں گرتے ہو، ہمارا خزانہ خالی ہوا جارہا ہے، کتنا ہم شاہی لباس تم کو پہنائیں۔ بس اللہ تعالیٰ کی رحمت ہمارے کانوں میں لَا تَقْنَطُوْا کہتی رہتی ہے کہ نااُمید نہ ہونا:

﴿لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ ؕ﴾

(سورۃ الزمر: آیۃ ۵۳)

میری رحمتِ غیر محدود سے نا اُمید مت ہونا، تم اپنے محدود گناہوں کی اکثریت کے باوجود میری غیر محدود رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ کیوں؟ کیونکہ محدود اپنی اکثریت کے باوجود غیر محدود رحمت کے سامنے اقلیت میں ہوتا ہے۔ اگرچہ تمہارے گناہ کثرت میں ہیں، کروڑوں کروڑوں ہیں لیکن میری غیر محدود رحمت کے سامنے محدودِ کثیر بھی اقلیت ہے۔ دنیا میں ہی دیکھ لیجئے کہ جب ایک محدود کثیر کے سامنے چھوٹے محدود اقلیت میں ہوتے ہیں، سمندر کیا ہے؟ محدود ہے یا نہیں؟ غیر محدود نہیں ہے مگر سمندر کے سامنے دریا اور حوض اور تالاب اور جھیلیں اور نہریں یہ سب اقلیت میں ہیں یا نہیں؟ حالانکہ نہر محدود ہے، سمندر بھی محدود ہے لیکن کثیر اور بڑے محدود کے سامنے قلیل اور چھوٹے محدود اقلیت میں ہوتے ہیں، جب دنیا کی میری مخلوق بڑی محدود کے سامنے ہماری چھوٹی مخلوق اقلیت میں ہوجاتی ہے تو میری غیر محدود رحمت کے سمندر کے سامنے تمہارے گناہوں کی اکثریت کیا حیثیت رکھتی ہے؟

خوفِ شکستِ توبہ عین عبدیت ہے

اس لئے یہ سبق سب لوگ یاد رکھیں، شیطان کا بہت بڑا دھوکہ اختر اس وقت حل کررہا ہے، ان شاء اللہ! کبھی شیطان آپ کو دھوکہ نہیں دے سکتا۔ جب گناہ سے توبہ کرو اور شیطان کان میں کہے کہ تم توبہ توڑ کر پھر یہ گناہ کرو گے تو شیطان کو جواب دے دو کہ میں پکے ارادے سے توبہ کررہا ہوں کہ اب اللہ کو ناراض نہیں کروں گا لیکن جو تُو مجھے ڈرا رہا ہے اس کا خوف ہم کو بھی ہے لیکن خوفِ شکستِ توبہ اللہ کو محبوب ہے کہ بندہ اپنے عزمِ توبہ پر اعتماد نہیں کررہا ہے، میری استعانت پر اپنی عبادت کے وسائل کی بنیاد رکھ رہا ہے، یہ ہے اِیَّاکَ نَعۡبُدُ کے بعد وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ کی تفسیر۔ اللہ تعالیٰ نے سکھایا کہ جب تم کہو کہ ہم آپ ہی کی عبادت

کرتے ہیں توتم اپنی عبادت کی بنیاد اپنی طاقت پر نہ رکھو، میری استعانت طلب کرو۔ کہو وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کہ میری عبادت کا آغاز اور سرمایہ اور بنیاد اور اس کی بقاء اور اس کا ارتقاء سب کچھ آپ کی استعانت پر ہے۔ لہٰذا اگر دل میں وسوسہ آئے کہ ہماری توبہ توٹوٹتی رہتی ہے تو خوفِ شکستِ توبہ قبولِ توبہ کے لئے مضر نہیں ہے بلکہ عین بندگی ہے، عین عبدیت ہے، عین فنائیت ہے کہ میرا بندہ اپنے ارادوں کا سہارا ہی نہیں رکھتا، خوفِ شکستِ توبہ رکھتا ہے، ہمیں یہ خوف ہونا چاہیے۔

بس ہمارا آپ کا اتنا کام ہے کہ توبہ کرتے وقت ہم گناہ کا عزم نہ کریں۔ توبہ توڑنے کا ارادہ نہ ہو، ٹوٹنا اور ہے توڑنا اور ہے۔ ذرا غور سے سنو! توبہ کا ٹوٹ جانا اور ہے، توڑنے کا ارادہ نہ ہو تو اس کی توبہ قبول ہے۔ خوب سمجھ لیا؟ توڑنا اور ٹوٹنا۔ ایک لازم ہے، ایک متعدی ہے عربی قواعد کے لحاظ سے۔ تو توبہ توڑنے کا ارادہ نہ ہو، اگر ارادہ معمولی سا ہو بھی تو وہ مضر نہیں یعنی گناہ نہ کرنے کا جس عزم سے ارادہ کر رہا ہے اَنْ یَّعْزِمَ عَزْمًا جَازِمًا اَنْ لَّا یَعُوْدَ اِلَیْہِ تو گناہ کا عزمِ جازم نہ ہو۔ بتاؤ! یہ علوم کیا اللہ تعالیٰ کا اختر پر کرم نہیں ہے؟

توبہ کے قبول کے لئے شرط ہے اَنْ یَّعْزِمَ عَزْمًا جَازِمًا پکا ارادہ ہو کہ ہم دوبارہ اپنے مولیٰ کو ناراض نہیں کریں گے تو عزمِ جازم کی جو قید ہے تو گناہ کے لئے عزمِ جازم نہ ہو، اگر ہلکا پھلکا ارادہ ہو تو اس میں کچھ حرج نہیں، عزم میں پختگی نہ ہو کہ ضرور بضرور ہم گناہ کریں گے۔ تو عزمِ جازم جب نیکی پر ہے تو گناہ پر عزمِ جازم ہوگا تب نیکی کے عزمِ جازم کو توڑے گا، یقین کو یقین کاٹتا ہے، لہٰذا گناہ کا عزمِ جازم نہ کرو۔ یہ میں نے وضو کے مسئلہ سے استنباط کیا ہے، وضو کا مسئلہ ہے کہ جس کو بار بار شبہ ہوتا ہو کہ میرا وضو ہے یا ٹوٹ گیا؟ تو یہ ایک وسوسہ ہوتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ جب تک وضو ٹوٹنے پر قسم نہ کھا سکے تب تک وضو باقی ہے کیونکہ وضو جب کیا تھا تو وضو کرنے پر قسم کھا سکتا تھا، تو وضو کے ثبوت کا یقین قسم کے مقام پر فائز تھا، اب جب تک وضو کے

ٹوٹنے کی قسم نہ کھا سکے اس کا وضو ہے، جب تک یہ قسم نہ کھالے کہ خدا کی قسم! میرا وضوٹوٹ گیا تو محض شبہ اور محض وسوسہ سے وضونہیں ٹوٹتا۔ وضو کا یہ مسئلہ میری تحقیق کی تائید کررہا ہے۔ جب ہم نے یقینی وضو کرلیا تو وضو پر یقین جس درجہ کا ہے وضو کے ٹوٹنے پر بھی ویسے ہی قسم کھا سکے۔ وضو کے بعد وضو پر قسم کھا سکتا ہے یا نہیں؟ بتاؤ! آپ سب نے ابھی ابھی وضو کیا ہے، اپنے وضو پر قسم کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ تو جب وضو کے ٹوٹنے پر بھی قسم کھا سکو تب وضوٹوٹتا ہے، شک وشبہ سے وضونہیں ٹوٹتا۔

نظر کی حفاظت میں دل کی حفاظت پوشیدہ ہے

۲؍شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ مطابق ۳؍ستمبر ۱۹۷۳ء بارہ بجے دوپہر، قبل طعام

ارشاد فرمایا کہ آنکھوں کی بہت حفاظت کرو، جس کی آنکھیں محفوظ نہیں رہتیں، اس کا سینہ بھی محفوظ نہیں رہتا یَعۡلَمُ خَآئِنَۃَ الۡاَعۡیُنِ وَمَا تُخۡفِی الصُّدُوۡرُ پہلے خیانتِ عین کو بیان فرما کر پھر تُخۡفِی الصُّدُوۡرُ فرمایا ہے۔ آیت کی ترتیب بتارہی ہے کہ پہلے آنکھیں خائن ہوتی ہیں، پھر سینہ خائن ہوتا ہے، اگر آنکھیں محفوظ ہیں، پھر اگر دل میں خیال آئے گا بھی تو اس پر قابو پانا آسان ہوتا ہے، اور جب آنکھیں خیانت کرتی ہیں تو خیالات کا سیلاب آجاتا ہے۔ سیلاب میں جیسے بند ٹوٹ جاتا ہے اور پانی بڑے علاقہ میں تباہی مچادیتا ہے، اسی طرح جب آنکھیں کسی حسین پر کھول دِیں تو سمجھ لو کہ آنکھوں کے بند میں شگاف پڑ گیا، اب بُرے خیالات کا سیلاب سینہ کو خائن بنادے گا۔

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی احتیاط

رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ مطابق اکتوبر ۱۹۷۳ء

ارشاد فرمایا کہ ہمارے بزرگوں نے تو اپنی بیٹیوں سے بھی احتیاط کی ہے۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی جب لڑکیاں بڑی ہوگئیں تو بیٹیوں سے

نگاہ ملا کے بات نہیں کرتے تھے، احتیاط کرتے تھے۔ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں میرے شیخ نے سنایا تھا کہ تشریف لے گئے اور بیٹی اکیلی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں تھے اور آپ کی بیٹی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں تھیں، آپ ایک منٹ نہیں بیٹھے، فوراً باہر آگئے اور اتنا تیز بھاگے کہ سر میں چوکھٹ لگ گئی۔ اللہ والوں نے احتیاطیں کی ہیں، لہٰذا شاہراہِ اولیاء پر چلو۔

نظر کی حفاظت اور حسینوں سے فرار دونوں ضروری ہیں

اس لئے حکم ہے کہ نظر بچالو اور حسینوں سے بھاگ جاؤ۔ دونوں حکم الگ الگ ہیں، فَفِرُّوْٓا کا حکم الگ نازل ہوا اور یَغُضُّوْا نظر بچانے کا حکم الگ نازل ہوا، اور قرآنِ پاک کے سب مجموعہ پر عمل کرنا فرض ہے۔ یہ نہیں کہ نظر بچالی اور ٹیڈی کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ فَفِرُّوْٓا کی آیت الگ ہے کہ ٹیڈیوں کے پاس، حسینوں کے پاس کھڑے بھی نہ رہو، حسین لڑکوں کے پاس کھڑے بھی نہ رہو، وہاں سے بھاگو۔ ورنہ حسینوں کے سامنے انسان گول ٹوپی کے باوجود اور داڑھی کے باوجود کیسے گفتگو کرتا ہے؟ اوّل تو ملاقات میں یَتَبَسَّمُ بِشَفَتَیۡهِ اس کے ہونٹوں پر تبسم آجاتا ہے، یہ علامت نمبر ایک ہے، اور بَعۡدَ ذٰلِكَ یُحَرِّكُ رَأۡسَهٗ پھر سر ہلاتا ہے، سر اس کے قریب کر کے سنتا ہے، ویری گڈ ویری گڈ کہتا ہے، تھینک یو میں ٹھینگا بھی دِکھاتا ہے اور آواز کو بھی نرم کرتا ہے، بھاری آواز سے وہاں نہیں بولتا، وہاں اس کا نفس اس کو سمجھاتا ہے کہ شیخ کا فرمانا ہے کہ سب سے نرم آواز میں بات کرو۔ یہ بات اس کی سمجھ نہیں آتی کہ کہاں نرم آواز رکھنی ہے کہاں سخت آواز رکھنی ہے؟ تو وہاں نرم آواز نکالتا ہے، کہتا ہے مزاج شریف آپ کا کیسا ہے؟ (حضرت والا نے آواز کو نرم کر کے بتایا جس سے سامعین بہت محظوظ ہوئے۔ جامع) نفس کی ان مکاریوں کو اللہ والے ہی سمجھتے ہیں۔ اختر بھی نہ جانتا اگر بزرگوں کی کتابیں نہ پڑھتا اور اللہ والوں کی صحبت نہ اُٹھاتا۔

ایسی ہر بات سے دل میں ظلمت پیدا ہوتی ہے کیونکہ اللہ کے ہاں یہ شخص حالتِ مبغوضیت میں ہے، آسمان والا دیکھ رہا ہے کہ یہ ایک غیر اللہ کے لئے کیا کیا ایکٹنگ (Acting) اور کیا کیا ٹیکنالوجی اور کیا کیا حرکتیں ناشائستہ کررہا ہے اور وہ بھی گول ٹوپی پہن کر! بنتا ہمارا ہے مگر اس وقت اس ظالم کو خدا یاد کیوں نہیں آرہا ہے؟ حسین کے نمک حرام کو چکھنے کی وجہ سے اس ظالم کو خانقاہ کے قیام کا بھی احساس نہیں ہے کہ میں خانقاہ جاتا ہوں۔ بتاؤ! یہ شیطان ہے کہ نہیں؟ اللہ کے نام پر آج اپیل کرتا ہوں کہ آپ لوگ جتنا مسجد میں شریف ہو، اتنا ہی مارکیٹوں میں بھی شریف رہو۔ جہاں بھی رہو اللہ والے بن کے رہو، کسی وقت بھی آپ کے دل کا قبلہ نوّے ڈگری سے پھرنے نہ پائے۔

صدورِ فعلِ خبیث کی اصل وجہ بدنگاہی ہے

رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ مطابق اکتوبر ۱۹۷۳ء

ارشاد فرمایا کہ نگاہ کی لعنت سے جو نظر کی حفاظت نہیں کرتا وہ لعنتی فعل سے بھی بچ نہیں سکتا۔ اسی لئے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے اللہ! اس خبیث پر لعنت فرما جو نظر کی حفاظت نہیں کرتا۔ تو نبی کی بددعا کیا رد ہوجائے گی؟ جتنے لوگ کسی ملعون فعل میں مبتلا ہوئے ہیں واللہ! میں کہتا ہوں کہ پہلے ان کی نظر خراب ہوئی، پھر دل خراب ہوا، پھر ان سے فعلِ خبیث صادر ہوا۔

باب ششم۔ مضامین متعلق

حالاتِ زندگی، تربیتِ اہل واولاد، حقوقِ والدین، مختصر ملفوظات وغیرہ

حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مستقل حاضری کا آغاز

۸ / ربیع الاول ۱۳۹۴ھ مطابق ۲ / اپریل ۱۹۷۴ء بروز منگل، آج کے دن سے احقر نے رات کو بھی حضرت والا دامت برکاتہم کی خدمت میں رہنا شروع کر دیا۔

لَكَ الشُّكْرُ وَلَكَ الْحَمْدُ يَا رَبَّنَا

مجھ پہ یہ لطفِ فراواں میں تو اس قابل نہ تھا

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے محبت

۱۳ / صفر المظفر ۱۳۹۴ھ مطابق ۸ / مارچ ۱۹۷۴ء بروز جمعہ

حضرت والا دامت برکاتہم بعد فجر گول مارکیٹ تشریف لے گئے تھے، جب واپس تشریف لائے تو فرمایا کہ آج مولانا حشمت علی صاحب نے تنہائی میں کچھ سوال کئے تھے، اس کا جواب جو اللہ نے میرے دل میں ڈالا، اور بھی کچھ باتیں بیان ہوگئیں تو اس وقت تم (احقر) موجود نہیں تھے، تم یاد آتے رہے کہ اگر ہوتے تو یہ مضامین نوٹ کر لیتے۔

احقر حضرت والا کی اس نظرِ عنایت پر اللہ تعالیٰ کا کروڑوں شکر ادا کرتا ہے، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ

آفتاب بر حدثہا می زند	لطف عام تو نمی جوید سند

اے خدا! آپ کا آفتابِ آسمانی، ظاہری نجاستوں پر بھی اپنی شعاعوں کا فیض ڈالتا ہے، اور آپ کا لطفِ عام قابلیت نہیں تلاش کرتا، اگر قابلیت تلاش کرتا تو آپ کے آسمان کا سورج نجاستوں پر اثر نہ کرتا۔ حق تعالیٰ کا یہ احقر پر بدونِ استحقاق انعامِ عظیم ہے اَللّٰھُمَّ لَا تَنْزِعْ مِنِّیْ صَالِحَ مَا اَعْطَیْتَنِیْ ۔

(اسی سلسلہ میں یہ مضمون بیان فرمایا)

تحدیث بالنعمۃ کا حق کس کو ہے؟

ارشاد فرمایا کہ انہوں نے (مولانا حشمت علی صاحب نے) سوال کیا تھا کہ عجب اور تحدیث بالنعمۃ میں کیا فرق ہے؟ مثلاً ایک شخص تحدیث بالنعمۃ کر رہا ہے لیکن دل میں عجب چھپا ہوا ہے۔ اس لئے تحدیث بالنعمۃ کس کے لئے جائز ہے اور کس کے لئے نہیں؟ اور کیسے امتیاز کریں کہ تحدیث بالنعمۃ میں عجب شامل نہیں ہے؟ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ تحدیث بالنعمۃ ایسے آدمی کے لئے جائز ہے کہ اس نعمت کے بیان کے وقت صرف اللہ ہی اس کے سامنے ہو، تفاخر تقابل تفاضل پیشِ نظر نہ ہو، جیسے بچے کو اگر باپ کچھ پیسے دیتا ہے تو محلہ بھر میں کہتا پھرتا ہے کہ آج ابّا نے مجھے اتنے پیسے دیئے ہیں۔ نعمت کے اس اظہار میں نہ حبِ جاہ ہوتی ہے نہ تکبر ہوتا ہے یعنی یہ بچہ اس لئے نہیں کہتا پھرتا کہ اسے مخلوق میں جاہ حاصل ہو جائے کہ یہ باپ کا بہت پیارا ہے، نہ اس لئے کہتا ہے کہ اپنے کو کچھ اچھا سمجھتا ہے کہ میں اتنا لائق ہوں کہ میری لیاقت پر باپ نے مجھے پیسے دیئے ہیں نہیں۔ بلکہ وہ تو جانتا بھی نہیں کہ جاہ اور کبر و عجب کیا چیز ہے، بس باپ کے احسان کی ایک کیفیت اس پر طاری ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی جب قلب میں اتنی سادگی پیدا ہو جائے اور قلب اتنا سلیم ہو جائے کہ اللہ جب اس کو کوئی نعمت دے تو اس کی نظر اپنے اوپر نہ جائے، نہ اس نعمت سے مخلوق میں جاہ حاصل کرنے کا خیال آئے بلکہ رب کے احسان کی ایک کیفیت اس پر طاری ہو جائے کہ اپنے ربّا کا

گیت گانے لگے اور یہ سمجھے کہ بدون استحقاق اس نااہل کو حق تعالیٰ نے اپنے کرم سے نوازا ہے اور یہ نعمت عطا فرمائی ہے۔

بس ایسے شخص کو تحدیث بالنعمۃ کا حق ہے، جس شخص کو یہ بات حاصل نہ ہو بلکہ نعمت کے بیان سے اپنی فضیلت کا بیان کرنا مقصود ہو، اس کے لئے تحدیث بالنعمۃ جائز نہیں۔ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے لئے اس کا راستہ بھی متعین فرما دیا ہے کہ نعمت کے بیان کے وقت بھی اپنے کو نعمت کا اہل نہ سمجھے، نہ اپنی کسی عبادت، ریاضت، مجاہدات کا ثمرہ سمجھے، نعمت کے بیان کے وقت بھی اس کا دل اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا فَخْرَ کہہ رہا ہو، دیکھو روایات میں ہے:

((اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا فَخْرَ وَبِیَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَّبِیٍّ یَّوْمَئِذٍ اٰدَمُ فَمَنْ سِوَاہُ اِلَّا تَحْتَ لِوَائِیْ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْہُ الْاَرْضُ وَلَا فَخْرَ۔ رواہ الترمذی))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم؛ ص ۵۱۳)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اولادِ آدم کا قیامت کے دن سردار ہوں گا مگر اس پر فخر نہیں اور حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا مگر اس پر فخر نہیں اور سب سے پہلے میں وہ شخص ہوں جس سے زمین شق ہوگی اور اس پر فخر نہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے انعامات کو بیان فرمایا ہے، مثلاً اَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ وَ اَنَا اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ عَلَی اللّٰہِ وَلَا فَخْرَ. اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِیْنَ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَّمُشَفَّعٍ وَّلَا فَخْرَ۔ بحوالہ ایضاً۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں نعمتوں کو بیان فرمایا اَنَا سَیِّدُ ... بعد میں وَلَا فَخْرَ بھی فرما دیا، اس لئے جو تحدیث بالنعمۃ کرے تو زبان سے بھی وَلَا فَخْرَ کہہ دے، لیکن صرف زبان ہی سے کہنا کافی نہیں ہے، دل میں بھی فخر نہ ہو، ورنہ زبان سے تو ایک غلامِ نفس بھی وَلَا فَخْرَ کہہ سکتا ہے مگر دل میں کبر و عجب بھرا ہوا ہے۔ اس لئے

جس کا نفس اتنا مٹ چکا ہو کہ زبان سے کہتے وقت دل میں فخر و کبر کا کوئی ذرّہ بھی نہ ہو، وہ اپنے اوپر انعامِ الٰہی کو کہہ سکتا ہے۔

پس نعمت کا اپنے کو اہل نہ سمجھنا اور اس کے زائل ہونے کا خوف اور نعمت پر رضائے الٰہی اور قبولیت کے عدم ترتب کا خوف، یہ شکرِ نعمت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ کی تفسیر یہ فرمائی اَلَّذِيْنَ يَصُوْمُوْنَ وَ يُصَلُّوْنَ وَ يَتَصَدَّقُوْنَ وَ هُمْ يَخَافُوْنَ اَنْ لَّا يُقْبَلَ مِنْهُمْ نیکیاں کر کے ڈرنا یہ اولیاء اللہ کا کمال ہے، گناہ اور جرم کر کے تو عوام مسلمین (عام مسلمان) بھی ڈرتے ہیں لیکن اللہ کے خاص بندے نیکیاں کر کے ڈرتے ہیں کہ نہ معلوم قبول ہیں یا نہیں؟

اور ایک اہم بات میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کبھی اخلاقِ رذیلہ اور اخلاقِ حمیدہ دونوں میں نفس خلط کر دیتا ہے، بے سمجھ سالک کی تواضع کو حدِ ناشکری تک پہنچا دیتا ہے، یا اس کی تحدیث بالنعمۃ میں ریا اور فخر شامل ہو جاتا ہے اور اس کو پتا بھی نہیں لگتا۔ یہ شیخ مبصر کا کام ہے جو سالک کو آگاہ کرتا ہے کہ تمہاری اس تواضع میں کفرانِ نعمت ہے یا تمہاری اس تحدیثِ نعمت میں ریا اور تفاخر داخل ہے۔ لہٰذا فرماتے تھے کہ سالک مبتدی کے لئے تحدیث بالنعمۃ جائز نہیں، کیونکہ ابھی اس کے اندر اخلاص کا رسوخ نہیں ہوا، اس لئے عادتاً اس کا ریا سے محفوظ رہنا ناممکن ہے، تحدیث بالنعمۃ کا مقام منتہی کا ہے۔

مطاف کی زمین کی برکات

۱۳ رمحرم الحرام ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۱ رمارچ ۱۹۷۱ء

حج بیت اللہ سے واپس تشریف لانے کے بعد بوقتِ صبح

ارشاد فرمایا کہ بیت اللہ شریف میں چند دوستوں سے عرض کیا کہ مطاف کی اس زمین کے لبوں کو حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ، حضرت سیدنا اسماعیل ذبیح اللہ

علیہم الصلوٰۃ والسلام اور حضرت سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ایک لاکھ صحابہ رضی اللہ عنہم کے قدموں کا بوسہ لینے کا شرف حاصل ہے۔ اس قطعۂ زمین کے محاذات میں آسمان کا جو ٹکڑا ہے اس دیدۂ فلک نے ان مقدس ہستیوں کو یہاں طواف کرتے ہوئے دیکھا ہے، پس جس نے اُس دیدۂ فلک کو دیکھ لیا جس نے ان حضرات کو دیکھا تھا گویا اس نے اُن حضرات کو دیکھ لیا، گویا یاد رکھنا، بالواسطہ دیکھ لیا۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے عالمگیر فیض کی ابتداء کیسے ہوئی؟

ارشاد فرمایا کہ آپ کی (احقر میرؔ کی) والدہ کے لئے ایک بشارت ہے۔ حرم مکہ شریف قیام گاہ پر ایک رات میری اچانک آنکھ کھل گئی، پھر بہت سونے کی کوشش کی لیکن نیند نہیں آئی۔ بس میں سمجھ گیا کہ میاں بلا رہے ہیں، ہمارے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ؎

بہت ابھاگن مر گئیں جگت جگت بورائے

پیو جیکا چاہیں تا سوتت لئے جگائے

(یہ ہندی شعر ہے یعنی بہت سے محروم القسمت دنیا میں بھیک کا پیالہ لے کر پھر پھر کے پاگل ہو گئے مگر کچھ نہیں پایا مگر جب اللہ چاہتا ہے تو سوتے سے جگا تا ہے کہ اُٹھ نالائق! چل نماز پڑھ، کہاں غافل پڑا ہے، لے تجھ کو نسبت مع اللہ کی عظیم دولت دیتا ہوں) دل میں پہلی بار شدید تقاضا ہوتا تھا، اور بار بار ہوتا تھا کہ کعبۃ اللہ چل، بس رفقاء کو محوِ خواب چھوڑ کر آہستہ سے اُٹھا، حرم مکرم حاضر ہوا، طواف کیا اور اس وقت اللہ نے دعا کی توفیق عطا فرمائی۔ ابھی یاد آیا کہ میرے شیخ نے بھی دعا مانگی تھی کہ اے اللہ! اپنے گھر میں چند بندے ایسے عطا فرما دیجئے جو میرے ہاتھ پر بیعت ہو جائیں، اور آپ کا نام لینے والے ہوں تا کہ میرے لئے صدقۂ جاریہ ہو جائے۔ میں نے بھی یہی مانگا کہ اے اللہ! اگرچہ اختر اس قابل نہیں ہے لیکن آپ کا فضل قابلیت بھی پیدا

فرما دیتا ہے۔ اپنے چند شہزادے عطا فرما دیجئے کہ یہ بھنگی جن کی خدمت کر سکے کیونکہ بھنگی بھنگی ہی ہے اور شہزادے شہزادے ہیں، اب دعا کے الفاظ بھی ٹھیک سے یاد نہیں۔ اگلے دن دس آدمی بیعت ہوئے، جن میں چار عالم اور ایک حافظ اور باقی عام لوگ تھے، میں نے آ کر حضرت مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہ العالی سے عرض کیا تو حضرت مسکرائے اور بہت خوش ہوئے۔ پھر مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب مدظلہ العالی سے عرض کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ''ابھی کیا دیکھتے ہو!'' اور دعا فرمائی، پھر اپنی انگشتِ شہادت چاروں طرف گھمائی۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ کیا؟ فرمایا کہ میں نے آفاقِ عالم میں انگلی گھما دی ہے۔

اس طرح روزانہ لوگ بیعت ہوتے رہے، پچاس سے زیادہ لوگ بیعت ہوئے، جس میں بہت سے عالم اور سات حافظ تھے۔ چونکہ یہ حج آپ کی والدہ کی وجہ سے ہوا تھا، اس لئے ان شاء اللہ! اس صدقۂ جاریہ کا ثواب ان کو قیامت تک پہنچتا رہے گا، جب تک یہ لوگ اللہ اللہ کریں گے تو کتنے عظیم ثواب کا سامان ہو گیا۔ پھر حضرت ہردوئی دامت برکاتہم نے حکم دیا کہ مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تقریر کیا کرو، اور ایک صاحب کو خط لکھا، حضرت کا وہ خط میں نے برکت کے لئے رکھ لیا ہے، لکھا کہ ان سے تقریر کرائیے، بہت زیادہ نفع کی توقع ہے۔ اگرچہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب دامت برکاتہم اور دنیا کے بڑے بڑے علماء وہاں موجود تھے لیکن اس گمنام و بے نام ونشان کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف عطا فرمایا۔ لوگ احقر کی تقریر سنتے تھے اور رقت و گریہ سے ان کا عجیب عالم ہو جاتا تھا، پھر کوئی شخص تنہا بیعت ہونے نہیں آتا تھا بلکہ چار پانچ ساتھیوں کو لے کر آتا تھا۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی اہل اللہ کی صحبت میں رہنے کی لالچ

ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اس

سفرِ مدینہ میں ایک حالت طاری تھی، خوف کا غلبہ تھا، روضۂ شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پائینتی کی طرف بیٹھتے تھے، سامنے نہیں آتے تھے۔ میں بھی ان کے قریب پیچھے بیٹھ جاتا تھا کہ اتنے بڑے اللہ والے عالم کی طرف جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نظر فرمائیں گے تو مجھ پر بھی آپ کی نظر پڑ جائے گی، یعنی ان کی طرف جب نظر اُٹھائیں گے تو لامحالہ میں بھی نظروں میں آجاؤں گا۔ اس لالچ میں مَیں نے ریاض الجنۃ میں بیٹھنا چھوڑ دیا، کبھی کبھی وہاں بھی چلا جاتا تھا لیکن اکثر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے قریب ہی رہتا تھا۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا استقامت کے لئے خوف

۲۷؍صفر المظفر ۱۳۹۴؁ھ مطابق ۲۲؍مارچ ۱۹۷۴؁ء بروز جمعہ بعد عصر

ارشاد فرمایا کہ (بڑی خشیت وتضرع کے ساتھ) حق تعالیٰ رجعتِ قہقری (الٹے پیر زوال کی طرف لوٹنا) سے پناہ نصیب فرمائیں۔ بعض لوگ راستہ چلے لیکن لوٹا دیئے گئے، کوئی حبِ جاہ یا حبِ دنیا یا حسد وتکبر وغیرہ کوئی بات مرضئ حق کے خلاف پیدا ہوجاتی ہے جس کے سبب لوٹا دیئے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھیں۔

ایک مبارک خواب اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی عاجزی

۳؍ذوالحجہ ۱۳۹۳؁ھ مطابق ۲۹؍دسمبر ۱۹۷۳؁ء

حافظ عبدالقدیر صاحب (حیدرآباد) نے خواب دیکھا کہ حضرت والا دامت برکاتہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہیں، حافظ جی نے حضرت والا سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ حضرت والا نے فرمایا کہ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ پھر مولانا مظہر میاں کا خواب بھی حافظ جی کو سنایا جس میں احقر سے حدیث لکھوانے کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حکم دیا تھا۔ (وہ خواب یوں ہے: آج سے تقریباً ۳۵ سال پہلے مرشدی ومولائی عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب ادام اللہ ظلالھم علینا کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم (جو اس وقت

طالب علم تھے) نے ایک خواب دیکھا تھا، جس کی اطلاع حضرت والا مدظلہ نے حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بذریعہ خط کی تھی۔

خواب: غلام زادہ عزیزم محمد مظہر میاں سلّمہ نے آخر شب میں خود کو اور اس ناکارہ کو اور عشرت جمیل سلّمہ کو اور ایک ملازم دواخانہ محمد آزاد سلّمہ کو جو اس ناکارہ سے بیعت بھی ہیں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم چاروں اشخاص کو ایک پہاڑی کی طرف لے گئے اور وہ مٹی کی ہے۔ وہاں ہم چاروں اُمتی کو حکم فرمایا کہ اس کو کھودو۔ کھودنے پر شیشہ کے بڑے بڑے مرتبان ظاہر ہوئے اور ان میں ہرن وغیرہ کی کھالوں پر لکھے ہوئے احادیث کے مسودات تھے۔ پھر اس ناکارہ نے عشرت جمیل کو حکم دیا کہ ان احادیث کو لکھ لو، انہوں نے عربی میں لکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ناکارہ سے ارشاد فرمایا کہ اِن سے (اشارالیہ) (عشرت جمیل سے) لکھایا کرو، اس کے بعد آنکھ کُھل گئی۔

''محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جواب''

مکرمی حکیم صاحب۔۔۔۔۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ وبرکاتہ

عزیزم مظہر سلّمہ کا خواب بہت مبارک ہے رائی اور مرئی حضرات کے لئے، (رائی: جس نے خواب دیکھا، مرئی: جن کو دیکھا) سب کے لئے بشارت ہے خدمتِ دین کی۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق باحسن وجوہ عطا فرمائیں۔

والسّلام۔۔۔۔۔۔۔۔ابرارالحق۔ ۱۴ رجب ۱۳۸۹ھ

پھر فرمایا کہ اگر نجاست پر آفتاب کی شعاع پڑ رہی ہے تو یہ آفتاب کا علوئے کرم ہے، نجاست کی بلندی نہیں ہے۔ نجاست تو اس قابل بھی نہیں تھی کہ اس پر شعاعِ آفتاب پڑے۔ اس لئے ان بشارتوں پر بہت زیادہ خوش بھی نہ ہونا چاہیے بلکہ خوشی کے ساتھ ندامت بھی ہونی چاہیے، صرف خوش ہونا اور نادم نہ ہونا بھی نالائقی ہے مثلاً کسی بیٹے نے عمر بھر باپ کی نافرمانی کی ہو اور باپ کو ستایا ہو، اس کے باوجود باپ اس کے لئے کوئی بلڈنگ بنوادے اور وہ بیٹا بہت زیادہ خوشی تو منا رہا ہے لیکن

نادم نہیں ہو رہا تو یہاں بھی نالائقی کر رہا ہے اور اس کرم کا حق ادا نہیں کر رہا ہے کیونکہ باپ کے کرم کی معرفت اور اپنی نالائقی کے احساس سے اس کو نادم ہونا چاہیے تھا کہ ہم تو اس قابل نہیں تھے، بدون استحقاق یہ باپ کا کرم ہے کہ مجھ پر انعامات کی بارش فرمادی، میں تو اس قابل تھا کہ مجھے محروم کر دیا جاتا۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا ایک پسندیدہ شعر

۲؍شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ مطابق ۳؍ستمبر ۱۹۷۳ء بارہ بجے دوپہر، قبل طعام حضرت والا دامت برکاتہم نے نثار صاحب کے اس شعر کو پسند فرمایا۔

ڈر رہا تھا دیکھ کر دار و رسن
دفعتاً نعم البدل یاد آ گیا

فرمایا کہ دار و رسن سے مراد گناہوں سے بچنے کی تکلیف ہے، گناہوں کی لذتوں کو چھوڑنا دار و رسن سے کم نہیں ہے۔ جو سالک ترکِ نظر اور ترکِ خیالِ محبوبانِ مجازی سے ڈر رہا تھا کہ دفعتاً اس کو نعم البدل یاد آ گیا کہ اس دار و رسن کے بدلہ میں وہ محبوبِ حقیقی مل جائے گا جو دنیا و جنت کی لذتوں کا خالق ہے۔

قرأت خلف الامام کے خلاف برجستہ دلیل

۱۸؍ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۴؍دسمبر ۱۹۷۳ء بروز جمعہ صبح گیارہ بجے
حافظ جہانگیر صاحب، مظہر میاں، احقر اور محمد حسین برمی موجود تھے

حافظ صاحب نے بیان کیا کہ ایک صاحب پچھلے جمعہ کو غیر مقلدوں کی مسجد میں چلے گئے، امام نے تقریر میں یہ بات کہی کہ امام جس وقت قرأت کرے تو مقتدیوں کو بھی امام کے پیچھے قرأت کرنا چاہیے، اور دلیل یہ بیان کی کہ امام کے پیچھے ثناء، التحیات اور درود شریف بھی تو پڑھتے ہو۔ لہٰذا جب امام قرأت کرے تو مقتدیوں کو قرآن بھی پڑھنا چاہیے۔ اس پر حضرت والا دامت برکاتہم نے فرمایا کہ

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالیشان ہے:

﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۝﴾

(سورۃ الاعراف: آیۃ ۲۰۴)

اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اس کی طرف کان لگایا کرو اور خاموش رہا کرو، امید ہے کہ تم پر رحمت ہو۔ اس لئے موقع تلاوتِ قرآن میں ہمارے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سکوت کا حکم فرماتے ہیں کہ مقتدی خاموشی سے قرآن سنیں، اس وقت قرأت نہیں کی جاتی، اور جس وقت امام ثناء، التحیات اور درود شریف پڑھے تو مقتدی بھی پڑھیں کیونکہ یہ قرآن نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ میرے اس جواب کا علم سے تعلق نہیں ہے بلکہ بزرگوں کی جوتیوں کی برکت اور ان کی خدمت کی برکت سے وقت پر اللہ تعالیٰ مدد فرما دیتے ہیں اور ایسے جواب دل میں ڈال دیتے ہیں، یہ میں نے کہیں پڑھا نہیں ہے۔

جسم کی صحت کا خیال رکھنے کی نصیحت

۱۹/ ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۵/ دسمبر ۱۹۷۳ء بعد ظہر

ارشاد فرمایا کہ ہر حال ماضی بننے والا ہے اور ہر ماضی خواب بننے والا ہے، صاحبزادے مولانا مظہر میاں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اسبابِ مفیدہ للصحۃ کو اختیار کرو اور اسبابِ مضرت للصحۃ سے اجتناب کرو۔

اپنی اولاد کے لئے نیک رشتہ تلاش کرو

۱۳/ جمادی الثانیہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۵/ جولائی ۱۹۷۳ء بروز اتوار

ارشاد فرمایا کہ ایک انجینئر کے لئے لندن کی ایک پڑھی ہوئی لڑکی کا رشتہ آیا۔ اس نے کہا بہت اچھا۔ جب ابّا نے بیٹی سے کہا کہ ایک تبلیغی جماعت کا داڑھی والا مولانا، اچھا انگریزی دان انجینئر ہے، میں اس سے تمہاری شادی کرنا چاہتا ہوں تو

لڑکی نے کہا کہ اسے ایک نظر مجھے دِکھا دو جس سے آپ میرا رشتہ کر رہے ہیں۔ جب لڑکی نے دیکھا کہ انجینئر صاحب کی ایک مشت داڑھی، تبلیغی جماعت میں لگا ہوا، تو لڑکی نے باپ سے کہا کہ آپ مجھے کہاں جھونک رہے ہو؟ یہ نہ مجھے سینما دِکھائے گا، نہ وی سی آر دِکھائے گا، نہ ننگی فلمیں دِکھائے گا، نہ کلفٹن کا ٹن ٹن دِکھائے گا، نہ ایڈمنٹن لے جائے گا۔ وہ بیچارے انجینئر صاحب روتے ہوئے میرے پاس آئے کہ میں کیا کروں؟ داڑھی رکھ کر بڑی مشکل ہوگئی ہے، ایک رشتہ لگا تھا مگر اس لڑکی نے داڑھی کی وجہ سے انکار کر دیا۔ میں نے کہا کہ تعجب ہے! تم کیسا ایمان رکھتے ہو؟ عورت کے لئے رو رہے ہو؟ اللہ پر بھروسہ رکھو جس نے جوڑا بنایا ہے، اللہ دوسری نیک دے گا، تم نیک ہو، تمہیں ان شاء اللہ! نیک ہی ملے گی، طیبون کو طیبات ملتی ہیں اور خبیثون کو خبیثات ملتی ہیں، قرآن کا وعدہ ہے۔ چھ مہینے کے بعد ہنستے ہوئے ملنے آئے، میں سمجھ گیا کہ آج ''جرور'' کوئی بات ہے، میرے ''جیم'' پر اعتراض نہ کرنا، میں قصداً بول رہا ہوں، کہنے لگے کہ میری شادی ہوگئی اور مجھے حافظۂ قرآن بیوی ملی ہے۔
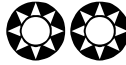
باب ہفتم ۔ مضامین متعلق متفرق مضامین، بشارات، خوش مزاجی، مزاح، اشعارِ معرفت وغیرہ

حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لئے عظیم بشارت

۲۶؍محرم الحرام ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۴؍مارچ ۱۹۷۱ء بعد ظہر

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی دامت برکاتہم اپنے سب شاگردوں کے سامنے فرماتے تھے کہ روئے زمین پر مجھے سب سے زیادہ مناسبت ان سے (حضرتِ اقدس دامت برکاتہم سے) ہے، اور مجھے بھی روئے زمین پر سب سے زیادہ مناسبت حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب سے ہے۔ یہ اکابر کی بات کر رہا ہوں، جبکہ جوانوں میں مجھے سب سے زیادہ مناسبت آپ سے (احقر غلام سے) ہے۔ ۱۹۶۳ء سے ۱۹۶۸ء تک دعا کرتا رہا ''اے اللہ مجھے کچھ بندے، چند ایسی عاشق جانیں عطا فرما دیجئے کہ جن کے درمیان میرے صبح وشام گذریں اور جن سے آپ کی باتیں کرتے ہوئے دن گذاردوں، اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ کو (احقر) عطا فرمایا، آپ سے پہلے مخاطب صحیح نہیں پائے۔''

ایک صاحب کا حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو نوکری کا مشورہ اور میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فارسی اشعار میں جواب

۲۵؍شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۴؍ستمبر ۱۹۷۳ء

ایک صاحب نے حضرت والا دامت برکاتہم سے عرض کیا کہ انہیں (احقر میرؔ کو) کسی کام سے لگانا چاہیے، کب تک بیکار رہیں گے؟ حضرتِ اقدس مدظلہ نے

احقر سے فرمایا کہ فلاں صاحب تیرے بارے میں یوں کہہ رہے تھے، اسی پر حضرت والا نے یہ شعر فرمایا تھا ؎

اپنا سا سمجھ کر جسے سینے سے لگایا
نامحرمِ اَسرارِ دلِ ناتواں پایا

یعنی تجھ سے پہلے میں نے جس کو بھی اپنے دل کے رازہائے عشقِ الٰہی کا محرم بنانا چاہا تو وہ سب اللہ کے عشق و محبت کے رازوں سے نابلد نکلے۔ اس کے بعد احقر کے یہ اشعار حضرتِ اقدس کے فیض و برکت سے فارسی مثنوی کے وزن پر ہوئے، جن کو احقر نے حضرت والا کو سنایا تو پسند فرمایا اور فرمایا کہ انہیں نوٹ کرلو، کام کے شعر ہیں ؎

کار ما باشد ورائے کارہا
سر ہماں جا شد فدائے دارہا

میرا کام تو تمام کاموں سے بڑھ کر ہے، میرا کام شیخ کے در پر فدا ہونا اور وہیں اپنا سر رکھنا ہے

کار ہا قربان ایں بیکارگی
خواجگی ہا بندہ ایں بندگی

اس بیکارگی پر سینکڑوں کام فدا ہو جائیں، ایک اللہ والے کی غلامی کرنا غلامی نہیں، بادشاہی ہے

کار ما بس بندۂ جاناں شدن
دست بدستش دادن وحیراں شدن/ برادائے دلبرے قرباں شدن

میرا کام تو بس محبوب کی غلامی ہے، اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر حیران ہونا ہے/ اپنے محبوب کی اداؤں پر قربان ہونا ہے

کار ما ہر لحظہ غم برداشتن
پیش آں محبوب سر انداختن

میرا کام ہر لمحہ غم برداشت کرنا ہے اور اس محبوب کے سامنے اپنا سر ڈالنا ہے

کار ما از درد دل نالیدن است
روئے آں محبوب ہر دم دیدن است

میرا کام دردِ دل سے نالہ کرنا ہے اور اپنے محبوب کے چہرے کا ہر وقت دیدار کرنا ہے

کار ما خون جگر افشاندن است
دل فدایش کردن و جاں دادن است

میرا کام خون جگر بکھیرنا ہے، اور محبوب پر دل فدا کرنا اور جان دینا ہے

ہر کہ او شد عشق را زندانئے
یافت اندر بندگی سلطانئے

جو بھی عشق کا قیدی بن گیا تو اس نے غلامی کے اندر سلطانیت کو پالیا

سلطنت دارند ایں زندانیاں
بے خبر بودند زاں سلطانیاں

اس قید خانے میں سلطنت پائے گا، اور بادشاہتوں سے بے خبر ہو جائے گا

ایں اسیران وفا را پس بداں
رشک صد شاہاں و فخر خسرواں

یہ وفا کے قیدی ہیں پس جان لو کہ یہ سینکڑوں شاہوں سے قابلِ رشک ہیں اور سلطانوں کا فخر ہیں

....

اس سے قبل حضرت والا دامت برکاتہم حیدر آباد تشریف لے گئے تھے، جس پر حضرتِ اقدس کی جدائی میں احقر کے یہ دو شعر ہوئے ؎

فرقت تو سینہ را ویراں کند
آتش غم قلب مرا قرباں کند

آپ کی جدائی نے میرا سینہ ویران کر دیا، میرے دل کی آتشِ غم نے آپ پر مجھے قربان کر دیا ہے

چوں مرا تو دور کردی از کرم
از فراقت خون دل را می خورم

آپ نے جب سے مجھے اپنے سے دور کر دیا ہے تو اس فرقت سے میں اپنے دل کا خون پی رہا ہوں

....

حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ایک اور عظیم بشارت

۲۹ رجب ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۹ اگست ۱۹۷۳ء

رات احقر نے سنا حضرتِ اقدس دامت برکاتہم ایک صاحب سے فرما رہے تھے کہ اس کو (احقر کو) اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ایسی مناسبت دی ہے کہ اگر دنیا بھر کے غوث وابدال واقطاب جمع ہوں تو یہ کسی کی طرف نظر بھی نہیں اُٹھائے گا، مجھے ہی دیکھے جائے گا۔

....

جانِ عشرت عشرتِ جانِ من است

یکم رمضان المبارک ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۲ نومبر ۱۹۶۹ء

ارشاد فرمایا کہ آج ایک مصرع ہو گیا ہے ؎

جانِ عشرت عشرتِ جانِ من است

(احقر جامع عرض کرتا ہے، اس کرم اور اس نظرِ خاص اور عزت افزائی کے یہ نا کارہ و سیہ کار قابل نہیں تھا لیکن کسی اللہ والے کی نظرِ توجہ دراصل حق تعالیٰ کی نظرِ عنایت کا پرتو ہوتی ہے، پس یہ نا کارہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کر سکتا کہ بے ہنر اور دین کے

محتاج کو اپنے فضل سے نواز رہے ہیں۔ احقر باادب حضرت والا سے عرض کرتا ہے کہ اگر آپ کی جانِ پاک اپنے مقامِ اعلیٰ سے نزول کر کے اس نا کارہ کی عزت افزائی کر کے مسرور ہوگئی تو آپ کا اس میں کوئی نفع نہ ہوا لیکن جانِ عشرت کی مٹی سوارت ہوگئی کیونکہ حق تعالیٰ کی رحمت و کرم سے بعید ہے کہ ان کے کسی پیارے نے کسی کی جان کو اپنا آرام کہا ہو اور حق تعالیٰ اس جان کو عذاب دیں اگرچہ کیسا ہی مستحقِ عذاب ہو۔

اللہ کی رحمت سے اُمید ہے کہ اس جان کے ساتھ رحم کا معاملہ فرمائیں گے جس پر ان کے کسی پیارے کی نظرِ توجہ ہوگی، اس لئے اس مصرع کو اللہ کی رحمت سے اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں اور قیامت کے دن اس مصرع کو حق تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کردوں گا کہ اگرچہ میرے پاس کوئی عمل نہیں لیکن آپ کے محبوب بندے کا یہ مصرع ایک لاکھ اعمال سے بھاری ہے، کیا آپ اس شخص کو عذاب دیں گے جس کو آپ کے ایک ولی نے اپنی جانِ پاک کی عزت کہا ہو، آپ ان کی برکت سے میری مغفرت فرما دیجئے۔ العارض احقر عشرتؔ)

(بعد میں یہ شعر بھی مکمل ہوگیا، اور مزید بھی حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لئے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اشعار کہے جو معارفِ مثنوی میں ''در ذکرِ عزیزم مولوی محمد عشرت جمیل سلّمہ اللہ تعالیٰ'' کے عنوان سے شائع ہو چکے، ان میں کے دو شعر یہ ہیں۔ جامع) ؎

جانِ عشرت عشرتِ جانِ من است
جانِ او ہر لحظہ مستانِ من است
خسروئے بہرِ نظام الدین بود
بہرِ اختر جانِ تو خسرو نمود

ترجمہ: عشرت کی روح میری روح کے لئے آرام وسکون ہے کیونکہ اس کی جان ہر وقت میری محبت سے سرشار ہے، جس طرح حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے

عشق ومحبت میں حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کا مقام تھا، اسی طرح اختؔر کے لئے تیری ذات امیر خسرو کی ایک نشانی ہے۔

(اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا یہ اردو شعر بھی حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت والا سے دیوانہ وار محبت کا غماز ہے۔ جامع) ؎

کیا تعجب ہے جو مضطر ہوگئی
جانِ عشرت، جانِ اختر ہوگئی

....

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے دو شعر

یکم رجمادی الثانیہ ۱۳۹۳؁ھ مطابق ۲ رجولائی ۱۹۷۳؁ء

رضائے دوست کی خاطر یہ حوصلے ان کے
ہنسی لبوں پہ ہے گو دل پہ زخم کھاتے ہیں
عجیب جامع اضداد ہیں ترے عاشق
خوشی میں روتے ہیں اور غم میں مسکراتے ہیں

....

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مصرع

۶ رجمادی الثانیہ ۱۳۹۳؁ھ مطابق ۸ رجولائی ۱۹۷۳؁ء بروز اتوار

آج دوپہر یہ مصـــرع خاص کیفیتِ درد کے ساتھ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ گنگناتے رہے جو فی البدیہہ موزوں ہوا تھا ؎

ہنستے ہیں ایک درد بھرا دل لئے ہوئے

بعد میں یہ نظم الحمدللہ! ۱۹۹۰؁ء کی دہائی میں پوری ہوگئی ؎

پھرتا ہوں دل میں درد بھرا لئے ہوئے
اور ہر نفَس میں قربِ منازل لئے ہوئے

پھرتا ہے مجھ کو عشق لئے چاک گریباں
گرچہ خرد ہے طوق و سلاسل لئے ہوئے
جی چاہتا ہے ایسی جگہ میں رہوں جہاں
جیتا ہو کوئی درد بھرا دل لئے ہوئے
مانا کہ ہے طوفاں میں محبت کا سفینہ
لیکن ہے ساتھ لطفِ سواحل لئے ہوئے
غفلت کا ان کے دل پہ نہ کرنا کبھی گماں
ہنستے ہیں ایک درد بھرا دل لئے ہوئے
میں ڈھونڈتا ہوں تجھ کو محبت کہاں ہے تُو
اِک قلبِ شکستہ ترے قابل لئے ہوئے
اخترؔ اُسی کا فیض ہے عالَم میں چار سُو
پھرتا ہے جو بھی درد بھرا دل لئے ہوئے

....

۲۶/ جمادی الثانیہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۸/ جولائی ۱۹۷۳ء

آج یہ شعر موزوں ہوا ؎

پہنچ جائیں گے ان کے در پہ ہم آہستہ آہستہ
ہم ان کے وہ ہمارے ہوگئے آہستہ آہستہ

....

۱۲/ رجب المرجب ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۳/ اگست ۱۹۷۳ء

آج یہ شعر موزوں ہوا ؎

زاہد سے کیا سنوں میں محبت کی داستاں
الفاظِ خشک میں ہے نہاں سِرِّ غم کہاں

....

۲۰؍شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۹؍ستمبر ۱۹۷۳ء بروز بدھ

بے خودی میں یہ کبھی ممکن نہیں

ہو خودی اقبالؔ والی سربلند

خانۂ عشرتؔ میں تم انجامِ حسرت دیکھنا

داغِ حسرت دل میں رشکِ صد گلستاں ہوگیا

خانۂ حسرت میں عشرتؔ کی بہار

اہلِ عشرتؔ تم کو دیکھا چاہیے

خانۂ عشرتؔ میں وہ انجامِ حسرت دیکھ کر

طالبِ حسرت ہوئے اپنا گلستاں چھوڑ کر

مجھ کو حسرت میں بھی شادمانی ملی

لطف ہائے غمِ جاودانی ملی

....

۱۳؍شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۲؍ستمبر ۱۹۷۳ء

خاص کیفیت سے یہ شعر پڑھا ؎

از بروں طعنہ زنی بر بایزید

و از درونت ننگ می دارد یزید

یعنی بعض لوگوں کی ظاہری شکل وصورت تو بزرگوں جیسی ہوتی ہے لیکن روح میں اخلاقِ رذیلہ بھرے ہوتے ہیں کہ یزید بھی شرما جائے۔

....

۲۷؍ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۳؍دسمبر ۱۹۷۳ء

بروز اتوار مجلس بوقت گیارہ بجے صبح

آج خاص کیفیت میں حضرتِ اقدس دامت برکاتہم یہ اشعار گنگنا رہے تھے

(یہ اشعار امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ سلطان نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر پڑھے تھے)۔

سرو و سیمینا بصحرا می روی
سخت بے مہری کہ بے ما می روی
اے تماشا گاہِ عالَم روئے تو
تو کجا بہر تماشا می روی

ترجمہ: اے میرے سرو کے درخت جیسی حسین قدو قامت والے محبوب شیخ، سرو معنی محبوب کے ہیں اور سیمینا سیمین سے، معنی میں چاندی کے ہے یعنی آپ تو میرے سرو وسیمینا ہیں اور آج جنگل اور میدان یعنی قبرستان میں جارہے ہیں، کیا یہ بے مروتی نہیں ہے کہ مجھ کو چھوڑ کر اکیلے جارہے ہیں۔
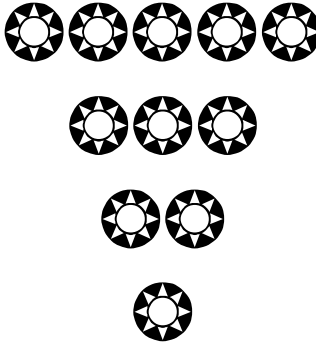
....

مجموعۂ ملفوظات

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جامع و مرتب

مولانا سہیل احمد دامت برکاتہم

خادم و خلیفہ مجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اول۔ مضامین متعلق
اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات، وحدانیت، عشقِ الٰہی، قرآنِ کریم، آخرت کی یاد، موت، فنائیتِ دنیا وغیرہ

مضبوط تعلق مع اللہ کی مثال درخت کی گہری جڑوں جیسی ہے

۲؍ذیقعدہ ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۷؍مئی ۱۹۹۱ء
بروز جمعہ، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ جس کو اللہ تعالیٰ اپنا تعلق علیٰ سطح الولایۃ عطا فرماتے ہیں اس کو ایک اعشاریہ زہر ہضم نہیں ہونے دیتے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شرح مشکوٰۃ، مرقاۃ میں یہ بات لکھی ہے کہ جس کو اللہ اپنا بنانا چاہتا ہے پھر اگر وہ اللہ کو چھوڑنا بھی چاہے تو نہیں چھوڑ سکتا ؎

بھلاتا ہوں پھر بھی وہ یاد آرہے ہیں

جن کا تعلق اللہ سے مضبوط ہوتا ہے ان کے قلب گناہ کے خیال سے بھی لرزہ براندام ہوجاتے ہیں، جیسے وہ درخت جو زمین میں جڑیں گہری رکھتا ہو، اس کو اگر کوئی ذرا بھی اُکھاڑے تو چرچرانے کی آواز آنے لگتی ہے، برعکس اس کے اگر کسی پودے کی جڑیں زیادہ گہری نہیں تو اس کو ذرا سا زور لگا کر بھی زمین سے نکال لیا جاتا ہے۔

تعلق مع اللہ کی دلیل یہ ہے کہ قضا نماز، روزہ، زکوٰۃ ادا کرنے لگے

اللہ سے تعلق کی دلیل یہ نہیں کہ کوئی تہجد پڑھنے لگے، حج عمرہ کرنے لگے، تعلق کی دلیل جب ہوگی جب قضائے عمری نمازوں کی، روزوں کی ادا کرنے لگے،

زکوٰۃ اگر نہیں دی ہے تو حساب کر کے زکوٰۃ ادا کرنے لگے۔ یہ علامت ہے کہ اب ایمان اس کے دل میں اُتر گیا، ہر نماز کے ساتھ ایک نماز قضا پڑھ لے، اسی طرح ہفتہ میں دو دن پیر اور جمعرات کو قضا روزے رکھ لے تو ایک مہینہ میں آٹھ روزے ادا ہو جائیں گے، سال میں چھیانوے (۹۶)، گویا ایک سال میں تین سال کے روزے ادا ہو جائیں گے۔ اگر یہ فکر نہیں تو کچھ حاصل نہیں، کیا شاعری کرتے پھرتے ہو؟ کیا آہ وزاری کرتے ہو؟ ایک شخص ہر وقت آہ وزاری کرتا ہو، اَشک باری کرتا ہو، کچھ فائدہ نہیں اگر فرائض نہیں ادا کئے، جذبات سے کچھ نہیں ہوتا۔

جذبات ہی پہ اپنے نہ مجذوبؔ شاد رہ
جذبات ہیچ ہیں جو مرتب عمل نہ ہو

اگر جذبات ایک چھٹانک ہیں تو عمل دو چھٹانک تو ہو۔ ایسے شخص کو ولایت نہیں مل سکتی جو نماز کی، روزوں کی، زکوٰۃ کی قضائے عمری نہیں ادا کرے، آپ پڑھنا شروع کر دو، اللہ آسان فرما دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسا ذوق عطا فرمائے کہ جب تک قضا نماز ادا نہ کر لیں چین نہ آئے، قضا نماز ادا کر لیں تو دل میں فرحت اور خوشی ہو، جب قضا روزہ رکھ لے تو کہے الحمد للہ! ایک روزہ ادا ہو گیا، ڈائری میں نوٹ بھی کر لے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت کے دو حق

۲۸؍ شوال المکرم ۱۴۰۶ھ مطابق ۵؍ جولائی ۱۹۸۶ء بروز ہفتہ

ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ کے بندوں پر دو حق ہیں، ایک ان کی محبت کا حق ہے، دوسرا ان کی عظمت کا حق ہے۔ محبت کا حق یہ ہے کہ ہم ان کے تمام احکامات مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ پر عمل کریں، اور عظمت کا حق یہ ہے کہ کسی گناہ کے قریب بھی نہ جائیں۔ اور یہ پابندی ایک دن کی نہیں ہے، مرتے دم تک ہے، **وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ** (سورۃ الحجر: آیۃ ۹۹) موت تک پابندی کرنا ہے۔ روح نکلی پابندی ختم۔ پھر کسی گناہ سے بچنا فرض نہیں ہوگا، جب تک ہمارے جسم میں روح ہے

تب تک ہم پابندِ شریعت ہیں۔

جو اللہ کا بندہ ایمان لانے کے بعد دونوں قسم کی بندگی بجالائے گا، اس پر حق تعالیٰ کی طرف سے رحمتوں کی بارش ہوگی، لہٰذا جس وقت جس زمانے میں جو حکم ہو، اس حکم کو بجالاؤ اور جس بات سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا اس سے رُک جاؤ۔ اس کے بدلے میں کیا ملے گا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تم ہمارے احکام کو بجالاتے رہو اور گناہ بھی نہیں کرو تو ہم تمہیں دنیا ہی میں بالطف اور مزیدار زندگی دیں گے:

﴿فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ﴾

(سورۃ النحل: آیۃ ۹۷)

اور اگر تم نے نافرمانی نہ چھوڑی، گناہوں سے چپکے رہے، حرام لذت کی عادت کو جانبازی کے ساتھ نہ چھوڑا تو پھر کیا ہوگا؟

﴿وَمَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِكۡرِىۡ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيۡشَةً ضَنۡكًا﴾

(سورۃ طٰہٰ: آیۃ ۱۲۴)

پھر تم ساری زندگی چین نہیں پاؤ گے۔ جملہ اسمیہ سے نازل فرمایا کہ جس نے میری نافرمانی کی، وَمَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِكۡرِىۡ جس نے میری یاد سے اعراض اور روگردانی کی، فَاِنَّ لَهٗ مَعِيۡشَةً ضَنۡكًا ہم اس کی زندگی کو تلخ کردیں گے۔ یہاں معیشت نازل فرمایا، حیات کا لفظ بھی نہیں لائے، گویا نافرمانوں کی زندگی اس قابل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو حیات فرمائے، اس کے برعکس نیک بندوں کی زندگی کو حیات سے نازل فرمایا فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً نیک بندوں کو ہم بالطف زندگی دیں گے۔ یہ دلیل ہے کہ اگر دنیا میں کوئی زندہ ہے تو اللہ والے زندہ ہیں، اگر دنیا میں کوئی صاحبِ حیات ہے تو اللہ والے صاحبِ حیات ہیں، نافرمانی کرنے والے لوگ صاحبِ حیات نہیں ہیں، ہاں! صاحبِ معیشت ہیں، بس جانوروں کی طرح زندہ ہیں۔ یہ تو دنیا کا انعام ہوا، اور آخرت میں اللہ تعالیٰ جنت نصیب فرمائیں گے اور جنت کی سب سے بڑی نعمت یعنی اپنا دیدار کرائیں گے۔ جب جنت میں اللہ تعالیٰ کا

دیدار ہوگا تو کسی جنتی کو جنت کی کوئی نعمت یاد نہ آئے گی:

((فَیُرْفَعُ الْحِجَابُ فَیَنْظُرُوْنَ اِلٰی وَجْهِ اللهِ فَمَا اُعْطُوْا شَیْئًا اَحَبَّ اِلَیْهِمْ مِّنَ النَّظَرِ اِلٰی رَبِّهِمْ (رواہ مسلم وفی روایة ابن ماجة) فَیَنْظُرُ اِلَیْهِمْ وَیَنْظُرُوْنَ اِلَیْهِ فَلَا یَلْتَفِتُوْنَ اِلٰی شَیْءٍ مِّنَ النَّعِیْمِ مَا دَامُوْا یَنْظُرُوْنَ اِلَیْهِ))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب رؤیة الله تعالیٰ؛ ص ۵۰۱؛ ص ۵۰۲)

(ترجمہ: پھر ان سے حجاب اٹھادیا جائے گا، اہلِ جنت اپنے رب کا دیدار کریں گے تو ان کو کوئی چیز دیدارِ الٰہی سے زیادہ لذیذ معلوم نہیں ہوگی۔ اللہ ان کی طرف دیکھے گا اور یہ اللہ کی طرف دیکھیں گے، اور جب یہ اس کی طرف دیکھیں گے تو کسی اور نعمت کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے) حتیٰ کہ جب دیدارِ الٰہی کرکے اہلِ جنت واپس اپنی بیویوں کے پاس پہنچیں گے تو وہ پوچھیں گی کہ آپ کہاں سے آرہے ہیں؟

((ثُمَّ نَنْصَرِفُ اِلٰی مَنَازِلِنَا فَیَتَلَقَّانَا اَزْوَاجُنَا فَیَقُلْنَ مَرْحَبًا وَّاَهْلًا لَّقَدْ جِئْتَ وَاِنَّ بِكَ مِنَ الْجَمَالِ اَفْضَلَ مِمَّا فَارَقْتَنَا عَلَیْهِ فَیَقُوْلُ اِنَّا جَالَسْنَا الْیَوْمَ رَبَّنَا الْجَبَّارَ۔ رواہ الترمذی وابن ماجة))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب صفة الجنة واهلها؛ ص ۴۹۹)

آج آپ کے چہرے پر بہت عجیب حسن ہے، ایسا حسن اس وقت نہیں تھا جب آپ ہمارے پاس سے گئے تھے۔ تب اہلِ جنت جواب دیں گے کہ آج ہم اپنے پیارے رب کا دیدار کرکے آرہے ہیں، تمہیں ہمارے چہرے پر اللہ میاں کے جلوے اور تجلیات نظر آرہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کی عجیب وغریب دلیل

۱۰؍ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۰؍ستمبر ۱۹۹۱ء

بروز جمعہ گیارہ بجے شب، کمرۂ خاص در خانقاہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ انسان کی جان، انسان کی زندگی، اس کے پاس اللہ کی

امانت ہے۔انسان اپنی جان کا خودمختار نہیں ہے،اگر خودمختار ہوتا تو خودکشی جائز ہوجاتی،اپنی جان ہوتی تو جیسا چاہے تصرف کر لیتے۔پھر ہمارا جسم پورا ایک نظام ہے،اتنا بڑا نظام ہے کہ ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ایک ایسا نظام کہ ہم دودھ تو پیتے ہیں سفید اور اس سے خون بنتا ہے سرخ۔ہم روٹی کھاتے ہیں تو وہی روٹی آنکھوں میں جا کر آنکھوں کی روشنی بن جاتی ہے،بصارت بن جاتی ہے،کان میں جا کر قوتِ سامعہ بن جاتی ہے۔یہ نہیں ہوتا کہ آنکھوں میں قوتِ سماعت آجائے یا کانوں میں قوتِ بصارت آجائے۔پھر ضروری اور غیر ضروری اجزاء الگ الگ ہوجاتے ہیں۔ یہ سب اتنا بڑا نظام خود ہمارے اندر موجود ہے اور ہمیں اس کی خبر بھی نہیں ہے۔ یہ بھی بہت بڑی دلیل ہے کہ ہم اپنے مالک نہیں ہیں کیونکہ جو اپنی فیکٹری کا مالک ہوتا ہے،اس کو معلوم ہوتا ہے کہ فیکٹری میں کیا ہو رہا ہے جبکہ ہم صرف لقمہ کھانا جانتے ہیں،اس کے علاوہ ہمیں کچھ خبر نہیں ہوتی۔

اسلام کی حقانیت کی دلیل کلماتِ اذان سے

ارشاد فرمایا کہ اسلام کے دینِ حق ہونے کی ایک دلیل اذان کے کلمات کا جواب دینے میں بھی ہے کہ اذان کے تمام کلموں کا وہی جواب دو لیکن حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہو کہ اے اللہ! میرے اندر طاقت نہیں ہے کوئی نیک عمل کرنے کی اور نہ کسی گناہ سے بچنے کی بجز آپ کی مدد اور نصرت سے،اسلام اکڑفوں نہیں چاہتا،فنائیت چاہتا ہے۔صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ کلمہ پڑھا،آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اس کا مطلب بھی جانتے ہو؟ عرض کیا اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔فرمایا اس کے معنیٰ ہیں: لَاحَوْلَ عَنْ مَّعْصِیَۃِ اللّٰہِ اِلَّا بِعِصْمَۃِ اللّٰہِ ہم کو نہیں ہے طاقت گناہ سے بچنے کی مگر جب اللہ ہماری حفاظت فرمالے۔وَلَاقُوَّۃَ عَلٰی طَاعَۃِ اللّٰہِ اِلَّا بِعَوْنِ اللّٰہِ اور نہیں ہے قوت،حالانکہ بظاہر قوت تو ہے کیونکہ کھا رہے ہیں،پی رہے ہیں،چل رہے ہیں لیکن

یہاں قوت کے معنی ہیں کہ نہیں ہے طاقت ہمیں اللہ کی عبادت کی مگر اللہ کی مدد سے، اس کے بغیر ہم اللہ کی عبادت اور نیکیاں نہیں کر سکتے، نہ گناہ سے بچ سکتے ہیں۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس کلمہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں عاجزی سکھائی ہے، اور ہماری کمزوری کا احساس دلایا ہے کہ تم ہمیں زور سے نہیں پاسکتے ہو، زاری سے پاؤ گے۔

بشارت: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو بندہ یہاں یہ کلمہ پڑھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ فرشتوں میں اس بندے کے لئے بشارت دیتے ہیں: اَسْلَمَ عَبْدِیْ وَ اسْتَسْلَمَ اس کی شرح کیا ہے؟ اَسْلَمَ عَبْدِیْ اَیْ عَبْدِیْ اِنْقَادَ وَتَرَكَ الْعِنَادَ یعنی میرا بندہ فرمانبردار ہو گیا اور اس نے سرکشی چھوڑ دی: وَاسْتَسْلَمَ اَیْ فَوَّضَ اُمُوْرَ الْکَآئِنَاتِ اِلَی اللّٰہِ بِاَسْرِھَا یعنی میرے بندے نے اپنے تمام کاموں کا مجھے متولی بنا دیا، میرے حوالے کر دیا۔ (مرقاۃ: باب ثواب التسبیح والتحمید؛ ج ۵ ص ۲۳۰) تو آپ سوچیں جب اللہ تعالیٰ فرشتوں کو ہمارے نیک ہونے کی خوشخبری دیں گے تو کیا ہم کو نیک نہیں بنائیں گے؟ ورنہ فرشتے اعتراض کرتے کہ اللہ تعالیٰ روزانہ ہم سے کہتے ہیں کہ فلاں بندہ بہت نیک ہے حالانکہ وہ تو بہت گناہگار ہے۔ تو ان شاء اللہ! احساناً اللہ تعالیٰ کے ذمہ آپ کی اصلاح ہو جائے گی۔

چاند گرہن اور دل گرہن

ارشاد فرمایا کہ جب سورج اور چاند کے درمیان زمین حائل ہو جاتی ہے تو چونکہ چاند کی اپنی کوئی روشنی نہیں ہے، وہ سورج کے فیض سے روشن ہے، اس لئے زمین کی حیلولت حائل ہو جانے سے چاند کالا ہو جاتا ہے، بے نور ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ہمارے اللہ میاں اور ہمارے دل کے درمیان جب ہمارا نفس حائل ہو جاتا ہے تو دل اللہ تعالیٰ کے آفتابِ قرب کی تجلیات سے محروم ہو جاتا ہے۔ میری ساری محنت اسی پر ہے کہ ہمارا لا الٰہ کامل ہو جائے تو الا اللہ کی کامل تجلیات سے ہمارا

قلب روشن ہوجائے گا۔ اور اگر ایک ذرّہ بھی حرام لذت درآمد کررہا ہے تو اتنا حصہ اس کے قلب کا اللہ تعالیٰ کے انوار سے محروم ہوجائے گا جیسے بعض اوقات جب پوری زمین حائل نہیں ہوتی تو چاند تھوڑا سا روشن بھی رہتا ہے اور تھوڑا کالا بھی ہوجاتا ہے۔

قربانی پر ہندو کا اعتراض اور حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

۷ رصفر المظفر ۱۴۱۳ھ مطابق ۷ راگست ۱۹۹۲ء بروز جمعہ

ارشاد فرمایا کہ ایک ہندو نے اعتراض کیا کہ مسلمان بہت سخت دل ہیں کہ جانور کے گلے پر چھری پھیر دیتے ہیں۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ تم لوگ جو جھٹکا کرتے ہو یعنی اللہ کا نام لئے بغیر جانور کاٹتے ہو، اس سے اسے تکلیف ہوتی ہے لیکن جب بسم اللہ پڑھ کر جانور کو ذبح کیا جاتا ہے تو اللہ کے نام سے وہ مست ہوجاتا ہے اور انڈر کلوروفام ہوکر، عشقِ الٰہی میں مست ہوکر جان دیتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو عشقِ الٰہی میں جب تیر لگتا تھا تو کہتے تھے: **فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ** ربِ کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہوگیا:

((لَمَّا طُعِنَ حَرَامُ بْنُ مِلْحَانَ یَوْمَ بِئْرِ مَعُوْنَۃَ قَالَ بِالدَّمِ ھٰکَذَا فَنَضَحَہٗ عَلٰی وَجْھِہٖ وَرَأْسِہٖ ثُمَّ قَالَ فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ))

(صحیح البخاری: (قدیمی)، باب غزوۃ بئر معونۃ، ج۲ص۵۸۷)

قربانی کی برکتیں

ارشاد فرمایا کہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عجیب بات لکھی ہے کہ قربانی میں اللہ کے نام پر ذبح کرنے سے برکت ہوتی ہے۔ دیکھو! بکرا، بکری، گائے، بیل کی ہر سال قربانی ہوتی ہے اور یہ جانور ہر سال مل جاتے ہیں، کوئی کمی نہیں ہوتی، اور کتے، کتیا، سور وغیرہ کی کوئی قربانی نہیں ہوتی اور ان کی پیدائش بھی خوب ہوتی ہے مگر کہیں نظر نہیں آتے۔

اللہ تعالیٰ پر فدا ہونے کا انعام

۱۳؍ذوالحجہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۵؍جون ۱۹۹۳ء بروز ہفتہ

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مرتدوں کے مقابلہ میں دین پر استقامت کے لئے محبت کو بیان فرمایا ہے، محبت والا جان دے دے گا، پیٹ پر پتھر باندھ لے گا مگر اللہ کو نہیں چھوڑے گا۔ اللہ کے ایک عاشق کی ادنیٰ سی حکایت سناتا ہوں کہ عاشقوں کو کیسی کیسی آزمائشیں آئی ہیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (مرقاۃ: (رشیدیہ)؛ مقدمۃ المولف؛ ج۱ص۷۰) کہ امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے بڑے محدث اور فقیہ، عالمِ ربّانی تھے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بھی تھے۔ بغداد میں ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴۱ھ میں وفات پائی، کُل عمر ۷۷ برس کی پائی۔ ان کا ایک مسئلہ میں بادشاہ سے اختلاف ہوگیا، یہ حق پر تھے، بادشاہ نے بہت دھمکیاں دیں کہ اپنے مؤقف سے ہٹ جاؤ ورنہ سخت سزا دوں گا، لیکن امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنے مؤقف پر ڈٹے رہے اور کسی سزا کی پرواہ نہ کی، ورنہ اگر کلمۂ حق چھوڑ دیتے، بادشاہ کی بات مان لیتے تو سزا معاف ہوجاتی۔

سرِ دار ہو کر سرِ طور ہوکر
ترے پاس پہنچا بہت دور ہوکر

آؤ دیارِ دار سے ہو کر گذر چلیں
سنتے ہیں اس طرف سے مسافت رہے گی کم

کُل انتیس کوڑے مارے گئے، آپ کا ہاتھ پیچھے بندھا ہوا تھا، جلاد ظالم بہت زور سے کوڑا مار رہا تھا جس سے آپ کا ازار بند ٹوٹ گیا جو کپڑے کا بنا ہوا تھا اور قریب تھا کہ آپ کا پاجامہ اُتر جاتا۔ آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی، آپ کے ہونٹ ہلے، کچھ پڑھا اور پاجامہ خود بخود اوپر ہوگیا۔ ایک محدث یہ منظر دیکھ رہے تھے، بعد میں آپ کے گھر جا کر پوچھا کہ آپ نے اس وقت کیا پڑھا تھا؟ تو فرمایا کہ میں نے

اللہ سے دعا کی تھی کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاسْمِکَ الَّذِیْ مَلَئْتَ بِهِ الْعَرْشَ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ عَلَی الْحَقِّ فَلَا تَهْتِكْ لِیْ سِتْرًا کہ اے اللہ! میرا ہاتھ تو بندھا ہوا ہے، آپ کو آپ کے اس نام کا واسطہ جس سے تمام آسمان بھرا ہوا ہے، اگر آپ جانتے ہیں، آپ کے علم میں مَیں حق پر ہوں تو آپ میرا پردہ نہ پھاڑیئے۔ پاجامہ بغیر اسبابِ ظاہری کے اوپر ہو گیا، اللہ تعالیٰ اسبابِ ظاہری کے محتاج نہیں ہیں۔

حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب دعا

حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے مولانا عبداللہ فرماتے ہیں کہ ابّا جان کبھی کبھی سجدے میں سر رکھ کر یہ دعا مانگتے تھے:

((اَللّٰھُمَّ کَمَا صُنْتَ وَجْهِیْ عَنِ السُّجُوْدِ لِغَیْرِكَ فَصُنْ وَجْهِیْ عَنِ الْمَسْأَلَةِ لِغَیْرِكَ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، باب من لا تحل له المسألة ومن تحل له، ج ۴ ص ۳۰۲)

اے اللہ! جس طرح یہ سر آپ کے لئے وقف ہے کسی اور کے سامنے نہیں جھکتا، اسی طرح میرا ہاتھ بھی کسی اور کے سامنے دراز نہ ہونے دیجئے۔ جب آپ کا انتقال ہوا تو ایک بزرگ احمد بن محمد الکندی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ میاں نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ فرمایا کہ غَفَرَ اللّٰهُ لِیْ میرے اللہ نے میری مغفرت فرمادی اور مجھے ایک ایسی نعمت دی جو عام لوگوں کو نہیں دی جاتی، اللہ نے فرمایا: یَا اَحْمَدُ ضُرِبْتَ فِیَّ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ یَا رَبِّ قَالَ یَا اَحْمَدُ هٰذَا وَجْهِیْ فَانْظُرْ اِلَیْهِ فَقَدْ اَبَحْتُكَ النَّظَرَ اِلَیْهِ اللہ نے پوچھا اے احمد! کیا تو میری محبت میں مارا گیا؟ عرض کیا بے شک یا ربّی! میں تیری راہ میں پیٹا گیا، مجھے کوڑے مارے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے انعام میں یہ میرا چہرہ دیکھ، میں نے تیرے لئے ابھی سے اپنا دیدار مباح کر دیا۔ اوروں کو تو جنت میں ملے گا، اِن کو عالَمِ برزخ میں ہی اللہ تعالیٰ نے دِکھا دیا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جو آپ کے استاد تھے اور اس وقت مصر میں تھے، اَرْسَلَ الشَّافِعِيُّ اِلٰى بَغْدَادَ يَطْلُبُ قَمِيْصَهُ الَّذِيْ ضُرِبَ فِيْهِ فَاَرْسَلَهٗ اِلَيْهِ فَغَسَلَهُ الشَّافِعِيُّ وَشَرِبَ مَاءَهٗ وَهٰذَا مِنْ اَجَلِّ مَنَاقِبِهٖ انہوں نے ایک قاصد کو بھیجا کہ میرا اسلام کہنا، شاگرد کو سلام کہلایا، اور کہا کہ جس قمیص میں تمہیں کوڑے لگے تھے وہ قمیص مجھے بھیج دو۔ آپ نے اپنی وہ قمیص جس میں کوڑے لگے تھے تعمیلِ حکم میں دے دی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد کی قمیص کو آنکھوں سے لگایا، اپنے ہاتھوں سے دھویا اور پانی کو نچوڑ کر پی لیا، کسی خادم سے نہیں دھلوایا۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے بہت عظیم الشان مرتبہ کی بات ہے کہ استاد اپنے شاگرد کا کرتہ دھو کر وہ پانی پی لے، جو اللہ تعالیٰ پر مرتا ہے تو اللہ بھی اس کو عزت دیتا ہے۔ جب امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ نکلا تو آپ کا جنازہ دیکھ کر کہ حق بات کے لئے استقامت کے ساتھ ڈٹے رہے، کوڑے مارے جانا قبول کر لیا لیکن حق بات کو نہیں چھوڑا، بادشاہ کے ظلم کے سامنے سر نہیں جھکایا، اس استقامت کو دیکھ کر بیس ہزار کافر، عیسائی، یہودی مسلمان ہو گئے، کوئی تقریر نہیں، زبانِ حال کہہ رہا تھا کہ ہم کس کے عشق میں جان دے رہے ہیں، صرف حال دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔

حق تعالیٰ کی عظمت کا حق نبیوں سے بھی ادا نہیں ہو سکتا

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمتِ غیر محدود کا حق ہم اپنی محدود، چند روزہ عبادت سے نہیں ادا کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کے بعد تین مرتبہ استغفار کیا کرتے تھے:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِهٖ اسْتَغْفَرَ ثَلٰثًا۔ رواہ مسلم))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب الذکر بعد الصلوٰۃ؛ ص ۸۸)

بتاؤ بھئی! پیغمبر نماز کو کتنی عمدہ پڑھے گا! پھر یہ استغفار کس بات سے تھا؟

یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعتراف تھا کہ اے اللہ! آپ کی غیر محدود عظمتوں کا حق ہم سے ادا نہیں ہوسکا۔ اور فرمایا کہ:

((مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ))

(تفسیر المظھری: (رشیدیہ)؛ سورۃ البقرۃ؛ آیۃ ۲۵۵؛ ج ۱ ص ۳۵۰)

ہم نہیں عبادت کرسکے جیسا کہ عبادت کا حق تھا۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ تفسیر کبیر فرمایا کرتے تھے:

((إِنَّ خَلْقًا مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ يُقَالُ لَهٗ إِسْرَافِيْلُ زَاوِيَةٌ مِّنْ زَوَايَا الْعَرْشِ عَلٰى كَاهِلِهٖ وَقَدَمَاهُ فِي الْأَرْضِ السُّفْلٰى وَقَدْ مَرَقَ رَأْسُهٗ مِنْ سَبْعِ سَمٰوَاتٍ وَّإِنَّهٗ لَيَتَضَاءَلُ مِنْ عَظَمَةِ اللهِ حَتّٰى يَصِيْرَ كَأَنَّهُ الْوَصَعُ))

(التفسیر الکبیر للرازی: (دار احیاء التراث، بیروت)؛ ج ۱۰ ص ۸)

اَلْوَصَعُ: چڑیا سے چھوٹا ایک پرندہ (مصباح اللغات ص ۹۴۹)

((قَالَ جِبْرِيْلُ فَكَيْفَ لَوْ رَأَيْتَ إِسْرَافِيْلَ إِنَّ لَهٗ لَاثْنَيْ عَشَرَ جَنَاحًا مِّنْهَا جَنَاحٌ فِي الْمَشْرِقِ وَجَنَاحٌ فِي الْمَغْرِبِ))

(الدر المنثور: (دار الفکر، بیروت)؛ سورۃ البقرۃ؛ ج ۱ ص ۲۲۸)

ایک فرشتہ ہے حضرت اسرافیل علیہ السلام، اتنے ان کے بازو، اتنا بڑا جسم ہے (روایت میں ہے کہ ان کا ایک بازو مشرق میں اور ایک مغرب میں ہے، اور ان کا جسم اتنا بڑا ہے کہ ان کے قدم ساتویں زمین میں ہیں اور ان کا سر ساتویں آسمان پر ہے۔ بحوالہ تفسیر الدر المنثور والثعلبی) لیکن اللہ تعالیٰ کی عظمتوں کے سامنے سکڑتے سکڑتے گوریا (چھوٹی سی چڑیا) ہو جاتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی عظمتوں سے بے خبر ہیں وہ کیا جانیں؟ انبیاء علیہم السلام سے پوچھو۔ حدیث شریف میں آتا ہے:

((أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ وَلِجَوْفِهٖ أَزِيْزٌ كَأَزِيْزِ الْمِرْجَلِ يَعْنِيْ يَبْكِيْ۔ رواہ احمد والنسائی))

(مشکٰوۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب ما لا یجوز من العمل فی الصلٰوۃ وما یباح منہ؛ ص ۹۱)

کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب نماز پڑھتے تھے تو جیسے ہنڈیا پکتی ہے، اس میں جوش آتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سینۂ مبارک خوف سے پکتا رہتا تھا، اس کے باوجود کہ ایک ایک رکعت میں آپ پانچ پانچ پارے پڑھتے تھے:

((کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ حَتّٰی تَرِمَ اَوْ تَنْتَفِخَ قَدَمَاہُ))

(صحیح البخاری: (قدیمی)؛ باب الصبر عن محارم اللہ؛ ج ۲ ص ۹۵۸)

اور پاؤں مبارک سوج جاتے تھے، وہ فرماتے ہیں: مَاعَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ ہم سے عبادت کا حق ادا نہ ہو سکا۔

اللہ تعالیٰ کے آفتابِ ہدایت کی کرامت

ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ سب بنی آدم خطا کار ہیں:

((کُلُّ بَنِیْ اٰدَمَ خَطَّآءٌ وَّخَیْرُ الْخَطَّآئِیْنَ التَّوَّابُوْنَ))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ کتاب الدعوات؛ ص ۲۰۴)

انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی کہے کہ میں بے خطا ہوں تو یہ بات درست نہ ہوگی، جیسے ایک بھولے بھالے عالم اور محدث سے میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کثرت سے استغفار کیا کرو تو وہ کہنے لگے کہ میں تو کوئی خطا ہی نہیں کرتا۔ بعضے لوگ بالکل سادے ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں ہماری ہر سانس، ایک ایک سیکنڈ، کوئی سانس خطا سے خالی نہیں ہے۔ آپ کہیں گے کہ اس وقت ہم سے کون سی خطا ہو رہی ہے، ہم تو مسجد میں وعظ سن رہے ہیں، کیا یہ کوئی خطا ہے؟ سوچئے! اگر اختر نے بزرگوں کی صحبت نہ اٹھائی ہوتی تو اس کے جواب میں کتنی مشکل پیش آتی۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ہمارے اوپر جو ہیں وہ غیر محدود ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عظمتیں غیر محدود ہیں، تو غیر محدود عظمتوں والے مالک اور غیر محدود بڑائی والے مالک کا حق ادا کرنا محدود طاقتوں سے ناممکن ہے لہٰذا ہم ہر وقت قصوروار رہیں۔

جب ہم کثیر الخطاء ہیں تو اس کا علاج کیا ہے؟ کثیر الخطاء کا علاج کیا ارشاد ہو رہا ہے؟ شراب میں ایک کیمیکل ڈالا تو ساری شراب سرکہ بن گئی، اب مفتی اعظم بھی اس کو کھا سکتا ہے، تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خطا جو شر ہے، اس کو خیر بنانے کے لئے ایک کیمیکل بتایا ہے، توبہ کا کیمیکل اپنے گناہوں کے ذخیرے پر ڈال دو، سارے کا سارا خیر بن جائے گا۔ اب خطا کار نہیں رہے بلکہ خیر الخطائین بن گئے، گنہگاروں کے ساتھ خیر لگ گیا، سبحان اللہ!

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنگل میں جانور نے گوبر کیا، اس گوبر کا پتلا رقیق حصہ زمین میں جذب ہو کر کھاد بن گیا، اس سے گلاب اور چنبیلی جیسے خوشبودار پھول اُگ گئے، اور گوبر کے اوپر کے حصے کو سورج نے خشک کر دیا، وہ اُپلا بن گیا، اسے نان بائی نے تندور میں ڈال کر آگ جلائی اور روٹی پکائی، گرم ہو کر سرخ ہو گیا روشنی دینے لگا۔ جب دنیاوی سورج کا یہ کرشمہ ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سورج جس دل پر کرشمہ ڈال دے گا، اس دل کی گندگیاں، نجاستیں کیسے قائم رہ سکیں گی؟ سب انوار بن جائیں گے، فرماتے ہیں ؎

چوں خبیثاں را چنیں خلعت دہی
من چہ گویم طیبیں را چہ دہی

اے خدا! جب آپ خبیث چیزوں کو، گندی چیزوں کو گلاب، چنبیلی اور خوشبو دار پھولوں کا لباس عطا کرتے ہیں تو میں نہیں کہہ سکتا کہ آپ اپنے پاک بندوں کو کیا کچھ عطا فرمائیں گے، کوئی خیال میں بھی نہیں سوچ سکتا کہ اولیاء اللہ کے سینوں میں اللہ کی محبت کے کتنے گلاب اور کتنے چنبیلی کے پھول پوشیدہ ہیں۔ آہ! یہ شخص کس درجہ عارف باللہ تھا۔

حضرت فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ کا واقعہ

لہٰذا کسی گنہگار کو کبھی مایوس ناامید نہیں ہونا چاہیے، اللہ کی رحمت کا آفتاب

تلاش کرو، ان شاء اللہ تعالیٰ! بڑے بڑے گنہگاروں کو اللہ نے ولی بنایا ہے۔ حضرت فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ پہلے بہت بڑے ڈاکو تھے، اتنے خطرناک کہ مائیں بچوں کو ڈراتی تھیں کہ سو جا سو جا! فضیل آرہا ہے۔ ان کی ہدایت کا جب وقت آیا تو ایک گھر میں ڈاکہ ڈالنے کے لئے دیوار پر چڑھے، اس گھر میں کوئی مردِ خدا تہجد میں یہ آیت پڑھ رہا تھا:

﴿اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِکْرِ اللّٰهِ﴾

(سورۃ الحدید: آیۃ ۱۶)

کیا ایمان والوں کے لئے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کی نصیحت کے سامنے جھک جائیں۔ (بیان القرآن) حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ عرب تو تھے ہی، آیت کا مطلب سمجھ گئے، دل پر چوٹ لگی، فوراً لوٹ آئے۔ اپنے سارے گروپ کو بلا کر کہا کہ تمہاری گواہیوں میں آج فضیل توبہ کرتا ہے، جتنا ڈاکہ مارا ہے وہ سب پیسہ جتنا موجود ہے واپس کروں گا اور جو کھا پی لیا ہے تو ایک ایک کے پاس جا کر پیر پکڑ کر روؤں گا کہ قیامت کے دن مجھے رسوا نہ کرنا، ہم اپنے آنسو، اپنی عزت کو تمہارے قدموں پر قربان کرتے ہیں، ہمیں معاف کر دو۔ پھر ایک ایک کا پیسہ واپس کیا، نہ واپس کر سکے تو پیر پکڑ کر معافی مانگی، اور اتنے بڑے ولی اللہ ہوئے کہ آج ہمارے شجرے میں ان کا نام آتا ہے، ان کے واسطے سے دعائیں مانگی جاتی ہیں ؎

جوش میں آئے جو دریا رحم کا
گبرِ صد سالہ ہو فخرِ اولیاء

بابا نجم احسن رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک شعر عجیب ہے ؎

کوہ جو ایک ہے کھڑا سر پر مرے گناہ کا
تُو جو مری مدد کرے تنکا ہے مری آہ کا

گنہگاروں کے یہ آہ و نالے، یہ آنسو وہ ہیں جو روزِ قیامت شہیدوں کے خون کے

برابروزن ہوں گے:

((لَيْسَ شَيْءٌ اَحَبَّ اِلَى اللهِ مِنْ قَطْرَتَيْنِ وَاَثَرَيْنِ قَطْرَةِ دُمُوْعٍ مِّنْ خَشْيَةِ اللهِ وَقَطْرَةِ دَمٍ يُّهْرَاقُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ۔۔۔ الخ))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ کتاب الجہاد؛ ص ۳۳۳)

دوقطروں سے زیادہ اللہ کو کوئی چیز محبوب نہیں، ایک آنسو کا وہ قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلے اور دوسرا خون کا وہ قطرہ جو اللہ کی راہ میں بہے، ان آہ و نالوں کو سننے کے لئے فرشتے آتے ہیں:

((وَيَشْتَاقُوْنَ اِلَيْهِمْ فَيَسْتَأْذِنُوْنَ فَيُؤْذَنُ لَهُمْ۔۔۔ وَاسْتُشْكِلَ اَمْرُ هٰذِهِ الرَّغْبَةِ مَعَ كَثْرَةِ الْمَعَاصِيْ وَاُجِيْبَ۔۔۔ اَوْ لِيَسْمَعُوْا اَنِيْنَ الْعُصَاةِ التَّائِبِيْنَ فَفِي الْحَدِيْثِ الْقُدْسِيِّ لَاَنِيْنُ الْمُذْنِبِيْنَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِيْنَ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)؛ سورۃ القدر؛ ج ۳۰ ص ۵۸۳)

مفسرِ عظیم علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرماتے ہیں کہ مجھے گنہگاروں کا رونا تسبیح پڑھنے والوں کے سبحان اللہ پڑھنے سے زیادہ محبوب ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت سے کبھی مایوس نہ ہونا چاہیے

لہٰذا گناہوں سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے، ہماری بگڑی سے بگڑی حالت کو پلک جھپکنے میں حق تعالیٰ کا فضل ایسی عزت سے بدلنے پر قادر ہے کہ جس کے سامنے بڑے بڑے عزت داروں کی عزت ہیچ ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں، وہ آگ کو پانی کر سکتے ہیں اور پانی کو آگ کر سکتے ہیں، وہ ذلت و رسوائی کے اندھیروں سے عزت کا آفتاب بلند کر سکتے ہیں ؎

اے بسا اسپ تیزرو کہ بماند

و خرے لنگ گہہ بہ منزل رفت

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بہت سے تیز رفتار گھوڑے پیچھے رہ گئے اور لنگڑا گدھا منزل پر پہنچ گیا یعنی ندامت کے آنسوؤں سے اور استغفار و توبہ کی برکتوں سے بندہ بہت جلد اللہ تعالیٰ کے قربِ خاص سے نوازا جاتا ہے ؎

نومید ہم مباش کہ رندانِ بادہ نوش
ناگہہ بیک خروش بہ منزل رسیدہ اند

اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا چاہیے کہ گنہگار اپنے نالوں اور اشکِ ندامت سے ایک ہی پرواز میں قرب کی اس منزل تک پہنچ جاتا ہے کہ زاہدانِ خشک تو کیا، اس قربِ توبہ و ندامت کے مقام سے فرشتے بھی بے خبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کریم ہیں جو اَلَّذِیْ یُعْطِیْ بِدُوْنِ الْاِسْتِحْقَاقِ وَالْمِنَّۃِ جس کا حق نہیں بنتا پھر بھی عطا کردے۔ جو یہ کہتا ہے کہ ہم تو بڑے گناہ گار ہیں، ہمیں اللہ کیسے اپنا ولی بنائے گا، یہ اللہ تعالیٰ کی شانِ کرم سے ناواقف ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک گناہ گار بندے کو بلائیں گے اور اس کی ایک ایک بدمعاشی گنوائیں گے، فلاں کمرے میں تُو نے یہ گناہ کیا، فلاں جنگل میں تُو نے یہ بدمعاشی کی، وہ کہے گا بے شک بے شک بے شک۔ رجسٹر سامنے رکھ دیا جائے گا، سمجھ جائے گا کہ اب گئے جہنم میں۔ اب سنئے! حدیث شریف میں آتا ہے:

((اِعْرِضُوْا عَلَیْہِ صِغَارَ ذُنُوْبِہٖ وَارْفَعُوْا عَنْہُ کِبَارَھَا۔۔۔۔لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یُّنْکِرَ وَھُوَ مُشْفِقٌ مِّنْ کِبَارِ ذُنُوْبِہٖ اَنْ تُعْرَضَ عَلَیْہِ فَیُقَالُ لَہٗ فَاِنَّ لَکَ مَکَانَ کُلِّ سَیِّئَۃٍ حَسَنَۃً فَیَقُوْلُ رَبِّ قَدْ عَمِلْتُ اَشْیَآءَ لَا اَرَاھَا ھٰہُنَا وَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللہِ ﷺ ضَحِکَ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُہٗ۔ رواہ مسلم))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب الحوض والشفاعۃ؛ ص ۴۹۲)

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اچھا! اس گناہ کے بدلے فلاں باغ، اس گناہ کے بدلے فلاں باغ، ہر گناہ کے بدلے انعامات ملنے لگے، پھر جب سب گناہ ختم ہو گئے، معاملہ ختم ہو جائے گا تو وہ کہے گا اے اللہ! ابھی تو میرے کچھ گناہ باقی رہ گئے ہیں، وہ تو

آپ نے گنے ہی نہیں، اب اپنے گناہ خود گنوانے لگے گا۔ تو جب ایسے کریم مالک سے واسطہ پڑا ہے تو چھوٹی ولایت کیوں مانگیں؟ یہی مانگو کہ اے اللہ! اولیائے صدیقین کی جو آخری سرحد ہے، اپنی رحمت سے مجھے وہاں تک پہنچا دیجئے۔

رحمٰن اور رحیم کی رحمت کا فرق

۹ رمحرم الحرام ۱۲؁۱۴ھ مطابق ۲۲ رجولائی ۱۹۹۱؁ء

بروز پیر گیارہ بجے دن، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ رحمٰن کے معنی ہیں نہایت رحم والا اور رحیم کے معنی ہیں بار بار رحمت کرنے والا۔ رحمٰن رحم سے بروزن فعلان ہے جیسے غضب سے غضبان، اور رحیم رحم سے بروزن فعیل ہے جیسے مرض سے مریض لیکن ان دونوں رحمتوں میں فرق کیا ہے؟ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رحمٰن کی رحمت اس کو کہتے ہیں جو دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی ہوگی اور رحیم کی رحمت خاص ہے آخرت کے لئے۔ دوسرے یہ کہ رحمٰن کی رحمت مومن و کافر دونوں کو ہوگی جبکہ رحیم مومنین کے لئے خاص ہے، اللہ کی رحمانیت سے کافر، مشرک اور خدا کے دشمن بھی روٹیاں پا رہے ہیں، حدیثِ پاک میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

((لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَّا سَقٰى كَافِرًا مِّنْهَا شَرْبَةً ۔ رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)، کتاب الرقاق، ص ۴۴۱)

اگر دنیا مچھر کے برابر بھی حیثیت رکھتی تو اللہ کافروں کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ دیتا، لیکن چونکہ حقیر چیز ہے، اس لئے فرمایا: كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ (سورۃ المرسلات: آیۃ ۴۶) چند دن مجرمانہ کھا لو، مجرمانہ کچھ دن عیش کر لو، آخر میں اکٹھی سزا ملے گی، جیسے پھانسی کے مجرم کو انگریز حکومت ہندوستان میں کہتی تھی کہ اس کو سرکار کے خرچے پر خوب گلاب جامن، کباب، بریانی کھلائی جائے، سرکاری

گاڑی میں سیر کرائی جائے۔ سرکاری خرچہ سے جو اس کی تمنّا ہوتی تھی پوری کرتے تھے۔ کافروں کو بھی شاہی طور پر یہ چھوٹ ہے، اس کے بعد خَالِدِیْنَ فِیْھَا کی سزا ہے، جو کفر پر مرے گا اس کے لئے ہمیشہ کی جہنم ہے۔

تو رحمٰن اور رحیم میں یہ فرق ہے کہ رحمٰن کی رحمت دونوں جہان کے لئے عام ہے اور رحیم کی رحمت صرف آخرت کے لئے خاص ہے، اہلِ جنت کے لئے خاص ہے۔ اسی لئے جب جنت میں جنتی داخل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوگا نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ جنت کی مہمانی غفور الرحیم کی طرف سے ہے، رحمٰن کی طرف سے نہیں فرمایا۔

تیسرا فرق رحمٰن اور رحیم میں یہ ہے کہ رحمٰن کی رحمت میں تھوڑی سی تکلیف، الم، دُکھ درد بھی مخلوط ہوتا ہے:

((لَہٗ قِسْمَانِ قِسْمٌ مَّمْزُوْجٌ بِاَلَمٍ وَّقِسْمٌ لَّا مَزْجَ فِیْہِ...وَرَحْمَۃُ الرَّحْمٰنِ اَیْضًا قَدْ تُمْزَجُ بِالْاَلَمِ کَشُرْبِ الدَّوَاءِ الْکُرْہِ الطَّعْمِ وَالرَّائِحَۃِ فَاِنَّہٗ وَاِنْ کَانَ رَحْمَۃً بِالْمَرِیْضِ لٰکِنَّ فِیْہِ مَا لَا یُلَائِمُ طَبْعَہٗ وَرَحْمَۃُ الرَّحِیْمِ لَا یُمَازِجُھَا شَوْبٌ فَھِیَ مَحْضُ النِّعْمَۃِ وَلَا تُوْجَدُ اِلَّا عِنْدَ اَھْلِ السَّعَادَاتِ الْکَامِلَۃِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا سُعَدَاءَ الدَّارَیْنِ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الثَّقَلَیْنِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)؛ سورۃ الفاتحۃ؛ ج ۱ ص ۸۴، ۱۱۱)

جیسے ڈاکٹر آپریشن کر رہا ہے، یہ اللہ کی رحمت ہی تو ہے کہ آپ کو ڈاکٹر مل گیا، اس کی فیس ادا کرنے کے لئے پیسے مل گئے۔ اگر ڈاکٹر نہ ملتا تو آپریشن ہی نہ ہوتا یا غریب ہے، اس کے پاس پیسے ہی نہیں ہیں علاج کے۔ تو بیماری میں کڑوی دوا، چرائتہ پینا یہ رحمٰن کی رحمت سے ہے، رحمٰن کی رحمت ممزوج بالالم ہوسکتی ہے، گو اس کا نتیجہ صحیح نکلتا ہے جیسے بیمار کو کڑوی دوا سے شفا ہو جاتی ہے یا پیٹ پھاڑ کر گردے کی پتھری

نکلواتا ہے، جبکہ رحیم کی رحمت میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی، بالکل عافیت والی رحمت ہوتی ہے۔ یہ بیان کر کے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ دعا مانگتے ہیں کہ اے اللہ! میں آپ سے یہی رحمت چاہتا ہوں جس میں کوئی تکلیف نہ ہو، ہم بالکل چین و عافیت سے رہیں۔

چوتھا فرق یہ ہے کہ رحمٰن کی رحمت اللہ کے لئے خاص ہے، کسی مخلوق کو رحمٰن نہیں کہہ سکتے، برعکس رحیم کی رحمت خالق اور مخلوق دونوں کے لئے آسکتی ہے، جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے فرمایا: حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (سورۃ التوبۃ: آیۃ ۱۲۸) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صحابہ کرام کے ایمان اور اصلاحِ احوال کے حریص تھے، اور رؤف اور رحیم تھے۔ تو رحیم کی صفت خالق اور مخلوق دونوں کے لئے ہو سکتی ہے، کہہ دیتے ہیں کہ فلاں صاحب بہت رحیم المزاج ہیں لیکن کسی کو رحمٰن نہیں کہہ سکتے۔

دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت کیوں ہے؟

۹ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۲ جولائی ۱۹۹۱ء

بروز پیر گیارہ بجے دن، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے:

((اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ ۔ رواہ مسلم))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ کتاب الرقاق؛ ص ۴۳۹)

دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مومن کو جو انعامات، جو نعمتیں جنت میں ملنے والی ہیں ان کے مقابلہ میں اسے دنیا کی نعمتیں ہیچ معلوم ہوتی ہیں اور اس کا دل دنیا میں نہیں لگتا، اور کافر کا دل دنیا میں خوب لگتا ہے کیونکہ آخرت میں کافر کو جو عذاب ملنے والا ہے اس کے مقابلہ میں اسے دنیا کی مصیبت بھی نعمت معلوم ہوتی ہے، اور نعمت تو نعمت ہے ہی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ صیاد کو، شکاری کو جو پرندے خوش الحان اور خوبصورت معلوم ہوتے ہیں، دیدہ زیب معلوم ہوتے ہیں، ان کو قید کر کے رکھتا ہے جیسے بلبل، کوئل، وغیرہ لیکن بھدے جانوروں کو

جیسے کوے کو، اُلّو کو قید نہیں کرتا کیونکہ ان کی آواز سے کان کو تکلیف ہوتی ہے۔ بلبل جب چہکتا ہے تو اس کو پکڑ کر پنجرہ میں ڈال لیتے ہیں تا کہ اس کی آواز سنتے رہیں اور کوّا جب کائیں کائیں کرتا ہے تو اس کو پتھر مار کر بھگا دیتے ہیں۔ مومن کی آواز اللہ تعالیٰ کو بلبل کی طرح محبوب ہے، اس لئے کبھی اس کو پنجرے میں ڈال دیتے ہیں تا کہ ذرا زیادہ دن تک ہم سے مانگتا رہے۔ اسی طرح جب بندہ رو رو کے اللہ سے دعائیں کرتا ہے، چاہے اپنی اصلاحِ نفس کے لئے کرے یا دنیا کی کسی پریشانی کے دور ہونے کے لئے کرے تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ حکایتاً بیان کرتے ہیں ؎

بندۂ مومن تضرع می کند

او نمی داند بہ جز تو مستند

فرشتے کہتے ہیں کہ اے اللہ! بہت دن سے تیرا یہ مومن بندہ رو رو کر دعا مانگ رہا ہے، آپ اس کی دعا کو جلد قبول فرمالیجیے، اس کی حاجت کو جلد پورا کر دیجئے، کیا بات ہے کہ آپ دیر کر رہے ہیں، تو فرشتے اللہ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ اپنے بندۂ مومن کی دعا کو جلد قبول کر لیجیے، جس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ؎

خوش ہمی آید مرا آواز او

واں خدایا گفتن و آں رازِ او

اے فرشتو! مجھے اپنے اس مومن بندے کی دعا میں بہت مزہ آرہا ہے، مجھے اس کی آواز بہت اچھی لگ رہی ہے جو کہتا ہے کہ یا خدا! میری پریشانی کو دور کر دیجئے، مجھے صحت دے دیجئے، میرے گناہوں کی گندی عادت کو مجھ سے چھڑا دیجئے۔ تو مومن کو جب دنیا میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے اور وہ اللہ سے گریہ وزاری شروع کرتا ہے، تو اس کی دعا کی قبولیت میں بظاہر کچھ دیر ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اس کی گریہ و زاری پسند آتی ہے، اگر وہ جلدی دعا قبول کر لیں تو مناجات اور رونا دھونا چھوڑ کر دوبارہ غفلت میں چلا جائے گا، اس لئے قید کر کے رکھتے ہیں۔

الا اللہ کا گوند کیسے لگتا ہے؟

(ایک لفافہ جس کو گوند لگا کر بند کر دیا گیا تھا، کھولنے کی ضرورت پڑی تو۔۔)

ارشاد فرمایا کہ لفافے کو جسے گوند لگ چکا ہے، پہلے ہلکا سا پانی لگا کر نرم کرو تا کہ چپکا ہوا گوند آسانی سے اپنی جگہ چھوڑ دے، پھر نیا گوند لگا کر دوبارہ چپکا دو۔ اسی طرح جو دل غیر اللہ میں چپکا ہوا ہے، اس کو پہلے لا الٰہ کا پانی دو، لا الٰہ سے غیر اللہ سے الگ کر دو، جب غیر اللہ کے گوند سے نجات پا گیا اب الا اللہ کے گوند سے اسے اللہ سے چپکا دو، ایک جگہ سے اُچاڑ کر دوسری جگہ چپکا دو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے دلوں کو فیضانِ نبوت سے اللہ سے ایسا چپکا لیا تھا کہ پھر کوئی ان کو راہِ حق سے نہیں ہٹا سکا۔

اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی دنیا بھی جنت ہوتی ہے

ارشاد فرمایا کہ راولپنڈی میں ایک ڈاکٹر جس نے لڑکیوں کا اسکول کھول رکھا تھا، مجھ سے کہا کہ مولانا صاحب! آپ ہمیں حسین عورتوں کے حرام مزے سے چھڑا کر جنت کے ادھار مزے کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔ میں نے اس سے کہا کہ ظالم! ایک بات سن! اگر تُو مسلمان ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ اس دنیا میں تقویٰ سے رہیں گے ان کو آخرت میں تو جنت ملے گی ہی، ایک نقد انعام بھی ہے: فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (سورۃ النحل: آیۃ ۹۷) ان کو دنیا میں بھی بالطف زندگی دوں گا۔ جو لوگ نفس کے حرام مزے کے لئے یہ دلیل لاتے ہیں کہ یہ نقد ہے تو نعوذ باللہ! ہم ان کی بات کو مانیں یا خالقِ حیات کی بات کو مانیں؟

تقریباً چالیس سال پہلے ہندوستان میں میں ایک مرتبہ ٹرین میں سفر کر رہا تھا، ایک آدمی میرے ڈبے میں سوار ہوا جس کی آنکھیں چڑھی ہوئی تھیں، آنکھیں شراب کی مستی سے بھی چڑھ جاتی ہیں اور نیند کی کمی سے بھی چڑھ جاتی ہیں۔ میں نے اس سے کہا کہ میں حکیم ہوں، اور میں ایک مرض آپ کے اندر دیکھ رہا ہوں کہ آپ

کسی کے عشق میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر وہ پھڑک گیا اور میرے ہاتھوں کو چوم لیا۔ بس الحمدللہ! اختر ایک ہی نظر میں عاشقوں کو پہچان لیتا ہے، خواہ وہ خدا کا عاشق ہو یا مجاز پر عاشق ہو۔ تو جس نے بھی معشوقوں سے دل لگایا، آج تک ایک شخص نے بھی نہیں کہا کہ میں چین سے ہوں، بلکہ بتایا کہ نیند حرام ہوگئی، یادداشت کمزور، حافظہ کمزور، بیوی کے حقوق سے عاجز، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا** (سورۃ طٰهٰ: آیۃ ۱۲۴) نافرمانوں کی زندگی تلخ کر دوں گا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ کی ناخوشی کی راہوں سے اپنے اندر حرام خوشیاں امپورٹ نہ کریں تو ہمیں دو جنت ملیں گی، ایک دنیا میں **جَنَّةٌ مُّعَجَّلَةٌ فِي الدُّنْيَا بِالْحُضُوْرِ مَعَ الْمَوْلٰى** ہر وقت مولیٰ کی حضوری نصیب ہوگی اور آخرت میں **جَنَّةٌ مُّؤَجَّلَةٌ فِي الْعُقْبٰى بِلِقَاءِ الْمَوْلٰى** (مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)؛ کتاب الدعوات ج ۵ ص ۲۱۳) اللہ تعالیٰ کے دیدار کی جنت ملے گی۔ اللہ کریم ہے، اپنے فرمانبردار بندے کی خوشیوں کے لئے وہ تنہا کافی ہے، **اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ** جن غلاموں نے اللہ کو ناراض کر کے حرام لذت درآمد نہیں کی، ان کو وہ لذت عطا کرتے ہیں جس کی مثال دونوں عالم میں نہیں دی جاسکتی کیونکہ اگر مثال دی جا سکے تو پھر **وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا** کہاں رہا۔

ہماری جان مع تمام اعضاء کے اللہ کی امانت ہے

ارشاد فرمایا کہ میرا ایک شعر ہے ؎

جب آگئے وہ سامنے نابینا بن گئے
جب ہٹ گئے وہ سامنے سے بینا بن گئے

ہماری آنکھیں، ہماری بینائی اللہ کے حکم کی تابع ہیں، ہم اپنی بینائی کے مختار نہیں ہیں، اللہ نے ہمیں خود مختار نہیں بنایا کہ جہاں چاہو دیکھتے پھرو۔ جہاں اللہ میاں چاہیں گے

وہاں ہم دیکھیں گے، جہاں وہ کہیں گے مت دیکھو، وہاں نہیں دیکھیں گے۔ یہ جان ہمارے پاس اللہ کی امانت ہے، اگر ہم اپنی جان کے خود مالک ہوتے تو خودکشی جائز ہوتی، خودکشی حرام ہے یا نہیں؟ جب ہم اپنی جان کے مالک نہیں ہیں، کُل کے مالک نہیں ہیں تو جُز کے بھی مالک نہیں ہیں۔ آپ سوچئے! ایک شخص آپ کے پاس کچھ ہیرے جواہرات، کچھ روپے پیسے ایک بکس میں بند کر کے امانت رکھواتا ہے، تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ صرف بکس کی حفاظت آپ کے ذمہ ہے اور جو کچھ بکس میں ہے اس کے آپ امین نہیں ہیں؟ نہیں، اس بکس کے اندر کے اجزاء بھی آپ کے پاس امانت ہیں اور وہ بکس بھی امانت ہے۔ لہٰذا اس جان کی حفاظت کیجئے حرام لذات سے اور اس کے اجزاء کی بھی حفاظت کیجئے اللہ کی حرام کی ہوئی باتوں سے۔ آنکھوں کو نامحرموں سے بچایئے، کانوں کو گانوں سے بچایئے، ناک سے نامحرموں کے عطر کو بھی نہ سونگھئے، پانچوں حواسِ خمسہ پر نظر رکھئے کہ یہ امانت کہیں چوری نہ ہو جائے ؎

نہ کوئی غیر آجائے نہ کوئی راہ پا جائے
حریمِ دل کا احمد اپنے ہر دَم پاسباں رہنا

اللہ تعالیٰ انفعال اور تاثر سے پاک ہیں

۶ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۶ ستمبر ۱۹۹۱ء

بروز پیر بعد مغرب، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ نفس تو چور ہے بلکہ مہا چور ہے، مکھی بھی کیا چوری کرے گی جو یہ نفس حرام لذت چوری کر لیتا ہے۔ ایک صاحب نے بتایا کہ میں موٹر سائیکل پر جا رہا ہوتا ہوں، آگے دوسری موٹر سائیکل پر ڈبل سواری میں پیچھے عورت ہوتی ہے تو میں کیسے بچوں؟ میرا نفس اتنی دیر میں بھی حرام لذت لے لیتا ہے، اگر آنکھ بند کرتا ہوں تو ایکسیڈنٹ کا خطرہ ہوتا ہے، آنکھ کھلی رکھنی پڑتی ہے تو کہیں نہ کہیں اس کے پیروں پر نظر پڑ جاتی ہے۔ میں نے کہا کہ جب کوئی چور اپنا چوری کا مال دیانت داری سے

سرکار کے خزانے میں جمع کرادیتا ہے تو سرکار اس کو نہ صرف معاف کردیتی ہے بلکہ انعام بھی دیتی ہے۔ اس لئے اگر نفس حرام لذت چوری کرلے تو فوراً اس چوری کو اللہ کے پاس جمع کرادو، کیسے؟ استغفار و توبہ سے۔ یہ مت سوچو کہ اللہ میاں معاف تو کردیں گے مگر میں نے یہ نالائقی کیوں کی؟ نہیں۔ ہم نالائق ہیں تو ہم سے نالائقی ہی سرزد ہوگی مگر دوبارہ معافی مانگ لیں گے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی گنہگار بندے کو معاف فرمادیتے ہیں تو اس کی نافرمانی کا کوئی اثر باقی نہیں رکھتے، وہ انفعال اور تاثر سے پاک ہیں۔ دنیا والے جب معاف کرتے ہیں تو کہتے ہیں جاؤ معاف کردیا مگر ہمارے سامنے نہ آنا، تمہیں دیکھ کر زخم تازہ ہوتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ کیا ہے؟ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ اللہ تعالیٰ نہ صرف معاف فرماتے ہیں بلکہ توبہ کرنے والوں کو محبوب بھی بنالیتے ہیں۔ آپ دیکھئے! حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب ایمان نہیں لائے تھے تو اس زمانۂ غفلت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قتل کی شوریٰ کے ایک ممبر حضرت عمر بھی تھے، مگر جب ایمان لائے تو نہ صرف مقرب بنے بلکہ وزیر بھی بنے۔ بارہ بجے رات تک ان دونوں سے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشورہ فرمایا کرتے تھے، دونوں حیات میں وزیر بنے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانے کے بعد خلیفہ بنے اور اب قبر بھی ساتھ ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ راضی ہی اس سے ہوتے ہیں جو ہمیشہ باوفا رہے گا

بس سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ انفعال اور تاثر سے پاک ہیں۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کی درخواست کی کہ دعا فرمادیجئے کہ حق تعالیٰ اپنی رضائے دائمی عطا فرمادے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کہ دائمی کی قید کیوں لگائی؟ عرض کیا تاکہ اللہ تعالیٰ کبھی ناراض نہ ہوں، فرمایا اللہ تعالیٰ جس سے ایک مرتبہ راضی ہوتے ہیں اس سے کبھی ناراض نہیں ہوتے، راضی ہی

اس سے ہوتے ہیں جس کو جانتے ہیں کہ یہ مرتے دم تک میرا وفادار رہے گا۔ شیطان سے باوجود اتنی عبادت کے اللہ تعالیٰ راضی نہیں تھے، کیونکہ جانتے تھے کہ یہ مستقبل میں غداری کرنے والا ہے۔اس لئے رضائے دائمی نہیں بلکہ رضائے کامل کی دعا کرنی چاہیے، پھر اگر کبھی احیاناً خطا بھی ہوگئی تو توفیقِ توبہ سے پاک کرتے رہیں گے۔

اپنے اوپر فدا ہونے والوں کو اللہ بے سہارا نہیں چھوڑتا

۲۴؍ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق ۴؍اکتوبر ۱۹۹۱ء

بروز جمعہ مجلسِ عام، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ نفس کو مٹاؤ، اپنی ہستی کو فنا کر کے دیکھو، وہ اپنے اوپر مرنے والوں کو بے سہارا نہیں چھوڑتے، وہ بے وفا نہیں ہیں بلکہ اتنے باوفا ہیں کہ سات پشت تک وفاداری نباہ رہے ہیں، قرآن کی تفسیر میں دیکھ لو۔ حضرت خضر علیہ السلام کو جن دو یتیم بچوں کی دیوار ٹھیک کرنے کے لئے اللہ نے بھیجا تھا، كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا، وہ ساتواں باپ تھا، اور ایک روایت میں ہے کہ وہ دسواں باپ تھا۔

ہمارے جسم میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تماشہ

۲۰؍صفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۳۱؍اگست ۱۹۹۱ء

بروز ہفتہ صبح نو بجے، کمرۂ خاص درخانقاہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تماشہ اپنے ہی جسم میں دیکھئے کہ جسم ایک ہی ہے، اسی جسم کے اندر سے ہوا دو طرح سے باہر آتی ہے، جب منہ سے آتی ہے تو کوئی بدبو نہیں ہوتی اور جب مقعد سے آتی ہے تو سخت بدبودار ہوتی ہے ؎

کوئی خوشبو اثر نہیں کرتی

اے عجب کس کی یاد آئی ہے

ایک ہی جسم، ایک ہی مظروف، ایک ہی پائپ لائن سے ہوا آرہی ہے لیکن

اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ دیکھئے کہ ہواؤں میں بھی اختلاط نہیں ہونے دیا، اگر بدبودار ہوا کا ذرا سا اثر سانس میں آجائے تو ایسے آدمی کے پاس بیٹھنا مشکل ہوجائے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہو تو نیک صحبت بھی فائدہ نہیں دیتی

ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق اکتوبر ۱۹۹۱ء

ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق اور جذب نہ ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں بھی منافقین منافق ہی رہے۔ دیکھئے! مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو کیسے سمجھاتے ہیں کہ ؎

ہر دو گون زنبور خوردند از یک محل
لیک زیں شد نیش و زاں دیگر عسل

ترجمہ: ایک پھول پر دو مکھی بیٹھی ہیں، ایک شہد کی مکھی اور ایک بھڑ، تتیّا (زہریلا اُڑنے والا کیڑا)، دونوں قسم کی بھڑوں نے ایک ہی جگہ سے کھایا لیکن ایک سے ڈنک اور دوسری سے شہد بنا، وہی پھول کا رس شہد کی مکھی کے پیٹ میں جاکر میٹھا شیریں شہد بنتا ہے اور وہی پھول کا رس تتیّا کے پیٹ میں جاکر زہر بن جاتا ہے۔

ایک اور مثال:

ہر دو گون آہو گیا خوردند و آب
زیں یکے سرگین شد و زاں مشک ناب

ترجمہ: دو قسم کے ہرنوں نے ایک جیسا گھاس کھایا اور پانی پیا، ایک کے پیٹ میں جاکر وہ گوبر بنا اور دوسرے میں خالص مشک۔ یعنی دو ہرن ایک ہی قسم کی گھاس کھاتے ہیں، وہی گھاس ایک ہرن کے پیٹ میں جاکر مشک بن گیا، ایک ہزار روپے تولے میں فروخت ہوتا ہے اور وہی گھاس دوسرے ہرن کے پیٹ میں جاکر مینگنی بن گئی۔ مشک والا ہرن اتنی بڑی دولت لئے رہتا ہے تو اس کو خود بھی اس کا

احساس رہتا ہے، اس کی پہچان یہ ہے کہ جس ہرن کے پیٹ میں مشک ہوتا ہے وہ بیٹھتا نہیں ہے، کھڑا رہتا ہے، کھڑے کھڑے سوتا ہے، ہر وقت دیکھتا رہتا ہے کہ کوئی شکاری تاک میں تو نہیں ہے۔

تیسری مثال:

ہر دو نی خوردند از یک آبخور
آں یکے خالی و آں پر از شکر

ترجمہ: دونوں نرسلوں نے ایک گھاٹ سے پانی پیا لیکن ایک کھوکھلا بانس بنی اور دوسری شکر سے بھری ہوئی ہے۔ یعنی دو قسم کی فصل تیار ہوئی، ایک بانس کی دوسری گنّے کی، بانس کھوکھلا ہوتا ہے اور گنّا رس سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔

چوتھی مثال:

ہر چہ مردم میکند بوزینہ ہم
آن کند کز مرد بیند دم بہ دم
اُو گماں بردہ کہ من کردم چو اُو
فرق را کے بیند آں استیزہ جُو

ترجمہ: جو کچھ انسان کرتا ہے بندر بھی وہی نقل کرتا ہے، جو انسان کو کرتے ہوئے دیکھتا ہے، ہو بہو وہی کرنا شروع کر دیتا ہے۔ بندر سمجھتا ہے کہ اس نے انسان کی طرح کام کیا، مگر وہ جانور دونوں کے فرق کو کیا جان سکتا ہے۔

پانچویں مثال:

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ باشد در نوشتن شَیر و شِیر
شِیر آں باشد کہ مرد او را خورد
شَیر آں باشد کہ مردُم را درد

ترجمہ: پاک لوگوں کے کام کو اپنے پر قیاس مت کر، اگرچہ لکھنے میں شَیر (درندہ) اور شِیر (دودھ) یکساں ہوتا ہے۔ شِیر (دودھ) تو وہ ہے جس کو آدمی پیتا ہے، اور شَیر وہ ہے جو آدمیوں کو پھاڑ کھاتا ہے۔

جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد
کم کسے ز ابدالِ حق آگاہ شد
اشقیاء را دیدۂ بینا نبود
نیک و بد در دیدۂ شاں یکساں نمود

ترجمہ: تمام جہان اس غلط قیاس کے سبب گمراہ ہو گیا اور شاذ و نادر ہی لوگ اولیاء اللہ اور ابدالِ حق سے آگاہ ہوئے۔ بد بخت لوگ حق بینی کی آنکھ سے محروم تھے، نیک اور بد اُن کی نظر میں یکساں نظر آئے۔

ہمسری با انبیاء برداشتند
اولیاء را ہمچو خود پنداشتند
گفت اینک ما بشر ایشاں بشر
ما و ایشاں بستۂ خوابیم و خور

ترجمہ: اپنے غلط قیاس سے کبھی انھوں نے انبیاء کے ساتھ برابری کا دعویٰ کیا اور کبھی اولیاء اللہ کو اپنے برابر سمجھ لیا اور کہا کہ ارے ہم بھی انسان یہ بھی انسان، ہم اور یہ دونوں سونے اور کھانے کے پابند ہیں تو ہم میں اور ان میں کیا فرق ہوا؟

کعبہ کی عظمت اس کی نسبت کی وجہ سے ہے

۷؍رجب المرجب ۱۴۱۳ھ مطابق ۲؍جنوری ۱۹۹۳ء بروز ہفتہ

ارشاد فرمایا کہ ایک ہندو نے اعتراض کیا کہ ہم میں اور مسلمانوں میں کیا فرق ہے؟ ہم بھی پتھر کے بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور مسلمان بھی پتھر کے کعبہ کو

سجدہ کرتے ہیں۔اس کا جواب یہ ہے کہ تم جو بتوں کو سجدہ کرتے ہو تو تم بتوں کو خدا سمجھ کر سجدہ کرتے ہو اور ہمارے دل میں جو کعبہ کی عظمت ہے وہ اس کے خدا ہونے کی نہیں ہے بلکہ اس نسبت کی ہے جو کعبہ کو خدا سے ہے کہ اللہ نے کعبہ کو بَیْتِیْ فرمایا ہے کہ یہ میرا گھر ہے۔اس پر شعر سنئے ؎

کافر ہے جو سجدہ کرے بت خانہ سمجھ کر
سر رکھا ہے ہم نے درِ جانانہ سمجھ کر

اللہ تعالیٰ کی خلاقیتِ عظمیٰ کی دلیل

۲/ذیقعدہ ۱۴۱۲؁ھ مطابق ۵/مئی ۱۹۹۲؁ء بروز منگل، خانقاہ میں درسِ تفسیر

ارشاد فرمایا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالشَّمۡسُ تَجۡرِیۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ○ وَالۡقَمَرَ قَدَّرۡنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ كَالۡعُرۡجُوۡنِ الۡقَدِیۡمِ ○ لَا الشَّمۡسُ یَنۡۢبَغِیۡ لَهَاۤ اَنۡ تُدۡرِكَ الۡقَمَرَ وَلَا الَّیۡلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِیۡ فَلَكٍ یَّسۡبَحُوۡنَ ○﴾

(سورۃ یٰسٓ: آیات ۳۸ تا ۴۰)

اور آفتاب اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے، یہ اندازہ باندھا ہوا ہے اُس اللہ کا جو زبردست، علم والا ہے، اور چاند کے لئے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ ایسا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی پُرانی ٹہنی۔نہ آفتاب کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے (یعنی قبل از وقت خود طلوع ہو کر چاند کو اور اس کے وقت یعنی رات کو محو کر دے اور اسی طرح نہ رات دن کے زمانۂ مقررہ کے ختم ہونے سے پہلے آسکتی ہے، جیسے دن بھی رات کے زمانۂ مقررہ کے ختم ہونے سے پہلے نہیں آسکتا۔از اختر) اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے اور دونوں ایک دائرے میں تیر رہے ہیں (یعنی چاند اور سورج دونوں ایک دائرے میں حساب سے اس طرح چل رہے ہیں جیسے گویا تیر رہے ہیں۔ از اختر) (ترجمہ از بیان القرآن)

ان تمام انتظامات کی مصلحت اور حکمت جاننے کے لئے زبردست علم اور ان کے نفاذ کے لئے زبردست قدرت کی ضرورت تھی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے دو اسمائے حسنیٰ عزیز اور علیم نازل فرمائے کہ میں اپنے زبردست علم سے تمام انتظامِ فلکیات وارضیات کی حکمت ومصلحت جانتا ہوں اور اپنی قدرتِ عظیمہ سے ان کو نافذ کرتا ہوں۔

اب دیکھئے! ہماری جو مسجد سندھ بلوچ سوسائٹی، گلستانِ جوہر میں بن رہی ہے، اس کی چھت ڈالتے وقت انجینئر نے ہم سے سوال کیا کہ جمعہ، عید، بقرعید وغیرہ میں اس میں کتنے نمازی نماز پڑھیں گے تاکہ اسی حساب سے لوہا ڈالا جائے، لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان پیدا کرنے سے پہلے ہی دنیا، زمین، آسمان بنا دیئے تھے، قربان جایئے اللہ پاک کی عظمت پر کہ شروع میں صرف حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام تھے، لیکن اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ قیامت تک کتنے انسان، حیوانات، نباتات پیدا کرنے ہیں، اسی حساب سے زمین کو مقناطیسی نظام کے ذریعہ قائم رکھا، ورنہ اگر صرف دو ہی آدمیوں کے حساب سے یا ہزار دو ہزار کے حساب سے دنیا قائم ہوتی تو آج ہزاروں سال بعد زمین کو گر جانا چاہیے تھا کیونکہ سائنس کی رو سے زمین فضا میں معلق ہے، کوئی تھونی کھمبا بھی نہیں ہے، سبحان اللہ!

نباتات (پودے، درخت) کس طرح سجدہ کرتے ہیں؟

ارشاد فرمایا کہ وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ (سورۃ الرحمٰن: آیۃ ۶)

یہاں نجم سے مراد ستارہ نہیں ہے جیسا کہ لٹریچر نویس اور لغت سے قرآن کی تفسیر کرنے والے کرتے ہیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ کا اجماع ہے:

((وَالْمُرَادُ بِالنَّجْمِ النَّبَاتُ الَّذِیْ یَنْجُمُ لَاسَاقَ لَهٗ
وَبِالشَّجَرِ النَّبَاتُ الَّذِیْ لَهٗ سَاقٌ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)؛ سورۃ الرحمٰن؛ ج ۲۷ ص ۱۴۲)

بلکہ وہ پودے جن میں تنا نہیں ہوتا،اور جو زمین پر پھیلتے ہیں،اور شجر وہ پودے جن میں تنا ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ سجدہ کرتے ہیں لیکن کسی درخت کو دیکھا آپ نے سجدہ کرتے ہوئے؟اگر ہر پروفیسر مفسر ہوسکتا ہے تو پھر محض لغت کی مدد سے ذرا قرآن حل کر کے دکھاؤ۔ان کے سجدہ کرنے کے معنی یہ ہیں:

((وَالْمُرَادُ بِسُجُوْدِهِمَا انْقِيَادُهُمَا لَهٗ تَعَالٰى فِيْمَا يُرِيْدُ بِهِمَا طَبْعًا))

(روح المعانی:(رشیدیہ)،سورۃ الرحمٰن،ج ۲۷ص ۱۴۲)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ یَسْجُدٰنِ کے معنی یہ تحریر فرماتے ہیں کہ درخت تنے والے ہوں یا بغیر تنے والے ہوں،ان کے سجود سے مراد ان کا مسخر و مطیع ہونا ہے،وہ اللہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں،جو حکم دیا وہی عمل کرتے ہیں،آم کا درخت انگور نہیں پیدا کرسکتا،انگور کا پودا جامن نہیں پیدا کرسکتا یعنی جس درخت کو اللہ تعالیٰ نے جس مقصد کے لئے تخلیق کیا ہے وہ وہی پھل دے سکتا ہے،ان کے سجدوں سے مراد ان کی اطاعت وانقیاد ہے،مطلق سجدہ مراد نہیں ہے۔اب بتائیے!کیا قرآنِ پاک کو کوئی لغت سے حل کرسکتا ہے؟جبکہ سورۃ النجم میں نجم کے معنی اَور ہیں:

﴿وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝﴾

(سورۃ النجم:آیۃ ۱)

قسم ہے ستارے کی۔یہاں نجم کے معنی ستارہ کے ہیں اور دوسری جگہ نجم کے معنی پودے کے ہیں۔تو یہ بات کون بتائے گا؟جس پر قرآن نازل ہوا ہے وہ بتائے گا۔وہ نہایت ہی گمراہ شخص ہے جو دونوں جگہ نجم کے معنی ستارے کے لکھ گیا۔

وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

۲۷؍شوال المکرم ۱۴۰۶؁ھ مطابق ۴؍جولائی ۱۹۸۶؁ء بروز جمعہ

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور احقر (حضرت والا دامت برکاتہم) گاڑی میں جا رہے تھے،راستے میں ناظم آباد کے

پل پر سے گاڑی گذری تو پل کے نیچے غریبوں کی جھونپڑیوں کو دیکھ کر میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میاں اختر! سورج تو ان جھونپڑیوں پر بھی طلوع ہوتا ہے اور غروب ہوتا ہے، زندگی تو اس طرح بھی گذر جاتی ہے، بس اللہ کو راضی رکھو اور اپنا ایمان کسی کو نہ دو۔

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

دنیا میں اپنا حق چھوڑنے والے کے لئے انعام

۲۶؍شوال المکرم ۱۴۰۶ھ مطابق ۴؍جولائی ۱۹۸۶ء بروز جمعہ

ارشاد فرمایا کہ اگر آپ کا حق کسی پر نکلتا ہے لیکن خدشہ ہے کہ اس حق کو لینے کی کوشش میں سارا سکون ختم ہوجائے گا، نماز روزہ وغیرہ کی بھی مشکل ہوجائے گی، تو اللہ پر چھوڑ دو کہ قیامت کے دن لے لیں گے۔ جو اپنا حق ہوتے ہوئے چھوڑ دے تو ایسے شخص کے لئے اللہ تعالیٰ وسطِ جنت میں گھر بنائیں گے:

((مَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَهُوَ مُحِقٌّ بُنِيَ لَهٗ فِيْ وَسَطِ الْجَنَّةِ۔ رواہ الترمذی))
(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم؛ ص ۴۱۲)

موت سے دل گھبرانے کی وجہ

۱۲؍صفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۳؍اگست ۱۹۹۱ء
بروز جمعہ مجلسِ عام، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ایک بادشاہ نے ایک تابعی سے سوال کیا کہ میرا دل موت سے بہت گھبراتا ہے، اگر کوئی میرے سامنے موت کا تذکرہ کردے تو دل بیٹھنے لگتا ہے اور قبرستان جاتے ہوئے تو مجھے بالکل موت معلوم ہوتی ہے، انہوں نے فرمایا کہ آپ نے اپنی دنیا کو تو آباد کیا اور

آخرت کو ویران کر رکھا ہے، انسان کی فطرت ہے کہ آبادی سے ویرانے کی طرف جاتے ہوئے گھبراہٹ ہوتی ہے۔

ایک مٹی دوسری مٹی پر کیوں فدا ہوتی ہے؟

۱۴؍ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۳؍اکتوبر ۱۹۹۱ء

بروز بدھ، آٹھ بجے صبح بعد ناشتہ، کمرۂ خاص میں

حضرت میر صاحب، فرانسیسی احباب اور احقر سہیل موجود تھے۔

حضرت والا دامت برکاتہم نے ہم سے سوال فرمایا کہ بتاؤ! جب ہم مٹی کے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ایک مٹی دوسری مٹی پر عاشق ہوجاتی ہے؟ سب لوگ خاموش رہے تو فرمایا کہ اس کا جواب یہ ہے کہ اس مٹی کے اسٹرکچر پر اللہ تعالیٰ نے حسین ڈسٹمپر کر دیا ہے ؎

میرؔ مارے گئے ڈسٹمپر سے
ورنہ مٹی کی حقیقت کیا تھی

کوئی کتنا ہی حسین ہو، سراپا حسن ہو بلکہ حسنِ مجسم ہو مگر اندر تو پیشاب پاخانہ ہی بھرا ہوگا، یا مشک وزعفران ملے گا؟ ہر حسین ایک دن قبر میں اترنے والا ہے، ایسے فانی حسن سے کیا دل لگانا! یہ ہمارے امتحان کے لئے اللہ تعالیٰ نے نمکینوں کو حسن دے کر اسٹرکچر کو حسین بنادیا کہ دیکھیں یہ ہمارا، اللہ ورسول کا عاشق ہے یا اس مٹی کا عاشق ہے؟ اگر ہمارا عاشق ہے تو ہمارا حکم مانتے ہوئے نظر نیچی کرلے گا۔ اگر ان حسینوں کا اسٹرکچر حقیقت میں بھی حسین ہوتا تو پھر قبروں میں جاکر یہ ٹیڈیاں سڑ کیوں جاتی ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ ہر شہر میں قبرستان ہے، کوئی ملک ایسا نہیں ہے جس کے ہر شہر میں قبرستان نہ ہو لیکن جنت ایسا ملک ہے جہاں کوئی قبرستان نہیں ہوگا کیونکہ جنتیوں کا حسن کبھی ختم نہیں ہوگا، حوریں بھی ہمیشہ باکرا اور حسین رہیں گی۔

❂❂❂❂❂

باب دوم۔ مضامین متعلق سرورِ عالم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس، عشقِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت پر شفقت، عظمتِ انبیاء علیہم السلام وغیرہ

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت پر شفقت اور رحمت

۲۵/ذوالحجہ ۱۴۰۶؁ھ مطابق یکم/ستمبر ۱۹۸۶؁ء بروز دوشنبہ بعد عصر

ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کو اللہ تعالیٰ ایسی دعا عطا فرماتے ہیں جو فوراً قبول ہوتی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی سنتِ جاریہ ہے کہ مانگو بھئی! کیا مانگتے ہو؟ پھر ہر نبی نے اپنی اپنی اُمت کے لئے مانگا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے، حضرت نوح علیہ السلام نے، حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی اُمت کے لئے ہلاکت مانگی کیونکہ ان کو وحیٔ الٰہی سے علم ہو گیا تھا کہ ان میں سے کوئی بھی ایمان نہیں لائے گا:

((لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُّسْتَجَابَةٌ فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهٗ وَاِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِّاُمَّتِيْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَهِيَ نَائِلَةٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مَنْ مَّاتَ مِنْ اُمَّتِيْ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا۔ رواہ مسلم))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)؛ کتاب الدعوات؛ص ۱۹۴)

ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر نبی کے لئے ایک دعا ہوتی ہے جو قبول کی جاتی ہے، پس ہر نبی نے دعا کی اور میں نے چھپائے رکھا اپنی اُمت کی خاطر دعا کو۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اَيْ فِيْ حَقِّ مُخَالِفِيْ اُمَّتِهٖ جَمِيْعِهِمْ بِالْاِسْتِئْصَالِ یعنی اللہ ہر نبی کو دعا کا حکم فرماتا تھا کہ وہ اپنے مخالفین کی تباہی کے لئے دعا کریں، اور وہ دعا کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ قبول فرماتا تھا، اور میں نے اپنی دعا کو

چھپائے رکھا یعنی ان کی ایذاء پر صبر کیا اور بد دعا نہیں کی کیونکہ میں رحمۃ للعالمین ہوں، میں نے اپنی دعا کو قیامت تک موقوف رکھا ہے کہ اس کے بدلہ ہر اس شخص کے لئے شفاعت کروں گا جس کی ایمان پر موت ہوا گرچہ گنہگار ہو۔ اور شفاعت کئی قسم کی ہوگی، بعض تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت کی وجہ سے دوزخ میں داخل ہی نہ ہوں گے، بعض دوزخ سے جلدی نکل جائیں گے، بعض جنت میں جلدی سے داخل ہو جائیں گے اور بعضوں کے درجات جنت میں بلند ہوں گے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا شَفَاعَةَ نَبِيِّنَا عَلَيْهِ اَلْفُ اَلْفِ صَلٰوةٍ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی آخرت میں حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے، آمین۔

سوکر اُٹھنے کی مسنون دعا کی عاشقانہ توجیہ

۱۲ محرم الحرام ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۸ ستمبر ۱۹۸۶ء بروز جمعرات گیارہ بجے صبح

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا نامِ مبارک لینے کے لئے نہ وضو کی قید لگائی، نہ بیٹھنے کی، نہ لیٹنے کی۔ ہر وقت لیٹے، بیٹھے، چلتے، پھرتے اپنا نامِ مبارک لینے کی اجازت دی ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ﴾

(سورۃ آل عمرٰن: آیۃ ۱۹۱)

اور جب سوکر اُٹھو تو کیا پیاری دعا سکھائی:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَآ اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ))

(صحیح البخاری: (قدیمی)، باب ما یقول اذا اصبح، ج ۲ ص ۹۳۶)

شکر ہے اللہ کا جس نے ہمیں زندہ کیا بعد اس کے کہ ہم مردہ ہو چکے تھے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اور یہ دعا جیسے ہی آنکھ کھلے، اس وقت پڑھنے کی ہے حالانکہ اس وقت منہ میں اتنی گندگی اور رات بھر کا میل کچیل جمع ہوتا ہے کہ اس حالت میں اگر بیوی بھی پاس ہو تو دور ہو جائے لیکن اس کریم آقا نے اپنا نام لینے کی

اجازت دی۔ جیسے مچھلی سے کوئی کہے کہ تم جب پانی میں نہ ہوتو اللہ تعالیٰ کا نام لینا حالانکہ اس کو تو ہر وقت پانی میں رہنا ہے، پانی سے ذرا بھی باہر نکلنا اس کے لئے موت ہے۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ میرے بندے میرے ذکر سے ذرا بھی غافل ہوں گے تو ان کی ایمانی موت واقع ہوجائے گی تو چلتے، پھرتے، لیٹے، بیٹھے ہر حالت میں ذکر کی اجازت دی۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ سوکر اُٹھنے کے بعد جو منہ کی گندی حالت ہوتی ہے تو پہلے کلی کر کے دعا پڑھنا چاہیے، اس پر ایک بات میرے رب نے اختر کے دل میں ڈالی کہ اگر ہم اپنے منہ کو عرقِ گلاب سے دھو کر اللہ کا نام لیں تو بھی ان کے نام کی عظمت اور ادب کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کا عاشقانہ ترجمہ

۷؍رجب المرجب ۱۴۱۳ھ مطابق ۲؍جنوری ۱۹۹۳ء بروز ہفتہ

ارشاد فرمایا کہ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کا ایک تو لغوی ترجمہ ہے کہ آؤ نماز کی طرف لیکن ایک عاشقانہ ترجمہ بھی ہے، وہ کیا؟ جب مؤذن کہتا ہے: حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ تو یہ اصل میں مالک کی طرف سے اعلان کرتا ہے کہ غلامو! جلدی جلدی وضو کر کے دربار میں حاضری کی تیاری کرلو، مالک تعالیٰ شانہٗ تمہیں یاد فرمارہے ہیں۔

اصل صاحبِ نسبت وہ ہے جو متبع سنت ہو

۲۴؍ذیقعدہ ۱۴۰۶ھ مطابق یکم اگست ۱۹۸۶ء

بروز جمعہ، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کو دو چار نفلیں پڑھ کر اور کچھ اللہ کا نام لے کر تھوڑا سا اللہ کا دھیان رہنے لگا تو سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ والے ہوگئے۔ نسبت کا معیار یہ نہیں ہے۔ نسبت کا معیار یہ ہے

کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنتوں پر اس کو اتباع نصیب ہوجائے۔ اگر اتباعِ سنت نصیب نہیں ہے تو دل کا دھیان محض مشق ہے، اور کچھ نہیں ہے۔ اصلی اہلِ سنت وہ ہوتے ہیں جن کو اتباعِ سنت کامل نصیب ہوجائے۔

داڑھی اور سرکاری میونسپلٹی

۲۱/محرم الحرام ۱۴۰۷ھ مطابق ۲۷/ستمبر ۱۹۸۶ء بروز ہفتہ

ارشاد فرمایا کہ داڑھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سرکاری میونسپلٹی کا باغ ہے، جب سرکاری میونسپلٹی کے باغ سے آپ پھول نہیں توڑ سکتے، جرم ہے تو داڑھی منڈانا بھی جرم ہے۔ یہ داڑھی آپ کا مال نہیں ہے، سرکاری میونسپلٹی کا باغ ہے۔

اللہ کے نام کے ساتھ کھانا کھانے کی برکت

۱۹/ذیقعدہ ۱۴۰۶ھ مطابق ۲۷/جولائی ۱۹۸۶ء

بروز اتوار قبل نمازِ مغرب، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی

(مطالعہ فرماتے ہوئے)، خانقاہ میں درسِ حدیث (مرقاۃ: ج ۸ ص ۱۶۴)

ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ مومن ایک آنت میں کھاتا (پیتا) ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا (اور پیتا) ہے۔ ایک کافر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مہمان ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک بکری کا دودھ منگوایا، وہ پی گیا۔ آپ نے دوسری کا منگوایا، وہ بھی پی گیا، یہاں تک کہ اس نے سات بکریوں کا دودھ پی لیا۔ پھر صبح کو ایمان لے آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پھر ایک بکری کا دودھ منگوایا، اس نے پی لیا، پھر دوسری کا منگوایا تو وہ دوسری بکری کا دودھ بھی پورا نہیں پی سکا۔ اللہ کا نام لے کر کھانے کی برکت سے ایک ہی بکری کے دودھ سے اس کا پیٹ بھر گیا۔

کھانا کھانے کے بعض آداب

(اسی سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ) کھانا ٹیک لگا کر نہیں کھانا چاہیے، کیونکہ

ٹیک لگانے میں تکبر ہے لیکن بڑھاپے اور ضعف کی حالت مستثنیٰ ہے، جب وزن بڑھ جائے یا دل کی بیماری ہو تو ٹیک کیا لیٹ کر بھی کھا سکتا ہے۔ میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میرے سامنے لیٹے لیٹے بھی کھایا جب ۸۰ برس سے زیادہ عمر ہوگئی، بوڑھے ہوگئے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی چوکی پر کھانا رکھ کر نہیں کھایا کیونکہ اس صورت میں آگے جھک کر نہیں کھایا جا سکتا جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے جھک کر تواضع کے ساتھ کھاتے تھے، اگر چوکی ہوگی تو اکڑ کر کھانا پڑے گا، اگر تکبر سے نہ کھائے تو جائز ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کھانا کھانے کا سب سے افضل طریقہ یہ ہے کہ بایاں پیر بچھا کر اور دایاں پیر کھڑا رکھ کر کھائے، اس طرح کھانے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تواضع زیادہ ہے، اس طرح کھانا سب سے زیادہ مفید بھی ہے اور سب سے زیادہ افضل بھی ہے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجور کو ککڑی کے ساتھ کھایا کرتے تھے، کھجور گرم ہوتی ہے اور ککڑی کی تاثیر ٹھنڈی ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی مسلّم بھنا ہوا بکرا نہیں کھایا یہاں تک کہ اپنے مالک سے مل گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ سب بتانے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ آپ مرغ مسلّم اور بکرا مسلّم نہ کھائیں، محدثین یہ باتیں اس لئے بتاتے ہیں کہ ہم لوگوں کو اس کا علم ہوجائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیش وعشرت والی زندگی نہیں گذاری۔ میں جب ٹھنڈا پانی پیتا ہوں تو مدینہ کی یاد آتی ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتے، صحابہ ہوتے تو وہ بھی ٹھنڈا پانی پیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ٹھنڈا پانی بہت مرغوب تھا۔ دل روتا ہے کہ صحابہ میلوں دور سے پانی لے کر آتے تھے کہ اس کنویں کا پانی کچھ زیادہ ٹھنڈا ہے۔ صحابہ نے ساری محنتیں ایمان پر کردیں، اپنا سارا عیش وآرام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پر قربان کردیا۔

روضۂ مبارک ﷺ کے سامنے دعا مانگنا قبولیت کا موقع ہے

ارشاد فرمایا کہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

((اِنَّ الرَّحْمَةَ تَنْزِلُ عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ فَضْلًا عَنْ وُّجُوْدِهِمْ وَحُضُوْرِهِمْ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، باب الدعوات فی الاوقات، ج ۵ ص ۳۳۰)

صالحین کے مجمع میں دعا مانگ لینی چاہیے اس لئے کہ رحمت نازل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کے تذکرے سے چہ جائیکہ جہاں خود اللہ والے موجود ہوں۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے کوئی مشکل پیش آتی ہے تو میں اپنے استاد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر جا کر اللہ تعالیٰ سے کہتا ہوں کہ اے اللہ! یہ میرا استاد امام ابوحنیفہ تیرا مقبول بندہ ہے، میں اس کے وسیلہ سے دعا مانگتا ہوں، تو میری وہ دعا کبھی رد نہیں ہوتی، پھر روضۂ مبارک ﷺ کے سامنے کی دعا کیسے رد ہوگی؟ کہاں حضورِ اکرم ﷺ اور کہاں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔ لہٰذا جب مدینہ شریف حاضری ہو تو روضۂ مبارک پر صلوٰۃ و سلام پڑھ کر ساری زندگی کا اور آخرت کا سب کچھ مانگ لو، لیکن ہاتھ لٹکائے ہوئے مانگنا، ہاتھ اُٹھا کر نہیں مانگنا۔

وقتِ رخصت خاتم الانبیاء ﷺ

ارشاد فرمایا کہ خاتم الانبیاء ﷺ کو اس دنیا سے تشریف لے جاتے وقت بھی امتیازی شان عطا فرمائی گئی۔ انبیاء علیہم السلام کی روح قبض کرنے کے لئے طریقہ یہ تھا کہ فرشتہ روح قبض کرنے کی ان سے اجازت طلب کرتا تھا لیکن حجرے میں آ کر اپنے لئے خود اجازت طلب کرتا تھا۔ یہ خصوصیت انبیاء علیہم السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے کیونکہ یہ سرکاری لوگ ہیں، جب تک سرکاری کام کو پورا نہ کرلیں، اور خود نہ کہیں کہ میں تیار ہوں تو موت کے فرشتہ کو بھی اختیار نہیں ہے کہ ان کی روح کو نکال لے، یہ ان کا اعزاز ہوتا ہے، چنانچہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اجازت طلب کی تو

آپ علیہ السلام نے فرشتۂ موت سے فرمایا:

((رُوِیَ اَنَّ اِبْرٰهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ لِمَلَكِ الْمَوْتِ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَ قَدْ جَاءَهٗ لِقَبْضِ رُوْحِهٖ هَلْ رَأَیْتَ خَلِیْلًا یُّمِیْتُ خَلِیْلَهٗ فَاَوْحَی اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَیْهِ هَلْ رَأَیْتَ خَلِیْلًا یَّكْرَهُ لِقَاءَ خَلِیْلِهٖ فَقَالَ یَا مَلَكَ الْمَوْتِ الْاٰنَ فَاقْبِضْ))

(تفسیر الکبیر للرازی: (دار احیاء التراث، بیروت)؛ ج ۴ ص ۱۷۵)

ہرگز نہیں، میری یہ درخواست اللہ تعالیٰ سے پیش کردو کہ کیا کوئی دوست اپنے دوست کی جان نکالتا ہے؟ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے خلیل اللہ بنا رکھا ہے۔ خلیل اللہ کے کیا معنی ہیں؟ اللہ کا گاڑھا دوست، جب محبت شدید ہو جاتی ہے تو خلّت سے بدل جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا کہ کیا کوئی دوست اپنے دوست سے جدائی پر راضی رہ سکتا ہے؟ یہی تو ذریعہ ہے ملاقات کا، یہی تو پُل ہے، اسی کے ذریعہ سے تو میرے پاس آؤ گے، لہٰذا وہ فوراً خوش ہو گئے اور خوش ہو کر اجازت دے دی۔ جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وقتِ رخصت آیا تو موت کا فرشتہ جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ آیا لیکن حجرے میں داخل نہیں ہوا، باہر انتظار کیا، اور جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ پیغام کہلایا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح قبض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں:

((فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَنِیْ اِلَیْكَ تَكْرِیْمًا لَّكَ وَتَشْرِیْفًا لَّكَ خَاصَّةً لَّكَ ... وَجَاءَ مَعَهٗ مَلَكٌ یُّقَالُ لَهٗ اِسْمٰعِیْلُ ... فَاسْتَاْذَنَ عَلَیْهِ فَسَأَلَهٗ عَنْهُ ثُمَّ قَالَ جِبْرِیْلُ هٰذَا مَلَكُ الْمَوْتِ یَسْتَاْذِنُ عَلَیْكَ مَا اسْتَاْذَنَ عَلٰی اٰدَمِیٍّ قَبْلَكَ وَلَا یَسْتَاْذِنُ عَلٰی اٰدَمِیٍّ بَعْدَكَ۔ رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم؛ ص ۵۴۹)

یہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاصیت میں سے ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جتنے بھی نبی اور پیغمبر آئے ہیں ان کی روح نکالنے کے لئے موت کے فرشتے، حضرت عزرائیل علیہ السلام کو ان کے کمرے میں جانے کی اجازت تھی اور وہ اس جگہ خود

داخل ہوتے اور کہتے کہ مجھے آپ کی روح قبض کرنے کا حکم ہوا ہے، آپ سرکاری کام کر چکے، اب مجھے اجازت دے دیجئے کہ میں آپ کی روح نکال لوں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہوا کہ اے موت کے فرشتے! میرا نبی تمام نبیوں کا سردار ہے، اس کے حجرے میں تم بغیر اجازت اندر داخل نہیں ہو سکتے، لہٰذا عزرائیل علیہ السلام نے جبرئیل علیہ السلام کو اپنا سفیر بنایا اور ان سے کہا کہ آپ جا کر اللہ کے رسول سے اجازت نامہ لائیں کہ میں حجرے میں داخل ہو سکتا ہوں یا نہیں؟ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ تھا۔ جس روضۂ مبارک میں آپ تشریف رکھتے ہیں، آپ اس وقت آرام فرما ہیں، وہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھر بھی تھا جو مسجدِ نبوی سے متصل تھا۔ تو جبرئیل علیہ السلام اندر داخل ہوئے اور عرض کیا کہ موت کا فرشتہ آپ کی روح قبض کرنے کے لئے حجرے میں داخلے کی اجازت چاہتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو غور سے دیکھا، آپ کو ضعف اور اتنی کمزوری تھی کہ زبانِ مبارک سے الفاظ نہیں نکل سکے اس لئے جبرئیل علیہ السلام کو غور سے دیکھا:

((فَنَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَىٰ جِبْرَئِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم؛ ص ۵۴۹)

محدثین لکھتے ہیں کہ یہ دیکھنا بطور مشورہ تھا، یہ نظرِ مستشیر تھی، یہ مشورہ طلب کر رہی تھی کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا:

((يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللّٰهَ قَدِ اشْتَاقَ إِلَىٰ لِقَائِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم لِمَلَكِ الْمَوْتِ امْضِ لِمَا أُمِرْتَ بِهٖ فَقَبَضَ رُوْحَهٗ۔ رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم؛ ص ۵۴۹)

اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے، بس آپ نے فرمایا:

((فَجَعَلَ يَقُوْلُ فِي الرَّفِيْقِ الْأَعْلٰى ثَلٰثًا حَتّٰى قُبِضَ وَ مَالَتْ يَدُهٗ))

(صحیح البخاری: (قدیمی)؛ باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم و وفاتہ؛ ج ۲ ص ۶۴۰)

پھر پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الرَّفِيْقُ الْأَعْلٰى پڑھتے ہوئے

اس دنیا سے تشریف لے گئے، دنیا کے کیسے کیسے رفیق، ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا رفیق، لیکن اللہ سے بڑھ کر کون ہے؟

صحابی حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا عشقِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۷/ذیقعدہ ۱۴۰۶ھ مطابق ۲۵/جولائی ۱۹۸۶ء

بروز جمعہ، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ اندلس (اسپین) ایک ملک ہے جس کے شہر کا نام قرطبہ ہے، وہاں کے ایک بہت بڑے عالم اور مفسر علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ گذرے ہیں۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآنِ پاک کی آیت **فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ** (سورۃ النسآء: آیۃ ۶۹) سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اول خلیفہ ہونا ثابت کیا ہے۔ پہلے تو یہ بتادوں کہ اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے لئے نازل ہوئی (دوسری روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن زید عبدربہ انصاری رضی اللہ عنہ کے لئے نازل ہوئی، یہ وہی حضرت عبداللہ ہیں جنہیں خواب میں سب سے پہلے اذان سکھائی گئی تھی۔)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شدید محبت تھی، اتنی شدید محبت تھی کہ آپ کے بغیر صبر نہیں آتا تھا۔ ایک دن حاضر ہوئے اور آپ کے چہرے کا رنگ ایسا اُڑا ہوا تھا کہ دیکھتے ہی ظاہر ہورہا تھا، اور جسم لاغر ہورہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا اے ثوبان! تیرے چہرہ پر پریشانی کیوں ہے؟ عرض کیا کہ مجھے کوئی بیماری یا درد نہیں ہے، بس ایک ہی غم ہے کہ جب آپ کو سامنے نہیں دیکھتا ہوں تو بے چین ہوجاتا ہوں اور مجھے شدید پریشانی شروع ہوجاتی ہے جب تک کہ آپ کو نہ دیکھ لوں۔ پھر مجھے آخرت یاد آجاتی ہے اور خوف ہوتا ہے کہ وہاں میں آپ کو نہ دیکھ سکوں گا

کیونکہ آپ تو نبیوں کے ساتھ بہت بلند درجات پر ہوں گے، اور میں اگر جنت میں پہنچ بھی گیا تو آپ سے بہت نیچے کے درجہ میں ہوں گا۔ اور اگر خدانخواستہ جنت میرا ٹھکانہ نہ ہوئی تب تو ہمیشہ کے لئے آپ کے دیدار سے محروم ہو جاؤں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر قرطبی: ج ۵ ص ۲۷۱)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل پر دلیلِ قرآنی

اسی آیت سے علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کو ثابت کیا ہے:

((فِی الْاٰیَۃِ دَلِیْلٌ عَلٰی خِلَافَۃِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَذٰلِکَ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَمَّا ذَکَرَ مَرَاتِبَ اَوْلِیَائِہٖ فِیْ کِتَابِہٖ بَدَاَ بِالْاَعْلٰی مِنْھُمْ وَھُمُ النَّبِیُّوْنَ ثُمَّ ثَنّٰی بِالصِّدِّیْقِیْنَ وَلَمْ یَجْعَلْ بَیْنَھُمَا وَاسِطَۃً وَّاَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی تَسْمِیَۃِ اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ صِدِّیْقًا کَمَا اَجْمَعُوْا عَلٰی تَسْمِیَۃِ مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ رَسُوْلًا وَّاِذَا ثَبَتَ ھٰذَا وَصَحَّ اَنَّہُ الصِّدِّیْقُ وَاَنَّہٗ ثَانِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَجُزْ اَنْ یَّتَقَدَّمَ بَعْدَہٗ اَحَدٌ۔ ھٰذَا یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ الْخَلِیْفَۃَ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبُوْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ لِاَنَّ الْخَلِیْفَۃَ لَا یَکُوْنُ اَبَدًا اِلَّا ثَانِیًا))

(تفسیر القرطبی: (دار الکتب المصریۃ)، ج ۵ ص ۲۷۳)

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے اولیاء کے مرتبوں کو ذکر کیا تو ان میں جو سب سے بڑے درجے کے تھے (یعنی انبیائے کرام علیہم السلام) ان سے شروع کیا، اس کے بعد صدیقین کی تعریف کی اور انبیاء اور صدیقین کے درمیان کسی کو ذکر نہیں کیا، اور اس پر تمام امت کا اجماع ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام صدیق تھا، جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام رسول ہونے پر امت کا اجماع ہے، خود حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو صدیق فرماتے تھے۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت ابوبکر ''صدیق'' تھے اور

اللہ نے ان کو ثانی اثنین (غارِ ثور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دو میں کا دوسرا) فرمایا تو کسی دوسرے کو آپ سے مقدم کرنا قیامت تک جائز نہ ہوگا۔ یہی دلیل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ خلافت کے حقدار تھے کیونکہ اول کے بعد پہلا حق ثانی ہی کا ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرتِ مدینہ کے بعض حالات

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ (ثَانِيَ اثْنَيْنِ والی) آیت کی مزید تفسیر فرماتے ہیں کہ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا میں کفار کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ سے نکالنا آیا ہے حالانکہ آپ تو خود اپنی مرضی سے نکلے تھے، فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفارِ مکہ نے ہجرت پر مجبور کر دیا تھا، اس لئے نسبت ان کی طرف کی گئی کہ انہوں نے آپ کو مکہ سے نکالا۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کا مفصل واقعہ لکھا ہے کہ کفارِ مکہ نے رات کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کے دروازے پر پہرہ دیا کہ صبح جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے نکلیں تو سب مل کر آپ کو نعوذ باللہ قتل کر دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ تم میرے بستر پر سو جاؤ۔ پھر آپ وہاں سے نکلے تو اللہ نے ان پر نیند طاری کر دی اور آپ ان پر ایک مٹھی مٹی ڈالتے ہوئے تشریف لے گئے اور ان کو آپ کے نکلنے کی کچھ خبر نہ ہوئی۔ صبح کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو بتایا کہ گھر میں میرے علاوہ کوئی نہیں ہے تب ان کو پتا چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو تشریف لے جا چکے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی سواریاں عبد اللہ بن اُریقِط (کافر) کے پاس رکھوا دی تھیں جو راستے کا راہبر تھا اور اس سے رازداری کا عہد لے لیا تھا، اس کو حکم تھا کہ تین دن بعد سواریاں لے کر غارِ ثور پہنچ جائے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ دن بھر کی خبریں آ کر سنا جایا کریں، اور صاحبزادی اسماء رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ روزانہ کھانا پہنچا جایا کریں، اور اپنے غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اپنے مویشی لے کر شام کو وہاں آ جایا کریں

تا کہ ان دونوں کے قدموں کے نشان بھی مٹ جائیں اور ہمیں دودھ بھی ملے۔

جب حضور ﷺ کفار کے ہاتھ نہ لگے تو انہوں نے ایک قیافہ شناس کو اجرت دے کر بلایا، اس نے قدموں کے نشانوں کا پیچھا کیا تو غار کے منہ پر آ کر رُک گیا کہ یہاں سے آگے نشان نہیں ملتے۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے مکڑی کو حکم دیا تو اس نے غار کے منہ پر جالا بنا دیا اور کبوتر کو حکم دیا تو اس نے وہاں انڈے دے دیئے، یہ دیکھ کر کفار نے سوچا کہ غار کے اندر کوئی نہیں ہوسکتا ورنہ یہ جالا اور یہ انڈے نہ ہوتے۔ اندر سے حضور ﷺ اور حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ یہ سب دیکھ رہے تھے۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ کافر اگر اپنے پیروں کی طرف دیکھ لے تو ہمیں دیکھ لے گا۔ آنحضرت ﷺ نے اطمینان دلایا کہ یہ نہیں دیکھ سکتا کیونکہ فرشتوں نے ہمیں آڑ میں لیا ہوا ہے، چنانچہ وہ کافر وہیں بیٹھ کر پیشاب کرنے لگا، تب آپ نے فرمایا کہ اگر یہ ہمیں دیکھتا تو یہاں پیشاب نہ کرتا۔

بعض باطل فرقوں کا یہ کہنا کہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا اس موقع پر گھبرانا نقص کی دلیل ہے، اس پر علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی دلائل سے ثابت فرمایا کہ یہ نقص کی دلیل کیسے ہے جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آیت ہے: نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً قَالُوْا لَا تَخَفْ (سورۃ ھود: آیۃ ۷۰)؛ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے آیت ہے: فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى قُلْنَا لَا تَخَفْ (سورۃ طٰہٰ: آیۃ ۶۷)؛ اور حضرت لوط علیہ السلام کے لئے آیت ہے: وَلَا تَحْزَنْ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ (سورۃ العنکبوت: آیۃ ۳۳)۔ جب خوف اتنے اولوالعزم پیغمبروں کے لئے نقص کی بات نہیں تو صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے کیوں نقص ہوگا؟ اور پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جو خوف تھا وہ اپنے لئے نہیں تھا بلکہ حضور ﷺ کے لئے تھا کہ کہیں کافر آپ کو نقصان نہ پہنچا دیں:

((اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَرَجَ هُوَ وَاَبُوْ بَكْرٍ اِلٰى ثَوْرٍ فَجَعَلَ اَبُوْ بَكْرٍ يَّكُوْنُ اَمَامَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً وَّخَلْفَهُ مَرَّةً فَسَاَلَهُ

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اِذَا كُنْتُ خَلْفَكَ خَشِيْتُ اَنْ تُؤْتٰى مِنْ اَمَامِكَ وَاِذَا كُنْتُ اَمَامِكَ خَشِيْتُ اَنْ تُؤْتٰى مِنْ خَلْفِكَ))

(البداية والنهاية: (دار الفكر، بيروت)؛ جزء ۳ ص ۱۷۹)

روایت میں ہے کہ جب غارِ ثور کے لئے روانہ ہوئے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کبھی آپ کے آگے چلتے تھے، کبھی پیچھے چلتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دریافت فرمایا تو عرض کیا کہ جب دشمن کا اندیشہ ہوتا ہے کہ پیچھے سے نہ آجائے تو آپ کی حفاظت کے لئے پیچھے چلتا ہوں، پھر خیال آتا کہ سامنے سے کوئی نہ نقصان پہنچادے تو آگے چلتا ہوں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تسلی کے لئے آیت لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا نازل ہوئی، کیونکہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے یہ آیت وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ نازل نہیں فرمائی تھی جس میں آپ کی حفاظت کا وعدہ اللہ نے لے لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پہرہ داروں کو ہٹا دیا کہ اب پہرہ دینے کی ضرورت نہیں رہی۔ (تفسیر قرطبی: ج ۸ ص ۱۴۳ تا ۱۴۹ اور ص ۲۳۸)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وعدہ فرمودہ چار اعمال اور ان کے انعامات

۱۷/ ذیقعدہ ۱۴۰۶ھ مطابق ۲۵/ جولائی ۱۹۸۶ء

بروز جمعہ، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بیٹے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیرِ عزیزی (جلد ۱ صفحہ ۵۴۹) میں فرماتے ہیں کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں یہ روایت نقل فرمائی ہے:

((مَنْ اُعْطِيَ اَرْبَعًا اُعْطِيَ اَرْبَعًا وَّتَفْسِيْرُ ذٰلِكَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مَنْ اُعْطِيَ الذِّكْرَ ذَكَرَهُ اللّٰهُ لِاَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (البقرة: ۱۵۲) وَمَنْ اُعْطِيَ الدُّعَاءَ اُعْطِيَ الْاِجَابَةَ لِاَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المؤمن: ۶۰) وَمَنْ اُعْطِيَ الشُّكْرَ اُعْطِيَ الزِّيَادَةَ لِاَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراهيم: ۷) وَمَنْ اُعْطِيَ الْاِسْتِغْفَارَ اُعْطِيَ الْمَغْفِرَةَ لِاَنَّ اللّٰهَ

یَقُوْلُ اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا (نوح:۱۰)))

(شعب الایمان للبیہقی: (مکتبۃ الرشد للنشر)؛ ج ۶ ص ۲۹۴)

اس حدیث کے راوی حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر تم چار عمل کرلو تو تمہیں یقیناً چار نعمتیں ملیں گی، یعنی جس کو چار نعمتوں کی توفیق ہوجائے گی تو اس کو چار مزید نعمتیں مستزاد مل جائیں گی، چار چیزوں پر چار نعمتوں کا ترتب یقیناً ہے۔

نعمت نمبر ۱: جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا نام لینے کی توفیق عطا فرمادی، جس کو اللہ کی یاد نصیب ہوجائے، مسجد میں بیٹھا ہوا اللہ کو یاد کر رہا ہے، جس کو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہوکر
تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تختِ سلیماں تھا

اور وہ تمنّا کرتا ہے کہ ؎

تمنّا ہے کہ اب ایسی جگہ کوئی کہیں ہوتی
اکیلے بیٹھے رہتے یاد ان کی دلنشیں ہوتی
ستاروں کو یہ حسرت ہے کہ وہ ہوتے مرے آنسو
تمنّا کہکشاں کو ہے کہ میری آستیں ہوتی

یہ وہ آنسو نہیں جو ٹیڈیوں کی یاد میں کوئی روتا ہے، اُن کے آنسو تو گدھے کے پیشاب سے بدتر ہیں، گدھے کا پیشاب ان نافرمانوں کے آنسوؤں سے بہتر ہے۔ پالنے والے کی نافرمانی بین الاقوامی طور پر بڑا گناہ سمجھا جاتا ہے، جیسے ماں باپ کی نافرمانی سے کافر بھی ڈرتا ہے، تو اللہ رب العالمین کی نافرمانی سے کوئی کیسے فلاح پاسکتا ہے؟

تو جس کو اللہ کی یاد کی توفیق ہوجائے تو سمجھ لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ بھی اس کو یاد کررہے ہیں، دلیل؟ فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تم مجھے یاد کرو

میں تمہیں یاد کروں گا۔ تابعی حضرت ثابت بُنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ مجھے یاد فرماتے ہیں تو مجھے پتا چل جاتا ہے۔ خادم نے پوچھا کہ آپ کو کیسے پتا چل جاتا ہے؟ کوئی وائرلیس آتا ہے؟ یا کوئی ٹیلیفون آتا ہے؟ فرمایا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ، تم ہم کو یاد کرو ہم تم کو یاد کریں گے، پس جب میں اللہ کو یاد کرتا ہوں تو یہ دلیل ہے کہ اللہ میاں مجھے یاد کر رہے ہیں۔

نعمت نمبر ۲: جس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کیا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو زیادتیٔ نعمت کا انعام عطا فرمائیں گے، اس پر بھی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قرآنِ مجید کی تلاوت فرمائی، ہر دعویٰ پر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قرآن سے ثبوت پیش فرمایا۔ اب سنئے! لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ، اگر تم نعمت پر شکر ادا کرو گے تو ہم اور زیادہ دیں گے۔ آپ سڑک پر جا رہے ہیں، کوئی عورت سامنے آ گئی اور آپ نے اس سے نظر بچالی تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرلو کہ اے اللہ! ہماری کیا طاقت تھی کہ نظر بچاتے، آپ کی توفیق سے نظر بچائی ہے، جس پر اتنا بڑا انعام حلاوتِ ایمانی کا وعدہ ہے، اور جس کو ایک دفعہ ایمان کی حلاوت مل گئی تو کبھی واپس نہیں لی جائے گی، گویا حسنِ خاتمہ مقدر ہوگا۔ تو جب ایک حفاظتِ نظر پر شکر ادا کرو گے تو اللہ تعالیٰ اور زیادہ تقویٰ میں ترقی عطا فرمائیں گے۔

شکر پر ایک بات یاد آ گئی، حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کھانے کے بعد کی جو مسنون دعا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ جَعَلَنَا مُسْلِمِيْنَ اس دعا میں شکر کی جو تعلیم دی گئی ہے تو اس میں بہت سی نعمتیں پوشیدہ ہیں، جن میں سے ایک یہ کہ شکر کی برکت سے اللہ یاد آیا، نعمت دینے والا یاد آیا، سب سے بڑا انعام تو یہ ہے۔ پھر شکر کی برکت سے چونکہ نعمت میں زیادتی کا وعدہ ہے تو اللہ میاں اور زیادہ کھلائیں گے، جب کھلائیں گے تو معدہ ایسا مضبوط کر دیں گے کہ سب ہضم بھی ہو جائے گا یعنی صحت بھی اچھی رہے گی۔ اور اس میں اسلام کا بھی

شکر ہے، تو اسلام بھی ان شاء اللہ باقی رہے گا۔

نعمت نمبر ۳: جس کو اللہ سے دعا مانگنے کی توفیق ہو جائے اس کو یقیناً شرفِ قبولیت اللہ کی طرف سے عطا ہوگا۔ اس کی دلیل کیا ہے؟ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت کو دلیل میں پیش فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھ سے مانگو میں یقیناً قبول کروں گا۔

اس تیسرے نمبر پر ایک بات عرض کرتا ہوں کہ بعض لوگوں کا دعا مانگتے مانگتے جنازہ دفن ہو گیا اور دنیا میں دعا قبول نہیں ہوئی، لہٰذا محدثین نے اور ہمارے اکابر نے لکھا ہے، حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں بھی ہے کہ دعا کی قبولیت کی کئی صورتیں ہیں:

نمبر ایک: کبھی اللہ تعالیٰ جو مانگو وہی چیز دے دیتے ہیں، نمبر ۲: کبھی جو چیز آپ نے مانگی وہ اللہ نے نہیں دی مگر اس سے بہتر دے دی، جیسے بیٹے نے کہا کہ مجھے اسکوٹر چاہیے لیکن ابّا نے اس کو کار لا کر دے دی۔ کیا بیٹا کہہ سکتا ہے کہ میری دعا قبول نہیں ہوئی؟ تو اللہ بھی کبھی وہ چیز نہیں دیتے اس سے بہتر چیز عطا کر دیتے ہیں۔ نمبر ۳: اور کبھی دعا قبول فرما کر وہ چیز دنیا میں نہیں دیں گے، آخرت میں دے دیں گے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ہماری جو دعائیں دنیا میں قبول نہیں ہوئیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان پر اتنا زیادہ اجر عطا کریں گے، ان کا اتنا زیادہ بدلہ دیں گے کہ مومن یہ کہے گا کہ کاش! دنیا میں میری کوئی دعا قبول ہی نہ ہوتی۔ نمبر ۴: کبھی اس دعا کے بدلے میں کوئی بلا ٹال دیتے ہیں۔ نمبر ۵: کبھی بندے کو کوئی بڑا درجہ قرب کا دینا ہوتا ہے جبکہ اس کے اعمال اس درجے کے لائق نہیں ہوتے، تو اس کی جان میں، مال میں، اولاد وغیرہ میں کوئی مصیبت آجاتی ہے، پھر اس بندے کو اس پر صبر کی توفیق دیتے ہیں اور وہ اللہ سے الحاح وزاری کے ساتھ دعا میں مشغول رہتا ہے جس سے اس کے درجات کو اللہ بڑھا دیتا ہے۔

لہٰذا دعا مانگتے وقت ان باتوں کا دھیان رکھئے تو شیطان آپ کو مایوس نہیں کر سکے گا، بس دروازہ کھٹکھٹائے جاؤ ؎

کھولیں وہ یا نہ کھولیں در اس پہ ہو کیوں تری نظر
تُو تو بس اپنا کام کر یعنی صدا لگائے جا

گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے
عاقبت بینی ازاں در ہم سرے

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا جب تم کسی دروازے کو کھٹکھٹاؤ گے تو انجامِ کار کوئی سر اُس دروازے سے ضرور نکلے گا، کتنا ہی سخت دل ہو، دروازہ کھول دے گا، تو اللہ ارحم الراحمین ہے، اللہ کا دروازہ سجدے میں ملتا ہے، سجدے میں سر رکھ کر روؤ کہ اے اللہ! میری اصلاح فرما دیجئے۔

نعمت نمبر ۴: چوتھی نعمت یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مغفرت مانگنے کی توفیق دے دی تو شرفِ مغفرت سے یقیناً نوازیں گے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دلیل میں یہ آیت تلاوت فرمائی: اِسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا اپنے رب سے مغفرت مانگو، اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والے ہیں۔ حق تعالیٰ کا خزانۂ مغفرت غیر محدود ہے اور ہمارے گناہ محدود ہیں، لہٰذا یہ مت سوچنا کہ کہیں مغفرت دیتے دیتے خزانہ ہی نہ خالی ہو جائے۔ اگر کراچی کے سمندر سے چڑیا ایک قطرہ اُٹھا لے تو جتنی کمی سمندر میں ہوگی، اتنی کمی بھی اللہ کے خزانۂ مغفرت سے نہیں ہوگی اگر وہ ساری کائنات کی مغفرت فرما دیں۔

لوگی سے محبت عقلی طور پر واجب ہے

۲۶؍ ذیقعدہ ۱۴۰۶ھ مطابق ۳؍ اگست ۱۹۸۶ء

بروز اتوار بعد عصر، درسِ حدیث از مرقاۃ، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے دعوت کی

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور میں بھی اس میں شریک تھا:

((اِنَّ خَیَّاطًا دَعَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَہٗ فَذَھَبْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَرَّبَ خُبْزَ شَعِیْرٍ وَّمَرَقًا فِیْہِ دُبَّاءٌ وَّقَدِیْدٌ فَرَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالَیِ الْقَصْعَةِ فَلَمْ اَزَلْ اُحِبُّ الدُّبَّاءَ بَعْدَ یَوْمَئِذٍ۔ متفق علیہ))

((وَفِیْ رِوَایَةٍ مُسْلِمٍ جَعَلْتُ اُلْقِیْہِ اِلَیْہِ وَلَا اَطْعَمُہٗ))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)؛ کتاب الاطعمۃ؛ ص ۳۶۴)

کھانے میں جو سالن تھا اس میں کدو (لوکی) کے ٹکڑے تھے اور قدید تھا۔ قدید کسے کہتے ہیں؟ قَدِیْدٌ اَیْ لَحْمٌ مَّمْلُوْحٌ مُّجَفَّفٌ فِی الشَّمْسِ، قدید کہتے ہیں ایسے گوشت کو جسے خراب ہونے سے بچانے کے لئے دھوپ میں سُکھا لیا گیا ہو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بکری کا گوشت پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو نمک لگا کر دھوپ میں خشک کر کے ساتھ لے لو تا کہ مدینے تک خراب نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کھانے پینے کی فکر کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے، تدبیر کرنا توکل کے خلاف نہیں، ہاں تدبیر پر بھروسہ نہ کرو۔ بعض لوگ کہتے ہیں جو ہوگا دیکھا جائے گا، نکل چلو حج کے لئے یا تبلیغ کے لئے۔ ایک صحابی نے یہی سوال پوچھا تھا کہ اونٹ کو اللہ کے بھروسے پر کھلا چھوڑ دوں یا رسی باندھ کر رکھوں؟

((قَالَ رَجُلٌ یَّا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَعْقِلُھَا وَاَتَوَکَّلُ اَوْ اُطْلِقُھَا وَاَتَوَکَّلُ؟ قَالَ اعْقِلْھَا وَتَوَکَّلْ))

(جامع الترمذی: (ایچ ایم سعید)؛ ابواب الزھد؛ ج ۲ ص ۷۸)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے اونٹ کو باندھو، پھر رسی پر بھروسہ مت کرو، بھروسہ اللہ پر کرو۔ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیالے میں سے

لوکی کے ٹکڑے تلاش کر کے کھا رہے تھے، اس لئے ہم اپنی طرف سے بھی لوکی تلاش کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کرنے لگے۔ یہ محبت تھی، فرمایا کہ میں نے لوکی کا ایک ٹکڑا ابھی نہیں کھایا تا کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رغبت والی چیز میں کمی نہ آجائے۔ صحابہ کا کیسا عشق تھا، سبحان اللہ! اس حدیثِ پاک کی شرح میں محدثین فرماتے ہیں:

نمبر ۱: اپنے دوستوں اور کم درجے والے لوگوں کی دعوت بھی قبول کرنی چاہیے۔

نمبر ۲: درزی کے پیشہ کو ذلیل اور حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔

نمبر ۳: ویسے تو اپنے سامنے ہی سے کھانا سنت ہے لیکن اگر دعوت کے شرکاء محبت والے لوگ ہوں تو پھر اس وجہ سے ان کے سامنے سے بھی کھالینا چاہیے کہ وہ خوش ہو جائیں گے۔

نمبر ۴: یہ بھی معلوم ہوا کہ لوکی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب تھی، لہٰذا ہر مسلمان کو لوکی کو پسند کرنا طبعی طور پر تو نہیں مگر شرعاً ضروری ہے، یعنی عقلی طور پر یہ سمجھے اور دوسروں کو کہتا رہے کہ ہاں بھئی! بہت محبوب چیز ہے، ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند تھی، لیکن اگر کسی کو لوکی موافق نہ آتی ہو، کھانسی، بلغم، زکام کی وجہ سے، تو وہ نہ کھائے لیکن عقلی طور پر محبوب رکھے۔ (مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)؛ باب ثواب التسبیح والتحمید؛ ج ۵ ص ۲۲۷) (یَوْمِئِذٍ اور یَوْمَئِذٍ دونوں درست ہیں۔ از مرقاۃ)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اہلیہ کا اتباعِ سنت کا اہتمام

حضرت ڈاکٹر عبد الحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ واقعہ سنایا کرتے تھے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے گھر میں دیکھا کہ دسترخوان پر لوکی کی ترکاری یا سالن ضرور ہوتا تھا، کئی دن تک دیکھتا رہا کہ روزانہ لوکی کی ترکاری ضرور ہوتی ہے۔ میں نے ایک دن اہلیہ سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے آپ کئی روز سے لوکی کی ترکاری مسلسل پکا رہی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے کتاب میں پڑھا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوکی بہت پسند تھی، اس لئے میں نے سودا لانے والے سے

کہہ دیا ہے کہ جب تک بازار میں لوکی ملے تو ضرور لوکی لایا کرو تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عمل کی کچھ اتباع نصیب ہوجائے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اپنی اہلیہ کی یہ بات سنی تو مجھے لرزہ سا آ گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی سنت جو نہ فرض ہے، نہ واجب ہے، بلکہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محض ایک عادت ہے، اس عورت کو تو اس سنت کا اتنا اہتمام ہے، اور ہم اپنے آپ کو عالم کہلاتے ہیں، لوگ ہمیں عالم کہتے اور سمجھتے ہیں لیکن ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا اتنا اہتمام نہیں۔ اس کے بعد میں نے یہ تہیہ کرلیا کہ جب تک میں اپنی ساری زندگی کا جائزہ لے کر نہیں دیکھوں گا کہ میں کہاں کہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل نہیں کر رہا ہوں، اس وقت تک آگے نہیں بڑھوں گا، چنانچہ زندگی کا جائزہ لینے میں تین دن لگائے اور یہ دیکھا کہ کہاں کہاں میں اتباعِ سنت سے محروم ہوں، اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے راہِ عمل واضح ہوگئی، اور جو سنتیں چھوٹی ہوئی تھیں، اللہ تعالیٰ نے ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمادی۔ (اسلام اور ہماری زندگی جلد ۶ ص ۱۱۶)

لوکی کھانے کے بارے میں فتویٰ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کدو بہت پسند تھا، اور اطباء بھی اس کو بہت مفید قرار دیتے ہیں لیکن یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک طبعی پسند تھی، اگر کسی شخص کو اس کے کھانے کی رغبت نہ ہو اور نہ کھائے تو کچھ حرج نہیں، لیکن مناسب ہے کہ زبان سے کدو کے بارے میں ناپسندیدگی کا اظہار نہ کرے، تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتِ طبعی کی بھی مخالفت نہ ہو۔ (کتاب الفتاویٰ: جلد ۶ ص ۱۵۵)

مستحبات میں سستی نہیں کرنی چاہیے

۷ / رجب المرجب ۱۴۱۳ھ مطابق ۲ / جنوری ۱۹۹۳ء بروز ہفتہ

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ ہے کہ طالب علموں میں

ایک مرض یہ پیدا ہو جاتا ہے کہ مستحبات پر عمل نہیں کرتے، مجھے یہ معلوم ہونے کے بعد کہ مستحب کیا چیز ہے، (مستحب وہ اعمال ہیں جن کے کرنے سے بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہو جاتا ہے) نفس مستحب پر عمل کرنے میں سستی کرنے لگا، تو اس کی مثال عجیب دل میں آئی کہ ایک مالک کے دو نوکر کھانا پکانے پر مامور ہیں۔ ایک نوکر صرف کھانا پکا کر گھر چلا جاتا ہے اور دوسرا نوکر کھانا پکا کر مالک کو پنکھا بھی جھلتا ہے، جھاڑو بھی دیتا ہے، تو بتاؤ! مالک کس سے زیادہ خوش ہوگا؟ اس پر مستزاد یہ کہ اگر یہ دوسرا نوکر کوئی غلطی کرے گا تو اس کی ویسی پکڑ نہیں ہوگی جیسی دوسرے نوکر کی کہ اگر اپنی ڈیوٹی سے ذرا بھی کام کم کرے گا تو مالک اس پر سخت سرزنش کرے گا۔ اسی طرح سوچ لو کہ جو فرائض کے ساتھ نوافل اور مستحبات پر بھی دل و جان سے عمل کرے گا، وہ اللہ کو کس درجہ محبوب ہوگا۔

حضرت ڈاکٹر عبد الحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مستحبات کو ترک کرنے والا رفتہ رفتہ سنتوں کو ترک کرنے لگتا ہے، اور سنتوں کو چھوڑ دینا واجب کو چھوڑ دینے کا پیش خیمہ بن جاتا ہے، اور واجب کو چھوڑنے والا کسی نہ کسی وقت فرائض کو چھوڑ بیٹھے گا۔

سنتوں پر عمل اور گناہوں سے بچنے کی تاکید

ارشاد فرمایا کہ اچھی غذا کھاؤ وہ ہے سنت اور بُری غذا سے بچو وہ ہے گناہ۔

جسے اُمت کے مصائب پر کڑھن نہ ہو وہ کارِ نبوت کے قابل نہیں

۲۴ رمحرم الحرام ۱۴۱۲ھ مطابق ۶ راگست ۱۹۹۱ء

بروز منگل، سندھ بلوچ سوسائٹی میں

ارشاد فرمایا کہ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (سورۃ التوبۃ: آیۃ ۱۲۸)۔

آہ! حضور ﷺ کی ایک عجیب شان اس آیت میں اللہ تعالیٰ بیان فرما رہے ہیں کہ جو چیزیں تم کو تکلیف دہ ہیں میرے نبی پر بھی وہ شاق ہیں یعنی ان کو تمہاری تکلیف سے نہایت صدمہ پہنچتا ہے۔ لہٰذا جو شخص، جو مولوی، یا جو صوفی اپنے احباب کی اور رفقاء کی تکالیف اور ساتھیوں کے غم کو کوئی اہمیت نہ دے تو سمجھ لو کہ یہ شخص اس قابل نہیں ہے کہ اس کو کارِ نبوت سونپا جائے، اس سے دین کا کام نہیں لیا جائے گا۔ یہ خود غرض آدمی ہے، جس کو دردِ اُمت نہ ہو، اُمت کے جسمانی غم کو بھی محسوس کرنا چاہیے۔ دیکھو! ترکوں کی شکست کے وقت حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مسلمانوں کی شکست اور مصائب کا تصور اگر کھانے کے وقت آجاتا ہے تو کھانا تلخ ہوجاتا ہے اور نیند کے وقت آجاتا ہے تو نیند غائب ہوجاتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جس مولوی کو احساسِ غمِ اُمت نہ ہو، کم از کم جس ماحول میں وہ ہے مثلاً اگر امام ہے تو مقتدیوں کی بیماری پر عیادت کو بھی نہیں جاتا، کسی کا ایکسیڈنٹ ہوجائے، کسی کا بچہ بیمار ہو، کسی کو پوچھنے بھی نہیں جاتا، نہ اس کے لئے آہ کرتا ہے، نہ کوئی درد ہے، نہ اللہ سے دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! اس کی پریشانی دور کردے، ایسے شخص سے دین کا کام نہیں لیا جاتا۔

سرورِ عالم ﷺ کی فکرِ اُمت کے لئے اللہ تعالیٰ کا اعلان

کارِ نبوت اس سے لئے جاتا ہے، نبی کا نائب اس کو اللہ تعالیٰ بناتا ہے جس کے دل میں اُمت کا درد ہو، اُمت کا غم ہو۔ دیکھو! حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

((حَرِیۡصٌ عَلٰۤی اِیۡمَانِکُمۡ وَصَلَاحِ شَاۡنِکُمۡ لِاَنَّ الۡحِرۡصَ لَا یَتَعَلَّقُ بِذَوَاتِہِمۡ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)؛ سورۃ التوبۃ؛ ج ۱۱ ص ۱۷)

نبی ﷺ تمہارے ایمان پر حریص ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ سب اسلام لے آئیں، کوئی کافر نہ رہے اور تمہارے حالات کی درستی چاہتے ہیں کہ تم میں کوئی بُری خُلق اور بُری عادت نہ رہے، کسی قسم کی خباثتِ طبع باقی نہ رہے، بالکل پاکیزہ ہوجاؤ،

اللہ والے بن جاؤ، اللہ کے بندوں کے ساتھ تمہارے اخلاق میں کسی قسم کی کمی نہ ہو اور اللہ کے بندوں کے حقوق میں تم صاف ستھرے رہو۔

بلاقصد بھی گناہ کا خیال آجائے تو بھی استغفار کرنا چاہیے

میں اس کی مثال دیتا ہوں کہ ایک شخص کسی کے باپ سے بہت دوستی لگائے مگر اس کی لڑکی اور لڑکے پر بُری نظر ڈالتا ہے، یا اگر دیکھتا بھی نہ ہو، دل میں قصداً گندے خیالات پکاتا ہے، تو کیا باپ اس کو دوست بنائے گا؟ لیکن باپ تو بے خبر ہے، وہ دھوکہ کھا سکتا ہے جبکہ ربّا، اللہ بغیر ایکسرے سب کے دل کی بات جانتا ہے، بلا قصد بھی گندہ خیال کسی کے لئے آجائے تو بھی استغفار کرو، یہ نہ سمجھو کہ سب معاف ہے۔ دیکھو! بیت الخلاء سے نکل کر یہ دعا کیوں پڑھی جاتی ہے غُفْرَانَكَ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْۤ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ یہ کس چیز سے استغفار سکھایا جارہا ہے؟ بیت الخلاء میں کوئی گناہ کر کے تو نہیں آیا ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ اس بات سے استغفار ہے کہ اتنی دیر تک اے اللہ! آپ کا نام نہیں لے سکا، اتنی دیر تک زبان آپ کے ذکر سے خاموش تھی، اگرچہ غیر اختیاری تھا، کیونکہ اجازت نہیں تھی، اس کا تو کوئی قصور نہیں تھا، وہاں تو اللہ کا نام لینا جائز ہی نہیں ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے ہیں اگرچہ تم غیر اختیاری طور پر خدا کے ذکر سے محروم رہے، اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ظاہری محرومی پر بھی تم غفرانک کہو، اگرچہ تم معذور تھے مگر عشق کی شان یہ ہے کہ جہاں معذور ہو وہاں بھی معافی مانگ لے۔

ممنونِ سزا ہوں میری ناکردہ خطائیں

یہی محبت کی شان ہے کہ دیکھئے! آدمی کتنا ہی اپنے مہمان کو مرغی کا سوپ اور پلاؤ کھلاتا ہے، کباب اور مرنڈا پیش کرتا ہے، کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتا، پھر بھی اپنے معزز اور مکرم مہمان سے کہتا ہے کہ معافی چاہتا ہوں، آپ کی محبت کا حق ہم سے ادا نہیں ہوا۔ جب بندے کا حق ایک بندے سے ادا نہیں ہوا تو خالق اور مالک کا

حق کیسے ادا ہوسکتا ہے؟ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی یہی سکھایا کہ تم بھی بیت الخلاء سے باہر آکر غفرانک کہو، اگرچہ تم اس میں مجرم نہیں ہو۔ اور ایک دوسری دعا میں بیت الخلاء سے نکل کر یہ الفاظ بھی وارد ہیں:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَذْھَبَ عَنِّیْ مَا یُؤْذِیْنِیْ وَ اَمْسَکَ عَلَیَّ مَا یَنْفَعُنِیْ))

(کنز العمال: (دار الکتب العلمیۃ)، کتاب الطھارۃ، ج ۹ ص ۱۵۳، رقم ۲۶۳۸۵)

شکر ہے اس اللہ کا جس نے ''مایوذینی'' کو نکال دیا، ایذاء والی چیزوں پیشاب پاخانہ کو نکال دیا اور جو مفید چیزیں تھیں ان کو جسم میں باقی رہنے دیا، جن سے خون بن رہا ہے، سبحان اللہ! ورنہ اگر اصلی غذا بھی نکل جاتی تو کیا ہوتا، سارا کھایا پیا نکل جاتا۔

حدیث شریف لَا یَزَالُ عَبْدِیْ کی عجیب شرح

۲ صفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۳ اگست ۱۹۹۱ء بروز منگل بعد فجر

ارشاد فرمایا کہ حدیثِ قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ فَکُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا وَ رِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا۔ (وَفِیْ رِوَایَۃٍ) وَلِسَانَہُ الَّذِیْ یَتَکَلَّمُ بِہٖ))

(صحیح البخاری: (قدیمی)، باب التواضع، ج ۲ ص ۹۶۳)

جو بندہ عبادت کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کے کرم سے بلا استحقاق اللہ کا پیارا اور ولی اللہ ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے دیکھتا ہے، میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے سنتا ہے، میں اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے بولتا ہے، اور میں اپنے اولیاء کا ہاتھ بن جاتا ہوں وہ میرے ہاتھ سے پکڑتا ہے، تو جب کوئی ولی اللہ مصافحہ کرتا ہے تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں اس کا ہاتھ ہے۔ نوافل سے یہاں مراد محض نفل نماز نہیں ہے، صدقۂ نافلہ بھی ہے، نفل حج بھی ہے، عمرہ بھی ہے تو معلوم ہوا کہ قربِ الٰہی کا خاص ذریعہ خالی فرائض

نہیں ہیں، فرائض آپ کو دوزخ سے بچائیں گے اور نوافل اللہ کا پیار دلائیں گے، نوافل اللہ سے تقرب دلائیں گے۔

اس حدیثِ پاک کا سمجھنا آسان نہیں ہے، سمجھانے کے لئے علماء کو پسینے آجاتے ہیں لیکن حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مثال سے اس حدیث کو سمجھا دیا کہ جب کسی پر جن آجاتا ہے اور وہ عجیب وغریب حرکتیں شروع کر دیتا ہے تو اس وقت یہ کیوں کہتے ہو کہ اس کا جن یہ حرکت کرا رہا ہے۔ سندھ میں بدین ایک شہر ہے، وہاں ایک مدرسہ کے طالب علم پر انگریز جن آ گیا، لندن وغیرہ میں کہیں رہتا ہوگا، اب وہ طالب علم ایسی فرفر انگریزی بولنے لگا حالانکہ انگریزی کا ایک لفظ بھی نہیں جانتا تھا۔ تو بتاؤ کہ جس پر جن غالب ہوتا ہے، اس کے سارے عمل کو جن کی طرف منسوب کرتے ہو تو جس پر خدا غالب ہو جاتا ہے، اس کے بھی اعمال پھر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہونے لگتے ہیں۔

میرے پاس بھی ایک ہندو جن آیا تھا۔ میں نے پوچھا کہاں سے آیا ہے؟ اس نے کہا انڈیا سے آیا ہوں۔ میں نے کہا کہ تم یہاں سے واپس انڈیا جاؤ اور کسی مسلمان کو مت ستانا تو اس نے کہا کہ میں چلا تو جاؤں گا لیکن آپ کی جو کتابیں یہاں نظر آرہی ہیں ان میں میرے خلاف کوئی نقش نہ دبا دینا ورنہ میں مر جاؤں گا۔ خانقاہ میں جو میرا کتب خانہ ہے، تو وہ یہ سمجھا کہ یہ سب تعویذات کی کتابیں ہیں، بے وقوف ہندو کیا جانے، خیر وہ چلا گیا اور پھر کبھی واپس نہیں آیا۔

گھر میں داخل ہونے کے دو مسنون اعمال

۲۱/ ذیقعدہ ۱۴۱۱ھ مطابق ۵/ جون ۱۹۹۱ء

بروز بدھ بعد فجر، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ جب گھر میں داخل ہوں تو دو عمل کر لیا کریں: (۱) اگر کوئی گھر میں موجود ہو تو اسے سلام کرلیں، اگر کوئی موجود نہ ہو تو خود اپنے اوپر سلامتی کی

دعا کرلیں۔(۲) اس کے بعد ایک مرتبہ سورۂ اخلاص، قل ھواللہ احد پڑھ لیں۔تفسیر فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت سے ایک صحابی کے فقر کا واقعہ لکھا ہے (جزء ۳۲ ص ۵۶ ۳ تحت سورۃ الاخلاص) کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے فقر و فاقہ کی شکایت کی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں یہی عمل ارشاد فرمایا کہ جب گھر میں داخل ہو تو اگر کوئی موجود ہو تو اسے سلام کرے، اگر کوئی موجود نہ ہو تو خود اپنے اوپر سلامتی کی دعا کرے، اس کے بعد ایک مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ لے۔فَفَعَلَ الرَّجُلُ فَاَدَرَّ اللّٰہُ عَلَیۡہِ رِزۡقًا حَتّٰی اَفَاضَ عَلٰی جِیۡرَانِہٖ اس صحابی نے یہ عمل شروع کر دیا (اَدَرَّ یُدُرُّ کے مصدری معنی جاری کر دینا، بہا دینا) اللہ تعالیٰ نے اس پر ایسا رزق جاری کر دیا کہ اپنے پڑوسیوں کو فیض پہنچانے لگا، کہاں تو خود کھانے کو نہیں تھا اور کہاں دوسروں کو کھلانے لگا۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ محبوبیت

۱۱؍ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۱؍ستمبر ۱۹۹۱ء

بروز ہفتہ بعد فجر، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ یہ احساس کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، یہ احساسِ بندگی بھی عبادت ہے۔احساسِ بندگی اور نسبتِ بندگی کا تصور کہ میں ان کا بندہ ہوں، یہ خود بہت بڑا تعلق مع اللہ اور بہت بڑی عبادت ہے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، ان کی زمین پر چل رہا ہوں۔ یہ تصوف بھی قرآنِ پاک سے ثابت ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاللّٰہُ یَعۡلَمُ مُتَقَلَّبَکُمۡ وَ مَثۡوٰکُمۡ ۝﴾

(سورۃ محمد: آیۃ ۱۹)

اور اللہ تمہارے چلنے پھرنے اور رہنے سہنے کی خبر رکھتا ہے یعنی تمہارا تقلب فی البلاد، شہروں میں چلنا پھرنا اللہ ہر وقت دیکھ رہا ہے۔اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے تو ایک ایسا جملہ اللہ پاک نے نازل فرمایا کہ جانِ پاکِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کیا مزہ آیا ہوگا!

فرمایا فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا یہ جملہ اسمیہ ہے اور جملہ اسمیہ دوام پر دلالت کرتا ہے، لہٰذا اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ ہر وقت ہماری نظر کے سامنے ہیں۔ آہ کیا مزہ آیا ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو! کتنی خوشی ہوئی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت مجھ پر نگاہ رکھتا ہے۔ نبی اگر سو بھی رہا ہے تو اللہ میاں اس کو دیکھ رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سونا ہمارے سونے کی طرح نہیں تھا:

((قَالَ يَا عَائِشَةُ اِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ))

(صحیح البخاری: (قدیمی)، باب قیام النبی ﷺ باللیل فی رمضان وغیرہ: ج ۱ ص ۱۵۴)

آپ کی نیند ناقضِ وضو نہیں تھی کیونکہ آپ کا قلب بیدار رہتا تھا۔

قومِ ثمود کی شقاوت اور ان پر عذابِ دمدمہ

۱۱ / ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۱ / ستمبر ۱۹۹۱ء

بروز ہفتہ بعد فجر، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اپنے نبی سے معجزے کی فرمائش مت کرو، کیونکہ اگر کوئی قوم معجزے کی فرمائش کے بعد نبی کی نافرمانی کرے تو عذاب آجاتا ہے:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَسْأَلُوْا نَبِيَّكُمْ عَنِ الْاٰيَاتِ هٰؤُلَاءِ قَوْمُ صَالِحٍ سَأَلُوْا نَبِيَّهُمْ اَنْ يَّبْعَثَ لَهُمْ اٰيَةً فَبَعَثَ اللهُ لَهُمُ النَّاقَةَ فَكَانَتْ تَرِدُ مِنْ هٰذَا الْفَجِّ فَتَشْرَبُ مَاءَهُمْ يَوْمَ وِرْدِهَا وَيَشْرَبُوْنَ مِنْ لَّبَنِهَا مِثْلَ مَا كَانُوْا يَتَرَوَّوْنَ مِنْ مَّائِهِمْ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَعَقَرُوْهَا))

(کنز العمال: (دار الکتب العلمیۃ)، کتاب الاخلاق، ج ۳ ص ۲۲۹، رقم ۷۹۴۸)

قومِ ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے معجزہ مانگا کہ اگر آپ سچے ہیں تو پتھر سے اونٹنی نکال کر دکھادیں، ہم ایمان لے آئیں گے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مانگا اور معجزہ ظاہر ہوگیا، پتھر سے بڑی لمبی چوڑی قد و قامت کی اونٹنی

ظاہر ہوگئی اور وہ ان کی تمام اونٹنیوں سے علیحدہ نظر آتی تھی۔ جتنا پانی ان کی تمام اونٹنیاں پیتی تھیں، اُتنا یہ اکیلے پی جاتی تھی، تب باری مقرر کی گئی کہ ایک دن یہ اونٹنی پانی پیئے اور ایک دن قوم کے باقی جانور پانی پئیں۔ اب قوم والے کہنے لگے کہ یہ کیا معجزہ مانگ لیا، یہ تو ہمارے لئے عذاب ہوگیا۔ اس کے کھانے پینے کی مقدار سے وہ تنگ آ گئے مگر ایمان پھر بھی نہیں لائے۔ **فَعَقَرُوۡهَا** پھر اس اونٹنی کو، اللہ کے معجزے کو قتل کر دیا۔ اس نافرمانی کے بعد مہلت ختم ہوگئی اور ان پر عذاب آیا، جس کا ذکر قرآنِ پاک میں حق تعالیٰ نے عجیب عنوان سے فرمایا ہے:

﴿فَدَمۡدَمَ عَلَيۡهِمۡ رَبُّهُمۡ بِذَنۡۢبِهِمۡ فَسَوّٰٮهَا﴾

(سورۃ الشمس: آیۃ ۱۴)

پھر اللہ ان کے جرم کی وجہ سے ان پر دمدمہ لایا۔ دمدمہ اس عذاب کو کہتے ہیں جو بالکل فنا کر دے یعنی صفحۂ ہستی میں وجود کے نشانات نہ ہوں، **فَسَوّٰٮهَا** اللہ تعالیٰ پھر بھی مزید تاکید فرما رہے ہیں دمدمہ کی، پس ہم نے ان کو برابر کر دیا: **وَلَا يَخَافُ عُقۡبٰهَا** اور ان کے اس بُرے انجام سے جو عذاب ان پر نازل کیا، اس کے بعد مجھے ان کی طرف سے کوئی انتقام کا اندیشہ بھی نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُمّی ہونا قرآنِ پاک کی حقانیت کی دلیل ہے

یہ کلامِ شاہی کی علامت ہے: **وَلَا يَخَافُ عُقۡبٰهَا** جو نازل ہوا، اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی زبردست طاقت اور قدرت بیان فرمادی، ورنہ دنیا کے بادشاہ جب کسی صوبے کی بغاوت کو کچلتے ہیں تو ڈرتے بھی رہتے ہیں کہ کہیں دوبارہ بغاوت نہ کر دیں۔ اللہ کا کلامِ پاک خود دلالت کرتا ہے کہ میں کلام اللہ ہوں، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا مضمون بنا ہی نہیں سکتے تھے۔ اس کی کئی وجوہ ہیں۔ ایک تو آپ کو اللہ تعالیٰ کی عظمتوں اور جلالتِ شان کے مطابق کلام کرنا ناممکن ہے، غیر محدود کی شان کو کوئی محدود کیسے بیان کر سکتا ہے؟ نبی بھی نہیں کر سکتا، اگرچہ خدا کے بعد انبیاء ہی کا درجہ ہے،

اسی لئے کلام اللہ میں اور کلامِ نبوت کے نور میں فرق ہوتا ہے۔ بعض بزرگوں کو ایسا کشف ہوتا تھا کہ اگر ان کے سامنے کوئی آیت تلاوت کی جاتی تو بتا دیتے تھے کہ یہ قرآن ہے اور اگر کوئی حدیث پڑھتا تھا تو کہہ دیتے تھے یہ کلامِ رسول ہے حالانکہ حافظِ قرآن نہیں تھے۔ تو اللہ تعالیٰ کی عظمتوں اور جلالتِ شان کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام کرنا ناممکن ہے کیونکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

((مَاعَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ))

(تفسیر المظھری: (رشیدیہ)؛ سورۃ البقرۃ؛ آیۃ ۲۵۵؛ ج ۱ ص ۳۵۰)

اے اللہ! آپ کی شایانِ شان ہم سے بندگی کا حق ادا نہ ہوسکا۔ دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمّی تھے، آپ نے کچھ پڑھا ہی نہیں تھا، اللہ میاں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی مکتب میں نہیں پڑھوایا کہ کہیں ان کم بختوں کو یہ وسوسہ نہ آئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت قابل آدمی ہیں، لغت اور معانی جو کتابوں میں پڑھا ہے، اس سے قرآن بنا لیتے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے معجزے کو ظاہر کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی مکتب میں پڑھنے ہی نہ دیا۔ آپ بتائیے! جس نے کسی مکتب میں نہ پڑھا ہو، ایک لفظ بھی نہ پڑھا ہو لیکن ایسی ایسی لغت کہ جو عرب کے فصحاء بھی حل نہیں کر پاتے تھے، کلام اللہ تو کیا خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کو بعض اوقات نہیں سمجھ پاتے تھے ؎

چہ شناسی زبان مرغاں را	تو ندیدی گہے سلیماں را

لاحول ولاقوۃ الا باللہ کی شرح اور فضیلت

جس کی ایک مثال سنئے! حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کتنے جلیل القدر صحابی تھے اور کتنے بڑے عالم تھے، اور عربی تو ان کی زبان تھی ہی، وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ! یہ جو تم نے کلمہ پڑھا ہے، اس کے معنی بھی جانتے ہو؟ عرض کیا! اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے۔ اب دیکھئے! کیا لاحول ولاقوۃ الا باللہ میں کوئی لفظ غیر عربی ہے یا

عربی میں بھی کوئی مشکل لفظ ہے لیکن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسا صحابی اس کے معنی بتانے سے قاصر رہا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کی شرح فرمائی اور فرمایا کہ اس تشریح کی مجھے حضرت جبریل علیہ السلام نے خبر دی ہے، وہ کیا شرح ہے:

((اَتَدْرِیْ مَا تَفْسِیْرُھَا قُلْتُ اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ لَا حَوْلَ عَنْ مَّعْصِیَةِ اللّٰہِ اِلَّا بِعِصْمَةِ اللّٰہِ وَلَا قُوَّةَ عَلٰی طَاعَةِ اللّٰہِ اِلَّا بِعَوْنِ اللّٰہِ ھٰکَذَا اَخْبَرَنِیْ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ رواہ البیھقی فی شعب الایمان))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)؛ باب فضل الفقراء وما کان من عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم؛ ج۹ ص۴۴۲)

کہ اللہ کی حفاظت کے بغیر کوئی گناہ سے نہیں بچ سکتا اور اللہ کی مدد کے بغیر کوئی اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری نہیں کرسکتا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب کوئی بندہ زمین پر یہ کلمہ پڑھتا ہے تو آسمان پر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں:

((لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَسْلَمَ عَبْدِیْ وَاسْتَسْلَمَ))

(رواہ رزین ورواہ البیھقی فی الدعوات الکبیر)

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب ثواب التسبیح والتحمید؛ ص ۲۰۲)

کہ میرا بندہ فرمانبردار ہوگیا اور اس نے نافرمانی چھوڑ دی اور اپنے تمام کام اللہ کے حوالے کردیئے ۔ یہی راز ہے کہ جب اللہ تعالیٰ فرشتوں کو اپنے بندے کے فرمانبردار ہونے کی بشارت دیں گے تو ایک دن ان شاء اللہ! اس کو ولی اللہ بنا ہی لیں گے۔ حدیث شریف میں آتا ہے:

((اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰی كَلِمَةٍ مِّنْ تَحْتِ الْعَرْشِ مِنْ كَنْزِ الْجَنَّةِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ))

(حوالہ ایضًا)

کہ یہ کلمہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی عنایات وکرم بندے پر متوجہ ہوتی ہیں۔ اگر گناہ نہ چھوٹ رہے ہوں اور نیکی کے معاملے میں بالکل سست ہو تو اس کلمہ کو فرض نماز کے بعد گیارہ بار یا سات بار

پڑھ لے اور اگر ایک تسبیح پڑھ لے تو کیا کہنا ہے، ان شاء اللہ! توفیق کا خزانہ مل جائے گا۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ اس لئے فرمایا کہ جنت دو عمل سے ملے گی، نیکی کرنے سے اور گناہ سے بچنے سے، اور اس میں دونوں کی توفیق ہے۔

دو مواقع پر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سجدۂ شکر بجالانا

۱۱؍ربیع الاول ۱۴۱۲؁ھ مطابق ۲۱؍ستمبر ۱۹۹۱؁ء بروز ہفتہ

ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دو مواقع پر سجدۂ شکر ثابت ہے:

((اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَجُلًا مِّنَ النُّغَاشِیۡنَ فَخَرَّ سَاجِدًا))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، باب فی سجود الشکر، ص ۱۳۱)

(النُّغاشین: واحدہ نغاش، القصیر جداً اقصر ما یکون من الرجال)

ایک موقع وہ تھا کہ ایک انتہائی پست قد آدمی (بونا) گذرا تو اس وقت آپ نے سجدۂ شکر ادا کیا، (ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ **وَلۡیَکۡتُمِ السُّجُوۡدَ** یہ سجدۂ شکر اس کے سامنے نہ کرے، چھپ کر کرے تا کہ اس کو اذیت نہ ہو) اور دوسرا موقع وہ تھا کہ جب جنگِ بدر میں فرعونِ امت ابوجہل کا سر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ فرطِ مسرت سے سجدۂ شکر بجالائے:

((لَمَّا جَآءَ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ الۡبَشِیۡرُ یَوۡمَ بَدۡرٍ بِقَتۡلِ اَبِیۡ جَھۡلٍ اِسۡتَحۡلَفَہٗ ثَلٰثَۃَ اَیۡمَانٍ بِاللّٰہِ الَّذِیۡ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَقَدۡ رَاَیۡتَہٗ قَتِیۡلًا؟ فَحَلَفَ لَہٗ فَخَرَّ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا (وَفِیۡ رِوَایَۃٍ) قَالَ لِاَبِیۡ جَھۡلٍ فِرۡعَوۡنُ ھٰذِہِ الۡاُمَّۃِ))

(البدایۃ والنہایۃ: (دار احیاء التراث)، ج ۳ ص ۳۵۳)

اور فرمایا کہ ابوجہل میری امت کا فرعون تھا۔

فرعونِ اُمت، ابوجہل کی اکڑ اور اس کے قتل کا واقعہ

یہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ ابوجہل اس امت کا فرعون تھا، اس کا واقعہ یہ ہے کہ جنگِ بدر میں فتح کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دریافت فرمانے پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ابوجہل کی خبر لینے گئے، جا کر دیکھا کہ ابھی اس میں زندگی کی کچھ سانسیں باقی ہیں:

((فَوَجَدْتُّهٗ بِاٰخِرِ رَمَقٍ فَعَرَفْتُهٗ فَوَضَعْتُ رِجْلِیْ عَلٰی عُنُقِهٖ ... ثُمَّ قُلْتُ لَهٗ هَلْ اَخْزَاكَ اللّٰهُ یَا عَدُوَّ اللّٰهِ؟ قَالَ وَبِمَاذَا اَخْزَانِیْ؟ قَالَ اَعْمَدُ مِنْ رَّجُلٍ قَتَلْتُمُوْهُ (وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْهُ) اَخْبِرْنِیْ لِمَنِ الدَّائِرَةُ الْیَوْمَ؟ قَالَ قُلْتُ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ ... لَمَّا ضَرَبْتُهٗ بِسَیْفِیْ لَمْ یُغْنِ شَیْئًا فَبَصَقَ فِیْ وَجْهِیْ وَقَالَ خُذْ سَیْفِیْ فَاحْتَزَّ بِهٖ رَأْسِیْ مِنْ عُرْشِیْ لِیَكُوْنَ اَنْهٰی لِلرَّقَبَةِ ... (وَفِیْ رِوَایَةٍ) اِنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ كَانَ یَقُوْلُ: قَالَ اَبُوْ جَهْلٍ لِّیْ: لَقَدِ ارْتَقَیْتَ مُرْتَقًی صَعْبًا یَا رُوَیْعِیَ الْغَنَمِ))

(البدایۃ والنہایۃ: (دار احیاء التراث)؛ ج ۳ ص ۳۵۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ابوجہل کے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گئے، اس نے آنکھیں کھولیں اور کہا کہ اے بکریوں کے چَرانے والے! البتہ تُو بہت اونچے مقام پر چڑھ بیٹھا ہے، آج کے دن کس کو غلبہ ہوا؟ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول کو، پوچھا تمہارا اب کیا ارادہ ہے؟ فرمایا تیرا سر کاٹنے کا ارادہ ہے، کہا کہ اچھا، میری اس تلوار سے میرا سر کاٹنا اور شانوں کے پاس سے کاٹنا تا کہ دیکھنے والوں کو ہیبت ناک معلوم ہو، اور جب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جانا:

((فَقَالَ اَبُوْ جَهْلٍ بَلِّغْ صَاحِبَكَ اَنَّهٗ لَمْ یَكُنْ اَحَدٌ اَبْغَضَ اِلَیَّ مِنْهُ فِیْ حَیَاتِیْ وَلَا اَحَدٌ اَبْغَضَ اِلَیَّ مِنْهُ فِیْ حَالِ مَمَاتِیْ فَرُوِیَ اَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ قَالَ فِرْعَوْنِیْ اَشَدُّ مِنْ فِرْعَوْنِ مُوْسٰی فَاِنَّهٗ قَالَ

اٰمَنۡتُ وَهُوَ قَدۡزَادَ عُتُوًّا))

(التفسیر الکبیر لفخر الدین الرازی: (دار احیاء التراث، بیروت)؛ جزء ۳۲ ص ۲۲۵)

تو میرا یہ پیغام دینا کہ میرے دل میں بہ نسبت گذشتہ کے آج آپ کی عداوت اور بغض کہیں زیادہ ہے۔ مرتے وقت بھی ظالم کے منہ سے کفر اور تکبر ہی کے کلمات نکلے۔ چونکہ یہ امت افضل الامم ہے، اس لئے اس امت کا فرعون بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کے فرعون سے تکبر میں بڑھا ہوا تھا، اس نے آخر دم میں کلمہ تو پڑھا (گو وہ قبول نہیں) لیکن ابوجہل نے مرتے وقت بھی اپنی شقاوت کا اظہار کیا۔

غم اور خوشی یہ دو حالات ہر انسان کو پیش آتے ہیں

تو معلوم ہوا کہ دو قسم کے حالات ہر انسان کو پیش آتے ہیں، کبھی خوشی کے لمحات ہوتے ہیں، کبھی اس کی کوئی آرزو پوری نہیں ہوتی، تو دل میں صدمہ بھی ہوتا ہے، کبھی غم کبھی خوشی۔ موافق حالات سے آدمی خوش ہوجاتا ہے، ناموافق حالات سے غمگین ہوجاتا ہے۔ اس غم اور خوشی کے دور سے کوئی نہیں بچا، حتیٰ کہ انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی دونوں زمانے دیکھنے پڑے۔ چنانچہ اسلام اور کفر کے پہلے معرکۂ جنگ، غزوۂ بدر میں جبکہ قریش کے نامی گرامی سرداروں کے مارے جانے کی خوشی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ملی اور جب عدو اللہ والرسول ابوجہل کا سر آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ مارے خوشی کے سجدۂ شکر بجالائے، لیکن ٹھیک اسی وقت آپ کی صاحبزادی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پر نزع کا عالم طاری تھا، اور جس وقت حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ فتح کی بشارت لے کر مدینہ منورہ پہنچے تو اس وقت صاحبزادی حضرت رقیہ کا جنازہ جنت البقیع میں دفن کیا جارہا تھا۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی علالت کی وجہ سے ہی حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ واپس بھیج دیا تھا کہ اے عثمان! اپنی بیمار بیوی کی خدمت کرو، تمہیں جنگِ بدر کا ثواب اسی کی بدولت مل جائے گا، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اصحابِ بدریین میں شمار کئے گئے۔

دُکھ اور غم کا علاج

اس غم کا علاج جو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں ارشاد فرمایا ہے، وہ کیا ہے؟

﴿لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ۝﴾

(سورۃ الحجر: آیۃ ۹۷)

اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب فرما رہے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کفار کی طعن وتشنیع سے جو آپ کا سینہ گھٹ رہا ہے، ہم اس سے باخبر ہیں، آپ تو ہر وقت میری نظرِ رحمت اور نظرِ عنایت کے سامنے ہیں: فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ تو ہر وقت میری نظروں کے سامنے ہیں، پس جب آپ کو کوئی غم پہنچے تو فوراً:

﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ﴾

(سورۃ الحجر: آیۃ ۹۸)

اپنے رب کی پاکی بیان کیجئے اور اپنے رب کا ہر حال میں شکر ادا کیجئے۔ اس وقت شیطان بدگمانی کراتا ہے کہ کیا ہم ہی رہ گئے تھے اس مصیبت کے لئے؟ تو کہیے: سبحان اللہ، اللہ پاک ہے ظلم سے، یہ غم بھیج کر اللہ تعالیٰ نے کوئی ظلم نہیں کیا، ہمارے ہی درجات بلند کرنے کے لئے غم بھیجتے ہیں۔ اور:

﴿وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝﴾

(سورۃ الحجر: آیۃ ۹۸)

اور نماز میں مشغول ہو جایئے، سجدے سے مراد یہاں نماز ہے۔

دُکھ، مصائب اور غموں کی حکمت

غم کو سوچ سوچ کر بڑھاؤ مت، فوراً بزرگوں کے پاس چلے جاؤ، نیک دوستوں میں دل بہلاؤ، اُس زمانے میں اللہ کو زیادہ یاد کرو، جب ہوا مخالف ہوتی ہے تو پائلٹ جہاز کی رفتار اور بڑھا دیتا ہے۔ اللہ کے نام کا سہارا بھی ایسا ہے کہ کوئی اور سہارا کیا کام دے گا! ہم پر مصائب کبھی اس لئے آتے ہیں کہ میرا بندہ مجھے جیسا

یاد کرنا چاہیے ویسا یاد نہیں کر رہا ہے، جیسے صیاد جب چڑیا کو گھونسلے سے باہر نکال کر قید کرنا چاہتا ہے تو گھونسلے کو آگ لگا دیتا ہے۔ میرا شعر سنئے ؎

وہ جلا اس کا نشیمن وہ اُٹھا اس سے دھواں
یوں کیا صیاد نے طائر کا سامانِ وصال

اور دعا کا مزہ بھی غم کی حالت میں بہت آتا ہے، آہ! جب کوئی مصیبت زدہ دل دعا کرتا ہے اس کیفیت کو اہلِ نعمت کیا سمجھ سکتے ہیں ؎

روتی ہے ایک چڑیا ہر شاخ سے لپٹ کر
دیکھا ہے جب سے اپنا جلتا ہوا نشیمن
ایک ایک تنکے پہ سو سو شکستگی طاری
برق بھی لرزتی ہے مرے آشیانے سے

لیکن بلا اور مصیبت مانگو مت، مانگو تو عافیت اور راضی رہو مصیبت پر بھی۔ اگر غم بھیج دیں تو سمجھ لو کہ ہمارے تعلق مع اللہ کی بریانی کو دَم دینے کے لئے غم بھیجا ہے، لیکن اگر ہم غم کو سوچ سوچ کر بڑھالیں تو کیا ہوگا؟ بریانی جل جائے گی یا نہیں؟ جن لوگوں کا حق تعالیٰ سے تعلق نہیں تھا، جب کوئی بڑا غم آیا تو بہت سوں کا ہارٹ فیل ہوگیا، کتنے ہی لوگوں نے خودکشی کرلی۔ یہی وجہ ہے کہ خودکشی کی خبریں تو امریکہ، جاپان وغیرہ سے آتی رہتی ہیں لیکن کسی اللہ والے کے بارے میں آپ نہیں سنیں گے کہ اس نے خودکشی کی ہو، ان کے دل کو حق تعالیٰ کا سہارا ہوتا ہے ؎

چہ می دانی کہ چہ شاہے ہمنشیں دارم

ایک اللہ والا کہتا ہے کہ اے لوگو! تمہیں کیا خبر کہ میں اپنے دل میں بادشاہوں کو بادشاہت کی بھیک دینے والا رکھتا ہوں۔

ہدایت اور دین پر استقامت صرف اللہ کے اختیار میں ہے

ابوجہل بدبخت ملون کی شقاوت کا ایک واقعہ اَور سناتا ہوں، جب یہ

آیتِ شریفہ نازل ہوئی:

﴿اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ○﴾

(سورۃالتکویر: آیۃ ۲۷)

علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں ذکر سے مراد قرآنِ پاک اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دونوں ہیں، تو فرمایا کہ قرآنِ پاک اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عالمین کے لئے نصیحت ہیں، اور:

﴿لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ○﴾

(سورۃالتکویر: آیۃ ۲۸)

تم میں سے جو چاہے صراطِ مستقیم اختیار کرلے۔ اگر بندہ مجبورِ محض ہوتا تو یہ آیت کیوں نازل ہوتی؟ اس وقت ابوجہل کھڑا ہوا اور مسلمانوں سے کہا:

((جُعِلَ الْاَمْرُ اِلَيْنَا اِنْ شِئْنَا اِسْتَقَمْنَا وَاِنْ شِئْنَا لَمْ نَسْتَقِمْ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)؛ سورۃالتکویر، ج ۳۰ ص ۳۷۳)

یعنی اللہ نے اسلام قبول کرنے نہ کرنے کا اختیار ہمیں دے دیا، اگر ہم چاہیں گے تو استقامت اختیار کرلیں گے، اور اگر ہم چاہیں گے تو اسلام نہیں لائیں گے۔ اس پر اس کا تکبر توڑنے کے لئے دوسری آیت نازل ہوئی:

﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○﴾

(سورۃالتکویر: آیۃ ۲۹)

کہ تم خالی اپنی مشیت سے اسلام نہیں قبول کرسکتے ہو، تمہاری اختیاری مشیت پھر بھی میرے فضل کی محتاج ہے، ہم سے گڑگڑاؤ کیونکہ تمہاری مشیت سبب ہے، میری مشیت مسبب ہے، تمہاری مشیت مخلوق ہے، میری مشیت خالق ہے، تمہاری مشیت ضعیف ہے، میری مشیت قوی ہے، اس لئے تم اپنی مشیتِ ناتوانیہ پر میری مشیتِ توانائیہ کی مدد مانگو۔ اگر ہم نہ چاہیں گے تو تمہاری مشیت سبب کی حیثیت سے بھی ناقص رہے گی، اسباب کو دنیا میں ہم نے پیدا کیا ہے مگر اسباب کی تاثیر اور اثر کو ہم نے

اپنے اختیار میں رکھا ہے۔لہٰذا اسباب پر نظر رکھتے ہوئے ہم سے مستغنی نہ ہو،تمہاری مشیت مخلوق ہے کیونکہ تم خود مخلوق ہو،مخلوق کا ہر ذرّہ مخلوق ہوتا ہے، اگر ہم چاہیں تو اسبابِ ہدایت کے باوجود تم کو ہدایت نہ ہو۔ جب ہم نے اپنے رسول سے کہہ دیا:

﴿اِنَّكَ لَا تَهۡدِىۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ﴾

(سورۃ القصص: آیۃ ۵۶)

کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ ہمارے اسمِ ہادی کے مظہرِ اتم تو ہیں، مگر مَظہَر اور مُظہِر میں پھر بھی رابطہ رکھنا پڑے گا۔ آپ کے ذریعہ سے میرے اسمِ ہادی کی تجلی ظاہر ہوتی ہے، جس سے میرے بندوں کو ہدایت نصیب ہوتی ہے مگر مَظہَر ہر وقت محتاج رہے گا مُظہِر کا، اگر ہماری مُظہِریت کی شان اثر انداز نہ ہو تو آپ کی مَظہریت کی شان بھی اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ اسکی ایک مثال دیتا ہوں کہ روٹی سبب ہے بھوک مٹانے کا اور پانی سبب ہے پیاس بجھانے کا، لیکن اگر میں نہ چاہوں تو روٹی سے بھوک اور پانی سے پیاس نہیں بجھ سکتی، معدہ میں استسقاء کا مرض پیدا کر دوں تو پانی پیتے پیتے پیٹ پھٹ جائے گا مگر پیاس نہیں بجھے گی، ایسے ہی بھوک کا مرض، جوع البطن میں کھانے سے پیٹ پھٹنے لگتا ہے لیکن سیری نہیں ہوتی۔ جب پانی اور روٹی کے اسباب کو ہم جب چاہتے ہیں بے اثر کر دیتے ہیں، تو اے ابو جہل! اے خبیث! تُو اپنی مخلوقیت کی قدرت کو خالقِ کائنات کی قدرت کے سامنے مساوی چاہتا ہے؟ وَمَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّآ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ اگر ہم چاہیں گے تو توفیقِ ہدایت دیں گے، اور جس طرح سے تُو متکبر ہے اور اپنے سببِ مشیت کو مسببِ حقیقی اور خالقِ حقیقی سے زیادہ طاقتور سمجھتا ہے تو سوچ لے ایک غیر محدود طاقت سے تیرا تقابل ہے، اِنۡ شِئۡنَا اِسۡتَقَمۡنَا وَاِنۡ شِئۡنَا لَمۡ نَسۡتَقِمۡ اگر ہم چاہیں گے تو استقامت لے لیں گے۔ کیسے تم استقامت لے سکتے ہو، تمہیں میری مشیت سے استمداد، استنباط کرنا پڑے گا، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ دعا سکھلائی:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُكَ الۡھُدٰی۔۔۔الخ۔رواہ مسلم))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ کتاب الدعوات؛باب جامع الدعاء؛ص ۲۱۸)

اے اللہ! ہم آپ سے ہدایت مانگتے ہیں۔آپ کا نبی تو ہدایت کا مظہر ہے لیکن مُظہِر آپ ہیں، ہدایت آپ ہی کے قبضے میں ہے۔اس آیت سے جبر ثابت نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے مجبور کر دیا،اب کافروں کا کیا قصور۔نہیں بلکہ اس آیت سے ضعفِ سبب معلوم ہوا،تمہاری مشیت ضعیف ہے میری مشیت سے، استقامت تم پر فرض ہے،تم اپنی مشیتِ ضعیفہ،قلیلہ ،مخلوقہ کی وجہ سے میری مشیتِ قویہ،قاہرہ،خالقہ سے مستغنی نہیں ہو سکتے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ایک مخلوق ایسی پیدا کی جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری پر مجبورِ محض ہے یعنی فرشتے ،اللہ کے حکم کے خلاف کا ان کو اختیار ہی نہیں ہے،اور ایک مخلوق کو ایسا بنادیا جو مجبورِ بغاوت ہے یعنی شیاطین،اور درمیان میں حضرتِ انسان کو بنایا جو نہ تو مجبورِ محض ہیں نہ پورے بااختیار،اختیار اور جبر کے درمیان میں ہیں۔اللہ تعالیٰ سے آہ وزاری کریں گےتو ان کا اختیار صحیح مصرف پر خرچ ہوگا اور اگر اللہ تعالیٰ سے سرکشی اور نافرمانی کریں گے تو ان کا اختیار معصیت کے ارتکاب میں صرف ہوگا۔روٹی موجود ہو اور کوئی روٹی نہ کھا کر بھوک ہڑتال کرے تو حرام موت مرے گا۔

توحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدایت کا مظہرِ اتم تھے لیکن پھر بھی دعا مانگی کہ اے اللہ! دو میں سے ایک کو،عمر بن خطاب کو یا ابوجہل کو ایمان دے دے،آپ کی مظہریت مجھ پر کارفرما ہے،لیکن ہم اسی وقت تک صفتِ ہدایت کا مظہر ہیں جب تک آپ کی مظہریت مجھ پر سایہ فگن ہے۔سورج کی شعائیں زمین پر پڑتی ہیں تو وہ روشن ہوجاتی ہے،لیکن جب سورج ہٹ جاتا ہے تو زمین پھر پہلے جیسی ہو جاتی ہے۔ آگ جو ہے صفتِ حرارت کا مظہر ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے نارِ نمرود کو حکم دے دیا:

﴿يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا﴾
(سورۃ الانبیآء : آیۃ ٦٩)

اے آگ! میرے ابراہیم پر ٹھنڈی ہوجا تو وہی آگ ٹھنڈی ہوگئی، بجائے جلانے کے آرام پہنچانے لگی۔اس لئے اسباب پاکر اللہ تعالیٰ سے مستغنی مت ہو۔اس آیت سے یہ مقصد ہے اللہ تعالیٰ کا کہ تم اپنی مشیتوں پر ناز کرتے ہو: اِنْ شِئْنَا اِسْتَقَمْنَا وَاِنْ شِئْنَا لَمْ نَسْتَقِمْ کہتے ہو، تمہیں شرم نہیں آتی، میری قدرت کے سامنے ایسی جرأت دکھاتے ہو۔اسی بدمعاشی کا اثر یہ ہوا کہ ابوجہل کو ایمان نصیب نہیں ہوا، بلکہ آج اس کے گھر کو حکومتِ سعودیہ نے پاخانہ پھرنے کی جگہ بنا رکھا ہے، اس کا گھر ہگستان بنا ہوا ہے۔

صحابی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا عشقِ مدینہ منورہ

۱۲ / صفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۳ / اگست ۱۹۹۱ء
بروز جمعہ مجلسِ عام، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں، ایک مرتبہ مدینہ منورہ سے سفر کرکے مصر پہنچے اور امیرِ مصر حضرت مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ سے ملے۔ (مَسلمہ بن مُخَلَّد الانصاری رضی اللہ عنہ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ کم سن صحابہ میں سے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے وقت چودہ یا دس برس کے تھے: تقریب التھذیب ص ۵۹۲؛ رقم ٦٦٦٦) انہوں نے سوال کیا کہ کس حاجت سے آنا ہوا؟ فرمایا کسی کو میرے ساتھ کردو جو مجھے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے گھر لے چلے، انہوں نے ساتھ کردیا۔ جب حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے تو انہوں نے معانقہ کیا اور پوچھا کہ فرمایئے کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ مجھے مومن کی پردہ پوشی کرنے والے کے بارے میں وہ حدیث سنادو جس میں میرے اور تمہارے علاوہ کوئی اور موجود نہیں تھا:

((رَحَلَ اَبُوْ اَيُّوْبَ اِلٰى عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ فَاَتٰى مَسْلَمَةَ بْنَ مُخَلَّدٍ (بِضَمِّ الْمِيْمِ

وَفَتْحِ الْخَاءِ وَتَشْدِيْدِ اللَّامِ: قال النووی فی شرحه علی مسلم) فَخَرَجَ اِلَيْهِ فَقَالَ دُلُّوْنِيْ فَاَتٰى عُقْبَةَ فَقَالَ حَدِّثْنَا مَا سَمِعْتَهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَبْقَ اَحَدٌ سَمِعَهٗ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ سَتَرَ عَلٰى مُؤْمِنٍ فِي الدُّنْيَا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَتٰى رَاحِلَتَهٗ فَرَكِبَ وَرَجَعَ))

(مسند احمد: حدیث عقبة بن عامر الجهنی رضی الله عنه؛ جزء ۲۸ ص ۶۱۳؛ رقم ۱۷۳۹۱)

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا کہ جس نے دنیا میں کسی مومن کی رسوائی کی پردہ پوشی کی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیبوں کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ اس کے بعد حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سواری پر بیٹھے اور مدینہ منورہ روانہ ہوگئے، کچھ کھایا پیا بھی نہیں کہ مدینے سے جدائی کا غم ایسا ہے کہ ہم کچھ کھاپی نہیں سکتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے محبت

۲۰ رصفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۳۱؍اگست ۱۹۹۱ء

بروز ہفتہ صبح نو بجے، کمرۂ خاص درخانقاہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اور مہاجرین میں سے سب سے اول مدینہ منورہ میں ان ہی کا انتقال ہوا ہے:

((لَمَّا مَاتَ عُثْمَانُ ابْنُ مَظْعُوْنٍ اُخْرِجَ بِجَنَازَتِهٖ فَدُفِنَ اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا اَنْ يَّأْتِيَهٗ بِحَجَرٍ فَلَمْ يَسْتَطِعْ حَمْلَهَا فَقَامَ اِلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَسَرَ عَنْ ذِرَاعَيْهِ قَالَ الْمُطَّلِبُ قَالَ الَّذِيْ يُخْبِرُنِيْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى بَيَاضِ ذِرَاعَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ حَسَرَ عَنْهُمَا ثُمَّ حَمَلَهَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَأْسِهٖ وَقَالَ اُعْلِمُ بِهَا قَبْرَ اَخِيْ وَاَدْفِنُ اِلَيْهِ مَنْ

مَّاتَ مِنْ اَهْلِیْ ۔ رواہ ابو داؤد))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، کتاب الجنائز، باب دفن المیت، ص ۱۴۹)

جب دفن ہو چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا کہ آپ کے پاس ایک پتھر اُٹھا کر لائے تا کہ آپ ان کی قبر کی اس سے شناخت کر دیں۔ اس نے ایک بھاری پتھر اُٹھانے کی کوشش کی مگر اُٹھا نہ سکا، تب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اُٹھے اور دونوں ہاتھوں کی آستین چڑھائیں، (راوی کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں ہاتھوں کی سفیدی کو دیکھا جب آپ نے آستین اوپر کی)، پھر اکیلے ہی اس پتھر کو اُٹھا لائے اور قبر کے سرہانے رکھ دیا اور فرمایا کہ اس سے اپنے بھائی (یعنی عثمان بن مظعون) کی قبر کی پہچان رکھوں گا اور جو شخص میرے اہل میں سے وفات پائے گا تو اس کو اس کے پاس دفن کروں گا۔ یہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی (دودھ شریک) بھائی تھے، تیرہ آدمیوں کے بعد انہوں نے اسلام قبول کیا، پھر سب سے پہلے ان کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ دفن کئے گئے۔ ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بوسہ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زار و قطار رو رہے تھے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنسو عثمان بن مظعون کے چہرے پر گر رہے تھے۔ (مشکوٰۃ (قدیمی)؛ ص ۱۴۱)

روضۂ مبارک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا بے مثل شعر

۱۲ / ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۲ / ستمبر ۱۹۹۱ء

ارشاد فرمایا کہ روضۂ مبارک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری کے وقت حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا بے مثل شعر ہے ؎

بحق آں کہ اُو جان جہان است

فدائے روضہ اش ہفت آسمان است

یعنی اے اللہ! اس ذاتِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ جو ساری کائنات کی جان ہیں، جن کے روضہ پر ساتوں آسمان فدا ہو رہے ہیں۔ پھر فرمایا کہ علماء نے لکھا ہے کہ جس نے ایک مرتبہ بھی خواب میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کر لی تو اس کا خاتمہ ان شاء اللہ! ایمان پر ہوگا۔

پھولوں کی خوشبو حضرت آدم علیہ السلام کے آنسوؤں کا صدقہ ہے

۲۴/ ذیقعدہ ۱۴۰۶ھ مطابق یکم اگست ۱۹۸۶ء

بروز جمعہ، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جو بھول ہوگئی اور اس درخت کا پھل کھالیا، تو اس میں بھی ان کے عشق کا راز پوشیدہ ہے۔ دراصل جب شیطان نے اللہ کی قسم کھائی:

﴿وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ۝﴾

(سورۃ الاعراف: آیۃ ۲۱)

ترجمہ: (اور (ابلیس نے) ان دونوں کے روبرو قسم کھائی کہ یقین جانیے، میں آپ دونوں کا خیر خواہ ہوں۔ بیان القرآن) تو اللہ تعالیٰ کے نام سے حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام مست ہو گئے:

﴿فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ﴾

(سورۃ الاعراف: آیۃ ۲۲)

ترجمہ: (پس ان دونوں کو فریب سے نیچے لے آیا۔ بیان القرآن) لیکن پھر جب زمین پر بھیج دیئے گئے تو رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا کہہ کر اتنا روئے تھے کہ شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ تفسیر مہائمی (مفسر کا نام حضرت علی[1] مہائمی رحمۃ اللہ علیہ، ان کی قبر بمبئی میں ہے۔ جامع) میں لکھا ہے کہ جتنے خوشبودار پھول ہیں،

[1] پورا نام حضرت شیخ مخدوم فقیہ علی مہائمی رحمۃ اللہ علیہ، المتوفی ۸۳۵ھ

گلاب، چنبیلی، موتیا، رات کی رانی، ان سب میں خوشبو حضرت آدم علیہ السلام کے آنسوؤں کی وجہ سے ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے خود یہ تفسیر بمبئی میں دیکھی ہے، اور لکھا تھا کہ جگہ جگہ آپ کے رونے سے عرفات کے میدان میں جبلِ رحمت پر جہاں آپ نے آہ وزاری کی تھی، چھوٹے چھوٹے چشمے بن گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے آنسوؤں کی کتنی قدر فرمائی کہ آہ وزاری اور اشک باری سے صرف بھول معاف نہیں ہوئی بلکہ ان کے سر پر نبوت کا تاج بھی رکھ دیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں تین سبق

ارشاد فرمایا کہ جب عزیزِ مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو گناہ کی دعوت دی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے تین کام کیے، نمبر ۱: قَالَ مَعَاذَ اللّٰہِ، اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی، اللہ سے عرض کیا کہ میں اپنے حسن کو، اپنی جوانی کو، اپنی پاک دامنی کو آپ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو سارے عالم میں نصف حسن دیا گیا تھا:

((قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّمَآءِ الثَّالِثَةِ فَإِذَا أَنَا بِيُوسُفَ إِذَا هُوَ قَدْ أُعْطِيَ شَطْرَ الْحُسْنِ قَالَ الْمُظْهِرُ أَيْ نِصْفَ الْحُسْنِ وَ إِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَحْسَنَ مِنْ يُّوسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، باب فی المعراج، ج ۱۰ ص ۵۶۰)

لیکن ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن میں بہ اعتبار ملاحت بڑھے ہوئے تھے۔ اسی کو ایک شاعر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے یوں کہا ہے ؎

اپنے یوسف کو میرے یوسف پر مت ترجیح دے
اِس پہ سر کٹتے ہیں دائم اُس پہ انگلیاں

یہاں اے زلیخا پوشیدہ ہے۔ خیر! تو حضرت یوسف علیہ السلام نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اللہ کی پناہ مانگی، ایک سیکنڈ کی دیر نہیں کی۔ معلوم ہوا کہ تدبیر سے پہلے دعا کا درجہ ہے۔ بدیہی بات ہے کہ دعا میں بندہ اپنی بندگی پیش کر دیتا ہے کہ اے اللہ! آپ کی

مدد سے ہی میں گناہ سے بچ سکتا ہوں۔ نمبر ۲: دوسرا کام یہ کیا کہ بھاگنا شروع کر دیا اور تالے ٹوٹنا شروع ہو گئے۔

خیرہ یوسف وار می باید دوید
گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید

یعنی اگر کسی معصیت سے بھاگنے کا کوئی دروازہ نہ ہو، حتیٰ کہ ایک سوراخ جتنی جگہ بھی بظاہر نظر نہ آتی ہو تو بھی تم حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح دیوانہ وار دوڑ لگاؤ، اللہ تعالیٰ گناہ سے بچنے کا راستہ خود کھول دیں گے۔

نمبر ۳: اس واقعہ میں تیسرا سبق صوفیوں اور سالکین کے لئے یہ ہے کہ گناہ چھوڑ کر حضرت یوسف علیہ السلام پچھتائے نہیں بلکہ جانِ یوسف علیہ السلام نے قابلِ وجد اعلان فرمایا کہ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ اے اللہ! آپ کی راہ کا قید خانہ مجھے محبوب نہیں احب ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

آنچنانش انس و مستی داد حق
کہ نہ زنداں یادش آمد نے غسق

کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانے میں قدم رکھا تو آپ کے محبوب و مقبول ہونے کے سبب اللہ تعالیٰ نے اپنی ایسی مستی عطا فرمائی کہ حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو تجلیاتِ خاصّہ میں مستغرق فرما لیا تا کہ آپ کے دل میں اس قید سے تکلیف نہ ہو، پھر نہ تو آپ کو زنداں کا خیال آیا نہ قید خانے کی تاریکی کا خیال آیا۔

خوشا حوادثِ پیہم خوشا یہ اشکِ رواں
جو غم کے ساتھ ہو تم بھی تو غم کا کیا غم ہے (اصغرؔ)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت اور سبحان اللہ کا نور

ارشاد فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت اُڑا جا رہا تھا، نیچے سے ایک امتی نے دیکھا تو بے اختیار کہا:

((سُبْحَانَ اللّٰہِ لَقَدْ اُوْتِیَ اٰلُ دَاوٗدَ مُلْکًا))

(روح المعانی: (رشیدیہ)؛ سورۃ النمل، ج ۱۹ ص ۲۳۰)

سبحان اللہ! کیا شان ہے اس اللہ کی جس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ سلطنت عطا فرمائی۔ اس کی اس سبحان اللہ کا نور آپ کے تخت کو پار کر کے آسمان تک چلا گیا، تو آپ نے ہواؤں کو حکم دیا کہ میرے اس امتی کو میرے پاس لے آؤ۔ سپاہی کی بھی ضرورت نہیں تھی، ہوائیں اس کو اُٹھا لائیں، آپ نے دریافت فرمایا کہ تیرا کیا عمل تھا جس کا نور میرے تخت سے بھی آگے نکل گیا، اس نے اپنا سبحان اللہ پڑھنا عرض کر دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا اور آپ کے الفاظ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نقل فرماتے ہیں:

((لَتَسْبِیْحَۃٌ وَّاحِدَۃٌ یَّقْبَلُھَا اللّٰہُ تَعَالٰی خَیْرٌ مِّمَّا اُوْتِیَ اٰلُ دَاوٗدَ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)؛ سورۃ النمل، ج ۱۹ ص ۲۳۰)

کہ تیرا ایک مرتبہ سبحان اللہ پڑھنا آلِ داؤد کی جملہ سلطنتوں سے افضل ہے کیونکہ تیرے سبحان اللہ کا نور کبھی ضائع نہیں ہوگا۔

رنگِ تقویٰ رنگِ طاعت رنگِ دیں
تا ابد باقی بود بر عابدیں

سبحان اللہ کا یہ نور تیرے ساتھ قبر میں جائے گا، اطاعت اور عبادت کا رنگ قیامت تک اللہ والوں پر قائم رہے گا اور جنت میں بھی ان کے ساتھ رہے گا جبکہ میری یہ سلطنت فنا ہونے والی ہے۔

انبیاء علیہم السلام، صحابہ رضی اللہ عنہم اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کے ادب کے واقعات

یکم صفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۲؍ اگست ۱۹۹۱ء بروز پیر

ارشاد فرمایا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے ادب سے ہمیں سبق لینا چاہیے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ادب دیکھئے! فرماتے ہیں:

﴿وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۝﴾
(سورۃ الشعرآء: آیۃ ۸۰)

کہ جب میں بیمار ہوجاتا ہوں تو اللہ تعالیٰ مجھے شفا دیتے ہیں۔ جب شفا اللہ کے ہاتھ میں ہے تو بیماری بھی تو وہی دیتا ہے، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شفا کی نسبت تو اللہ کی طرف فرمائی کہ اللہ شفا دیتا ہے اور بیماری کی نسبت اپنی طرف فرمائی کہ جب ''میں'' بیمار ہوجاتا ہوں۔

حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں دیکھئے، جب دونوں کی جدائی کا وقت آ گیا اور حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے تینوں کاموں کی توجیہ بیان فرمائی، ان تین کاموں میں دو بظاہر عیب اور نقص والے کام تھے تو ان کی نسبت اپنی طرف کی اور ایک کام دیکھنے میں بھی بھلا تھا تو اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف فرمائی، ان کا اندازِ بیان اور مقامِ ادب ملاحظہ فرمائیے۔ پہلا واقعہ:

﴿أَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ﴾
(سورۃ الکھف: آیۃ ۷۹)

یہاں عمل بمعنی روزی کمانے کے ہے، جب کشتی کو عیب دار کیا تو فرمایا: فَأَرَدْتُّ أَنْ أَعِيْبَهَا سو میں نے چاہا کہ اس میں عیب ڈال دوں۔ عیب کی نسبت اپنی طرف کی حالانکہ اللہ کے حکم سے کر رہے تھے، اور بظاہر عیب تھا لیکن حقیقت میں سراسر خیر تھا کیونکہ وَ كَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّأْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا آگے ایک ظالم بادشاہ تھا جو ہر کشتی کو زبردستی پکڑ رہا تھا، لیکن اس کشتی کو عیب دار سمجھ کر چھوڑ دیا۔ دوسرا واقعہ:

﴿وَ أَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ أَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ
أَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ۝﴾
(سورۃ الکھف: آیۃ ۸۰)

آگے چل کر حضرت خضر علیہ السلام نے ایک لڑکے کو قتل کر دیا، اس کے ماں باپ

مومن تھے، تو فرمایا کہ ہم کو اندیشہ ہوا کہ یہ لڑکا اپنی سرکشی اور کفر کا اثر اُن پر نہ ڈال دے، یہاں بھی قتل کرنے کی نسبت اپنی طرف کی: فَأَرَدْنَآ أَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّ أَقْرَبَ رُحْمًا بس ہمیں یہ منظور ہوا کہ بجائے اس کے ان کا پروردگار ان کو ایسی اولاد دے جو پاکیزگی میں ان سے بہتر اور محبت کرنے میں ان سے بڑھ کر ہو۔ تیسرا واقعہ:

﴿وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ﴾

(سورۃ الکھف: آیۃ ۸۲)

پھر جب ایک گاؤں پر ان دونوں بزرگوں کا گذر ہوا تو اُن لوگوں سے انہوں نے کھانا مانگا، گاؤں والوں نے ان کی مہمانی کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر وہاں ایک دیوار ملی جو گرا چاہتی تھی، ان دونوں نے اس دیوار کو سیدھا کر دیا اور اس کام کی کوئی اجرت نہیں لی۔ یہ دیوار دو یتیم بچوں کی تھی جو شہر میں تھے: وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا اس کے نیچے ان بچوں کا خزانہ دفن تھا: وَكَانَ أَبُوْهُمَا صَالِحًا اور ان کا باپ نیک صالح آدمی تھا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے باپ کا نام کاشح اور بچوں کا نام اَصْرَم اور صَرِیم لکھا ہے:

((قِيْلَ إِنَّهُمَا أَصْرَمُ وَصَرِيْمٌ يَتِيْمَيْنِ صَغِيْرَيْنِ مَاتَ أَبُوْهُمَا وَذُكِرَ أَنَّ اسْمَهٗ كَاشِحٌ وَّأَنَّ اسْمَ أُمِّهِمَا دَهْنًا وَّقِيْلَ كَانَ الْأَبَ الْعَاشِرَ وَرُوِيَ أَنَّهٗ كَانَ الْأَبَ السَّابِعَ وَأَيًّا مَّا كَانَ فَفِي الْاٰيَةِ دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّ صَلَاحَ الْاٰبَاءِ يُفِيْدُ الْعِنَايَةَ بِالْأَبْنَاءِ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)؛ سورۃ الکھف؛ ج۱۶ ص۴۴۶)

دیکھو! باپ کی نیکی اولاد کے کام آ رہی ہے، اور کون سا باپ؟ ساتواں باپ نیک تھا، ایک روایت میں ہے کہ یہ دسواں باپ تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''تاریخِ کبیر'' میں فرمایا کہ وہ مدفون خزانہ سونا اور چاندی تھا: (التاریخ الکبیر للامام البخاری رحمۃ اللہ علیہ؛ (دائرۃ المعارف)؛ ج۸ ص۳۶۹؛ رقم الحدیث ۳۳۵۷)

﴿فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ﴾

(سورۃ الکھف: آیۃ ۸۲)

حضرت خضر علیہ السلام نے یہاں فرمایا کہ آپ کے رب نے اپنی مہربانی سے چاہا کہ وہ دونوں یتیم بچے اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور اپنا دفینہ نکال لیں، یہاں ظاہر میں بھی خیر تھا، لہٰذا دیوار ٹھیک کردی تو اس کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف کی کہ آپ کے رب نے چاہا۔

حضراتِ شیخین، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ادب دیکھئے کہ جب آیت نازل ہوئی کہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے اونچی آواز سے بات مت کرو تو حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اتنی آہستہ آواز میں بات کی کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دریافت کرنا پڑا کہ کیا کہا۔ اسی ادب کا انعام کیا ملا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ﴾

(سورۃ الحجرٰت: آیۃ ۳)

اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب کو تقویٰ کے لئے خالص کردیا۔ یہ حضرات کمالِ تقویٰ کے ساتھ متصف ہیں (ترجمہ معارف القرآن)، کیا شان تھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ۔

چھانٹا وہ دل کہ جس کی ازل میں نمود تھی
پسلی پھڑک گئی نظرِ انتخاب کی

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اپنے استاد کا ادب کرنا

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ سے قرآن شریف پڑھتے تھے، قرأت سیکھنے جایا کرتے تھے، جب معلوم ہوجاتا کہ حضرت اُبیّ رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں ہیں تو یہ دروازہ نہیں کھٹکھٹاتے تھے بلکہ اپنے استاد کے باہر آنے کا

انتظار کرتے تھے۔ اب جب اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ اطمینان سے سو کر یا وضو کر کے دروازہ کھولتے تو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دروازے پر بیٹھا دیکھتے۔ آہ! نبی کے چچا کے بیٹے حضرت اُبیّ رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھے ہیں: فَاسْتَعْظَمَ ذٰلِكَ أُبَيٌّ مِّنْهُ فَقَالَ لَهٗ يَوْمًا هَلَّا دَقَقْتَ الْبَابَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ؟ ایک دن اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابن عباس! اے میرے نبی کے چچا کے بیٹے! تمہیں یوں بیٹھا دیکھ کر مجھے تکلیف ہوتی ہے، تم دروازہ کھٹکھٹا دیا کرو، میں جلدی نکل آیا کروں گا فَقَالَ: اَلْعَالِمُ فِيْ قَوْمِهٖ كَالنَّبِيِّ فِيْ أُمَّتِهٖ انہوں نے عرض کیا کہ ایسا نہیں ہوسکتا، میں خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کرسکتا، سورۂ حجرات میں نبی کے لئے جو آداب ہیں، وہی آداب آپ علمائے ربانین کے لئے بھی ہیں، آپ اللہ کے دین کے عالم ہیں، نائبِ رسول ہیں، لہٰذا میں ہمیشہ آپ کا ادب ہی کروں گا، کبھی دروازہ نہیں کھٹکھٹاؤں گا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝﴾

(سورۃ الحجرات: آیۃ ۴)

اے نبی! جو لوگ آپ کو آپ کے حجرے کے باہر کھڑے ہو کر آوازیں دیتے ہیں یہ بے عقل لوگ ہیں۔ تو ہم بے عقلی کا کام نہیں کریں گے کہ دروازے کے باہر سے آپ کو پکاریں، میں اس خیر میں آنا چاہتا ہوں جس کی اللہ نے تعریف کی ہے: وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ کہ اگر یہ لوگ صبر کرتے، آپ کے باہر آنے کا انتظار کرتے تو یہ ان کے لئے خیر کی بات ہوتی۔ تو میں اس خیر کو کیسے چھوڑ دوں؟ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وَقَدْ رَاَيْتُ هٰذِهِ الْقِصَّةَ صَغِيْرًا فَعَمِلْتُ بِمُوْجَبِهَا مَعَ مَشَائِخِيْ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى ذٰلِكَ میں نے اس قصہ کو بچپن میں پڑھا تھا، اس کے بعد میں نے اپنے تمام اساتذہ کے ساتھ ادب کا یہی معاملہ کیا اور اس پر میں اللہ تعالیٰ کا شکر گذار ہوں۔ (روح المعانی: (رشیدیہ)؛ ج ۲۶ ص ۴۱۲)

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کا ادب

انبیائے کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ادب کے واقعات آپ نے سن لئے، اب اولیاء اللہ کے واقعات بیان کرتا ہوں۔ایک شہر میں میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم اور مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم ساتھ تشریف لے گئے، ایک شخص نے مولانا ابرار الحق صاحب سے پوچھا کہ کیا مولانا شاہ محمد احمد صاحب بھی آپ کے ساتھ آئے ہیں؟ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب نے فرمایا کہ نہیں! بلکہ میں ان کے ساتھ آیا ہوں۔حالانکہ دونوں کامل ہیں، دونوں کے بارے میں امت بہت ہی نیک گمان رکھتی ہے، لیکن ذہن میں یہ بات فوراً آجانا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔فرمایا نہیں! میں مولانا کے ساتھ آیا ہوں۔

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ادب

دوسرا ادب کا واقعہ سنئے! حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ایک مسودہ تصحیح کے لئے حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھیجا۔اس میں کہیں حاجی صاحب سے تسامح ہوگیا اور ایک لفظ بالکل غلط سا ہوگیا، لہٰذا مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ ایک دائرہ بنایا۔اس وقت اگر ہم لوگ ہوتے تو کہتے کہ حضرت! یہاں آپ سے غلطی ہوگئی ہے، اگر اجازت ہو تو میں اس کو درست کردوں؟ مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں دائرہ بنایا اور حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، اپنے پیرومرشد کو لکھا کہ یہ لفظ میری سمجھ میں نہیں آرہا، ازراہِ کرم اطلاع فرمایئے۔بس حاجی صاحب کو وجد آگیا، آہ! باادب بانصیب، اس لئے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اے خدا جوئیم توفیقِ ادب
بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

اے خدا! ہم آپ سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں کیونکہ بے ادب آدمی آپ کی رحمت سے محروم رہتا ہے۔ اس کو مُند پڑھنا مانذ نہیں، کیوں؟ میرے شیخ نے مجھے ایسے ہی پڑھایا تھا، فرمایا اگر ماند پڑھو گے تو شعر کا وزن گر جائے گا۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ کتاب ''ملفوظات حسن العزیز'' ص: ۱۵۴، (مطبوعہ ملتان) میں اختر نے پڑھا کہ حضرت نے فرمایا کہ میں نے ہمیشہ اللہ اللہ کرنے والوں کا ادب کیا ہے، گو ان سے کچھ لغزشیں بھی ہوتی ہوں حالانکہ میں صاحبِ فتویٰ ہوں، فتویٰ دینا خوب جانتا ہوں، مگر اہل اللہ پر فتویٰ کبھی جاری نہیں کیا، سب اللہ والوں سے میں نے دعا ہی لی ہے، کبھی ان کا دل نہیں دُکھایا۔

قرأت کی عاشقانہ تعریف

ارشاد فرمایا کہ قرأت کیا ہے؟ اَنۡ تَقۡرَءَ الۡقُرۡاٰنَ کَمَا کَانَ یَقۡرَءُ رَسُوۡلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ، جیسا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کو پڑھتے تھے ویسا پڑھنے کو قرأت کہتے ہیں۔ مٰلِكِ کو بعض لوگ ''مالکے'' پڑھتے ہیں، یہ صحیح نہیں ہے۔ پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ اب میں بتاتا ہوں کہ کتنا فرق پڑتا ہے، آپ کہتے ہیں کہ جناب! گوبھی کھاتے ہیں (مطلب ہوتا ہے کہ سبزی گوبھی کھاتے ہیں)، دوسرا کہتا ہے کہ جناب! گُوبھی کھاتے ہیں (یعنی گوبر)۔ اب پتا چل گیا کہ معروف اور مجہول پڑھنے سے معنی کس قدر بدل جاتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاوتِ قرآن کی کیفیت

۲؍ذیقعدہ ۱۴۱۲ھ مطابق ۵؍مئی ۱۹۹۲ء بروز منگل، خانقاہ میں

ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِكَ، حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا فرما رہے ہیں کہ اے خدا! ایسا نبی بھیج جو لوگوں پر تیری آیات تلاوت کرے۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے تھے کہ جب نبی تلاوت کرتا ہے تو چونکہ کلامِ الٰہی نبی کے دل پر نازل ہوتا ہے، اس لئے کلامِ الٰہی کا نور اور پھر زبانِ نبوت سے ادا ہوا تو اس کا نور، دونوں نور مل کر عالَم ہی کچھ اور ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے کفارِ مکہ لوگوں کو منع کرتے تھے کہ خبردار! حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قرأت مت سننا کیونکہ جو آپ کی تلاوتِ قرآن سن لیتا تھا، ایمان لانے پر مجبور ہو جاتا تھا یا پھر وہاں سے بھاگ جاتے تھے، ایسا دل پر اثر ہوتا تھا۔ یہاں سے ایک مسئلہ اور معلوم ہوا کہ اللہ نے تلاوت کا لفظ نازل فرمایا کہ کلامِ الٰہی کو سمجھا دیتے ہیں، اس لئے بغیر متن کے قرآنِ پاک کا صرف ترجمہ چھاپنا یا پڑھنا جائز نہیں ہے۔

فتویٰ: بلا متن کے قرآن شریف کا محض ترجمہ چھاپنا ناجائز ہے۔ اس کا پڑھنا اور خریدنا بھی ناجائز ہے۔ اس کے چھاپنے والے کے خلاف مسلمانوں کو ہر ممکن کاروائی کرنی چاہیے، اور ایسے شخص کو اس بات پر مجبور کرنا چاہیے کہ وہ اس ترجمہ کی اشاعت بند کر دے۔

(مفتی) سعید احمد غفرلہ۔ مفتی مدرسہ مظاہر العلوم، سہارنپور

جواہر الفقہ۔ ص ۱۳۰ (مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی)
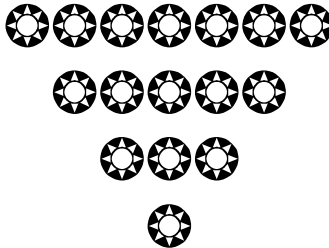
باب سوم۔ مضامین متعلق

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ

صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظمتوں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت کی پہچان

ارشاد فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں جو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا﴾

(سورۃ الفتح: آیۃ ۲۹)

یہ حقیقت میں حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بلندیٔ اخلاق اور سیرتِ حسنہ کی طرف اشارہ ہے کہ اے کافرو! تم میرے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں کیا گمان رکھتے ہو:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ﴾

(سورۃ آل عمران: آیۃ ۱۴۴)

ارے وہ تو ہمارے رسول ہیں، ان کی شان کا کیا کہنا ہے، جن کے غلاموں کی شان یہ ہے کہ کافروں پر سخت ہیں، اور یہ شدت بھی للہ ہے، نفس کے غلبہ سے نہیں ہے، نفسانی یا علاقائی نہیں ہے بلکہ اللہ کے لئے ہے، چنانچہ یہی صحابہ، یہی غلامانِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو کافروں پر سخت ہیں، آپس میں ایک دوسرے پر بہت جان چھڑکتے ہیں۔ جب کسی بڑے آدمی کا رتبہ اور بلندیٔ اخلاق دیکھنی ہوتی ہے تو اس کے رفقاء کو لوگ دیکھتے ہیں کہ اِن کے اَخلاق کا اُن لوگوں پر کیا اثر ہوا جو رات دن ان کے ساتھ رہتے ہیں۔

توبہ کی توفیق منزّل من السماء ہوتی ہے

ارشاد فرمایا کہ خدا کے عاشقوں کا مقام جو قرآنِ پاک نے بیان کیا ہے کہ

جن کے دل زندہ ہیں خدا کی نافرمانی سے ان کے دل پر کیا گذرتی ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم کو جب اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا علم ہوا تو:

﴿ضَاقَتۡ عَلَيۡهِمُ الۡاَرۡضُ بِمَا رَحُبَتۡ وَضَاقَتۡ عَلَيۡهِمۡ اَنۡفُسُهُمۡ﴾

(سورۃ التوبۃ: آیۃ ۱۱۸)

زمین باوجود اپنی وسعت کے ان پر تنگ ہوگئی اور وہ اپنی جانوں سے بھی بیزار ہوگئے۔ مقبولین کے احوال میں قرآنِ پاک اعلان کررہا ہے کہ وہ گناہ پر قائم نہیں رہتے۔ آج تسبیح ہاتھ میں ہے لیکن بدنگاہی نہیں چھوڑتے، چھوٹے سے چھوٹا گناہ بھی مسلسل کرنے سے کبیرہ بن جاتا ہے۔ بربنائے بشریت تو بڑے سے بڑے ولی اللہ سے بھی گناہ ہوسکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ثُمَّ تَابَ عَلَيۡهِمۡ لِيَتُوۡبُوۡا ؕ﴾

(سورۃ التوبۃ: آیۃ ۱۱۸)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ ان پر مہربانی کرتا ہے، کس طرح مہربانی کرتا ہے؟ تفسیری جملہ ہے روح المعانی کا:

((اَیۡ وَفَّقَهُمۡ لِلتَّوۡبَةِ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)؛ سورۃ التوبۃ؛ ج ۱۱ ص ۵۷)

اللہ ان کو توبہ کی توفیق دے دیتا ہے تاکہ وہ توبہ کرلیں۔ معلوم ہوا توبہ آسمان سے نصیب ہوتی ہے، جس کو گناہ کے بعد توبہ نصیب نہ ہو تو سمجھ لو کہ آسمان سے اس کا کنکشن کٹا ہوا ہے۔

تین صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی قبولیتِ توبہ کا مفصّل واقعہ

ضَاقَتۡ عَلَيۡهِمُ الۡاَرۡضُ سورۂ توبہ کی آیت ۱۱۸ تین صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو غزوۂ تبوک میں شریک ہونے سے پیچھے رہے تھے۔ ان تینوں صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس واقعہ میں عاشقوں کے لئے بڑے سبق کی بات ہے:

﴿وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴾

ترجمہ: اوران تین شخصوں پر جن کو پیچھے رکھا تھا، یہاں تک کہ جب تنگ ہوگئی ان پر زمین باوجود کشادہ ہونے کے اور تنگ ہوگئیں ان پر ان کی جانیں اور سمجھ گئے کہ کہیں پناہ نہیں اللہ سے مگر اسی کی طرف، پھر مہربان ہوا ان پر تا کہ وہ پھر آئیں، بے شک اللہ ہی ہے مہربان رحم والا۔ (معارف القرآن از حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

جب ان تین صحابہ رضی اللہ عنہم کو معلوم ہوگیا کہ اللہ ورسول ان سے ناراض ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور دوسرے صحابہ نے پچاس دن تک ان سے بولنا چھوڑ دیا تو ان پر کیا گزری؟ ان کے غم کو اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں نازل فرمارہے ہیں۔ اگر یہ خود بیان کرتے تو اہلِ دنیا یقین نہ کرتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے عاشقوں کی بلندئ شان دِکھانے کے لئے قرآنِ پاک میں ان کے غم کی گواہی دی، اوران کے اس غم کو قرآن کا جزو بنادیا کہ زمین باجود اپنی وسعت کے ان پر تنگ ہوگئی اور وہ اپنی جانوں سے بے زار ہوگئے۔ مومن کی یہی شان ہونی چاہیے کہ جب کوئی گناہ ہوجائے، کوئی بدنظری ہوجائے تو پوری دنیا اس کو تنگ معلوم ہو اور اپنی جان سے بے زار ہوجائے۔ جس کو یہ بات حاصل نہیں تو سمجھ لو کہ اس کی نسبت مع اللہ کا چراغ انتہائی ضعیف ہے، اس کو بہت اللہ سے رونا چاہیے اور اللہ سے تعلق کو قوی کرنے والے اسباب اختیار کرنا چاہیے، جو کوشش کرتا ہے پا جاتا ہے، اللہ کے راستے میں ناکامی نہیں ہے۔ (آگے کا تفصیلی واقعہ تفسیر معارف القرآن سے لکھا گیا ہے۔ جامع)

یہ تین حضرات حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ ہیں، تینوں انصاری تھے، جو اس سے پہلے بیعتِ عقبہ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دوسرے غزوات میں شریک رہ چکے تھے، مگر اس وقت اتفاقی طور سے اس

لغزش میں مبتلا ہو گئے، اور منافقین جو اس جہاد میں اپنے نفاق کی وجہ سے شریک نہیں ہوئے تھے، انہوں نے بھی ان کو ایسے ہی مشورے دیئے جس سے ان کی ہمت ٹوٹ گئی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جہاد سے واپس آئے تو منافقین نے حاضر ہو کر جھوٹے عذر پیش کر کے اور جھوٹی قسمیں کھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راضی کرنا چاہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی باطنی حالت کو اللہ کے سپرد کیا اور ظاہری قسموں کو قبول کر لیا، یہ لوگ آرام سے رہنے لگے۔ کچھ لوگوں نے ان تینوں انصاری بزرگوں کو بھی یہی مشورہ دیا کہ تم بھی جھوٹے عذر کر کے اپنی صفائی پیش کر دو، مگر ان کے دلوں نے ملامت کی کہ ایک گناہ تو جہاد سے پیچھے رہنے کا کر چکے ہیں، اب دوسرا گناہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جھوٹ بولنے کا کریں؟ اس لئے صاف صاف اپنے قصور کا اعتراف کر لیا، جس کی سزا میں ان سے سلام و کلام بند کرنے کا حکم جاری کیا گیا۔

انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان سب کی حقیقت کھول دی، جھوٹی قسمیں کھا کر عذر کرنے والوں کا پردہ فاش کر دیا، اور ان تین بزرگوں نے جو سچ بولا اور اعترافِ قصور کیا، ان کی توبہ اس آیت میں نازل ہوئی، اور پچاس دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعراض اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مقاطعہ سلام و کلام کی انتہائی سخت مصیبت جھیلنے کے بعد بڑی سرخروئی اور مبارکبادوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سب مسلمانوں میں مقبول ہوئے۔ ان تینوں صحابہ رضی اللہ عنہم کے واقعہ کی تفصیل احادیثِ صحیحہ سے یہ ہے:

ان تین بزرگوں میں سے ایک کعب بن مالک رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے اپنے واقعہ کی تفصیل اس طرح بتلائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جتنے غزوات میں شرکت کی، میں ان سب میں بجز غزوۂ تبوک کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک رہا، البتہ غزوۂ بدر کا واقعہ چونکہ اچانک پیش آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کو اس میں شریک ہونے کا حکم بھی نہیں دیا تھا، اور شریک نہ ہونے والوں پر کوئی عتاب بھی نہیں فرمایا تھا، اس میں بھی شریک نہ ہو سکا تھا۔ اور میں لیلۃ العقبہ کی بیعت میں بھی حاضر تھا،

جس میں ہم نے اسلام کی حمایت وحفاظت کا معاہدہ کیا تھا، اور مجھے یہ بیعتِ عقبہ کی حاضری غزوۂ بدر کی حاضری سے بھی زیادہ محبوب ہے، اگرچہ غزوۂ بدر لوگوں میں زیادہ مشہور رہے۔

میرا واقعہ غزوۂ تبوک میں غیر حاضری کا یہ ہے کہ میں کسی وقت بھی اس وقت سے زیادہ خوش حال اور مالدار نہ تھا۔ بخدا! میرے پاس کبھی اس سے پہلے دو سواریاں جمع نہیں ہوئی تھیں جو اس وقت موجود تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سخت گرمی اور تنگدستی کی حالت میں اس جہاد کا قصد فرمایا، اور سفر بھی بڑی دور کا تھا، مقابلہ پر دشمن کی قوت اور تعداد بہت زیادہ تھی، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جہاد کا کھل کر اعلان کر دیا تاکہ مسلمان اس کے لئے پوری تیاری کر سکیں۔ اس غزوہ میں شریک ہونے والوں کی تعداد مسلم شریف کی روایت کے مطابق دس ہزار سے زائد اور ایک روایت کے مطابق تیس ہزار سے زائد تھی۔

اس جہاد میں نکلنے والوں کی کوئی فہرست نہیں لکھی گئی تھی۔ اس لئے جو لوگ جہاد میں نہیں جانا چاہتے تھے ان کو یہ موقع مل گیا کہ نہ گئے تو کسی کو خبر بھی نہ ہوگی۔ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جہاد کے لئے نکلے تو وہ وقت تھا کہ کھجوریں پک رہی تھیں، باغات والے ان میں مشغول تھے۔ اسی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عام مسلمانوں نے سفر کی تیاری شروع کر دی اور جمعرات کے دن سفر کا آغاز فرمایا۔ میرا حال یہ تھا کہ میں روز صبح کو ارادہ کرتا کہ جہاد کی تیاری کروں مگر بغیر کسی تیاری کے واپس آجاتا۔ میں دل میں کہتا تھا کہ میں جہاد پر قادر ہوں مجھے نکلنا چاہیے، مگر یونہی آج کل میں میرا ارادہ ٹلتا رہا، یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عام مسلمان جہاد کے لئے روانہ ہو گئے۔ پھر بھی میرے دل میں یہ آتا رہا کہ میں بھی روانہ ہو جاؤں اور کہیں راستہ میں مل جاؤں اور کاش! کہ میں ایسا کر لیتا، مگر یہ کام (افسوس ہے کہ) نہ ہو سکا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد جب میں مدینہ میں کہیں جاتا

تو یہ بات مجھے غمگین کرتی تھی کہ اس وقت پورے مدینہ میں یا تو وہ لوگ نظر پڑتے تھے جو نفاق میں ڈوبے ہوئے تھے، یا پھر ایسے بیمار معذور جو قطعاً سفر کے قابل نہ تھے۔ دوسری طرف پورے راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرا خیال کہیں نہیں آیا، یہاں تک کہ آپ تبوک پہنچ گئے، اس وقت آپ نے ایک مجلس میں ذکر کیا کہ کعب بن مالک کو کیا ہوا؟ وہ کہاں ہے؟ بنو سلمہ کے لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان کو جہاد سے ان کے عمدہ لباس اور اس پر نظر کرتے رہنے نے روکا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ تم نے یہ بُری بات کہی ہے، یا رسول اللہ! بخدا! میں نے ان میں خیر کے سوا کچھ نہیں پایا۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہو گئے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے یہ خبر ملی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لا رہے ہیں تو مجھے بڑی فکر ہوئی، اور قریب تھا کہ میں اپنی غیر حاضری کا کوئی عذر گھبرا کر تیار کر لیتا اور ایسی باتیں پیش کر دیتا جس کے ذریعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضی سے نکل جاتا (میرے دل میں یہ خیالات و وساوس گھومتے رہے) یہاں تک کہ جب یہ خبر ملی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے ہیں تو خیالاتِ فاسدہ میرے دل سے مٹ گئے اور میں نے سمجھ لیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضی سے کسی ایسی بنیاد پر نہیں نکل سکتا جس میں جھوٹ ہو، اس لئے میں نے بالکل سچ بولنے کا عزم کر لیا، مجھے صرف سچ ہی نجات دلا سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لائے تو (حسبِ عادت) چاشت کے وقت یعنی صبح کو آفتاب کچھ بلند ہونے کے وقت مدینہ میں داخل ہوئے اور عادتِ شریفہ یہی تھی کہ سفر سے واپسی کا عموماً یہی وقت ہوا کرتا تھا، اور عادت یہ تھی کہ پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے، دو رکعتیں پڑھتے، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے، اس کے بعد ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے ملتے تھے۔ اسی عادت کے مطابق آپ اول مسجد میں تشریف لے گئے، دو رکعت ادا کی، پھر مسجد میں بیٹھ گئے۔ جب لوگوں نے

یہ دیکھا تو غزوۂ تبوک میں نہ جانے والے منافقین جن کی تعداد اسی (۸۰) سے کچھ اوپر تھی خدمت میں حاضر ہو کر جھوٹے عذر پیش کر کے اس پر جھوٹی قسمیں کھانے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ظاہری قول و قرار اور قسموں کو قبول کر لیا، اور ان کے باطنی حالات کو اللہ کے سپرد کیا۔

اسی حال میں مَیں بھی حاضرِ خدمت ہوا اور چلتے چلتے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ جب میں نے سلام کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا تبسم فرمایا جیسے ناراض آدمی کیا کرتا ہے، (بعض روایات میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا رُخ پھیر لیا) تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ مجھ سے چہرۂ مبارک کیوں پھیرتے ہیں؟ خدا کی قسم! میں نے نفاق نہیں کیا، نہ دین کے معاملہ میں کسی شبہ و شک میں مبتلا ہوا، نہ اس میں کوئی تبدیلی کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر جہاد میں کیوں نہیں گئے؟ کیا تم نے سواری نہیں خرید لی تھی؟ میں نے عرض کیا بے شک یا رسول اللہ! اگر میں آپ کے سوا دنیا کے کسی دوسرے آدمی کے سامنے بیٹھتا تو مجھے یقین ہے کہ میں کوئی عذر گھڑ کر اس کی ناراضی سے بچ جاتا، کیونکہ مجھے بات بنانے میں مہارت حاصل ہے لیکن قسم ہے اللہ کی کہ میں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اگر میں نے آپ سے کوئی جھوٹی بات کہی، جس سے آپ وقتی طور پر راضی ہو جائیں تو کچھ دور نہیں کہ اللہ تعالیٰ حقیقتِ حال آپ پر کھول کر مجھ سے ناراض کر دیں گے، اور اگر میں نے سچی بات بتلا دی جس سے بالفعل آپ مجھ پر ناراض ہوں تو مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرما دیں گے۔ صحیح بات یہ ہے کہ جہاد سے غائب رہنے میں میرا کوئی عذر نہیں تھا، میں کسی وقت بھی مالی اور جسمانی طور پر اتنا قوی اور پیسے والا نہیں ہوا تھا جتنا اس وقت تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے سچ بولا ہے، پھر فرمایا کہ اچھا جاؤ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے متعلق کوئی فیصلہ فرما دیں۔

میں یہاں سے اٹھ کر چلا تو بنی سلمہ کے چند آدمی میرے پیچھے لگے، اور

کہنے لگے کہ اس سے پہلے تو ہمارے علم میں تم نے کوئی گناہ نہیں کیا، یہ تم نے کیا بیوقوفی کی؟ اس وقت کوئی عذر پیش کر دیتے جیسا دوسرے رہ جانے والوں نے پیش کیا، تمہارے گناہ کی معافی کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استغفار کرنا کافی ہو جاتا۔ بخدا! یہ لوگ مجھے بار بار ملامت کرتے رہے یہاں تک کہ میرے دل میں یہ خیال آ گیا کہ میں لوٹ جاؤں، اور پھر جا کر عرض کروں کہ میں نے جو بات پہلے کہی تھی وہ غلط تھی، میرا عذر صحیح موجود تھا، مگر پھر میں نے دل میں کہا کہ میں ایک گناہ کے دو گناہ نہ بناؤں، ایک گناہ تو تخلف کا سرزد ہو چکا ہے، دوسرا گناہ جھوٹ بولنے کا کر گذروں۔

پھر میں نے ان سے پوچھا کہ پیچھے رہنے والوں میں کوئی اور بھی میرے ساتھ ہے جس نے اپنے جرم کا اعتراف کرلیا ہو؟ انہوں نے بتلایا کہ دو آدمی اور ہیں جنہوں نے تمہاری طرح اقرارِ جرم کرلیا، اور ان کو بھی وہی جواب دیا گیا جو تمہیں کہا گیا ہے (کہ اللہ کے فیصلہ کا انتظار کرو) میں نے پوچھا کہ وہ دو کون ہیں؟ انہوں نے بتلایا کہ ایک مُرارہ بن ربیع، دوسرے ہلال بن امیہ ہیں۔ (ان میں سے مُرارہ کے تخلف کا تو سبب یہ ہوا کہ ان کا ایک باغ تھا، جس کا پھل اس وقت پک رہا تھا، تو انہوں نے اپنے دل میں کہا کہ تم نے اس سے پہلے کئی غزوات میں حصہ لیا ہے، اگر اس سال جہاد میں نہ جاؤ تو کیا جرم ہے؟ اس کے بعد جب انہیں اپنے گناہ پر تنبہ ہوا تو انہوں نے اللہ سے عہد کرلیا کہ یہ باغ میں نے اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا۔ اور دوسرے بزرگ حضرت ہلال بن امیہ کا یہ واقعہ ہوا کہ ان کے اہل وعیال عرصہ سے متفرق تھے، اس موقع پر سب جمع ہو گئے تو یہ خیال کیا کہ اس سال میں جہاد میں نہ جاؤں، اپنے اہل وعیال میں بسر کروں۔ ان کو بھی جب اپنے گناہ کا خیال آیا تو انہوں نے یہ عہد کیا کہ اب میں اپنے اہل وعیال سے علیحدگی اختیار کرلوں گا۔)

کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے ایسے دو بزرگوں کا ذکر کیا جو غزوۂ بدر کے مجاہدین میں سے ہیں، تو میں نے کہا کہ بس میرے لئے انہی دونوں

بزرگوں کا عمل قابلِ تقلید ہے، یہ کہہ کر میں اپنے گھر چلا گیا۔ اُدھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ہم تینوں کے ساتھ سلام وکلام کرنے سے منع فرما دیا۔ اب ہمارا حال یہ ہو گیا کہ ہم لوگوں کے پاس جاتے تو کوئی ہم سے کلام نہ کرتا نہ سلام کرتا نہ سلام کا جواب دیتا۔ اس وقت ہماری دنیا بالکل بدل گئی، ایسا معلوم ہونے لگا کہ نہ وہ لوگ ہیں جو پہلے تھے، نہ ہمارے باغ اور مکان ہیں جو ان سے پہلے تھے، سب اجنبی نظر آنے لگے۔ مجھے سب سے بڑی فکر یہ تھی کہ اگر میں اس حال میں مر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں گے، یا خدانخواستہ اس عرصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہو گئی تو میں عمر بھر اسی طرح سب لوگوں میں ذلیل وخوار پھرتا رہوں گا۔ اس کی وجہ سے میرے لئے ساری زمین بیگانہ وویرانہ نظر آنے لگی، اسی حال میں ہم پر پچاس راتیں گذر گئیں۔ اس زمانہ میں میرے دونوں ساتھی (مُرارہ اور ہلال) تو شکستہ دل ہو کر گھر میں بیٹھ رہے اور رات دن روتے تھے، لیکن میں جوان آدمی تھا، باہر نکلتا اور چلتا پھرتا تھا اور نماز میں سب مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوتا تھا، اور بازاروں میں پھرتا تھا مگر نہ کوئی مجھ سے کلام کرتا نہ میرے سلام کا جواب دیتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں نماز کے بعد حاضر ہوتا اور سلام کرتا تو یہ دیکھا کرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لبِ مبارک کو جوابِ سلام کے لئے حرکت ہوئی یا نہیں؟ پھر میں آپ کے قریب ہی نماز پڑھتا تو نظر چُرا کر آپ کی طرف دیکھتا تو معلوم ہوتا کہ جب میں نماز میں مشغول ہو جاتا ہوں تو آپ میری طرف دیکھتے ہیں اور جب میں آپ کی طرف دیکھتا ہوں تو رُخ پھیر لیتے ہیں۔

جب لوگوں کی یہ بے رُخی دراز ہوئی تو ایک روز میں اپنے چچا زاد بھائی قتادہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا جو میرے سب سے زیادہ دوست تھے۔ میں نے ان کو سلام کیا، خدا کی قسم! انہوں نے بھی میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے پوچھا کہ اے قتادہ! کیا تم نہیں جانتے کہ میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں۔ اس پر بھی

قتادہ نے سکوت کیا، کوئی جواب نہیں دیا، جب میں نے بار بار یہ سوال دہرایا تو تیسری یا چوتھی مرتبہ میں انہوں نے صرف اتنا کہا کہ اللہ جانتا ہے اور اس کا رسول، میں رو پڑا۔ اسی زمانہ میں ایک روز مَیں مدینہ کے بازار میں چل رہا تھا کہ اچانک ملکِ شام کا ایک نبطی شخص جو غلہ فروخت کرنے کے لئے شام سے مدینہ میں آیا تھا، اس کو دیکھا کہ لوگوں سے پوچھ رہا ہے کہ کیا کوئی مجھے کعب بن مالک کا پتہ بتا سکتا ہے؟ لوگوں نے مجھے دیکھ کر میری طرف اشارہ کیا، وہ آدمی میرے پاس آ گیا اور مجھے شاہِ غسان کا ایک خط دیا جو ریشمی رومال پر لکھا ہوا تھا، جس کا مضمون یہ تھا ''اما بعد! مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ کے نبی نے آپ سے بے وفائی کی اور آپ کو دور کر رکھا ہے، اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلت اور ہلاکت کی جگہ میں نہیں رکھا ہے، تم اگر ہمارے یہاں آنا پسند کرو تو آ جاؤ، ہم تمہاری مدد کریں گے۔'' میں نے جب یہ خط پڑھا تو کہا کہ یہ ایک اور میرا امتحان اور آزمائش ہے کہ اہلِ کفر کو مجھ سے اس کی طمع اور توقع ہو گئی (کہ میں ان کے ساتھ مل جاؤں)، میں یہ خط لے کر آگے بڑھا اور ایک دکان پر تنور لگا ہوا تھا اس میں جھونک دیا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب پچاس میں سے چالیس راتیں گذر چکی تھیں تو اچانک دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک قاصد خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ میرے پاس آ رہے ہیں، آ کر یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی سے بھی علیحدگی اختیار کر لو۔ میں نے پوچھا کہ کیا طلاق دے دوں یا کیا کروں؟ انہوں نے بتلایا کہ نہیں! عملاً اس سے الگ رہو، قریب نہ جاؤ۔ اسی طرح کا حکم میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی پہنچا۔ میں نے بیوی سے کہہ دیا کہ تم اپنے میکے میں چلی جاؤ اور وہیں رہو جب تک اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ فرما دیں۔ ہلال بن امیہ کی اہلیہ خولہ بنت عاصم یہ حکم سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ ہلال بن امیہ بوڑھے ضعیف آدمی ہیں، کوئی ان کا خادم نہیں، وہ ضعیف البصر بھی ہیں،

کیا آپ یہ پسند نہیں فرمائیں گے کہ میں ان کی خدمت کرتی رہوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ خدمت کرنے کی ممانعت نہیں البتہ وہ تمہارے پاس نہ جائیں، انہوں نے عرض کیا کہ وہ تو بڑھاپے کی وجہ سے ایسے ہوگئے ہیں کہ ان میں کوئی حرکت ہی نہیں، اور واللہ! ان پر تو مسلسل گریہ طاری ہے، رات دن روتے رہتے ہیں۔

کعب بن مالک فرماتے ہیں مجھے بھی میرے بعض متعلقین نے مشورہ دیا کہ تم بھی آنحضرت ﷺ سے بیوی کو ساتھ رکھنے کی اجازت لے لو جیسا کہ آپ نے ہلال کو اجازت دے دی ہے۔ میں نے کہا کہ میں ایسا نہیں کروں گا، معلوم نہیں رسول اللہ ﷺ کیا جواب دیں، اس کے علاوہ میں جوان آدمی ہوں (بیوی کو ساتھ رکھنا احتیاط کے خلاف ہے) چناچہ اسی حال پر میں نے دس راتیں اَور گذاریں، یہاں تک کہ پچاس راتیں مکمل ہوگئیں۔ اس وقت ہماری توبہ رسول اللہ ﷺ پر ایک تہائی رات گزرنے کے وقت نازل ہوئی، ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جو اس وقت حاضر تھیں، انہوں نے عرض کیا کہ اجازت ہو تو کعب بن مالک کو اسی وقت اس کی خبر کردی جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا ہوا تو ابھی لوگوں کا ہجوم ہوجائے گا، رات کی نیند مشکل ہوجائے گی۔ کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ پچاسویں رات کے بعد صبح کی نماز پڑھ کر میں اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا تھا اور میری حالت وہ تھی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کیا ہے کہ مجھ پر میری جان اور زمین باوجود وسعت کے تنگ ہوچکی تھی، اچانک میں نے سلع پہاڑ کے اوپر سے کسی چلّانے والے آدمی کی آواز سنی، جو بلند آواز سے کہہ رہا تھا کہ اے کعب بن مالک! بشارت ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ یہ بلند آواز سے کہنے والے ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے جبلِ سلع پر چڑھ کر یہ آواز دی کہ اللہ نے کعب کی توبہ قبول فرمالی، بشارت ہو، اور ایک روایت میں یہ ہے کہ یہ خوشخبری حضرت کعب کو سنانے کے لئے دو آدمی دوڑے، ان میں سے ایک آگے بڑھ گیا، تو جو پیچھے رہ گیا تھا اس نے یہ کیا کہ سلع

پہاڑ پر چڑھ کر آواز دے دی اور کہا جاتا ہے کہ یہ دوڑنے والے دو بزرگ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ تھے۔ کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ یہ آواز سن کر میں سجدے میں گر گیا اور انتہائی فرحت سے رونے لگا، اور مجھے معلوم ہو گیا کہ اب کشادگی آ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ہماری توبہ قبول ہونے کی خبر دی تھی، اب سب طرف سے لوگ ہم تینوں کو مبارکباد دینے کے لئے دوڑ پڑے، بعض لوگ گھوڑے پر سوار ہو کر میرے پاس پہنچے مگر پہاڑ سے آواز دینے والے کی آواز سب سے پہلے پہنچ گئی۔

حضرت کعب کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لئے نکلا تو لوگ جوق در جوق مجھے مبارکباد دینے کے لئے آ رہے تھے، میں مسجدِ نبوی میں داخل ہوا تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں، آپ کے گرد صحابۂ کرام کا مجمع ہے، مجھے دیکھ کر سب سے پہلے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر میری طرف لپکے اور مجھ سے مصافحہ کر کے قبولِ توبہ پر مبارک باد دی، طلحہ کا یہ احسان میں کبھی نہیں بھولتا۔ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا تو آپ کا چہرۂ مبارک خوشی کی وجہ سے چمک رہا تھا، آپ نے فرمایا کہ اے کعب! بشارت ہو تمہیں ایسے مبارک دن کی جو تمہاری عمر میں پیدائش سے لے کر آج تک سب سے زیادہ بہتر دن ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ حکم آپ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں، یہ حکم اللہ تعالیٰ کا ہے، تم نے سچ بولا تھا، اللہ تعالیٰ نے تمہاری سچائی کو ظاہر فرما دیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنے سب مال و متاع سے نکل جاؤں کہ سب کو اللہ کی راہ میں صدقہ کر دوں، آپ نے فرمایا نہیں! کچھ مال اپنی ضرورت کے لئے رہنے دو، یہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اچھا! آدھا مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے اس سے بھی انکار فرمایا، میں نے پھر ایک تہائی مال کی اجازت مانگی تو آپ نے اس کو قبول فرما لیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ!

مجھے اللہ نے سچ بولنے کی وجہ سے نجات دی ہے، اس لئے میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک میں زندہ ہوں کبھی سچ کے سوا کوئی کلمہ نہیں بولوں گا۔

جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ سچ بولنے کا عہد کیا تھا، الحمد للہ! آج تک کوئی کلمہ جھوٹ کا میری زبان پر نہیں آیا، اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ باقی زندگی میں بھی مجھے اس سے محفوظ رکھیں گے۔ خدا کی قسم! اسلام کے بعد اس سے بڑی نعمت مجھے نہیں ملی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے سچ بولا، جھوٹ سے پرہیز کیا کیونکہ اگر میں جھوٹ بولتا تو اسی طرح ہلاکت میں پڑ جاتا جس طرح دوسرے جھوٹی قسمیں کھانے والے ہلاک ہوئے جن کے بارے میں قرآن میں یہ نازل ہوا: سَیَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰہِ لَکُمۡ اِذَا انۡقَلَبۡتُمۡ اِلَیۡہِمۡ سے لے کر فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَرۡضٰی عَنِ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِیۡنَ تک۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ ان تینوں حضرات سے مقاطعہ کا پچاس دن تک جاری رہنا شاید اس حکمت پر مبنی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غزوۂ تبوک میں پچاس دن ہی صرف ہوئے تھے۔ از معارف القرآن (ج ۴ ص ۴۷۷)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی محبت کا واقعہ

۲۶ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ مطابق ۸ اگست ۱۹۹۱ء

بروز جمعرات بعد فجر، خانقاہ میں درسِ حدیث، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ جہاں کسی مجلس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی برائی کی جارہی ہو، علماء کو بُرا کہا جارہا ہو تو غیرت مند انسان کو فوراً اس کے منہ پر کہہ دینا چاہیے:

((لَعۡنَةُ اللّٰہِ عَلٰی شَرِّکُمۡ۔ رواہ الترمذی))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ کتاب المناقب؛ باب مناقب الصحابۃ؛ ص ۵۵۴)

اے شخص! تیرے اوپر لعنت ہو۔ یہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے، اور فرمایا لَا تَسُبُّوۡا اَصۡحَابِیۡ (مشکوٰۃ: (قدیمی) ص ۵۵۳) میرے صحابہ کا کبھی بُرائی سے تذکرہ مت کرنا، اور فرمایا:

((اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا مِّنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ وَمَنْ اٰذَاھُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ وَمَنْ اٰذَی اللّٰہَ فَیُوْشِکُ اَنْ یَّاْخُذَہٗ۔رواہ الترمذی))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ کتاب المناقب؛باب مناقب الصحابۃ؛ص ۵۵۴)

میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرو، میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرو، میرے بعد ان کو نشانۂ ملامت نہ بنانا، پس جس شخص نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی، اور جس نے ان سے بغض رکھا تو مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا، جس نے ان کو ایذاء دی اس نے مجھے ایذاء دی، اور جس نے مجھے ایذاء پہنچائی اس نے گویا خدا کو ایذاء پہنچائی اور جس نے خدا کو ایذاء پہنچائی عنقریب خدا اس کو پکڑے گا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں ایک دوسرے سے کیسی محبت اور کیسا ادب کرتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر کے اس مقام پر قدم نہیں رکھا جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوتے تھے۔ اگر کوئی تمہارے ماں باپ کی برائی کررہا ہو تو کیا وہاں کہو گے کہ کیا کریں! ان سے تعلقات ہمارے بہت پرانے ہیں۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بہت بڑے رئیس زمیں دار نے دعوت کی، اتنا بڑا زمیں دار تھا کہ اس کے نام سے وہاں سڑک بنائی گئی تھی۔ کھانے کے دوران اس نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کیا کہ انہوں نے یہ غلطی کی ہے، اسی وقت حضرت نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور اپنا ڈنڈا، لاٹھی جو تیل میں ڈوبا رہتا تھا، اس کا نام بھی رکھا ہوا تھا، عبدالجبار، وہ اٹھایا اور فرمایا خبیث کہیں کے! تیرا کیا منہ ہے کہ تُو امام صاحب پر اعتراض کرے۔ وہ جان بچا کر وہاں سے بھاگا اور ایک کمرے میں خود کو بند کرلیا۔ پھر اس کے چھ سات ملازموں نے آ کر حضرت سے معافی مانگی تب اس کی جان بخشی کی مگر پھر وہاں رکے نہیں، ایسے نالائق کا کھانا بھی نہیں کھایا۔

فلاں لٹریچری (حضرت والا نے نام لے کر فرمایا۔ سہیل) جو یہ کہتا ہے کہ میں تو حقائق بیان کرتا ہوں، تاریخ کی کتابوں میں ایسے ہی لکھا ہوا ہے، تو حضرت مفتی اعظم مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ قرآن اور حدیث کے مقابلے میں تاریخ کی ادنیٰ سے ادنیٰ بھی حیثیت نہیں ہے۔ تاریخ کا تو یہ حال ہے کہ آج اگر لالوکھیت میں جھگڑا ہو تو دس آدمی اس کو آگے بیان کریں گے تو تمام میں اختلاف ہوگا، ایک کہے گا سو مر گئے، دوسرا کہے گا پچاس مر گئے، تیسرا کہے گا پانچ مر گئے اور ایک کہے گا کسی کو خراش بھی نہیں آئی۔ جب اللہ نے **رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ** (سورۃ التوبۃ: آیۃ ۱۰۰) فرمادیا، اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے، تو تمہارے ناراض ہونے سے تمہارا ہی منہ کالا ہوگا۔

حقائق بیان کرنے کے لئے بھی ادب کا لحاظ ضروری ہے ورنہ اسی لٹریچری سے کوئی کہے کہ تیری ماں کا شوہر گھر میں ہو تو مجھے اس سے ملنا ہے، کیا گوارہ کرے گا؟ اگر کوئی اپنی ماں کو کہے کہ میرے باپ کی بیوی چائے دے دے یا میرے باپ سے یوں توں کرانے والی ناشتہ دے دے، بتاؤ! کوئی برداشت کرے گا؟ اب کیوں نہیں برداشت کرتے، یہ بھی تو حقیقت ہے، کیا تمہاری ماں تمہارے باپ کی بیوی نہیں ہے؟ (احقر عرض کرتا ہے کہ اس وقت حضرت والا کو بہت جوش، آواز میں رعب، آنکھیں سرخ اور چہرہ دفاعِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں دمدمارہا تھا۔ سہیل)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اتباعِ سنت اور حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

۲۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ مطابق ۲۰/ دسمبر ۱۹۹۲ء بروز جمعہ

ارشاد فرمایا کہ **يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ** میں جو حکمت کا بیان ہے اس کی پانچ تفسیروں میں سے ایک الفقہ فی الدین بھی ہے (دین کی سمجھ)۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ جو چاروں خلفاء کے بعد سب سے افضل صحابی ہیں،

ان کی دینی سمجھ کا ایک واقعہ سنو۔ایک شخص نے ان سے سوال کیا کہ جمعہ کا خطبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر دیتے تھے یا بیٹھ کر؟ کسی حدیث سے ثابت ہو تو بتائیے۔ فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ہو؟ کہا قرآن تو پڑھتا ہوں، اس میں کہاں ہے؟ فرمایا کیا یہ آیت تم نے نہیں پڑھی وَ اِذَا رَاَوۡا تِجَارَۃً اَوۡ لَهۡوَا انۡفَضُّوۡۤا اِلَيۡهَا وَتَرَكُوۡكَ قَآئِمًا (سورۃ الجمعۃ: آیۃ ۱۱) اے نبی! جب کچھ لوگ مارکیٹنگ کرنے چلے گئے، مالِ تجارت میں لگ گئے اور آپ کو تنہا کھڑے چھوڑ دیا۔ معلوم ہوا کہ آپ قائم تھے، کھڑے تھے، یہی دلیل ہے کہ خطبہ جمعہ کا کھڑے ہو کر دے رہے تھے۔ وہ سائل شخص حیرت میں آ گیا۔

ایسے ہی اس حکمت کی ایک تفسیر طریق السنۃ بھی ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا کوئی راستہ حکمت سے خالی نہیں ہے۔ایک مرتبہ ایک صحابی جو شام کے گورنر تھے، ان کے پاس عیسائیوں کے سفیر آ رہے تھے تو خادم نے عرض کیا کہ اے میرے پیارے صحابیٔ رسول! آج پیالہ مت چاٹنا، اس سنت پر آج عمل نہ کرنا ورنہ یہ عیسائی کہیں گے کہ مسلمان بالکل ہی بھوکے کنگلے ہیں جب ہی تو پیالہ چاٹ رہے ہیں۔علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جو پیالے کو چاٹ لیتا ہے تو پیالہ اس کے لئے دعا کرتا ہے:

((قَالَ عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنۡ اَكَلَ مِنۡ قَصۡعَةٍ ثُمَّ لَحِسَهَا تَقُوۡلُ لَهُ الۡقَصۡعَةُ اَعۡتَقَكَ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ كَمَا اَعۡتَقۡتَنِیۡ مِنَ الشَّيۡطَانِ))

(رد المحتار علی الدر المختار: (دار الفکر بیروت)، کتاب الحظر والاباحۃ، ج۶ ص ۳۴۰)

کہ اللہ تجھے جہنم سے آزادی دے جس طرح تو نے مجھے شیطان سے بچایا، ورنہ یہ بچا ہوا شیطان کھا لیتا۔تو اس گورنر صحابی نے جواب دیا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ، کیا میں ان گدھوں اور بے وقوفوں کے لئے اپنے نبی کی سنت چھوڑ دوں، ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا۔یہ ایمان تھا صحابہ کا! اب حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا عمل اس سے ملائیے کہ کیسے صحابہ کا نمونہ تھے، جن کے لئے رمزی اٹاوی نے کہا تھا۔

کتابِ زندگی کا ہر ورق تصویرِ سنت ہے
تری ہر نقل و حرکت نقشۂ تدبیرِ سنت ہے
شرف تجھ کو ملا بزمِ ولا کی باریابی کا
صحابی گو نہیں لیکن نمونہ تھا صحابی کا

ایک سفر کے دوران ریل کے ڈبے میں ایک جنٹلمین صاحب سوٹ بوٹ پہنے ہوئے بیٹھے تھے۔ جب کھانا کھانے لگے تو ایک بوٹی ان سے چھوٹ کر نیچے فرش پر گر گئی تو بوٹ کی نوک سے اس بوٹی کو سیٹ کے نیچے پھینک دیا۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھ لیا، خواجہ صاحب سے فرمایا کہ خواجہ صاحب! اس بوٹی کو اُٹھاؤ اور دھو کر لاؤ، میں اسے کھاؤں گا، یہ نعمت ہے، سرکاری رزق ہے۔ تو خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو میں کھالوں؟ فرمایا اچھا کھالو۔ وہ مسٹر بہت شرمندہ، بہت نادم ہوا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال پر غم کی کیفیت

ارشاد فرمایا کہ خاتونِ جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مَاذَا عَلَى مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ اَحْمَدَ	اَنْ لَّا يَشُمَّ مَدَّى الزَّمَانِ غَوَالِيَا
صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا	صُبَّتْ عَلَى الْاَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا

کہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربت کی خوشبو کو سونگھ لیا، اس کو عمر بھر خوشبو سونگھنے کی ضرورت نہیں۔ ابّا جان! آپ کی وفات سے مجھ پر اس قدر مصیبتیں پڑی ہیں اگر وہ مصیبتیں دنوں پر پڑتیں تو دن، رات بن جاتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے انتقال پر اظہارِ غم

ارشاد فرمایا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا علم اور عربی ادب میں بڑا مقام تھا، چنانچہ اپنے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رحلت پر آپ نے جن الفاظ میں غم کا اظہار فرمایا، وہ عجیب ہیں:

((عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّهَا مَرَّتْ عَلٰى قَبْرِ اَبِيْهَا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَتْ نَضَّرَ اللهُ وَجْهَكَ وَشَكَرَ لَكَ صَالِحَ سَعْيِكَ فَلَقَدْ كُنْتَ لِلدُّنْيَا مُذِلًّا بِاِعْرَاضِكَ عَنْهَا وَلِلْاٰخِرَةِ مُعِزًّا بِاِقْبَالِكَ عَلَيْهَا وَاِنْ كَانَ اَجَلَّ الْمَرَازِءِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُزْؤُكَ وَاَعْظَمَهَا بَعْدَهٗ فَقْدُكَ اِنَّ كِتَابَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ لَيَعِدُ بِالْعَزَاءِ عَنْكَ اَحْسَنَ الْعِوَضِ مِنْكَ فَاَنَا اَتَنَجَّزُ مِنَ اللهِ مَوْعُوْدَهٗ فِيْكَ الصَّبْرَ عَلَيْكَ وَاَسْتَعِيْضُهٗ مِنْكَ بِالدُّعَاءِ لَكَ فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ تَوْدِيْعَ غَيْرِ قَالِيَةٍ لِّحَيَاتِكَ وَلَا زَارِيَةٍ عَلَى الْقَضَاءِ فِيْهِ))

(معجم ابی یعلی الموصلی: جزء ا ص ۹۵)(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ: جزء ا ص ۲۶۵)

ترجمہ: ابّا جان! اللہ تعالیٰ آپ کے چہرے کو تر و تازہ رکھے، آپ کی صالح مساعی کو قبول فرمائے۔ دنیا آپ کے نزدیک حقیر تھی، تب ہی تو آپ نے اس سے پہلو تہی کی، آخرت آپ کے نزدیک باعثِ شرف وعزت تھی تب ہی تو آپ اس کی طرف متوجہ رہے، اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد آپ کی مصیبت سب سے بڑی مصیبت ہے اور ان کے بعد آپ کا چلا جانا بہت بڑا حادثہ ہے، اللہ عزوجل کی کتاب صبر کرنے پر ہمیں حسنِ عوض کا وعدہ دیتی ہے اور میں آپ کے بارے میں صبر کر کے اللہ سے اس کے وعدے کے مطابق جزا لوں گی اور آپ کے لئے کثرتِ استغفار سے استعانت لوں گی، اللہ تعالیٰ آپ پر سلامتی نازل فرمائے۔ میں آپ کی زندگی کو محبوب رکھنے کے باوجود آپ کو الوداع کہتی ہوں اور آپ کے بارے میں قضا پر کوئی عیب نہیں لگاتی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون، آپ پر اللہ کی سلامتی ہو اور رحمت ہو۔

اہل اللہ کے قلوب کی برکت اور اس کا فیض

۲۶؍ شوال المکرم ۱۴۰۶ھ مطابق ۴؍ جولائی ۱۹۸۶ء بروز جمعہ

ارشاد فرمایا کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے

عرض کیا تھا کہ جس طرح دنیاوی بادشاہ دنیاوی مال و دولت دینے میں سخی ہوتے ہیں، اسی طرح اللہ والے بھی باطنی دولت دینے میں سخی ہوتے ہوں گے، لیکن اس دینے میں ان کو کیا اختیار ہوتا ہے؟ یہ تو مولیٰ کے فضل ہی سے ملتی ہے۔ اس پر حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ باطنی دولت دینے میں اہل اللہ کو اختیار تو نہیں ہوتا لیکن اس معاملے میں ان کے اختیار کی ضرورت ہی نہیں، اللہ والوں کے دل میں ایسی برکت ہوتی ہے کہ جو اُن کو خوش رکھتا ہے، جس کی طرف ان کی توجہ ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اس پر فضل فرما ہی دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کی ایک علامت

۲۱/ ذیقعدہ ۱۴۱۱ھ مطابق ۵/ جون ۱۹۹۱ء
بروز بدھ بعد فجر، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ کی ولایت کے مدارج میں سے ہے کہ اللہ جب کسی بندے کو اپنا محبوب بنانا چاہتا ہے تو پہلے اپنے اولیاء کے قلوب میں اسے محبوب اور مقرب بنا دیتا ہے۔

صحبتِ اہل اللہ اور پارس پتھر کی مثال

یکم ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ مطابق ۸/ اگست ۱۹۸۶ء
بروز جمعہ، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ معراج پر ایک زبردست شعر سنئے!

جسم کو اپنا سا کر کے لے چلی افلاک پر
اللہ اللہ یہ کمالِ روحِ جولاں دیکھئے

روح میں جولانی کب آتی ہے؟ جب کسی صاحبِ نسبت کی نظر اس پر پڑ جاتی ہے۔ دیکھ لو! اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کتنے بڑے عابد تھے، اور کتنے بڑے عاشق تھے لیکن صحابی

نہیں بن سکے کیونکہ شمع رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ جلوے کہاں دیکھ سکے؟ اور نسبتِ نبوت کا کہاں مشاہدہ کیا؟ ایک شخص نے پانچ ہزار پاور کا بلب دیکھا اور ایک نے دس لاکھ ملین پاور کا بلب دیکھا تو وہ اس کے مقام کو کیسے پہنچ سکتا ہے؟ نبوت کا آفتاب کتنے کتنے ملین کا ہوتا ہے! انبیاء علیہم السلام کو جو روشنی دی جاتی ہے وہ کتنے ملین کا سورج ہوتا ہے، ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو نبوت کی شعاعیں اتنی زبردست ملتی تھیں کہ ایمان ان کی رَگ رَگ میں اُتر جاتا تھا۔ ایک نابینا صحابی عبداللہ ابن اِم مکتوم خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھ سکے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھ لیا، بس صحابی ہو گئے۔ ان کے مقابلے میں نہ امام بخاری آ سکتے ہیں نہ امام ابوحنیفہ، ساری دنیا کے اولیاء اللہ مل کر بھی ان کا درجہ نہیں پا سکتے کیونکہ نبوت کی آواز جو سنی، نبوت کی نگاہ جو پڑ گئی، بس پھر کیا ہوتا ہے، کچھ پوچھو مت کہ کیا ہوتا ہے؟ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ اپنے پیر حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بات مجھ سے سن لو، انہوں نے ایک دن فرمایا کہ اللہ والوں کے پاس بیٹھ کر قلب کی حالت کیسے بدل جاتی ہے؟ ان میں کیا تاثیر ہے کہ ایک جاہل کو عالم، گنہگار کو اللہ والا بنا دیتی ہے، فرمایا کہ ایک پتھر ہے جس کا نام ہے پارس پتھر، اس میں یہ تاثیر ہوتی ہے کہ اگر لوہا اس سے چھو جائے تو وہ سونا بن جاتا ہے، پارس پتھر کی یہ تاثیر مشہور ہے۔ تو پارس پتھر سے کسی نے پوچھا کہ لوہا تم سے جب چھو جاتا ہے تو وہ سونا کیسے بن جاتا ہے؟ تو پارس پتھر نے ہنس کر کہا کہ سمجھنے کی کوشش مت کرو، باتوں میں وقت ضائع مت کرو، لوہے کو میرے پاس لے کر آ جاؤ اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لو کہ سونا کیسے بنتا ہے۔

حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ

پھر حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ہنس کر فرمایا کہ اللہ والوں کی صحبت میں کیا ملتا ہے، عقل سے مت سوچو، جو لوگ وہاں رہ رہے ہوں، ان کو دیکھو کہ کیا سے

کیا ہو گئے! مسٹر سے شیخ العلماء ہو گئے، خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسٹر سے علماء کے شیخ بنے۔ پھر میرے شیخ نے یہ شعر پڑھا ؎

تُو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کردیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کردیا

اللہ والوں کے پاس خدا کی محبت، خدا کی محبت کا درد، خدا کا خوف جو اُن کے دلوں میں ہوتا ہے، ان کے پاس بیٹھنے سے آہستہ آہستہ مریدوں کے دلوں میں منتقل ہونا شروع ہوجاتا ہے۔ نفس بغیر شیخ کے مٹتا ہی نہیں، عقل میں اگر سلامتی ہو، ذرّہ برابر نور ہو تو انسان پہچان لے گا۔ آخر کوئی تو بات تھی جو ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مولانا رفیع عثمانی، مولانا تقی عثمانی جیسے بڑے بڑے عالم جاتے تھے، مولانا تقی عثمانی اتنے بڑے عالم ہیں کہ ترمذی شریف کی شرح لکھ دی، جو شخص حدیثوں کی شرح لکھے اور عربی میں تقریر کرے تو سوچو اس کا علم کتنا ہوگا! لیکن ڈاکٹر صاحب کی جوتیاں سیدھی کیں۔ مولانا یوسف لدھیانوی دامت برکاتہم کا علم کیا کم ہے، کتنے بڑے عالم ہیں، پورے پاکستان سے ان سے سوالات پوچھے جاتے ہیں اور اخبار میں چھپتے ہیں، ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ پیچھے پیچھے پھرتے تھے، کیا ہو گیا تھا ان علماء کو؟ ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کیا پا گئے تھے؟ علیگڑھ کے پڑھے ہوئے ایل ایل بی تھے اور ہومیوپیتھک ڈاکٹر تھے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اے کہ شیراں مر سگانش را غلام
گفتن امکاں نیست خامش والسلام

فرماتے ہیں کہ اے دنیا والو! بہت سے شیر محبوب کے کتے کے غلام بن چکے مگر بے وقوفوں کی سمجھ میں یہ باتیں نہیں آسکتیں کہ آخر علماء کیوں ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے غلام بن گئے تھے، وہی حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت تھی، تعلق مع اللہ کی برکت تھی۔

ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسے ایسے علوم بیان فرماتے تھے کہ علماء عش عش کرتے تھے، میں خود حیران ہو جاتا تھا۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ جب دعا مانگتے مانگتے تھک جاؤ، اب مانگنے کا دَم ہی نہیں ہے، تو اللہ میاں سے یہ کہہ دو کہ اے اللہ! اب آپ ہمیں بغیر مانگے دے دیجئے۔ یہ معمولی بات نہیں ہے۔ اور ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا کہ اپنے کو ہمیشہ خادم سمجھنا، مخدوم مت سمجھنا، چاہے ساری دنیا تمہاری مرید بن جائے۔ مخدوم بننے میں لوگ حسد کرتے ہیں، خادم بننے میں کوئی حسد نہیں کرتا۔ دس آدمی بستر لے کر جارہے ہیں، آپ ان سے کہیں کہ لائیے! اپنا بستر مجھے دے دیجئے، اس میں کوئی آپ سے نہیں لڑے گا۔ برعکس اس کے اگر آپ نے کہا کہ میں آپ لوگوں کا امیر بننا چاہتا ہوں تو قرعہ اندازی کرنا پڑے گی۔ خادم بننے کا منصب ایک مبارک منصب ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے کبھی اپنے بیوی بچوں کو بھی نہیں سمجھا کہ یہ میرے خادم ہیں، یہی سمجھا کہ ''ان کی خدمت'' اللہ نے میرے سپرد کی ہے۔

میں جب غیر ملکی سفر کرتا تھا تو خود جا کر حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کراتا تھا۔ حضرت کوئی وظیفہ پڑھ کر دیر تک مجھ پر دَم کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب تو چلے گئے، اب کہاں جائیں، زبردستی کسی سے اعتقاد تو نہیں کیا جا سکتا، جہاں دل کو اللہ جمادے۔ میں بیس بائیس برس کی عمر سے ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہندوستان سے جانتا ہوں۔ اپنے شیخ کے ساتھ جون پور بھی حاضر ہوتا تھا، ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی میرے شیخ سے ملنے اعظم گڑھ تشریف لایا کرتے تھے۔ اس وقت سے میں دیکھ رہا ہوں کہ یا اللہ! ان کی باتوں میں کیسا نور ہے، کیسے کیسے علماء ان کی جوتیاں اٹھا رہے ہیں۔

وہ دن منحوس سمجھو جس دن کوئی ڈانٹنے والا بڑا نہ رہے

لٰہذا بزرگوں کا سایہ ہمیشہ اپنے اوپر رکھو۔ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ نئی ٹویوٹا کار خرید کر کوئی لائے لیکن اس کے بریک پر

کسی ڈرائیور کا پیر نہ ہو یا بریک کہے ڈرائیور سے کہ آپ کے جوتوں میں گدھے کی لید لگی ہوئی ہے، میرے اوپر نہ رکھنا، مجھے گھن آرہی ہے، تو کار اور سواری دونوں تباہ ہو جائیں گے۔ جن لوگوں نے اللہ والوں کا پیر اپنی گردن پر نہیں رکھا، یا اپنے جیسے نالائقوں کی دُم پکڑے رہے، نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا ایکسیڈنٹ ہو گیا یعنی گمراہ ہو گئے۔ جتنے ذہین لوگ دنیا میں تھے اور کسی اللہ والے کا سایہ ان پر نہیں تھا، انہی سے گمراہی کے فرقے پیدا ہوئے، لیکن کوئی ایسا عالم نہیں بگڑا جس کا کسی اللہ والے سے مضبوط تعلق ہو، تاریخ اس کی شاہد ہے۔ بڑوں کا وجود بڑی نعمت ہے۔ آج دیکھ لو، اختر بوڑھا ہو گیا، بخاری شریف پڑھانے والے بڑے بڑے محدثین آج اختر سے بیعت ہیں، ان کے شاگرد بھی بخاری پڑھا رہے ہیں لیکن ابھی بھی ہردوئی جاتا ہوں اور ڈانٹ بھی کھاتا ہوں، ابھی بھی حضرت جرمانہ لگاتے ہیں، ذرا سی غلطی ہوئی اور حکم دے دیا کہ سو رکعات پڑھیئے۔ شکر ادا کرتا ہوں کہ یا اللہ! آج ہمیں کوئی ڈانٹنے والا ہے ؎

مجھے ترچھی نظر سے دیکھ لے یہ کس کی ہمت ہے
مگر اُس جانِ محبوبی کو مستثنیٰ سمجھتا ہوں

وہ دن منحوس ہو گا جس دن ہمیں کوئی ڈانٹنے والا نہیں ہو گا۔ وہ بہت نالائق بیٹا ہے جو باپ کی ڈانٹ سے کبیدہ خاطر ہو جائے اور اپنی اولاد کی طرف دیکھنے لگے کہ آپ نے میری اولاد کے سامنے میری توہین کر دی۔ بیٹا شریف وہ ہے جو ٹوپی اُتار کر باپ کے قدموں میں بیٹھ جائے کہ میری اولاد کے سامنے جتنے جوتے چاہے لگا لیجیے کیونکہ یہ میری اولاد ہے، میں آپ کی اولاد ہوں، جتنا حق مجھے اپنی اولاد پر ہے اتنا ہی حق آپ کو مجھ پر ہے۔ پھر ان شاء اللہ تعالیٰ! اول تو پٹے گا نہیں، اگر پٹ بھی گیا تو اس کی اپنی اولاد ہمیشہ اس کی فرمانبردار رہے گی۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے سگے بھانجے، مولانا ظفر عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی، مولانا سعید احمد عثمانی مرحوم بہت عمدہ تقریر کرتے تھے، بالکل حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی

نقل ہوتی تھی کہ اگر چہرہ چھپا دیا جائے تو معلوم ہو کہ مولانا اشرف علی تھانوی تقریر کر رہے ہیں۔ایک مرتبہ سہارنپور میں ان کی تقریر ہوئی۔لوگوں نے آکر حضرت کو اطلاع کی کہ آج مولوی سعید میاں کی غضب کی تقریر ہوئی، حضرت سمجھ گئے کہ صاحبزادے پر کچھ شان آگئی ہوگی۔مجلس میں آتے ہوئے ان کا پاؤں ذرا سا کسی کے لگ گیا، بس حضرت برس پڑے کہ بڑے نالائق ہو، بے وقوف ہو، نظر نہیں آتا، دیکھ کر نہیں چلتے۔بڑے بڑے علماء موجود تھے، انہوں نے عرض کیا حضرت! غلطی تو معمولی سی تھی، پھر اتنا زیادہ آپ نے ڈانٹا؟ فرمایا کہ مولوی سعید نے تقریر اتنی عمدہ کی تھی کہ ان کا نفس تعریفیں سُن سُن کر موٹا ہو گیا ہوگا، میں نے اس پھوڑے کا علاج کیا ہے، ان کے عجب و کبر کو دور کرنے کے لئے میں نے ذرا سی غلطی پر بلاضرورت ڈانٹا ہے تاکہ بڑائی کا گردا جھڑ جائے۔

اور سنئے! میں ہندوستان گیا ہوا تھا، ہولی کا دن تھا، میرا بیان کانپور میں ہوا اور بہت مجمع اس میں تھا، پولیس والے بھی حیران تھے کہ سڑکوں پر کھڑے ہو کر لوگ کس کی تقریر سن رہے ہیں۔حضرت ہردوئی دامت برکاتہم کو میری زوردار تقریر کی اطلاع ہو چکی تھی۔ ہردوئی واپسی پر مجھے معمولی سی تاخیر ہوگئی، بس غضب ہو گیا، سوالات جوابات شروع ہو گئے۔میں نے معافی نامہ لکھا، اس کا جواب بغیر معافی کے آگیا، پھر وہ ڈانٹ پڑی کہ کیا بتاؤں۔حیدرآباد دکن تک حضرت ڈانٹتے رہے، میں بھی دل میں سمجھ رہا تھا کہ بڑے میاں چاہتے ہیں کہ میرا گردا جھاڑ دیں۔ میں مسجد میں کہتا ہوں (شدید گریہ کے ساتھ فرمایا) کہ آج اگر مولانا ابرارالحق صاحب کا سایہ مجھ پر نہ ہوتا تو آپ لوگوں کی تعداد دیکھ کر میرے دماغ میں خرابی آجاتی لیکن اس اللہ والے کی کرامت ہے۔الحمدللہ! میرے اوپر ایک بڑے کا بریک ہے، جس سے امید ہے کہ ان شاء اللہ! اور قیامت تک علماء کا اجماع ہے کہ جو اپنے شیخ کے سایہ میں ہوتا ہے وہ خراب اور برباد نہیں ہوتا۔اس لئے حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا

کہ شیخِ اول کے انتقال کے بعد اگر بغیر شیخ کے رہو گے تو برباد ہو جاؤ گے۔حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے خود سنا، فرمایا کہ اپنے شیخ کے انتقال کے بعد فوراً دوسرے شیخ سے تعلق کرلو، اور اگر کوئی بڑا نہ رہے تو اپنے برابر والوں سے تعلق کرلو، ان کو مشیر بنالو، اگر برابر والے بھی نہ رہیں تو چھوٹوں سے مشورہ کرلو، ان شاء اللہ! خراب ہونے سے، بگڑنے سے بچ جاؤ گے۔

خود حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا مصلح بنالیا تھا۔ یہاں کراچی سے باقاعدگی سے پھولپور اصلاحی خط لکھا کرتے تھے اور میرے ہاتھوں سے جواب آتا تھا، قلم اختر کا ہوتا تھا، حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ املاء کراتے تھے کہ یہ جواب لکھو، باقاعدہ معمولات بھی ڈاکٹر صاحب لکھتے تھے۔آج ہم لوگ دو چار رکعت پڑھ کر سمجھتے ہیں کہ ہم صاحبِ نسبت ہو گئے۔حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کبھی اللہ کا دھیان رہنے لگے کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے تو یہ مت سمجھو کہ صاحبِ نسبت ہو گئے، کبھی مشق سے بھی یہ بات حاصل ہو جاتی ہے۔اصلی نسبت کس کی ہے؟ اصلی صاحبِ نسبت وہ ہے جسے سنت کی اتباع نصیب ہو جائے، جو مسلسل کسی گناہ پر قائم نہ رہے۔اولیاء اللہ معصوم نہیں ہو جاتے مگر احیاناً کبھی لغزش ہو جانا یہ منافیٔ ولایت نہیں ہے، خطا ہو سکتی ہے مگر اللہ والے کبھی خطا پر قائم نہیں رہ سکتے، اللہ تعالیٰ ان کو توفیقِ توبہ دے کر پاک کرتا رہتا ہے۔جو بچہ یتیم ہوتا ہے وہ گٹر میں پڑا رہتا ہے، اور جس کا ابّا زندہ ہوتا ہے وہ بچے کو گٹر میں پڑا نہیں رہنے دیتا، اللہ تعالیٰ بھی جس سے محبت کا تعلق رکھتے ہیں، گناہ کے بعد اس کو توبہ کی توفیق دے دیتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کے علم کے بارے میں مفتی اعظم مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت! ایک بات میں بیان کرتا ہوں اور وہی بات آپ بیان فرماتے ہیں، دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہو جاتا ہے۔لیکن

شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس دن میں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ مجھے ایک حیات عطا ہوگئی۔ یہ تعلق اللہ والوں سے عظیم الشان نعمت ہے بلکہ حسنِ خاتمہ نصیب ہوتا ہے، یہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ اہل اللہ کی دعائیں، ان کی صحبتیں عظیم الشان نعمتیں ہیں، یہ میں نہیں کہتا، ساری دنیا کے اولیاء اللہ کہہ کر قبروں میں چلے گئے، مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ آج دارالعلوم کے قبرستان میں لیٹے ہوئے ہیں، ڈاکٹر عبد الحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آج دارالعلوم کے قبرستان میں لیٹے ہوئے ہیں، ان کی قبریں شہادت دے رہی ہیں، ان کی زندگی کا ہر لمحہ شہادت دے رہا ہے کہ کسی اللہ والے کی صحبت میں انہوں نے اپنی حیات گذاری، انہی صحبتوں کا سب صدقہ تھا ورنہ علماء کو کیا ضرورت تھی ایک ایل ایل بی مسٹر کے پاس جانے کی؟

ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق مع اللہ پر ایک اہم ملفوظ

۳۰ رشوال المکرم ۱۴۰۶ھ مطابق ۸ رجولائی ۱۹۸۶ء

بروز منگل بعد عصر، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا یوسف لدھیانوی دامت برکاتہم سے فرمایا کہ مولانا یوسف! نہ میں آپ کو جانتا تھا نہ آپ مجھے جانتے تھے، پھر آپ میرے پاس آنے جانے لگے تو پہچان شروع ہوئی، آپ نے بیعت اور اصلاح کا تعلق مجھ سے قائم کیا، میں نے اللہ کے بھروسے پر آپ کو خلافت دی۔ اب آپ کو مجھ سے محبت ہے، مجھے آپ سے تعلق ہے۔ آپ کچھ دن نہیں آتے تو آپ کو میری یاد ستانے لگتی ہے اور مجھے بھی آپ یاد آتے ہیں۔ اب اگر کوئی آپ سے کہتا ہے کہ مجھے ڈاکٹر صاحب سے ملنا ہے، لیکن میری ان سے کوئی جان پہچان نہیں ہے تو آپ کہتے ہیں کوئی بات نہیں، میں آپ کو ان کے پاس لئے چلتا ہوں۔ ایسے ہی

مجھ سے کوئی کہتا ہے کہ مجھے مولانا یوسف لدھیانوی سے ملنا ہے تو میں کہتا ہوں کوئی بات نہیں، میں ایک پرچہ ان کے نام لکھ دیتا ہوں کہ یہ میرا خاص آدمی آپ سے ملنے آرہا ہے۔

دونوں جانب سے اشارے ہو چکے
ہم تمہارے تم ہمارے ہو چکے

بس اسی کا نام نسبت مع اللہ ہے۔ جب اللہ سے بندے کی نسبت قائم ہوجاتی ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی حفاظت فرماتے ہیں اور بندہ بھی اللہ کے قانون کی حفاظت پر جان دیتا ہے۔

اولیاء اللہ کی کرامات بالکل برحق ہیں

۸/ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۵/اگست ۱۹۸۶ء، بروز جمعہ

ارشاد فرمایا کہ حضرت سلطان ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ غارِ نیشاپور کے پاس دریا کے کنارے اپنی گدڑی سی رہے تھے کہ ایک وزیر تلاش کرتے کرتے وہاں پہنچ گیا۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ یہ بادشاہ کیسا بے وقوف ہے کہ سلطنت چھوڑ کر یہاں گدڑی سی رہا ہے، حضرت سلطان کو اس کے اس خیال کی بذریعہ کشف اللہ تعالیٰ نے اطلاع کردی۔ سلطان ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سوئی دریا میں ڈالی اور مچھلیوں کو حکم دیا کہ میری سوئی لاؤ۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں۔

صد ہزاراں ماہی اللّٰہئ
سوزنِ زر بر لب ہر ماہیئ

فرماتے ہیں کہ ایک لاکھ مچھلیاں سونے کی سوئی لے کر حاضر ہوگئیں۔ پھر حضرت سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے حکم دیا کہ سونے کا استعمال ہم مردوں کے لئے جائز نہیں ہے، میری لوہے والی سوئی لاؤ، تو ایک مچھلی نے غوطہ لگایا اور ان کی سوئی لے آئی۔ یہ اولیاء اللہ کی

کرامات ہوتی ہیں، کَرَامَاتُ الْاَوْلِیَآءِ حَقٌّ، یہ کرامات حق ہوتی ہیں۔ نیک لوگوں کی کرامت کو خود سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بخاری شریف کی روایت میں بیان فرمایا کہ بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا قصہ ہے:

((اِنَّهٗ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ رَجُلًا مِّنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَنْ يُّسْلِفَهٗ اَلْفَ دِيْنَارٍ .... فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا فَاَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا فَاَدْخَلَ فِيْهَا اَلْفَ دِيْنَارٍ وَّصَحِيْفَةً مِّنْهُ اِلٰى صَاحِبِهٖ ثُمَّ زَجَّجَ مَوْضِعَهَا ثُمَّ اَتٰى بِهَا اِلَى الْبَحْرِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ .... فَرَمٰى بِهَا فِي الْبَحْرِ حَتّٰى وَلَجَتْ فِيْهِ ثُمَّ انْصَرَفَ وَهُوَ فِيْ ذٰلِكَ يَلْتَمِسُ مَرْكَبًا يَّخْرُجُ اِلٰى بَلَدِهٖ فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِيْ كَانَ اَسْلَفَهٗ يَنْظُرُ لَعَلَّ مَرْكَبًا جَاءَ بِمَالِهٖ فَاِذَا بِالْخَشَبَةِ الَّتِيْ فِيْهَا الْمَالُ فَاَخَذَهَا لِاَهْلِهٖ حَطَبًا فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ وَالصَّحِيْفَةَ ثُمَّ قَدِمَ الَّذِيْ كَانَ اَسْلَفَهٗ فَاَتٰى بِالْاَلْفِ دِيْنَارٍ وَقَالَ وَاللهِ مَا زِلْتُ جَاهِدًا فِيْ طَلَبِ مَرْكَبٍ لِّاٰتِيَكَ بِمَالِكَ فَمَا وَجَدْتُّ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِيْ اَتَيْتُ فِيْهِ قَالَ هَلْ كُنْتَ بَعَثْتَ اِلَيَّ شَيْئًا قَالَ اُخْبِرُكَ اَنِّيْ لَمْ اَجِدْ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِيْ جِئْتُ بِهٖ قَالَ فَاِنَّ اللهَ قَدْ اَدّٰى عَنْكَ الَّذِيْ بَعَثْتَ فِي الْخَشَبَةِ فَانْصَرِفْ بِالْاَلْفِ دِيْنَارٍ رَاشِدًا))

(صحیح البخاری: (قدیمی)، باب الکفالۃ فی القرض والدیون بالابدان وغیرھا، ج ۱ ص ۳۰۶)

کہ ایک ولی اللہ نے کسی سے ایک ہزار دینا قرضہ لیا اور مدت ٹھہرالی کہ اتنے دنوں میں دے دوں گا۔ وہ رقم لے کر قرض لینے والا تجارت کے لئے کہیں سفر پر چلا گیا، اس دوران قرض لوٹانے کا وقت آ گیا تو واپسی کا ارادہ کیا مگر دریا میں طغیانی کی وجہ سے کوئی سواری نہ ملی۔ آخر اس نے ایک لکڑی میں ایک ہزار دینار رکھے اور ایک خط بھی لکھ کر اس میں رکھ دیا کہ یہ فلاں آدمی کا قرضہ ہے، اپنا نام بھی لکھ دیا اور اس لکڑی کو دریا میں ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ سے کہا کہ اے اللہ! یہ فلاں کو پہنچا دے۔

اُدھراس قرض دینے والے کو بھی فکر ہوئی، وہ دریا کے کنارے آیا کہ شاید آج میرا مقروض آئے گا تو مجھے رقم دے دے گا، مقروض تو نظر نہیں آیا مگر دیکھا کہ ایک لکڑی پانی میں تیرتے ہوئے آرہی ہے۔اس نیت سے اس لکڑی کو گھر لے آیا کہ جلانے کے کام آئے گی۔ جب اس کو کلہاڑی سے کاٹا تو ہزار دینار اور خط برآمد ہوا۔ جب اس مقروض کو سواری مل گئی تو وہ مزید ہزار دینار لے کر اس کے پاس آیا اور بہت معذرت چاہی کہ وقت مقررہ پر ادا نہ کرسکا تب اس نے بتایا کہ تُو نے جو لکڑی میں خط اور دینار بھیجے تھے، وہ اللہ نے مجھے پہنچا دیئے اور تیرا قرض ادا ہو چکا، لٰہذا یہ رقم جو تُو اب لایا ہے اسے واپس لے جا۔

بھیڑ چال پر ایک انگریز اور ہندوستانی کا لطیفہ

۱۱ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۱ ستمبر ۱۹۹۱ء

بروز ہفتہ بعد فجر، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ ایک انگریز ہندوستان میں پلیٹ فارم پر ٹرین کا انتظار کر رہا تھا کہ اچانک ٹرین آگئی۔ اب چائے تو تھی بہت گرم، اس نے فوراً دکان سے تھوڑی سی برف کی ڈلی لے کر چائے میں ڈال دی کہ پینے جیسی ٹھنڈی ہوجائے اور پی کر ٹرین میں سوار ہوگیا۔ اب ہمارے ہندوستانی لوگوں میں جس کو دیکھو چائے میں برف ڈال رہا ہے، ایسے اُلّو تھے، یہ بھی نہیں سوچا کہ اس انگریز نے کیوں برف ڈالی؟ کہنے لگے کہ صاحب! انگریز نے ایسا کیا ہے تو ضرور کوئی خاص بات ہے۔ بھیڑ کی طرح بس انگریز کی اندھی غلامی کرنی ہے، بھیڑ جس طرف ایک جاتی ہے سب اس طرف چل دیتی ہیں۔ اس کو کہتے ہیں بھیڑ چال۔

اللہ والوں کی صحبت سے بتدریج درجۂ کمال حاصل ہوتا ہے

یہ غلامی کتنی بُری ہے! جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نہیں ہوتا وہ ہر مخلوق کا

مقلد ہوتا ہے اور جس کے دل میں خدا ہوتا ہے وہ سارے عالم کو التفات میں بھی نہیں لاتا، جیسے شیر اکیلا ہوتا ہے لیکن لومڑی، گیدڑ، بندر اور کتے کو خاطر میں بھی نہیں لاتا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت سے انسان کا ذہن مافوق العالَم ہوتا ہے، اس کے حوصلے اور عزائم مافوق الکائنات ہوتے ہیں جیسے سورج ستاروں کو خاطر میں نہیں لاسکتا ہے۔ بتاؤ! تعداد کس کی زیادہ ہے؟ سورج کی یا ستاروں کی؟ تو جس کے دل میں اللہ آتا ہے، یہ علامت ہوتی ہے کہ وہ مخلوق کے خوف سے بے خوف ہوجاتا ہے۔

شروع شروع میں میرے سر پر یہ گول ٹوپی نہیں ہوتی تھی، دوپلیا ٹوپی پہنتا تھا۔ جب پھولپور جاتا تھا تو گول ٹوپی پہن لیتا تھا اور جب اپنے وطن پرتاب گڑھ جاتا تھا تو اس کو جیب میں رکھ لیتا تھا اور دوپلیا ٹوپی اوڑھ لیتا تھا، گاؤں والوں کے سامنے اس گول ٹوپی میں شرم آتی تھی۔ میرا بالکل شروع شروع کا زمانہ تھا، ابتداء میں ہمت کی بلندیاں اتنی زیادہ نہیں ہوتیں لیکن پھر ایک زمانہ ایسا آیا کہ سارے عالَم میں یہی خانقاہی ٹوپی دندناتی پھر رہی ہے۔ آہستہ آہستہ تربیت ہوتی ہے۔ چھوٹا بچہ ایک دن میں تو پندرہ سال کا بالغ نہیں ہوجاتا۔ اللہ تعالیٰ کی تربیت کے معنی ہی یہی ہیں، رب العالمین، رب کے معنی یہی ہیں جو ناقص کو علیٰ سبیل التدریج کامل بنادے، اچانک نہیں بلکہ آہستہ آہستہ۔ اسی لئے آپ دیکھئے! شیخ کے پاس آنے سے روز بروز آپ کو تھوڑا تھوڑا فائدہ ہوگا حتیٰ کہ بعض وقت فائدے کا احساس بھی نہیں ہوگا۔ بچہ روزانہ کتنا بڑھتا ہے؟ باپ اگر روزانہ فیتہ لگائے تو اضافہ نہیں پائے گا، سال بھر کے بعد دیکھا تو پتا چلا کہ دو انچ بڑھ گیا۔ لہٰذا روزانہ روحانی ترقی کا بعض وقت احساس نہیں ہوتا لیکن آپ سال دو سال بعد محسوس کریں گے کہ ہم کہاں تھے اور کہاں پہنچے۔ پھر یہ شعر پڑھنا پڑے گا؎

تُو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کر دیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کر دیا

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کچھ باتیں

۱۲؍ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۲؍ستمبر ۱۹۹۱ء

بروز اتوار ساڑھے دس بجے شب، کمرۂ خاص در خانقاہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کار تھی، جب کار چلاتے تھے تو اشعار بھی پڑھتے رہتے تھے، اور جب جوش میں آتے تو جھوم جھوم کر پڑھتے اور ہاتھ بھی چھوڑ دیتے تھے۔ یہ ان کا حال تھا، اس کی کوئی نقل نہ کرے۔ اس وجہ سے ان کے ساتھ بیٹھنے والوں کو بہت ڈر لگتا تھا کہ کہیں ٹکر نہ ہو جائے، لیکن الحمد للہ! کبھی کوئی حادثہ نہیں ہوا، ایک مرتبہ البتہ اچانک گہرا گڑھا آ گیا تھا۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہاتھ چھوڑ کر اشعار پڑھ رہے تھے، بس خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت ظاہر ہوئی، آپ نے زور سے ایک نعرہ مارا اور کار گڑھے سے پار ہو گئی، گڑھے میں گری نہیں، اوپر سے چلی گئی۔

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تمام خلفاء میں ہر دلعزیز تھے، ہنسی مذاق بھی رہتا تھا۔ ایک مرتبہ تھانہ بھون میں وضو خانے میں بیٹھ کر آم کھائے جا رہے تھے، ساتھ میں مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، علامہ ظفر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ اور بھی کئی بڑے بڑے خلفاء شریک تھے۔ خواجہ صاحب سے سب مذاق کرتے ہی تھے، اب ان حضرات نے خواجہ صاحب کو چھلکے مارنا شروع کئے، ادھر سے خواجہ صاحب نے بھی جواب دیا لیکن کہاں تک مقابلہ کرتے، خواجہ صاحب ایک چھلکا مارتے تو اُدھر سے دس چھلکے آتے تھے۔ آخر تنگ آ کر خواجہ صاحب حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پناہ لینے کے لئے حجرے کی طرف بھاگے اور اتنا زور سے بھاگے کہ پھسل کر گر پڑے، لنگی پہنے ہوئے تھے، پھسل کر جو گرے تو لنگی کچھ گھٹنے سے اوپر ہو گئی۔ حضرت سارا تماشا حجرے کے دروازے میں کھڑے دیکھ رہے تھے، فرمایا خواجہ صاحب! آج تو آپ نے درشن کرا ہی دیا۔

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عشق اپنے شیخ سے اتنا زیادہ تھا کہ اس میں کچھ کچھ مجازیت بھی آ گئی تھی، خواجہ صاحب نے حضرت کو لکھا کہ میرا دل چاہتا ہے اگر میں عورت ہوتا تو آپ سے نکاح کی درخواست کرتا۔ حضرت نے لکھا کہ شکر ہے آپ نے اس کے عکس کی تمنّا نہیں کی۔ خود حضرت بھی خواجہ صاحب سے مذاق کیا کرتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ خواجہ صاحب نے لکھا کہ حضرت! کبھی تو ذکر تلاوت میں خوب دل لگتا ہے، خوب مناجات میں اشک باری، آہ وزاری کرتا ہوں اور کبھی بالکل دل نہیں لگتا بلکہ چھوٹ بھی جاتا ہے۔ حضرت نے جواب میں ایک جملہ لکھا جو عام مجمع میں بتانے کا نہیں، اور پھر لکھا کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں، آپ کا مزاج عورتوں جیسا ہے۔

اہل اللہ کے نزدیک جنت ودوزخ درجہ ثانوی ہیں

۲۳ محرم الحرام ۱۴۱۳ھ مطابق ۲۵ جولائی ۱۹۹۲ء بروز ہفتہ

ارشاد فرمایا کہ اہل اللہ کے نزدیک حق تعالیٰ کی رضا اور ناراضگی کے مقابلے میں جنت اور دوزخ درجہ ثانوی بن جاتے ہیں، وہ نیک عمل اس نیت سے نہیں کرتے کہ انعام میں جنت ملے گی بلکہ اس لئے کہ حق تعالیٰ خوش ہوجائیں گے، اور گناہ سے اس لئے نہیں بچتے کہ آگ میں جلنا پڑے گا بلکہ حق تعالیٰ کی دوری کے تصور سے وہ کانپتے ہیں۔ اس لئے گناہ پر تھوڑی سی بھی جرأت مت کرو۔ جس طرح رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ میں تنوین تقلیل کے لئے ہے کہ اللہ کا تھوڑا سا راضی ہوجانا اَكْبَرُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ہے، اَكْبَرُ مِنَ الْعَالَمِ ہے، سارے جہانوں سے ان کی رضامندی بڑی ہے، اسی طرح ان کی تھوڑی سی ناراضگی بھی عظیم الشان ہے، اس سے بڑھ کر کوئی مصیبت، کوئی پریشانی نہیں۔ نافرمانی چاہے چھوٹی ہو یا بڑی، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ چھوٹا گناہ کرنے میں کوئی حرج نہیں یعنی اللہ تعالیٰ کو تھوڑا سا ناراض کرنا ان کے نزدیک معمولی بات ہے۔ میرے شیخ نے

ایک قصہ سنایا تھا کہ گاؤں کی ایک لڑکی گانا گا رہی تھی ؎

چھوٹی نہ جانو! ظلم کردوں گی

ایک بزرگ وہاں سے گذر رہے تھے، ان کے کان میں جو یہ آواز پڑی تو بے ہوش ہو گئے۔ سب لوگ سمجھے کہ ملّا بڑا رومانٹک ہے، یہ کیسا بزرگ ہے کہ ایک لڑکی کا گانا سن کر بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش میں آئے تب کسی نے پوچھا کہ حضرت! آپ کیوں بے ہوش ہوئے؟ تو فرمایا کہ مجھے ایسا لگا جیسے چھوٹے گناہ نے مجھ سے کہا ہو کہ مجھے چھوٹا نہ سمجھنا! میں ظلم کر ڈالتا ہوں، مجھے گناہ یاد آ گئے کہ اللہ پاک اتنے بڑے ہیں کہ ان کی چھوٹی سی نافرمانی بھی بہت ہے۔ جو جتنا عظیم ہوتا ہے اس کا حق بھی اتنا ہی عظیم ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ہر شے سے بڑے ہیں تو ان کی تھوڑی سی ناراضگی بھی ہر شے سے بڑی ہے، سب سے بڑا خسارہ ہے۔

لہٰذا یہ نہ سوچو کہ یہ بات تو مکروہ ہے، یہ تو چھوٹا سا گناہ ہے کیونکہ اگر اللہ ذرّہ بھر ناراض ہو جائے تو سمجھ لو کہ ساری دنیا ہی اُجڑ گئی کیونکہ ان کا ذرّہ بھی بہت بڑا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والے شخص سے بڑھ کر ظالم اَور کون ہوگا جو محبت کا نام لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ناراض بھی کرتا ہے۔

حج پر پیش آنے والی مشکلات کی حکمت

۳۰/ ذیقعدہ ۱۴۱۲؁ھ مطابق ۳/ جون ۱۹۹۲؁ء بروز بدھ

مجلسِ ملفوظات بمقام مکہ شریف

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کعبہ شریف کی زیارت سے قبل جدہ میں ایئر پورٹ پر چیکنگ میں جگہ جگہ خوب مجاہدہ رکھا ہے، جس کی مثال میری سمجھ میں یہ آئی ہے کہ عورت کو دردِ زہ میں جو تکلیف ہوتی ہے وہ بہت شدید ہوتی ہے لیکن جب اپنے بچے کو دیکھتی ہے تو سب تکلیف بھول جاتی ہے۔ اسی طرح جدہ میں جو مجاہدہ کرایا جاتا ہے، کعبہ شریف دیکھتے ہی حاجی سب بھول جاتا ہے، جدہ میں پہلا

غسل کرا کر خوب رگڑے لگاتے ہیں تاکہ میرے بندے گناہوں سے پاک ہوکر میرے گھر میں آئیں۔

حبِ حق اور حبِ شیخ متوازی چلتے ہیں

ارشاد فرمایا کہ جس کو جتنی زیادہ شیخ سے محبت ہوتی ہے اتنی اس کو حق تعالیٰ سے محبت ہوتی ہے۔ یہ دونوں ٹرینیں متوازی جاتی ہیں ؎

دل کو کسی کا تابع فرمان کیجئے
عشق کی مشکلوں کو یوں آسان کیجئے

فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ میں اللہ تعالیٰ نے جنت کو بعد میں فرمایا، عبادی میں جو ''ی'' ہے، یہ یائے تخصیصیہ ہے کہ یہ میرے خاص بندے ہیں، پہلے ان کی صحبت میں بیٹھو، جنت کی نعمتیں انہیں کے طفیل پاجاؤ گے۔

اہل اللہ کے پاس جانا جنتی ذوق ہے

ارشاد فرمایا کہ فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ کی آیت سے یہ مسئلہ بھی نکلتا ہے کہ جن کو جنت میں جانا ہے ان کو جنتی ذوق بھی دیا جاتا ہے، اور جو اللہ والوں سے متنفر ہے، سمجھ لو! اس کے سوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دنیا سے رخصت کے وقت کی دعا

ارشاد فرمایا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سفرِ آخرت سے قبل دعا عجیب و غریب ہے، جب بالکل آخری وقت تھا تو حاکمِ مدینہ مروان آپ سے ملنے آیا اور صحت کے لئے دعا کی تو آپ یہ دعا مانگنے لگے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اُحِبُّ لِقَآئَکَ فَاَحِبَّ لِقَآئِیۡ اے اللہ! مجھے آپ کی ملاقات محبوب ہے، پس آپ بھی میری ملاقات کو محبوب فرمالیجیے، یہ دعا مانگتے مانگتے انتقال فرمایا:

(الثبات عند الممات: للامام الجوزی، ج۱ص۱۳۱)؛ (منار القاری شرح بخاری: ج۱ص۸۲)

حج کے تمام مناسک وحئ الٰہی سے ہیں

ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف کی آیت: وَاَرِنَامَنَاسِکَنَا(سورۃ البقرۃ: آیۃ ۱۲۸) کی رو سے حج کے تمام مناسک وحئ الٰہی سے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ! ہم کو حج کے طریقے وغیرہ آپ وحی فرما دیجئے کہ صفا ومروہ کی سعی کیسے کریں؟ شیطان کو کیسے کنکری ماریں؟ حج میں جو ارکان ادا کئے جاتے ہیں وہ سارے طریقے وحئ الٰہی سے بتائے گئے ہیں، کوئی ان کا مذاق نہ اُڑائے، جو اِن ارکان کا مذاق اُڑائے گا سوچ لو کہ اس کا خاتمہ کفر پر ہوگا، اسے مذاق مت سمجھو۔ یہ مائی ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا صفاومروہ پر جانا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شیطان کو کنکری مارنا، قربانی کرنا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے اور اللہ تعالیٰ کی وحی سے ہے:

((اِنَّ الشَّیْطَانَ اَتَی الْجَمْرَۃَ فَانْتَفَخَ حَتّٰی سَدَّ الْوَادِیَ وَمَعَ اِبْرٰھِیْمَ مَلَکٌ فَقَالَ لَہٗ اِرْمِ یَااِبْرٰھِیْمُ فَرَمٰی بِسَبْعِ حَصَیَاتٍ یُّکَبِّرُ فِیْ اَثَرِ کُلِّ حَصَاۃٍ فَاَفْرَجَ لَہٗ عَنِ الطَّرِیْقِ ثُمَّ انْطَلَقَ حَتّٰی اَتَی الْجَمْرَۃَ الثَّانِیَۃَ فَسَدَّ الْوَادِیَ اَیْضًا فَقَالَ الْمَلَکُ اِرْمِ یَااِبْرٰھِیْمُ فَرَمٰی کَمَا فِی الْاُوْلٰی وَھٰکَذَا فِی الثَّالِثَۃِ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)، سورۃ الصافات: ج ۲۳ ص ۱۷۵)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس شیطان آیا تو انہوں نے وحئ الٰہی سے اسے سات کنکریاں ماریں، شیطان وہیں دفن ہوگیا، پھر دوسری جگہ، پھر تیسری جگہ ایسا ہی کیا۔ حج میں تین شیطان کو جو کنکری ماری جاتی ہے وہ یہی تین شیطان ہیں۔ تینوں کو آج بھی حاجی کو پٹائی کرنی ہوتی ہے، پھر یہ کہ سنت کا جو طریقہ ہے اس کے مطابق تمام ارکان ادا کرنے چاہئیں۔ بعض لوگ شیطان کے ستون پر چڑھ جاتے ہیں، کوئی اس کو جوتے سے مارتا ہے، کوئی بڑے بڑے روڑے سے مارتا ہے۔ نہیں۔ اس سے شیطان کو چوٹ نہیں لگے گی، اُلٹا شیطان تم پر ہنسے گا کہ کس بیوقوف سے پالا پڑا ہے۔

سنت کے مطابق چنے کے برابر جو کنکریاں ہیں وہی اسے ایٹم بم کی طرح لگتی ہیں۔ لہٰذا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں سکھایا، یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مانگا ہوا طریقہ ہے جو آج سینہ بہ سینہ چلا آرہا ہے۔ دوسرے مذاہب کی طرح نہیں ہے جیسے ہندوؤں نے بنا رکھا ہے کہ دریا میں نہالو تو سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ نعوذ باللہ۔

حرمین شریفین کی محبت لوازمِ ایمان سے ہے

ارشاد فرمایا کہ حرمِ مکہ اور حرمِ مدینہ کے ایک ایک ذرّہ اور حدودِ حرمین شریفین سے محبت رکھنا عین ایمان کی بات ہے۔

بیت اللہ اور بیت المعمور

ارشاد فرمایا کہ بیت اللہ شریف کے عین اوپر فرشتوں کا کعبہ بیت المعمور ہے، ستّر ہزار فرشتے ہر وقت طواف کرتے رہتے ہیں، اور ایک دفعہ طواف کے بعد کسی فرشتے کی دوبارہ باری نہیں آتی۔ اسی طرح بیت اللہ شریف کا بھی طواف ہر وقت جاری رہتا ہے، جب مکہ مکرمہ میں سیلاب آیا تھا تو لوگ تیر کر طواف کر رہے تھے۔ طوافِ بیت اللہ شریف پر میرا ایک شعر بھی ہے ؎

کہاں یہ میری قسمت یہ طواف تیرے گھر کا
میں جاگتا ہوں یا رب یا خواب دیکھتا ہوں

اور ریاض خیر آبادی نے ایک شعر کہا تھا ؎

کعبہ سنتے ہیں گھر ہے بڑے داتا کا ریاضؔ
زندگی ہے تو اِن فقیروں کا بھی پھیرا ہوگا

اس شعر کے بارے میں تجربہ ہے کہ اس کو بکثرت پڑھنے سے حج نصیب ہو جاتا ہے۔

ربّ البیت اور بیت الربّ

ارشاد فرمایا کہ جس کو بیت اللہ شریف کی طلب ہے لیکن رب البیت کی

طلب نہیں ہے تو یہ عاشق نہیں ہے بلکہ سیّاح ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ خانہ کعبہ کی طلب ہو اور صاحبِ خانہ کی طلب نہ ہو۔

عالم کی نیند بھی عبادت ہے

۱۳/ذوالحجہ ۱۴۱۳؁ھ مطابق ۵/جون ۱۹۹۳؁ء بروز ہفتہ

ارشاد فرمایا کہ عالم کا سونا بھی عبادت ہے: نَوْمُ الْعَالِمِ عِبَادَةٌ (مرقاۃ: (رشیدیہ)؛ ج۱۱ ص۱۷۶) حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ بڑھئی سے دروازہ بنانے کا معاملہ طے کرتے ہو، تو جب کام کرتے کرتے اس کے اوزار گھس جاتے ہیں، تو وہ ایک گھنٹہ ان کو تیز کرتا ہے، دروازہ نہیں بناتا۔ آپ نے کہا کہ اس ایک گھنٹے کی مزدوری تمہیں نہیں ملے گی کیونکہ تم نے دروازہ تو بنایا نہیں، وہ کہے گا کہ آپ ہی کے کام میں تو اوزار گھسا ہے، آپ ہی کا تو دروازہ بنا رہا ہوں۔ تو جو علمائے دین اللہ تعالیٰ کا دین پھیلانے میں اپنے دماغ کو تھکاتے ہیں، ان کا سونا بھی عبادت ہے تاکہ تازہ دم ہو کر پھر اور دین پھیلائیں۔ ان میں بعض کے لئے تہجد پڑھنا جائز نہیں، اگر وہ تہجد پڑھ لیں اور دن بھر مجمع دین سیکھنے کے لئے آئے اور وہ کہے کہ رات بھر عبادت اتنی کی ہے کہ اب آپ کو دین سکھانے کے لئے دَم نہیں تو کیا اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوں گے؟ حضرت مولانا شاہ پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ بعض بندے ایسے ہیں کہ جن کے لئے اللہ تعالیٰ فرشتہ بھیجتا ہے کہ اس کے پیر دباؤ تاکہ یہ سوتا رہے، میرا بندہ دن بھر کا تھکا ہوا ہے۔ وہ سویا ہوا بوجہ تقویٰ کے اللہ کو بعض تہجد پڑھنے والوں سے زیادہ پیارا ہے۔ آپ سوچیے! آپ کا ایک ہی بیٹا ہو اور تھکا ہوا ہو، یا اس کے سر میں درد ہو تو کیا آپ چاہیں گے کہ وہ رات کو اُٹھ کر ابّا کا پیر دبائے؟ آپ تو چاہیں گے کہ کوئی اس کے سر میں تیل مالش کرے، اپنے نوکر سے کہیں گے کہ ہمارا بیٹا آج تھکا ہوا ہے، اس کے سر پر تیل مالش کرو تاکہ اس کو خوب اچھی نیند آئے۔ پس اللہ والوں کا سونا دوسروں کی

عبادت سے افضل ہوتا ہے۔

ٹوٹے ہوئے دل میں اللہ کے مسکن بنانے پر قیمتی شعر

ارشاد فرمایا کہ حضرت پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے، سنئے! اللہ تعالیٰ ٹوٹے ہوئے دل میں رہتے ہیں: اَنَا عِنْدَ الْمُنْکَسِرَۃِ قُلُوْبُھُمْ لِاَجْلِیْ (مرقاۃ: ج ۴ ص ۸، التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف: ص ۱۶۳) اب دل کیسے ٹوٹتا ہے؟ کسی نے دل پر ایک گھونسہ ماردیا تو معلوم ہوا کہ جناح ہسپتال جانا پڑ گیا، دل ٹوٹنے سے ظرف کا ٹوٹنا مراد نہیں ہے بلکہ اس ظرف کے اندر جو گندی گندی خواہشات ہیں ان کو توڑنا مراد ہے۔ اللہ نے پہلے خواہشات کو پیدا فرمایا اور پھر حکم دے دیا کہ ان کو توڑ دو۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گنج در ویرانی است اے میر من
قصر چیزے نیست ویراں کن بدن

فرماتے ہیں کہ خدا کے اس حکم پر تم اعتراض کرتے ہو حالانکہ تمہیں بھی جب خزانہ دفن کرنا ہوتا ہے تو ویرانے میں ہی کرتے ہو۔ جب تم قلب کی خواہشات کو ویران کردو گے تو اس قلب کی ویرانی میں اللہ اپنے قرب کا خزانہ رکھ دے گا۔ شاعر کہتا ہے، عجیب وغریب شعر ہے ؎

عشق کی ویرانیوں کو رائیگاں سمجھے تھے ہم
بستیاں نکلیں جنہیں ویرانیاں سمجھے تھے ہم

یعنی اللہ کی محبت میں ہم نے جو بُری بُری خواہشات کو ویران کردیا تو بعض بیوقوف لوگ سمجھتے ہیں کہ ہماری دنیا تو اُجڑ گئی کیونکہ ہم گناہ کا مزہ نہیں لے رہے ہیں لیکن شاعر کہتا ہے یہ ویرانیاں ہی دراصل آبادیاں ہیں۔ تو مولانا شاہ پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ عجیب شعر سنئے ؎

اُجڑے ہوئے دل کو مرے آباد کریں گے
بربادِ محبت کو نہ برباد کریں گے

ایک بار تو بُری خواہش کا خون کرکے برباد ہوگیا، اب کیا اسے دوبارہ برباد کریں گے؟ ارے اسے برباد کریں گے جو اپنے دل کو حرام لذت سے آباد کررہا ہے۔

زہریلے لٹریچر کا مطالعہ مت کرو

ارشاد فرمایا کہ جس کے دل میں اہل اللہ سے بغض وعناد کا زہر ہوتا ہے، اس کی تحریر میں، تقریر میں، قلم میں، روشنائی میں غرض ہر چیز میں اس زہر کے اثرات پہنچ جاتے ہیں۔ اسی لئے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جن کا باطن فاسد عقائد سے پُر ہے، ان کا لٹریچر کتنا ہی رنگین نظر آئے، ہرگز ان کی کتاب کا مطالعہ مت کرو کیونکہ وہ باطن میں بُغضِ صحابہ، بدتمیزی اور گستاخیٔ پیغمبر لئے ہوئے ہے۔ لہٰذا جو لوگ گمراہ ہیں ان کے لٹریچر میں چاہے قرآنِ پاک ہی کیوں نہ ہو، حدیثِ پاک ہی کیوں نہ ہو وہ بھی مت پڑھو کیونکہ ان کے قلب میں گمراہی ہے، اور زبان اور قلم ترجمانِ دل ہوتا ہے، تو ان کے قلم سے ان کے گمراہ قلب کی ترجمانی ہوگی۔ کتنے لوگوں نے گمراہوں کی کتابیں پڑھیں اور خود گمراہ ہوگئے بلکہ بزرگوں سے بھی بھاگ گئے، اپنے مربی سے بھی بھاگ گئے۔ اس لئے ان کی کوئی کتاب مت پڑھو، بس اللہ والوں کی کتابیں پڑھو۔ اللہ والوں کے کلام میں کتنی ہی سادگی ہو لیکن وہ نور سے پُر ہے اور اس سادگی میں بھی آپ کو ان شاء اللہ! رنگینیاں محسوس ہوں گی۔

اہل اللہ بہترین رفیق ہیں، لہٰذا ان کی رفاقت اختیار کرو

ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل اللہ کو حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا فرمایا ہے، یہ جملہ خبریہ ہے، مگر فرمایا کہ اس میں جملہ انشائیہ پوشیدہ ہے کہ ان کو رفیق بنالو۔ اگر ہم کہتے ہیں کہ

ہمارے یہاں آج شامی کباب بہت عمدہ ہے یا بریانی ہے، تو یہ خالی خبر ہے یا دوستوں کو دعوت ہے؟ تو فرماتے تھے کہ اللہ نے اپنے دوستوں کو دعوت دی ہے کہ منعم علیہم یعنی اللہ والے بہت اچھے رفیق ہیں، بہترین رفیق ہیں، ان کو اپنا رفیق بنالو، یہ ہم فرمارہے ہیں کہ یہ بہت اچھے ساتھی ہیں، تم اپنی سمجھ سے نہ جانے کس بدترین کو اپنا ساتھی بنالو۔ اب سنئے! رفیق کے تین معانی لغت میں لکھے ہیں: ۱۔نرمی، ۲۔مہربانی، ۳۔حسنِ سلوک۔ اور صاحبِ تفسیرِ خازن نے فرمایا ہے:

((سُمِّیَ رَفِیْقًا لِّارْتِفَاقِكَ بِهٖ وَلِصُحْبَتِهٖ وَقِیْلَ مَعْنَاهُ وَحَسُنَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا))

(تفسیر لباب التاویل المعروف بتفسیر الخازن لعلاء الدین الخازن: ج ۱ ص ۳۹۷)

اللہ والوں کے لئے رفیق اس لئے نازل ہوا کہ لِارْتِفَاقِكَ بِهٖ ارتفاق بابِ افتعال سے ہے، جس کی خاصیت طلبِ ماخذ کی ہے، جیسے افتخار معنی فخر تلاش کرنے والا، تو ارتفاق معنی رفاقت تلاش کرنے ولا، تو حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا میں جو رفیق نازل ہوا ہے وہ اس لئے کہ اللہ والوں کی صحبت میں تم پڑے رہو، وہ تم کو دنیا سے لے کر جنت تک ساتھ رکھیں گے۔ دنیا کے ساتھی تو قبر تک جائیں گے لیکن اللہ والے عالمِ برزخ میں، میدانِ قیامت میں بھی سفارش کریں گے۔ لیکن وہ رفاقت فی الآخرۃ، رفاقت فی الدنیا ہی کا ثمرہ ہوگی یعنی جس نے دنیا میں ان مبارک بندوں کو اپنا رفیق نہ بنایا ہوگا اس کو وہاں بھی ان حضرات کا ساتھ نصیب نہ ہوگا۔

قطب العالم حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی بینائی جانے پر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

۱۳؍ذوالحجہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۵؍جون ۱۹۹۳ء بروز ہفتہ

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مجدد الملت کا

ملفوظ ہے کہ بینا سے نابینا ہونے کے بعد مطمئن ہم نے کسی کو نہیں دیکھا، لیکن مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ ابھی لوگوں نے دیکھا ہے، مولانا نابینائی کی حالت میں بھی ایسے مطمئن تھے جیسے بینائی کی حالت میں، آخر مولانا میں کیا بات تھی؟ مولانا نبی تو تھے نہیں، امتی ہی تو تھے، جو بات ان کو حاصل تھی وہ آپ بھی حاصل کر سکتے ہیں، یعنی تعلق مع اللہ! یہ وہ دولت ہے جس کے حاصل ہونے کے بعد کسی سیر و تماشہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ میں کسی کشف و کرامت کو مولانا کی طرف منسوب کر رہا ہوں کہ آپ کو نابینائی میں بھی ویسا ہی نظر آتا تھا جیسے بینائی میں، اس لئے آپ مطمئن تھے۔ ان حضرات کے سامنے کشف و کرامت کی حقیقت کیا تھی! نہیں بلکہ مولانا کے اطمینان کا سبب محض تعلق مع اللہ تھا۔ ان کو دنیا سے تعلق نہ تھا، اس لئے بینائی جانے کا بھی کچھ غم نہ تھا، بلکہ عجب نہیں کہ اس سے اَور خوش ہوئے ہوں کہ پہلے غیر پر نظر پڑتی تھی، اب محبوب کے سوا کسی پر نظر نہیں۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا مجھے بہت صدمہ ہوا لیکن ایک بات نے مجھے ان کی جدائی میں زندہ رکھا۔ لوگوں نے پوچھا کہ حضرت! وہ کیا بات تھی؟ فرمایا وہی جس کی وجہ سے تم مجھے بزرگ سمجھتے ہو۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یعنی تعلق مع اللہ۔ یہی تعلق تھا جس نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو زندہ رکھا ورنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا عاشق حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بغیر زندہ نہ رہ سکتا تھا۔ اقبالؔ کے ایک شعر میں میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ترمیم کردی تھی، اقبالؔ نے کہا تھا ؎

پروانے کو چراغ اور بلبل کو پھول بس	صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

حضرت نے اس کو یوں بدل دیا ؂

پروانے کو چراغ اور بلبل کو پھول بس	صدیق کے لئے ہے خدا و رسول بس

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی استقامت کا واقعہ

۶؍ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۶؍ستمبر ۱۹۹۱ء

بروز پیر بعد مغرب، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ حضرت قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بہت شاہانہ مزاج رکھتے تھے، بعضے جاہل انہیں ''نواب بے ملک'' کہتے تھے اور بعضے نالائق تو محض بغض وعداوت کی وجہ سے ''فرعونِ بے سامان'' کہتے تھے حالانکہ مولانا کو جو نسبت اور تعلق مع اللہ حاصل تھا اس کی برکت سے بڑے بڑے نوابوں کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ مولانا کی نظر کس قدر قادرِ مطلق پر رہتی تھی جس کے بھروسے پر وہ کسی سے مرعوب نہیں ہوتے تھے، اس کا اندازہ اس ایک واقعہ سے لگایئے۔

دیوبند کے ایک بہت بااثر اور بڑے زمین دار نے اہلِ مدرسہ کو خط لکھا کہ اگر مجھے دیوبند کی مجلسِ شوریٰ کا ممبر نہ بنایا تو میں مدرسہ کی اینٹ سے اینٹ بجادوں گا۔ سارے اساتذہ اور علمائے کرام اس کے شر اور فتنہ کے خوف سے اس کو ممبر بنانے پر راضی ہوگئے، یہاں تک کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ بھی دفعِ شر کے لئے تھوڑا سا نرم پڑ گئے لیکن ان کو حق تعالیٰ نے توفیق دی حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھنے کی اور حضرت کی رائے عالی معلوم کی، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ کسی فاسق کو دینی مدرسے کا ممبر بنانا ہرگز جائز نہیں ہے، گناہِ کبیرہ ہے، میں اس بات پر ہرگز راضی نہیں ہوسکتا۔ رہ گئی یہ بات کہ وہ دیوبند کی اینٹ سے اینٹ بجادے گا تو دیوبند کی اینٹ سے اینٹ بجنے دو، قیامت کے دن اس کا وبال اس کی گردن پر ہوگا، آپ کے اوپر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ناراض کرکے مدرسہ چلانا، اس سے

بہتر ہے کہ مدرسہ دیوبند بند ہوجائے، مدرسہ مقصود نہیں ہے، مدرسہ رہے نہ رہے، مقصود اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رئیس سے استغناء

ارشاد فرمایا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد لیٹے ہوئے تھے لیکن ابھی نیند میں نہ تھے، ایسے بے وقت ایک رئیس، مالدار حضرت سے ملنے کے لئے آیا، حضرت نے ڈانٹ کر فرمایا کہ بھلا یہ بھی کوئی وقت ہے ملاقات کا، لیکن ان امیروں کو اللہ عقل دے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک اور موقع پر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی ابھی آنکھ نہ لگی تھی کہ کچھ آہٹ محسوس ہوئی کہ کوئی آرہا ہے، حضرت نے آنکھ کھول کر ایک رئیس کو آتے ہوئے دیکھ بھی لیا لیکن کمالِ استغناء دیکھئے کہ حضرت دوسری طرف کروٹ لیکر آرام کرنے لگے۔ یہ مالدار، سیٹھ صاحب اپنی چھڑی لہراتے ہوئے آرہے تھے کہ مولانا مجھے دیکھتے ہی کھڑے ہوجائیں گے کہ آیئے آیئے، تشریف لایئے، لیکن مولانا کا تو شاہانہ مزاج تھا۔ علماء کی شان اگر لوگوں پر منکشف ہوجائے تو انہیں علماء کی جوتیوں کو سر پر رکھ لیں گے، قیامت کے دن پتا چلے گا، یہاں تو علماء کو بُرا بھلا جو دل چاہے کہہ لو، گالیاں دے لو، وہاں پتا چلے گا۔

داغِ دل چمکے گا بن کر آفتاب
لاکھ اس پر خاک ڈالی جائے گی

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے لئے جوانی میں بشارت

ارشاد فرمایا کہ جب حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جوانی میں حضرت شاہ فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کے لئے جارہے تھے تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دور سے حضرت حکیم الامت کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ یہ جو

مولوی صاحب آرہے ہیں، ان کا ایک زمانہ آنے والا ہے کہ ساری دنیا میں ان کا غلغلہ ہوگا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول سننے والے ایک بڑے میاں پھولپور قصبہ کے تھے، انہوں نے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ واقعہ سنایا تھا اور حضرت پھولپوری سے احقر نے سنا تھا، تو اختر اور حضرت فضل رحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان صرف دو واسطے ہیں۔

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا مقام

ارشاد فرمایا کہ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اکیلے کمرے میں بلایا، کمرے میں اور کوئی نہیں تھا، اور فرمایا کہ چونکہ آپ میرے خاص ہیں، اس لئے آپ سے ایک خاص بات کہتا ہوں کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں سمجھتا تھا کہ میرے مریدوں اور میرے احباب میں مولانا قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی یہ دو بزرگ بہت اونچے گئے لیکن اب میرے دل کا فیصلہ یہ ہے کہ مولانا اشرف علی ان دونوں سے بھی اونچے گئے۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر بیان القرآن کی شان

۹ رمحرم الحرام ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۲ رجولائی ۱۹۹۱ء

بروز پیر گیارہ بجے دن، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ اردو کی سب سے زبردست تفسیر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر بیان القرآن ہے۔ علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اردو تفاسیر پڑھتے ہی نہیں تھے، ان کی عربی ایسی تھی کہ اردو سے زیادہ عربی پر مہارت ہوگئی تھی، ان کو عربی کا ذائقہ ایسا مل گیا تھا کہ اردو کی کتابیں بے مزہ لگتی تھیں۔ فرماتے ہیں کہ ایک آیت کے سمجھنے میں مجھے اشکال پیش آیا تو متقدمین اور متاخرین (جدید وقدیم) علماء کی تمام عربی تفاسیر

دیکھ ڈالیں مگر اشکال حل نہ ہوا۔ آخر میں سوچا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان القرآن بھی دیکھ لوں کہ حضرت نے کیا فرمایا ہے؟ شاید اس میں مسئلہ حل ہوجائے۔ جب بیان القرآن دیکھی تو حضرت کے ایک تفسیری جملہ سے سارا اشکال ختم ہوگیا، تب جوش میں فرمایا کہ میں تو سمجھتا تھا کہ بیان القرآن اردو دانوں کے لئے ہے مگر اب معلوم ہوا کہ یہ تو علماء کے لئے ہے۔ حضرت کی تفسیر الہامی ہوتی ہے، یہ بات میرے شیخ شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی تھی، اور اس کی مثال میں فرمایا کہ دیکھو! آیت یُوۡسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیۡقُ (سورۂ یوسف: آیۃ ۴۶) کا ترجمہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے کیا عمدہ فرمایا ہے کہ ''اے یوسف! اے صدقِ مجسم!''

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے زبردست علوم کی مثالیں

۱۲؍صفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۴؍اگست ۱۹۹۱ء بروز ہفتہ بعد فجر

ارشاد فرمایا کہ اگر دل میں ایک ذرّہ بڑائی ہوگی تو آدمی جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا، لیکن یہاں ایک اشکال ہوتا ہے کہ ایک آدمی عالم ہے، حافظ ہے، مہتمم ہے، محدث ہے، مفتی ہے، صاحبِ نسبت ہے، کسی بزرگ کا خلیفہ ہے، اور ایک شخص بالکل جاہل ہے، آلو بیچ رہا ہے یا جوتا گانٹھ رہا ہے، نہ نماز ہے نہ روزہ، کوئی نیک عمل نہیں کرتا، یا ایک شخص شرابی زانی ہے، دنیا بھر کی خرافات میں مبتلا ہے تو ایسے شخص سے وہ اپنے کو کیسے حقیر سمجھے؟ یہاں مجددِ زمانہ کے علوم کی داد دینی پڑتی ہے، حضرت کے علوم ایسے ہیں کہ آپ کہیں مثال نہیں پائیں گے، اُولٰٓئِکَ اٰبَآئِیۡ فَجِئۡنِیۡ بِمِثۡلِهِمۡ ۔ حضرت فرماتے ہیں کہ کبر سے نجات کے لئے صرف احتمال قائم کرلو تو نجات ہوجائے گی۔ کیا احتمال قائم کرنا ہے؟ یہ خیال کرلو کہ ممکن ہے اس شخص کا کوئی عمل ایسا اللہ کے ہاں مقبول ہوجائے جس سے اس کی مغفرت ہوجائے، یہ بخشا جائے اور ممکن ہے کہ میرے کسی عمل پر میری پکڑ ہوجائے تو کیا ہوگا؟ احتمال تو ہے نا؟ اندیشہ تو

بہرحال ہے۔ یہ معمولی علم نہیں ہے، ارے علمِ عظیم ہے، ورنہ عقلی طور پر اسلام پر اعتراض لازم آتا کہ ایک شخص بخاری شریف پڑھا رہا ہے، عالم، حافظ، محدث ہے اور ایک آدمی جوتا گانٹھ رہا ہے، جاہل مطلق، نہ نماز نہ روزہ، کیسے وہ اپنے کو اس سے حقیر سمجھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی قبر کو نور سے بھر دے، حکیم الامت بڑا احسان کر گئے۔ کوئی تو بات تھی دوستو کہ بڑے بڑے علماء وہاں جا کر گھٹنے ٹیکتے تھے۔ ہم نے نہیں دیکھا اتنے علماء کسی شخص سے رجوع ہوئے ہوں، شاہ عبد الغنی صاحب، مفتی شفیع صاحب، علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہم، اور نہ جانے کتنے بڑے بڑے علماء حضرت سے بیعت تھے۔

حضرت کی ذہانت بھی غضب کی تھی، ذہانت پر ایک قصہ سنو! مفتی اعظم ہند مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے کون واقف نہیں، کتنے بڑے عالم تھے، دہلی کے زبردست عالم گذرے ہیں اور بہت غریب تھے۔ دیوبند پڑھنے سے پہلے مراد آباد شاہی مسجد کے مدرسہ میں پڑھنے گئے تھے۔ وہاں کے مہتمم صاحب نے داخلہ دینے سے انکار کر دیا کہ ہمارے پاس روٹی کا انتظام نہیں ہے، ہم آپ کو کھانا نہیں دے سکیں گے۔ انہوں نے کہا کہ آپ دو وقت کی بجائے ایک ہی وقت کی روٹی دے دینا۔ مہتمم صاحب نے کہا کہ ایک وقت کا بھی انتظام نہیں ہوسکتا۔ مجبوراً دیوبند چلے گئے اور شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ پھر اتنے بڑے عالم ہوئے کہ اسی شاہی مدرسہ مراد آباد والوں نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو بیان کے لئے دعوت دی، سارے شہر میں حضرت شیخ الہند کے اشتہارات لگ گئے، اچانک حضرت بیمار ہو گئے اور سفر کے قابل نہیں رہے تو اپنے شاگرد مفتی کفایت اللہ صاحب کو نائب بنا کر مراد آباد بھیجا۔ جب مفتی صاحب اسٹیشن پر اترے تو استقبال کرنے والوں میں یہ مہتمم صاحب بھی تھے جنہوں نے غربت کی وجہ سے داخلہ نہیں دیا تھا۔ جس تانگے میں مفتی صاحب بیٹھے تو گھوڑوں کی جگہ دو آدمی اس کو کھینچ رہے تھے جن میں ایک یہ مہتمم

صاحب بھی تھے۔ مفتی صاحب نے انہیں پہچان لیا لیکن یہ نہ پہچان سکے۔ جب مدرسہ پہنچے تو ان مہتمم صاحب سے فرمایا کہ آپ نے مجھے پہچانا؟ کہا ہم کیا پہچانیں، ہم تو گئے تھے حضرت شیخ الہند کو لینے، اب آپ کو ان کا نائب بنا کر استقبال کر کے لے آئے۔ فرمایا میں وہی طالب علم ہوں جس کو آپ نے غربت کی وجہ سے روٹی دینے سے انکار کیا تھا، میرا نام کفایت اللہ ہے۔ آہ! مہتمم صاحب رونے لگے کہ اللہ نے آپ کو کہاں سے کہاں پہنچایا۔

تو انگریز کے خلاف تحریک کے زمانے میں مفتی صاحب تھانہ بھون گئے تا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ساتھ دینے پر قائل کر سکیں، آ کر عرض کیا کہ حضرت! اگر آپ تحریکِ خلافت میں کھڑے ہو جائیں تو ساری قوم کھڑی ہو جائے گی۔ حضرت نے فرمایا کہ مفتی صاحب! ذرا سوچ لیجیے، آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ تھوڑی دیر آنکھ بند کر کے سوچا اور کہا کہ حضرت! سوچ لیا، اگر آپ کھڑے ہو جائیں تو ساری قوم کھڑی ہو جائے گی۔ فرمایا مفتی صاحب! اور سوچ لیجیے۔ تین مرتبہ فرمایا کہ اور سوچ لیجیے، وہ ہر دفعہ یہی کہتے، پھر حضرت نے فرمایا مفتی صاحب! آپ غلط کہتے ہیں، اگر قوم میں میری اتنی مقبولیت ہے کہ میں کھڑا ہو جاؤں تو آپ کے بقول ساری قوم کھڑی ہو جائے گی تو جب میں بیٹھا ہوا ہوں، نہیں کھڑا ہو رہا تو ساری قوم بیٹھ کیوں نہیں جاتی؟ مفتی صاحب جیسی شخصیت لاجواب ہو گئی۔ حضرت نے فرمایا کہ میں کانگریس میں مسلمانوں کی شرکت کو مسلمانوں کی دینی موت سمجھتا ہوں۔

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا دو رکعات پڑھوانا

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا عبدالحئی صاحب بڈھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ ہمیں دو رکعات ایسی پڑھوا دیجئے کہ جس میں کوئی وسوسہ نہ آئے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ اکبر کہنے سے سلام پھیرنے تک کوئی وسوسہ نہ آئے، غیر اللہ کا خیال ہی نہ آئے:

((مَنْ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ لَمْ یُحَدِّثْ نَفْسَهٗ فِیْهِمَا بِشَیْءٍ مِّنَ الدُّنْیَا لَمْ یَسْأَلِ اللّٰهَ شَیْئًا اِلَّا أَعْطَاهُ اِیَّاهُ، وَفِیْ رِوَایَةٍ اُخْرٰی: غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ))

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ج۲ص ۱۵۸)؛ (السنن الکبریٰ للبیہقی: ج۱ص ۷۹)

پھر جو مانگے گا، اللہ تعالیٰ اسے عطا فرمادیں گے اور اس کے تمام گناہ بھی (صغیرہ) معاف فرمادیں گے۔ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھا انتظار کرو، کسی مناسب وقت میں ان شاء اللہ تعالیٰ! ایسی دو رکعات مل جائیں گی، آپ اس وقت کے منتظر رہیے۔

سن لے اے دوست جب ایام بھلے آتے ہیں
گھات ملنے کی وہ خود آپ ہی بتلاتے ہیں

بس جب وہ وقت آیا اور اللہ کی طرف سے حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو الہام ہوا تو دو بجے رات کو مولانا عبدالحئی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ مولانا! اللہ کے لئے اُٹھ جائیے۔ آہ! ؎

جی اٹھے مردے تری آواز سے
پھر ذرا مطرب اسی انداز سے

اللہ والوں کی آواز میں کیا اثر ہوتا ہے، سبحان اللہ! جب مولانا اُٹھ گئے تو فرمایا کہ مولانا! اللہ کے لئے وضو کرلیجیے، ہر بات میں اخلاص پیدا کررہے ہیں کہ مولانا! اللہ کے لئے وضو کرلیجیے، مولانا نے وضو کرلیا، پھر فرمایا مولانا! اللہ کے لئے دو رکعات نماز پڑھ لیجیے۔ بس ان کی تمنّا پوری ہوگئی، پھر جو نماز پڑھی ہے تو ایسی دو رکعات زندگی میں نصیب نہیں ہوئی تھیں۔

حضرت سید شہید احمد رحمۃ اللہ علیہ کے دو خلفاء کا واقعہ

ارشاد فرمایا کہ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دو خلفاء مولانا کرامت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سخاوت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا سخاوت علی سے فرمایا کہ تم جون پور میں پڑھاتے رہنا، کہیں ہٹنا مت، اپنی جگہ پر

جمے رہنا، اور مولانا کرامت علی سے فرمایا کہ تم بنگال جاؤ اور کہیں ٹھہرنا مت، رات دن سفر کر کے دین پھیلانا۔ چنانچہ سارے بنگال میں انہی کے فیض سے اسلام پھیلا اور وہ ہادیٔ بنگال ہوئے، جس راستے سے وہ گذرے ہیں اسی راستے پر اسلام زیادہ ہے۔ مولانا سخاوت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ نے قطب الاقطاب بنایا تھا، اس پر ایک واقعہ سنئے:

ایک شخص رات ۱۲ بجے آیا اور خادم سے کہا حضرت کو جگائیے، مجھے کچھ کام ہے، خادم نے کہا میں نہیں جگاؤں گا، اس نے ڈانٹ کر کہا تمہیں جگانا پڑے گا۔ خادم بھی ڈر گیا، جا کر جگایا اور عرض کیا ایک صاحب ملنے آئے ہیں، حضرت نے اندر طلب فرمالیا، انہوں نے آ کر حضرت مولانا سخاوت علی صاحب کو ایک کاغذ پیش کیا، حضرت نے اس پر دستخط کئے، اسی وقت وہ شخص پرچہ لے کر غائب ہو گیا۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ خادم نے عرض کیا حضور! کیا یہ کوئی غیبی مرد تھا، سیڑھی پر جاتے ہوئے اس کو دیکھا، اچانک غائب ہو گیا۔ حضرت نے اس کی بات سن کر ٹال دیا کہ ہر بات نہیں پوچھتے، مگر پاؤں دباتے ہوئے پھر پوچھا کہ حضرت! آپ کو بتانا پڑے گا یہ کون تھا؟ حضرت نے ڈانٹا کہ خادم ہو کر میرے راز کی بات معلوم کرتا ہے، بے وقوف، بہت ڈانٹا لیکن جو خادم ہوتا ہے منہ لگام، ڈانٹ کو برداشت کر لیتا ہے، وہ بار بار کہتا رہا، پیر دبائے جا رہا ہے اور کہہ رہا ہے حضرت بتا دیجئے، آخر حضرت کو رحم آ گیا، فرمایا اس مردِ غیبی کو اللہ تعالیٰ نے قطب کا درجہ عطا فرمایا تھا لیکن بغیر میرے دستخط کے اس کی قطبیت اس کو نہیں مل سکتی تھی۔

مولانا سخاوت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے شخص تھے لیکن ان کو حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم جونپور میں پڑھایا کرنا، تو وہ نورانی قاعدہ بھی پڑھاتے تھے اور بخاری شریف بھی پڑھاتے تھے۔ کسی نے تعجب سے کہا کہ آپ بخاری شریف پڑھانے کے ساتھ نورانی قاعدہ بھی پڑھاتے ہیں؟ تو فرمایا کہ میرے پیر نے مجھے پڑھانے کو فرمایا تھا، کتاب متعین نہیں کی تھی لہٰذا اگر کوئی نورانی

قاعدہ پڑھنے آئے گا تو وہ بھی پڑھاؤں گا، کوئی بخاری شریف پڑھنے آئے گا تو وہ بھی پڑھاؤں گا، شیخ کے حکم کی ایسی قدر تھی ان کے دل میں۔

حالات شاہ عبدالرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ اور سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ

۲؍ذیقعدہ ۱۴۱۲ھ مطابق ۵؍مئی ۱۹۹۲ء بروز منگل، خانقاہ میں مجلس

ارشاد فرمایا کہ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب شیخ کی محبت مرید کے دل میں تیز ہوجاتی ہے تو شیخ کے پاس حاضری کے وقت اس کی رفتار بڑھ جاتی ہے، دوڑنے لگتا ہے، جیسے حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور دوڑتے ہوئے آئے، اللہ پاک فرماتے ہیں وَاَمَّا مَنۡ جَآءَکَ یَسۡعٰی، یعنی دوڑتا ہوا آیا، جَآءَکَ کی ضمیر عبداللہ ابن ام مکتوم کی طرف جارہی ہے۔ یَسۡعٰی میں دوڑنا ہے، مشی نہیں فرمایا۔ تو حضرت نے فرمایا کہ دوڑنا عشق کی علامت ہے، پھر اپنا واقعہ سنایا کہ جب میں حضرت شاہ عبدالرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر حاضری کے لئے جارہا تھا، تو پہلے شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوا، پھر شاہ عبدالرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوا تو دونوں کی نسبت میں نے یکساں پائی۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھنؤ کے قریب ایک قصبہ ہے بانسہ، وہاں کے تھے، اتنے بڑے صاحبِ نسبت تھے کہ میرے شیخ نے فرمایا کہ میری رفتار تیز ہوتی گئی، یہاں تک کہ میں دوڑنے لگا۔ دیہاتیوں نے کہا کہ مولانا! آپ کو کیا ہوگیا کہ دوڑے جارہے ہیں؟ کہا بھئی! کیا کروں، غیر اختیاری طور پر دوڑ رہا ہوں۔ یہ اُمّی بزرگ تھے، قرآنِ پاک میں جو آیا ہے عَلَّمۡنٰہُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا (سورۃ الکھف: آیۃ ۶۵) ان کو علمِ لدنّی ملا تھا، جو علم بغیر کتابوں کے اللہ کی طرف سے موہوبی ہو، اسے علمِ لدنی کہتے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کو بھی علمِ لدنی عطا ہوا تھا۔ وہ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کافیہ

پڑھتے تھے، ایک دن سبق یاد کرنے دلّی سے باہر ایک جنگل چلے گئے، وہاں دیکھا کہ ایک مسجد ویران پڑی ہے، سب جھاڑ جھنکاڑ، درختوں کے پتے، جھاڑیاں اُگ آئی ہیں، بس کتابیں ایک طرف رکھ کر اس مسجد کی صفائی میں لگ گئے۔ دن بھر صفائی میں لگے رہے، جب سبق یاد کرنے کے لئے کتاب کھولی تو حروف نظر نہیں آئے، ورق سفید ہو گئے۔ آ کر استاد سے عرض کیا کہ میری کتاب سے حروف غائب ہو گئے، حضرت نے کتاب دیکھی تو سارے حروف ویسے ہی موجود تھے۔ پوچھا کہ دن بھر کیا کرتے رہے؟ آپ نے مسجد کی صفائی کا واقعہ عرض کر دیا۔ فرمایا جاؤ میاں سید احمد! اب تمہیں پڑھنے کی ضرورت نہیں، اللہ تمہیں آسمان سے علوم بھیجے گا۔ پھر بڑے بڑے علماء مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالحیٔ رحمۃ اللہ علیہ جیسے آپ سے بیعت ہوئے۔

شاہ عبدالرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اُمّی بزرگ تھے، صرف پارۂ عم تک پڑھے تھے لیکن بہت بڑے صاحبِ نسبت تھے، بغیر الہام کے کلام نہیں فرماتے تھے، جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل میں کچھ وارد ہوتا تھا تو فرماتے تھے ''کھبر دیت''، یعنی اللہ تعالیٰ مجھے خبر دے رہے ہیں، پھر کلام فرماتے تھے۔ ایسے اُمّی بزرگ سے درسِ نظامی جو آج تمام مدارس میں پڑھایا جاتا ہے، اس کا بانی ملا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ ان سے بیعت ہوئے، جب مرید ہوئے تو تمام لوگوں نے مذاق اُڑایا کہ غیر عالم سے بیعت ہو گئے تو فرمایا کہ ایک بیان اگر اپنے حضرت کا کرا دوں تب پتا چلے گا کہ وہ کتنے بڑے عالم ہیں، تمہارے ہوش اُڑ جائیں گے۔ ملا نظام الدین کو اپنے پیر پر بڑا ناز تھا، وہ ان کا مرتبہ جانتے تھے، جو جانتا ہے اس کو ناز بھی ہوتا ہے۔ آ کر عرض کیا کہ حضرت! علماء میں آپ کا بیان کرانا ہے۔ حضرت رونے لگے کہ میں تو عالم بھی نہیں ہوں۔ عرض کیا آپ بیان کیجئے، اللہ آپ کی عزت رکھے گا۔ سبحان اللہ! کیا ناز تھا۔ حضرت نے دو رکعت پڑھی، لکھنؤ تشریف لے گئے، بیان شروع کیا، بخاری شریف کی حدیث بھی پڑھی، پھر حمد اللہ اور منطق کے تمام

مسائل بیان کیئے۔ کچھ دیر تک تو علماء کو سمجھ آیا، پھر سب کے ہوش اُڑ گئے۔ یہ روایت وہی بیان کر رہا ہوں جو میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے سنائی تھی۔ جب علماء ہوش میں آئے تو شاہ عبد الرزاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے مولویو! تم نے جو نورانی قاعدہ پڑھا ہے، اس کے حروف اتنے چھوٹے چھوٹے تھے اور مجھے میرے مالک نے جو حروف پڑھائے ہیں وہ اتنے بڑے بڑے تھے۔ میرے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ ہاتھ پھیلا کر بتایا کرتے تھے۔

اصلی غریب کون ہے؟

ارشاد فرمایا کہ جب لوگ کہتے ہیں کہ صاحب! میں تو بہت غریب ہوں تو مجھے بہت غصہ آتا ہے، جو خدا رکھتا ہے وہ غریب نہیں ہے، خدا دارم چہ غم دارم۔ غریب وہ ہے جس کے دل میں اللہ نہ ہو اگرچہ سونے کا پہاڑ رکھتا ہو، وہ غریب ہے۔ اور جو دل میں خالقِ زر رکھتا ہو، دل میں مولیٰ کو رکھتا ہو، اس سے بڑھ کر سارے سونے کے پہاڑ نہیں ہو سکتے۔ اسی کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شاہی مسجد دہلی کے منبر سے اعلان کیا تھا اور مغل بادشاہ اور شہزادے، امراء اور وزراء سامنے بیٹھے تھے لیکن جوش میں آکر فرمایا۔

دلے دارم جواہر پارہ عشق است تحویلش

کہ دارد زیر گردوں میر سامانے کہ من دارم

کہ اے مغلیہ بادشاہو! ولی اللہ دہلوی سینہ میں ایک دل رکھتا ہے اور اس دل کے اندر اللہ تعالیٰ کی محبت کے موتی، جواہرات رکھتا ہے، آسمان کے نیچے مجھ سے زیادہ کوئی امیر ہو تو آئے، تم لوگ جب مرو گے تو اپنا خزانہ زمین کے اوپر چھوڑ کر جاؤ گے اور دوسرے لوگ اسے حاصل کر لیں گے، تمہاری دولتیں، تمہاری وزارتیں، تمہاری سلطنتیں سب زمین کے اوپر رہ جائیں گی اور تمہیں دو گز کفن میں لپیٹ کر مٹی میں ڈال دیا جائے گا۔ اس وقت بادشاہتوں کی حقیقت پتا چلے گی کہ کیا تھی، اور ولی اللہ جب

اس دنیا سے جائے گا تو اپنا خزانہ، اللہ کی محبت کا خزانہ ساتھ لے کر جائے گا۔

اہل اللہ، اللہ کی محبت وخشیت کا پٹرول پمپ ہیں

ارشاد فرمایا کہ جو چاہے کہ اس کے دل میں اللہ آ جائے تو اس کو اپنے دل کے اندر اہل اللہ کے پٹرول پمپ سے اللہ کی محبت اور خشیت کا پٹرول لے لینا چاہیے۔

دعا کا حریص ہونا چاہیے

ارشاد فرمایا کہ دعا کا حریص ہونا چاہیے۔ بعض مرید ایسے مقبول ہوئے ہیں کہ پیر کی دعا مرید کی آمین سے قبول ہوئی ہے۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اہلِ سلسلہ کے لئے تین دعائیں

ارشاد فرمایا کہ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے اللہ سے تین دعائیں مانگیں کہ میرے سلسلے میں جو بھی داخل ہو، اس کو یہ تین نعمتیں عطا فرما:

(۱) دل کا سکون (۲) رزق کی کشادگی

(۳) حسنِ خاتمہ

اور فرمایا کہ میری تینوں دعائیں قبول ہوگئیں یعنی قبولیت کے آثار ظاہر ہوگئے۔ کبھی اللہ والوں کو دعا کی قبولیت کا معلوم ہوجاتا ہے۔ تو جس کو ان تین باتوں میں سے کوئی بات حاصل نہیں تو اس کے سلسلہ امدادیہ اشرفیہ میں کوئی کمی ہے۔

اللہ تعالیٰ کو اَڑ کر دعا مانگنے والے محبوب ہیں

۲۳؍ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق یکم؍نومبر ۱۹۹۱ء

بروز جمعہ، بارہ بجے دن، مجلسِ عام، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ دعا کرتے وقت امید اور حسنِ ظن کو غالب رکھو، یقین سے

دعا مانگو کہ اللہ تعالیٰ میری دعا کو ضرور قبول فرمائیں گے، پھر دیکھو دعا کیسے جلد قبول ہوتی ہے۔ دعا تو اسی وقت قبول ہوجاتی ہے، کبھی ظہور دیر سے کرتے ہیں، چاہتے ہیں کہ بندہ اَور مانگتا رہے، ابھی اَور مانگے، ابھی اَور مانگے، حدیث شریف میں ہے:

((اِنَّ اللہَ لَیُحِبُّ الْمُلِحِّیْنَ فِی الدُّعَآءِ))

(شعب الایمان للبیہقی: باب الرجاء من اللہ تعالیٰ، ج ۲ ص ۳۶۴)

اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کو محبوب رکھتے ہیں جو دعا میں اَڑ کے مانگتے ہیں، گڑگڑا کے لپٹے ہوئے بار بار مانگتے ہیں، ایک دعا کو کم سے کم تین مرتبہ مانگنا سنت ہے، مثلاً کوئی غم آیا تو آپ کم از کم تین دفعہ مانگو کہ یا اللہ! میرا غم دور کردے، یا اللہ! میرے غم کو خوشی سے بدل دے، یا اللہ! میری یہ تکلیف دور کردے، کم از کم تین مرتبہ ربّا کا نام تو منہ سے نکلتا ہے۔ یہ حاجتیں بڑی نعمت ہیں کہ اسی بہانے سے ہم ان کو یاد کرتے ہیں اور مناجات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس کا قرب بھی بڑھاتے ہیں۔

مصیبت میں بھی دعا مانگتے رہو، اللہ سے تعلق بڑھتا ہے

ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق اکتوبر ۱۹۹۱ء

ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک اللہ والا سردی کے موسم میں پرانا کمبل اوڑھے بیٹھا تھا، آسمان سے آواز آئی ’’او فقیر! یہ کمبل تیرا پرانا ہوگیا ہے، مجھے اچھا نہیں لگ رہا ہے، تُو اس کو پھینک دے۔‘‘ اس نے حکم سمجھ کر مارے ڈر کے پھینک دیا، لیکن دل میں سوچنے لگا کہ اب سردی سے مرنا پڑے گا۔ اتنے میں ایک آدمی آیا اور کہا کہ یہ نیا کمبل آپ قبول کریں گے؟ تو دل میں کہا کہ پرانا تو پھنکوادیا، اب نیا بھی قبول نہ کروں گا تو کیا سردی سے مروں گا؟ فوراً کہا لا جلدی لا، قبول کرتا ہوں۔ اس پر میرا شعر ہے ؎

جو ہے ادائے خواجگی پنہاں اسی میں ہے کرم
ان کی رضا بھی دوستو ان کی عطا سے کم نہیں

جو پرانا مال پھنکواتا ہے وہی نیا عطا کرتا ہے، اس لئے گھبرانا نہیں چاہیے، جس حالت میں اللہ رکھیں اسی میں راضی رہو، مگر دعا مانگتے رہو، دعا سے تعلق بڑھتا ہے۔

مصیبت میں دعا مانگنے کا مزہ

ارشاد فرمایا کہ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دعا کا مزہ بھی جب آتا ہے جب دل پر کوئی مصیبت ہو، اسباب کے پردے جل چکے ہوں اور تدبیر کے ناخن گھس چکے ہوں۔ اس پر میری مثنوی اردو کے کچھ اشعار سنئے ؎

ناخنِ تدبیر گھس جانے کے بعد	پردۂ اسباب جل جانے کے بعد
بس تری جانب ہے اب میری نگاہ	ناؤ میری پار ہو میرے الٰہ
گر تُو چاہے پاک ہو مجھ سا پلید	فضل سے تیرے نہیں کچھ بھی بعید
جس کو تیری راہ سے جو بھی ملا	وہ ترے دستِ کرم سے ہی ملا

کوئی پریشانی ہو، اللہ کے حوالے کر کے مطمئن ہو جاؤ

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی پریشانی میں مبتلا ہو، خواہ بیماری ہو یا روزی کی کمی ہو، تجارت میں نقصان ہو رہا ہو، یا کوئی دشمن پیچھے لگ گیا ہو، ہر پریشانی کا علاج، ہر قسم کے دُکھ کا علاج یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے رجوع کرے، اللہ کے حوالے کر دو، اور جیسے حضرت مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ سے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مومن کا اعتقاد جب مقدر پر ہے تو اسے مکدر ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ بس اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہے۔ اس پر ایک واقعہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سنئے!

مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہجرت کا واقعہ

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے

بڑے خلفاء میں سے تھے، مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب تھانہ بھون کا بالکل نمونہ تھے۔ اعظم گڑھ کے ایک گاؤں فتح پور تال نرجہ میں رہتے تھے جہاں مشکل سے دوتین ہزار کی آبادی تھی۔ بڑے شیخ مشہور تھے، حضرت کے مریدین بھی بڑے بڑے مالدار لوگ اور وہ علاقہ بھی مالداروں کا ہے، وہاں حضرت نے کئی لاکھ کی خانقاہ بنائی، سالکین کے لئے بہت سے حجرے بنوائے۔ ان کی مسجد میں بریلوی دیوبندی میں لڑائی ہوگئی اور مسجد میں قتل ہوگیا، مولانا کو سب چھوڑ چھاڑ کر الٰہ آباد ہجرت کرنا پڑی کیونکہ مخالف لوگوں نے مولانا پر بھی مقدمہ چلوادیا۔ اب بظاہر تو مولانا پر بڑی مصیبت آئی کہ بنی بنائی خانقاہ چھوڑنا پڑی لیکن کیا کعبہ سے بڑھ کر خانقاہ تھی جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہجرت کرائی گئی؟ تکوینی طور پر معاملات ہوتے ہیں۔ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال حج کے سفر پر جاتے ہوئے بحری جہاز میں ہوا ہے، لہٰذا حضرت کی میت کی پانی میں تدفین کی گئی، جبکہ حضرت اپنی حیات کے آخری دنوں میں حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار پڑھا کرتے تھے ؎

آنے والی کس سے ٹالی جائے گی	جان ٹھہری جانے والی جائے گی
پھول کیا ڈالو گے تربت پر مری	خاک بھی تم سے نہ ڈالی جائے گی

تو دیکھئے! مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کتنا بڑا حادثہ پیش آیا مگر مولانا نے اللہ کی مرضی پر اُف نہیں کیا، الٰہ آباد میں آکر دوسری خانقاہ بنائی، جس سے سارا الٰہ آباد فیض یاب ہوگیا، وہاں کے تمام اہلِ بدعت اہلِ حق ہوگئے، بڑے بڑے علماء نے حضرت سے تعلق قائم کیا۔ پھر الٰہ آباد میں حضرت بیمار ہوگئے اور علاج کے لئے بمبئی لے جانا تجویز ہوا تو بمبئی تشریف لے گئے۔ بمبئی کے بڑے بڑے سیٹھ اکثر بدعتی تھے، جو کسی اہلِ حق عالم کو شہر میں بیان نہیں کرنے دیتے تھے، وہ سب آکر حضرت سے بیعت ہوگئے۔ آج بمبئی کا میدان

اہلِ حق کے لئے بالکل صاف ہے، جو چاہے جا کر بیان کر سکتا ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ حوادث اور ناموافق حالات ہمارے ہی فائدے کے لئے آتے ہیں۔

کبھی عالم گلستاں اور کبھی ویرانہ ہوتا ہے
جو ہوتا ہے بپاسِ خاطرِ دیوانہ ہوتا ہے

اگر مولانا کو یہ حادثہ پیش نہ آتا تو ایک دیہات میں ساری عمر پڑے رہتے اور دو تین ہزار کی آبادی فیضیاب ہوتی۔ جس چڑیا کو شکاری شکار کرنا چاہتا ہے اور وہ خوشی خوشی گھونسلا چھوڑنا نہیں چاہتی، اس کو گھونسلا لذیذ ہوتا ہے، آرام دہ ہوتا ہے، تو پھر اس کے گھونسلے میں پتھر پھنکواتا ہے، اور جب پتھر سے بھی نہیں نکلتی تو آگ لگوا دیتا ہے، پھر مجبوراً چڑیا نکلتی ہے تو جلدی سے اس کو پنجرے میں قید کر لیتا ہے۔

وہ جلا اس کا نشیمن وہ اُٹھا اس سے دھواں
یوں کیا صیاد نے طائر کا سامانِ وصال

اللہ تعالیٰ جس بندے کو اپنا بنانا چاہتے ہیں تو اس کے بہت سے گھونسلوں کو زیر و زبر کر دیتے ہیں، جس کے دل کو اپنا بنانا چاہتے ہیں اس کو دنیاوی چیزوں میں مشغول نہیں ہونے دیتے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

تا بدانی ہر کہ را یزداں بخواند
از ہمہ کار جہاں بیکار ماند

یقین کر لو کہ جس کو اللہ نے اپنی طرف بلایا کہ آؤ ہم تمہیں اپنا بنانا چاہتے ہیں، تُو کہاں رہتا ہے، تو سارے جہان سے اس کو بیکار کر دیتے ہیں، کسی کام کا نہیں رہنے دیتے، لیکن۔

عارفاں از کُل جہاں کاہل ترند
در رہ عقبیٰ ز مہہ گو می برند

عارفین لوگ جن کی روحوں نے اللہ کو پہچان لیا اگرچہ دنیا میں بڑے کاہل معلوم ہوتے ہیں، دنیا کے کسی کام میں ان کا دل نہیں لگتا مگر آخرت کے کاموں میں چاند سے بھی زیادہ تیز رفتار ہوتے ہیں۔

مصیبت میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہوتی ہیں

ارشاد فرمایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا پیر پھسل گیا اور دانت ٹوٹ گیا، انہوں نے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یُذْھِبِ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ شکر ہے اس اللہ کا جس نے میری آنکھوں کی روشنی کو نہیں چھینا اور میری سماعت محفوظ رکھی۔ بزرگوں کی شان عجیب ہے۔ ایک بزرگ استنجاء کے لئے نکلے، چوکھٹ سے سر ٹکرا گیا اور خون بہنے لگا، لوٹ آئے اور لیٹ گئے اور فرمایا الحمد للہ۔ دو خادم موجود تھے، انہوں نے عرض کیا حضرت اس تکلیف کے وقت یہ شکر کا کون سا موقع تھا؟ انہوں نے فرمایا۔

ایں بلا دفع بلاہائے بزرگ

یہ جو چوٹ لگی کسی بڑی بلا سے نجات کا ذریعہ معلوم ہوتا ہے، کوئی بڑی بلا آنے والی تھی، اللہ تعالیٰ نے چھوٹی بلا دے دی۔ خادموں نے کہا حضرت! یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آرہی۔ پھر دونوں کسی کام سے باہر نکلے، راستے میں دیکھا کہ شیخ کے دو دشمن شیخ کو جان سے مارنے کے ارادے سے گھات لگائے چھپے بیٹھے تھے، تب وہ خادم واپس آئے کہ واقعی اب آپ کی بات ہماری سمجھ میں آئی۔

اللہ کی رحمت منتظر کھڑی ہے، تم گڑگڑانا شروع کرو

ارشاد فرمایا کہ جس نے بھی حق تعالیٰ سے اخلاص کے ساتھ رو رو کر اپنی اصلاح اور تزکیہ مانگا ہے، گناہوں سے معافی مانگی ہے، وہ محروم نہیں رہا۔ جب ابّا کو اپنی اولاد کی پریشانی اور مصیبت پر رحم آجاتا ہے تو ربّا کی رحمت کو کیا پوچھتے ہو؟ اللہ کی رحمت تو منتظر کھڑی ہے، تم گڑگڑانا شروع کرو۔ اگر کسی کے گردے میں پتھری ہو جائے،

بلڈ کینسر ہوجائے، تو بتاؤ کیسے گریہ وزاری سے دعا کرے گا۔ چاٹگام کے ہسپتال میں مَیں نے خود دیکھا کہ ایک شخص کا پیشاب بند ہوگیا تو ایسے رو رہا تھا کہ جیسے آسمان اُٹھالے گا۔ کبھی اللہ سے ایسے روؤ کہ اے اللہ! میں کب تک نفس کے چنگل میں پھنسا رہوں گا؟ ایک بچہ اگر اپنے باپ کو خط لکھ دے کہ ابّا! مجھے اغوا کرنے والوں سے، ڈاکوؤں سے چھڑالو تو باپ کا دل نرم ہوگا یا نہیں؟ مکان بیچ کر، بیوی کا زیور بیچ کر اس کی رہائی کی کوشش کرے گا، تو اگر ہم بھی اللہ سے نالہ وفریاد شروع کردیں کہ اے اللہ! نفس و شیطان کے ڈاکوؤں سے ہمیں چھڑا لیجیے تو کیا عجب کہ ہماری آہ وزاری قبول ہوجائے ؎

بس ہے اپنا ایک نالہ بھی اگر پہنچے وہاں
گرچہ کرتے ہیں بہت سے نالہ و فریاد ہم

اے ز تو کس گشتہ جان ناکساں
دست فضل تُست در جاں ہا رساں

اے ہمارے رب! آپ کی رحمت سے کتنی نالائق جانیں لائق ہوگئیں، آپ کے فضل کا ہاتھ، دستِ کرم تو ہماری جانوں میں پہلے سے موجود ہے۔ باپ تو بچہ کو چھڑانے کے لئے فوج سے، پولیس سے رابطہ کرے گا مگر اللہ کو کسی فوج کی ضرورت نہیں ہے، ان کی قدرتِ کاملہ کو ہاتھ بڑھانا بھی نہیں پڑے گا، وہ پہلے ہی سے ہمارے اندر موجود ہے، بس اللہ کا ارادہ ہوجانا کافی ہے۔ دیکھو! حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی نے نگل لیا تو اللہ نے مچھلی کے معدے کو حکم دے دیا:

((اِنَّ حُوْتَ ابْتَلَعَتْهُ فَاَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَيْهَا اَنْ لَّا تُؤْذِيْهِ بِشَعْرَةٍ فَاِنِّيْ جَعَلْتُ بَطْنَكِ سِجْنًا لَّهٗ وَلَمْ اَجْعَلْهُ طَعَامًا))

(روح المعانی:(رشیدیہ)؛سورۃ الانبیاء؛ ج ۱۷ص ۱۱۰)

کہ خبردار! یہ میرا نبی ہے، یہ تیری غذا نہیں ہے، تیرے پیٹ میں مجھے اس کو معراج عطا کرنی ہے، درجات بلند کرنے ہیں، اس کو کھانا مت۔ معدہ ایک دم

رُک گیا ورنہ معدے میں کوئی چیز جائے تو اس میں خودبخود آٹومیٹک چکی چلنا شروع ہوجاتی ہے لیکن حضرت یونس علیہ السلام کے کسی جزو کو ایک ذرّہ نقصان نہیں پہنچا۔ یہ اللہ کا حکم تھا۔ تو ہماری بے راہ روی پر تو خود اللہ کی رحمت ہمیں تلاش کر رہی ہے ۔

میری گمگشتگی پر خود مری منزل پریشاں ہے

اطمینان کا مزہ مجاہدے اور مشقت کے بعد ہے

۱۹ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۱ء

بروز پیر بعد مغرب، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ مجاہدے کے بعد اطمینان کا مزہ آتا ہے، ہر شے اس کی ضد سے پہچانی جاتی ہے، جیسے چھٹی کا مزہ مشغولی کے بعد ہے، اگر ہر وقت چھٹی رہے تو مزہ بھی نہیں آئے گا، آرام کا مزہ تھکاوٹ کے بعد ہے ۔تو دنیاوی مشکلات، پریشانیاں ہمارے دل کو، مومن کے دل کو خوشی پہنچانے کے لئے آتی ہیں ۔

زندگی بھر کی روزی اکٹھی نہ ملنے کا راز

۵ ذیقعدہ ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۰ مئی ۱۹۹۱ء بروز پیر بعد مغرب

ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو جس بندے کو ۸۰ سال زندہ رکھنا ہے تو اس کو ۸۰ سال کا روٹی، کپڑا، پیسہ اکٹھا دے دیتے لیکن نہیں، تھوڑا تھوڑا کر کے دیتے ہیں تاکہ جب ختم ہو تو پھر مجھ سے فریاد کرے، دعا مانگے، جیسے کوئی باپ اپنے بچے کو کہیں تعلیم کے لئے بھیجتا ہے تو چار پانچ سال کا خرچ اکٹھا نہیں دیتا، ہر ماہ دیتا ہے تاکہ جب خرچ ختم ہوجائے تو مجھے خط لکھے کہ ابّا پیسے ختم ہوگئے ہیں اور بھیجو۔

جب کوئی غم، پریشانی، فکر ہو تو اللہ سے فریاد شروع کردو

ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جب کوئی غم، پریشانی، فکر لاحق ہوتی تھی تو فوراً نماز کے لئے کھڑے ہوجاتے تھے:

((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَزَبَهُ اَمْرٌ فَزِعَ اِلَى الصَّلٰوةِ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، باب صلوٰۃ الخسوف، ج ۳ ص ۵۳۱)

((وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوٗدَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَزَبَهُ اَمْرٌ صَلّٰى))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، باب التطوع، ص ۱۱۷)

مالک سے فریاد نہ کریں گے تو کس سے کریں گے؟ ایسے موقع پر کثرت سے دعا کرو، مایوس نہ ہونا چاہیے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بچپن میں نابینا ہو گئے تھے، آپ کی والدہ نے آپ کی بینائی کے لئے اس قدر دعا کی کہ ایک مرتبہ خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیارت ہوئی:

((كَانَتْ اُمُّهٗ مُسْتَجَابَةَ الدَّعْوَةِ تُوُفِّيَ اَبُوْهُ وَهُوَ صَغِيْرٌ فَنَشَأَ فِيْ حِجْرِ وَالِدَتِهٖ ثُمَّ عَمِيَ وَقَدْ عَجَزَ الْاَطِبَّاءُ عَنْ مُعَالَجَتِهٖ فَرَأَتْ اِبْرَاهِيْمَ الْخَلِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِلًا لَّهَا قَدْ رَدَّ اللهُ عَلَى ابْنِكِ بَصَرَهٗ بِكَثْرَةِ دُعَائِكِ لَهٗ فَاَصْبَحَ وَقَدْ رَدَّ اللهُ عَلَيْهِ بَصَرَهٗ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، مقدمۃ المؤلف، ج ۱ ص ۵۷)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی والدہ سے فرمایا کہ اللہ نے تیرے بیٹے کی بصارت (بینائی) لوٹا دی تیری کثرتِ دعا سے۔ صبح اُٹھ کر دیکھا تو بینائی آ چکی تھی۔

مصائب اور پریشانیوں میں کرنے کے دو کام

۱۲ رصفر المظفر ۱۴۱۲؁ھ مطابق ۲۳ راگست ۱۹۹۱؁ء بروز جمعہ مجلسِ عام

ارشاد فرمایا کہ جب کوئی مصیبت آئے تو جائزہ لو کہ اگر مصیبت میں دعا اور رجوع الی اللہ کی توفیق ہو جائے، اور زیادہ قرب الی اللہ نصیب ہو جائے تو سمجھ لو کہ یہ مصیبت رفعِ درجات کے لئے آئی ہے۔ اور اگر مصیبت میں حواس باختہ ہو جائے، اس کے دل میں خیال بھی نہ آئے کہ کوئی مصیبت بھیجنے والا بھی ہے، جس نے مصیبت، پریشانی بھیجی ہے، اسی سے مصیبت دور ہونے کی دعا کرے۔

بلائیں تیر اور فلک کماں ہے، چلانے والا شہہ شہاں ہے
اسی کے زیرِ قدم اماں ہے، بس اور کوئی مفر نہیں ہے

اگر اللہ کی طرف رجوع حاصل نہیں ہورہا تو پھر سمجھ لو کہ یہ مصیبت کسی گناہ کی سزا میں آئی ہے، خوب توبہ واستغفار کرو، کسی اللہ والے کی صحبت میں چلے جاؤ، وہاں جا کر بھی جب موقع لگے دعا کرلو، اور اللہ والوں سے بھی دعا کرالو۔

پوری اُمت کے لئے دعا مانگنا افضل دعاؤں میں سے ہے

۱۹/ذیقعدہ ۱۴۱۱ھ مطابق ۳/جون ۱۹۹۱ء
بروز پیر بعد مغرب، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ افضل دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی ہے:

((وَيُقَالُ مَنْ دَعَا بِهٰذِهِ الْخَمْسِ كَلِمَاتٍ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ كُتِبَ مِنَ الْاَبْدَالِ: اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ فَرِّجْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ وَّلِجَمِيْعِ مَنْ اٰمَنَ بِكَ))

(تنبیہ الغافلین: باب الدعوات المستجابات، ج۱ ص۵۴۹، رقم ۸۹۰)

علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص اس دعا کو مانگا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ابدال کا درجہ دیں گے، پھر اعمالِ ابدال، اخلاقِ ابدال بھی عطا کردیں گے، دعا مانگ کر چہرے پر مَل لو، گویا اللہ تعالیٰ نے عطا فرمادیا اور ہم نے سر آنکھوں پر رکھ لیا، اللہ کو رحم آہی جائے گا کہ میرا بندہ میرے ساتھ ایسا اچھا گمان رکھ رہا ہے۔

آہ! کیا نصیب ہیں دعا مانگنے والے کے

۱۱/ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۱/ستمبر ۱۹۹۱ء
بروز ہفتہ بعد فجر، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ حضرت ڈاکٹر عبدالحیؒ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ

جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا میں ہاتھ اٹھاتا ہے تو ساری کائنات اس کے دونوں ہاتھوں کے نیچے ہوتی ہے، بندہ زمین و آسمان، سمندر اور خشکی، چاند اور سورج کے پیدا کرنے والے کے سامنے پہنچ گیا تو اب ان مخلوقات کی کیا حیثیت ہے، یہ سب مخلوقات اس کے زیرِ دستِ دعا ہو جاتی ہیں۔ آہ! کیا نصیب ہیں دعا مانگنے والے کے۔

اولیاء اللہ کا دل مت دُکھاؤ

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کو مت ستاؤ، ان کا دل مت دُکھاؤ، جس نے بھی اللہ والوں کا چراغ گل کرنے کی کوشش کی، ان کا چراغ نہیں بجھا، جلانے والے کی داڑھی جل گئی ؂

ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد	تا دل صاحب دلے نامد بدرد

اللہ کسی کو اس وقت تک رسوا نہیں کرتا جب تک وہ کسی اللہ والے کا دل نہیں دُکھاتا۔ آہ! اللہ والوں کا بھی کیسا صبر وضبط ہوتا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے کہا کہ میں آپ کی اماں سے نکاح کرنا چاہتا ہوں، بدتمیز تھا، نالائق گستاخ تھا، دشمنِ اولیاء تھا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ ناگواری ظاہر نہیں کی، اندر گئے اور اماں جان سے کہا، اسّی سال کی بوڑھی اماں سے کہا کہ ایک شخص آپ کے نکاح کا پیغام دے رہا ہے۔ اماں نے فرمایا بیٹا! میں اسّی سال میں ہوں، تم مجھے دیکھ رہے ہو، اب میں نکاح کے قابل کہاں ہوں؟ فرمایا میں نے آپ کو امانت پہنچا دی، شرعی طور پر میری ذمہ داری تھی، اب میں آپ کا جواب اس کو دے دیتا ہوں۔ باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ مرا پڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے قہر اور غضب میں مبتلا ہو گیا۔

اللہ والوں کا اپنا روحانی مقام ظاہر کرنا

ارشاد فرمایا کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں سے ان کا مقام بے ساختگی میں ان کی زبان سے ادا کرا دیا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا شاہ

محمد احمد صاحب دامت برکاتہم نے عجیب مضمون ارشاد فرمایا کہ جس نے ایک مرتبہ اللہ کہہ دیا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ساری صفات کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے، رحمانیت کی بھی، رحیمیت کی بھی، شافی کی بھی، کافی بھی۔ اب اس کی مثال کتنی عمدہ فرمائی کہ کسی کا ابّا ڈاکٹر بھی ہے، فیکٹری مالک بھی ہے، مالدار بھی ہے، سپریم کورٹ کا جج بھی ہے، اگر اس نے محبت سے کہا ابّا! یہ پریشانی ہے تو ابّا کی ڈاکٹری سے دوا بھی ملے گی، فیکٹری کا مال بھی اسے ملے گا اور اگر مقدمہ ہوا تو وہ بھی جتوا دے گا۔ تو فرمایا جتنی خوبیاں ربّا کی ہیں وہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ سے جدا نہیں ہیں، ہم نے جب کہا ''ربّا'' تو وہ سب خوبیاں ہم پر برس جاتی ہیں۔ حضرت مولانا پرتاب گڑھی دامت برکاتہم نے جب یہ مضمون ارشاد فرمایا تو جوش میں آکر فرمایا کہ ''میں ان کا نہ ہوتا تو یہ ملتا مجھے انعام؟'' اسی میں بہت کچھ بتا گئے۔ بے ساختگی میں زبان سے نکل جاتا ہے، اس وقت وہ ہوش میں نہیں ہوتے، خود نہیں نکلتا، نکلوایا جاتا ہے۔

حضرت اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا آخری شعر

۲۸ر محرم الحرام ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۰ر اگست ۱۹۹۱ء بروز ہفتہ بعد فجر مجلس در خانقاہ

ارشاد فرمایا کہ مجھ کو اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ جو جگر کے استاد تھے، کا ایک شعر بہت پسند آتا ہے، یہ ان کی زندگی کا آخری شعر بھی ہے جس میں انہوں نے اپنی موت کی خبر دے دی۔ بزرگوں کو کبھی اپنی رحلت کا کشف ہو جاتا ہے، تو انہیں بھی معلوم ہو گیا تھا کہ اب میں زندہ نہیں رہوں گا اور یہ آخری شعر کہا جس کے بعد کوئی کلام نہیں ہوا۔ یہ بہت صاحبِ نسبت، تہجد گذار، رات کو بہت رونے والے بزرگ تھے۔ دروازہ بند کر کے استغفار و گریہ وزاری اور رونے کی آواز دروازے کی درزوں سے باہر تک آتی تھی، کوئی دنیاوی شاعر نہیں تھے، تہجد گذار شاعر تھے۔ الٰہ آباد میں میرے دوست مولانا لئیق صاحب نے ان کا گریہ سنا ہے، انہوں نے خود مجھ سے بیان کیا کہ کمرے سے تہجد کے وقت رونے کی آواز آتی تھی۔ ان کے

اشعار بھی ان کی بزرگی پر دلالت کرتے ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کے کسی بندے کو جذب کرنے کی کیفیت پر جو شعر اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے، اس سے بہتر مثال میری نظر سے نہیں گذری ؎

ہمہ تن ہستی خوابیدہ مری جاگ اٹھی
ہر بُنِ مُو سے مرے اس نے پکارا مجھ کو
نہ میں دیوانہ ہوں اصغرؔ نہ مجھ کو ذوقِ عریانی
کوئی کھینچے لئے جاتا ہے خود جیب و گریباں کو

تو اصغر گونڈوی کا آخری شعر جس میں انہوں نے اپنی موت کی خبر دے دی لیکن اتنے عاشقانہ انداز سے تعبیر دی ہے کہ اگر اردو کی چاشنی اور فہم کسی کو حاصل ہو تو وجد میں آجائے گا، فرماتے ہیں ؎

اُٹھی وہ موجِ مے وہ جام و مینا میں تلاطم ہے
جہانِ بے نشاں سے دعوتِ پرواز ہے ساقی

یعنی اللہ پاک کے محبت و رحمت و شفقت کے غیر محدود سمندر سے ایک موج مجھ کو لینے کے لئے اُٹھ رہی ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت کے جو جام ہم پیتے تھے آج اس میں زوردار تلاطم وطغیانی آرہی ہے جیسے سمندر میں جوار بھاٹا آتا ہے تو بڑی بڑی موجیں بیس بیس فٹ اونچی لہریں اُٹھتی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہمیں اپنے پاس بلارہی ہے، بلاوا آگیا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعوتِ پرواز مل رہی ہے کہ تمہاری روح کو اب ہمیں اپنے پاس بلانا ہے۔ جہانِ بے نشاں معنی چھپا ہوا جہان، عالمِ غیب، ہمیں کوئی نشان اس جہان کا نظر تو نہیں آتا۔ یہ معمولی شعر نہیں ہے، بہت غضب کا شعر ہے۔

اولیاء اللہ اور کافروں کے وقتِ انتقال کا تقابل

تو دیکھا آپ نے! ایک اللہ والوں کا انتقال فرمانا ہوتا ہے اور ایک کافروں کا، فاسق وفاجر کا مرنا ہوتا ہے، کتنا فرق ہے دونوں میں۔ ایک ہی ٹرین میں

ایک شاہی مہمان سفر کررہا ہے اور اسی ٹرین میں ایک پھانسی کا مجرم بھی سفر کررہا ہو، دونوں کی روانگی کے عالم میں اور جذبات میں زمین آسمان کا فرق ہوگا۔ شاہی مہمان کو معلوم ہے کہ اگلے اسٹیشن پر میرا شاہی استقبال ہوگا، گاڑیاں شاندار ہوں گی، ایئر کنڈیشنڈ کمرہ ہوگا، اور جو مجرم ہے وہ عالمِ تخیّل میں دیکھے گا کہ اسٹیشن پر رُکتے ہی پولیس والے ڈبّے کو گھیر لیں گے کہ کہیں فرار نہ ہوجائے ہتھکڑی لگائی جائے گی، لے جاکر کال کوٹھڑی میں بند کردیں گے اور اگلے دن پھانسی پر لٹکا دیں گے۔

اللہ والوں کا دین کے لئے مشقت برداشت کرنا

صفر المظفر ۱۴۱۲؁ھ مطابق ۳۱/ اگست ۱۹۹۱؁ء

بروز ہفتہ صبح نو بجے، کمرۂ خاص در خانقاہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں، جنہوں نے تفسیر موضح القرآن ۱۴/ برس کی مدت میں لکھی، روزہ رکھ کر تفسیر لکھتے تھے اور جس پتھر سے کہنی کو ٹیک لگا کر تفسیر لکھتے تھے اس پر نشان پڑ گیا تھا۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت یونس علیہ السلام کے قصہ کی تفسیر لکھی تو فرماتے ہیں کہ میں نے اس دریا کا سفر کیا جس دریا میں مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو نگلا تھا، اس دریا کی سیر کی اور اس بات کا مشاہدہ کیا کہ یہاں اتنی بڑی بڑی مچھلیاں ہوتی ہیں جو انسان کو نگل سکتی ہیں۔ تفسیر روح المعانی جب لکھنی شروع کی تو خود فرماتے ہیں کہ میری عمر صرف ۳۴/ سال تھی، ۱۲۵۲؁ھ میں آغاز کیا، اور ۱۵/ سال کے عرصہ میں ۱۲۶۷؁ھ میں مکمل کی۔

میرے شیخ شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے دس سال لاٹھی چلانا سیکھی تھی، جتنا عرصہ طلباء درسِ نظامیہ پڑھتے ہیں، اتنا عرصہ یعنی دس برس حضرت نے اللہ کی

راہ میں جان دینے کے لئے، جہاد کرنے کے لئے لاٹھی اور تلوار چلانا سیکھی تھی۔

مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا شوقِ جہاد دیکھئے کہ بارش کے زمانہ میں دریائے جمنا میں کودتے تھے اور لبالب بھرے ہوئے دریا میں دہلی سے آگرہ تک تیر کر جاتے تھے، کیا شان تھی! اللہ اکبر! اللہ کی راہ میں جان دینے کے لئے یہ مشق کرتے تھے۔ اور سخت گرمی میں دہلی کی جامع مسجد میں گرم پتھر پر چلتے تھے کہ جب بالاکوٹ کے پہاڑ پر جہاد کرنا ہوگا، تو گرم پتھروں پر ہم کیسے چلیں گے؟ لہٰذا ٹھیک بارہ بجے تپتی دھوپ میں ایک گھنٹے تک ننگے پیر چلنے کی مشق کرتے تھے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ ان اللہ والوں نے دین کے لئے کتنی محنتیں کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان اہلِ محبت ہستیوں کے سینوں سے ہمیں بھی کچھ حصہ عطا فرما دے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمیں بھی اپنی ایسی محبت نصیب فرما دے۔

عارف کی تھوڑی عبادت بھی غیر عارف سے افضل ہونے کی وجہ

ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق اکتوبر ۱۹۹۱ء

ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ قلندر یہ طبقہ کون سا ہوتا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ یہ اولیاء اللہ کا وہ طبقہ ہے جن کی ظاہری عبادت زیادہ نہیں ہوتی، بس فرض، واجب، سنتِ موکدہ لیکن ان کے باطن میں ان کو اللہ ایسی محبت، ایسی خشیت و معرفت عطا کرتا ہے کہ ان کی دو رکعات عام لوگوں کی ایک لاکھ رکعات سے افضل ہوتی ہے، اسی لئے ان لوگوں کو پہچاننا بہت مشکل ہوتا ہے۔

اس لئے جب کبھی اپنے بزرگوں کو، اللہ والوں کو دیکھو کہ ان کی عبادت ضعف کی وجہ سے کم ہے تو سمجھو کہ اب ان کو پنشن مل رہی ہے۔ کیوں بھئی! کوئی جوانی میں آپ کی بہت خدمت کرے تو بڑھاپے میں کیا آپ اس کو پھینک دیتے ہیں،

گیٹ آؤٹ کر دیتے ہیں؟ نہیں۔ لہٰذا جنہوں نے اپنی جوانیوں کو اللہ کی عبادت میں، تکلیفوں اور مجاہدوں میں گذارا ہے، اللہ کے راستے کی مشقتیں اٹھائی ہیں تو آخر میں اللہ کو رحم آجاتا ہے، بڈھے کمزور بندے کو پنشن دے دیتے ہیں، دنیا والے تو آدھی پنشن دیتے ہیں، اللہ میاں نہ جانے کتنا دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ عارف کی دو رکعات غیر عارف کی لاکھ رکعات سے افضل ہوتی ہے۔ ہر وقت اللہ کے ساتھ حضوری میں رہنا یہ بڑے رتبے کی بات ہے۔ میں کل سے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر گنگنا رہا ہوں، انتظار کر رہا تھا کہ کب مجمع آئے، کب میری زبان کو اللہ تعالیٰ کان عطا فرمائے، وہ شعر یہ ہے ؎

کچھ اور ہی ہے اب مرے دن رات کا عالم
ہر وقت ہے اب ان سے ملاقات کا عالم

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی تمام اُمت پر فضیلت کی وجہ

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو جو اُمت میں فضیلت ہے یہ مقام انہیں زیادہ عبادت، نماز، روزے، کثرتِ فتویٰ، یا کثرتِ روایت سے نہیں ملا تھا، خود حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرما دیا:

((مَا فُضِّلَ اَبُوْ بَكْرٍ النَّاسَ بِكَثْرَةِ صِيَامٍ وَّلَا صَلٰوةٍ وَّلَا بِكَثْرَةِ رِوَايَةٍ وَّلَا فَتْوٰى وَلَا كَلَامٍ وَّلٰكِنْ بِشَيْءٍ وُّقِّرَ فِيْ صَدْرِهٖ))

(اخرجه الترمذی الحکیم فی النوادر من قول ابی بکر بن عبد الله المزنی ولم اجده مرفوعاً)

(تخریج احادیث الاحیاء: المغنی: ج۱ ص ۳۲؛ مرقاۃ المفاتیح: ج۱۱ ص ۲۷۴؛ رقم ۶۱۲۰)

کہ صدیقِ اکبر کا یہ اعلیٰ مقام اس وجہ سے ہے کہ ان کے سینہ میں ایسا درد بھرا دل ہے، جذبۂ ایثار، ایمان و یقین ہے کہ تمام امت کے اولیاء، تمام صحابہ، تمام پچھلی امتوں کے صحابہ مل کر بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مقام کو نہیں پا سکتے۔ یہ مقام کیفیت کی وجہ سے تھا، کمیت تو ریل گاڑی کی بہت زیادہ ہے، لیکن ہوائی جہاز کو

نہیں پاسکتی، جہاز میں اسٹیم اتنی زیادہ ہے کہ سینکڑوں آدمیوں کو لے کر اُڑ جاتا ہے، حالانکہ ریل گاڑی کا وزن جہاز سے بہت زیادہ ہوتا ہے۔اسی طرح فوکر جہاز جمبو جیٹ کو نہیں پاسکتے،فوکر چار چھ آدمیوں کو بٹھلا کر ہچکولے لیتے ہوئے چلتے ہیں اور جمبو جیٹ چار پانچ سو آدمیوں کو لے کر اُڑ جاتا ہے،کیا دونوں برابر ہو جائیں گے؟ اس لئے فہمِ سلیم مانگنا چاہیے۔

یہاں الناس میں الف لام استغراق کا ہے یعنی تمام غیر نبی اس میں شامل ہیں، نبی شامل نہیں کیونکہ وہ دوسرے انسانوں سے ممتاز ہوتے ہیں، وہ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ تو ہوتے ہیں لیکن يُوْحٰى اِلَيَّ کی وجہ سے ان کے درجات کو کوئی غیر نبی نہیں پاسکتا کیونکہ ان کی طرف اللہ کی وحی آتی ہے۔تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ پر جو فضیلت حاصل ہوئی وہ زیادہ عبادت سے نہیں ملی،بعض صحابہ ان سے زیادہ عبادت کرتے تھے، نہ ان کی روایات زیادہ ہیں، نہ ان کی دیگر نفلی عبادات بہت ہیں لیکن ان کے سینہ میں اللہ کی محبت کا عظیم الشان درد تھا کہ ہر وقت سر ہتھیلی پر لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اپنی جان فدا کرنے کے لئے تیار رہتے تھے، یہی چیز انہیں اُڑا کر لے گئی۔

حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی استقامت کے واقعات

۲۴/جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ مطابق ۲۰/دسمبر ۱۹۹۲ء بروز جمعہ

ارشاد فرمایا کہ میرے شیخ حضرت شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم کو نہی عن المنکر میں بین الاقوامی شہرت حاصل ہے،اس پر دو واقعات سناتا ہوں۔ دیوبند کے سالانہ جلسہ میں جہاں ساری دنیا سے علماء آئے ہوئے تھے، حضرت بھی موٹر سے تشریف لے گئے،مگر جب معلوم ہوا کہ اندرا گاندھی بھی آرہی ہے تو حضرت نے فوراً اپنی گاڑی کا رُخ موڑا اور تھانہ بھون چلے گئے،جلسہ میں شرکت نہیں کی حالانکہ حضرت کے استاد حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔

واہ رے شیرِ مردِ تھانوی، منکر کے مقابلہ میں اپنے استاد کی بھی رعایت نہیں کی۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سہارنپور میں کتب خانہ میں موجود تھے۔ میرے حضرت نے عرض کیا کہ حضرت! دو اشکال ہورہے ہیں، پیش کرنے کی اجازت ہو تو عرض کروں؟ ادب کے ساتھ عرض کیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہئے! عرض کیا کہ ایک اشکال تو یہ کہ آپ چارپائی پر بیٹھے ہیں اور دینی کتابیں نیچے ہورہی ہیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا جزاک اللہ! یہ ان خادموں کی غلطی ہے، میں ان کو منع بھی کرتا ہوں کہ کتابوں کو مجھ سے نیچے نہ ہونے دو۔ پھر خادموں کو بلا کر ڈانٹ لگائی۔ دوسرا اشکال یہ کہ ریش بچہ رکھنا واجب ہے لیکن آپ کے ریش بچہ کے ایک بال بھی نہیں دیکھتا ہوں۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ شاباش! واہ رے میرے شاگرد! تمہاری بات سے میں بہت خوش ہوا ہوں، اب بتاتا ہوں کہ میرے ریش بچہ نکلا ہی نہیں۔

خانقاہ کی ایک مجلس میں بیان ہونے والے پانچ اہم مضامین

۱۹؍شوال المکرم ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۳؍اپریل ۱۹۹۲ء بروز جمعرات قبل ظہر ۱۲ بجے دن، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی

مضمون نمبر ۱۔ اہل اللہ کے مقام کو پہنچنا تو درکنار، دنیاوی بادشاہ اس کو سمجھنے کی بھی طاقت نہیں رکھتے

ارشاد فرمایا کہ ایک شعر ہے ؎

چو سلطان عزت علم بر کشد

جہاں سر بہ جیب عدم در کشد

جب محبوبِ حقیقی تعالیٰ شانہ کسی کے دل میں آتا ہے تو پوری کائنات اس کی نظروں میں

معدوم ہوجاتی ہے۔اس میں عدمِ حقیقی مرادنہیں ہے،عدمِ مجازی مراد ہے، جیسے سورج نکلنے کے بعد ستارے معدوم نہیں ہوجاتے ،موجود رہتے ہیں مگر کالمعدوم ہوجاتے ہیں ۔

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے
وہ ہم کو بھری بزم میں تنہا نظر آئے

ساری کائنات میں اسے اللہ ہی اللہ نظر آتا ہے۔لہٰذا تمہاری روح میں اللہ کی محبت کی ایسی اسٹیم پیدا ہو کہ تم اپنے تمام عناصرِ متضادّہ کے لحاظ سے اور اپنی روح کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے قرب کے مضافات میں پرواز کرسکو، پھر تمہارا جسم یہاں نام کو رہے گا، سن لو، لیکن ان شاء اللہ تعالیٰ قلب اللہ کے ساتھ رہے گا۔ خانقاہوں میں یہی محنت کرائی جاتی ہے جس سے وہ اولیاء اللہ پیدا ہوتے ہیں کہ سلاطین ان کی نگاہوں سے گرجاتے ہیں، ہفتِ اقلیم کے سلاطین اور تمام دنیا کے سلاطین میری اس تقریر کو جو میں اس وقت کررہا ہوں، اس مقام پر پہنچنا تو درکنار، اس کو سمجھنے کی بھی طاقت نہیں رکھتے۔

مضمون نمبر ۲۔لٹریچر نویسوں کا رَد

اس کی وجہ بھی بتادیتا ہوں ۔

بادشاہان جہاں از بدرگی

دنیاوی بادشاہوں کی رگوں میں عشقِ مجازی، حبِ جاہ، دنیا کی محبت کی گٹر لائنیں بہہ رہی ہیں ۔

خُو نبردند از شراب بندگی

اللہ تعالیٰ کی شرابِ بندگی سے ان کو ہوا بھی نہیں لگی۔اور اگر ان کو اللہ کی محبت کی خوشبو مل جاتی تو کیا کرتے ۔

ورنہ ادہم وار سرگرداں و دنگ

مثل سلطان ابراھیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے سرگرداں و دنگ ہوکر کیا کرتے۔

ملک را برہم زدند بے درنگ

بغیر تاخیر کے سلطنت سے بھاگ جاتے، یعنی وہ سلطنت جو خدا سے دور کردے، خلفائے راشدین کی سلطنت اس سے مستثنیٰ ہے، وہ اللہ سے قریب کرتی ہے۔ اتنا تقویٰ ہو کہ سارے عالم کی سلطنت کے باوجود ایک منکر، ایک گناہ کا ارتکاب نہ کرے، یہ نہیں کہ عورت وزیراعظم سے ہاتھ ملا رہے ہیں کیونکہ انہیں حکومت چاہیے۔ ایسی حکومت پر سینکڑوں لعنت، ہمیں حکومت سے پہلے اللہ چاہیے۔ اگر حکومت مقصود ہوتی تو ۱۳ سال سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ شریف میں محنت نہ فرماتے۔

ایک جماعت ہے جو خود کو اسلامی کہتی ہے مگر ان کے یہاں اسلام بعد میں ہے، پہلے حکومت ہے، حکومت کے لئے وہ کچھ بھی کرسکتے ہیں۔ یہ لٹریچر نویس، ظالم لوگ ان کے اعتراض سے نہ انبیاء علیہم السلام محفوظ ہیں نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ ان ظالموں کو دین کی ہوا بھی نہیں لگی، اس کی وجہ پر غور کریں کہ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ وجہ میں بتاتا ہوں کہ ان کا مطالعہ کتب کا ہوا، قطب کا نہیں ہوا، ان کو کوئی اللہ والا نہ ملا جو اِن کی فہم میں جِلا پیدا کرتا، اور ان کے عقل کے اشجار میں اپنی باغبانی سے تربیت دے دیتا تو ٹیڑھے میڑھے درخت نہ پیدا ہوتے۔ یہ ٹیڑھے میڑھے مضامین جو یہ لوگ لکھ گئے ہیں، اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کا کوئی مربی نہیں تھا، ان کے علم کے گلستان کے درخت ٹیڑھے میڑھے ہوگئے اور باغبانی نہ ہوسکی۔ ورنہ آپ دیکھئے کہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی باتیں کیوں نہیں لکھ دیں؟ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کیوں نہیں لکھیں؟، ان علمائے دین کا کتنا کتنا علم تھا لیکن چونکہ ان کے اوپر مربی ہوتے تھے، ان کی تمام شاخوں کی دیکھ بھال ہوتی تھی، لہٰذا ان سے غلطی نہیں ہوئی۔ جس کار پر ڈرائیور ہوگا وہ چوراہے پر صحیح مڑ جائے گی اور بے ڈرائیور کی کار سیدھے راستے پر تو چل سکتی ہے لیکن جہاں موڑ آئے گا وہیں ایکسیڈنٹ ہوجائے گا، جاہ کا موڑ آیا، مال کا آیا،

حسن کا آیا وہیں ایکسیڈنٹ ہو گیا۔

مضمون نمبر ۳۔عمل کی قبولیت جب ہے جب اخلاص ہو

تو میں عرض کر رہا تھا کہ اگر حکومت مقصود ہوتی تو ۱۳ سال تک سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ شریف میں صحابہ کی روحانیت اور قلب کی درستی میں نہ لگے رہتے۔ جب دیکھ لیا کہ روح میں اخلاص آ گیا، اب یہ جہاد اللہ کے لئے لڑیں گے، مالِ غنیمت کے لئے نہیں لڑیں گے تب جہاد فرض ہوا۔ نفس سے جہاد جہادِ اکبر ہے، جو شخص جہادِ اکبر میں کامیاب ہو جاتا ہے، اس کو اللہ جہادِ اصغر میں بھی کامیاب فرما دیتے ہیں کیونکہ جب اپنے پانچ چھ فٹ کے جسم پر تم نے ہمارے قانون کو نافذ کر دیا، تمہاری آنکھیں اب بدنگاہی نہیں کرتیں، تمہارے کان اب گانے نہیں سنتے، زبان سے تم جھوٹ نہیں بولتے، تمہارا قالب اور قلب سب خدا پر فدا ہو چکا ہے، اب تم اس قابل ہو کہ دوسری زمین پر اسلام قائم کر سکو۔ جو اپنی ملی ہوئی زمین پر احکامِ اسلام نافذ نہ کر سکے، وہ ظالم کیا دوسری زمین پر احکامِ الٰہیہ نافذ کرے گا؟ داڑھیاں منڈوائی جائیں، یا خشخشی ہوں تو کیا اسلام اسلام کرتا ہے! وہ صرف اسلام آباد لینا چاہتا ہے، جاہ کا عاشق ہے۔

اس کے برعکس، اہل اللہ کی خانقاہوں میں دیکھو کہ کتنے اللہ کے بندے تہجد میں اللہ سے رو رہے ہوتے ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ لوگ میدانوں میں کیوں نہیں نکلتے؟ تو آپ نے فرمایا کہ فوج دو قسم کی ہوتی ہے، ایک میدانوں میں لڑتی ہے، دوسری زمین کے نیچے (یعنی پیچھے رہ کر) اسلحہ بناتی ہے۔ صوفیاء جو ہیں یہ زمین کے نیچے گوشوں میں، خانقاہوں میں اللہ تعالیٰ کی اسٹیم اور اخلاص پیدا کرتے ہیں، ورنہ جان بھی جائے گی اور دوزخ میں بھی جلے گا اگر اخلاص نہیں ہے۔ اللہ کے خاص بندے جو ہوتے ہیں وہ سکھاتے ہیں کہ اللہ کے لئے جان کیسے دی جاتی ہے ورنہ شیطان نیک عمل میں نفس کی آمیزش کرا دیتا ہے۔

مضمون نمبر ۴۔ میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر بلا دلیل آنکھ بند کر کے مرنا چاہتا ہوں

ہم بھی اپنے اکابر کے مسلک پر رہ کر کسی کو سیاست میں جانے کی اجازت نہیں دیتے۔ میرے شیخ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے بتایا کہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ علماء کو سیاست میں نہیں آنا چاہیے۔ میں اپنے اکابر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر آنکھ بند کر کے، بلا دلیل مرنا چاہتا ہوں، اس لئے کہ یہ حضرات اتباعِ سنت پر جان دیتے تھے، ان کا ایک ایک قدم شریعت اور سنت پر تھا۔ حضرت حکیم الامت نے لاکھوں لاکھوں روپے ٹھکرا دیئے کہ ہمیں نہیں چاہیے ؎

نہ لالچ دے سکیں ہرگز تجھے سکوں کی جھنکاریں
ترے دستِ توکل میں تھیں استغناء کی تلواریں
جلالِ قیصری بخشا جمالِ خانقاہی کو
سکھائے فقر کے آداب تُو نے بادشاہی کا

اس مسلک پر میں اکیلا ہی جان نہیں دے رہا ہوں، شاہ عبد العزیز صاحب دہلی والے، تبلیغی جماعت کے بڑے امیر تھے، ناظم آباد میں رہتے تھے۔ انتقال سے ایک دو گھنٹہ پہلے مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم کو بلوایا، یہ خود مفتی صاحب نے مجھے سنایا، ان کے اور اختر کے درمیان کوئی اور راوی نہیں ہے۔ فرمایا مولانا شاہ عبد العزیز صاحب نے، عالم بھی تھے، ''دعا جو'' ان کا لقب تھا، کہ سنو مفتی رشید احمد! عبد العزیز آج انتقال کر رہا ہے، آج میں مر رہا ہوں، آپ قیامت کے دن اتنی گواہی دے دینا کہ میں حکیم الامت تھانوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہم کے مسلک پر مر رہا ہوں، بس اتنی گواہی دے دینا، اس کے لئے آپ کو

بلوایا ہے۔ یہ ہے عقیدہ! نابینا لوگ کیا جانیں! خدائے تعالیٰ ہم سب کی نابینائی دور فرمادے اور ہمیں اپنے بڑوں کی پہچان نصیب فرمادے۔ دیکھئے! عالم ہوکر اتنا عقیدہ ان بزرگوں کی تعلیمات اور مسلک پر بہت بڑی چیز ہے۔ بڑا سبق دے گئے مولانا عبدالعزیز صاحب۔ الحمدللہ!

مضمون نمبر ۵۔ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ پر زبردست علمی بیان

﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ○ اِلَّا مَنْ اَتَى اللهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ○﴾

(سورۃ الشعرآء: آیۃ: ۸۸، ۸۹)

اس آیت میں مال اور بنون عربی قواعد سے کیا ہیں؟ نکرہ ہیں اور نکرہ تحت النفی واقع ہوا ہے، اِنَّ النَّكِرَةَ اِذَا وَقَعَتْ تَحْتَ النَّفْيِ تُفِيْدُ الْعُمُوْمَ، نکرہ جب نفی کے تحت واقع ہو تو فائدہ عموم کا دیتا ہے۔ کیا مطلب ہوا؟ عموم النفی ہوتا ہے، نفی کا عموم کرتا ہے، نفی عام ہورہی ہے یعنی کسی درجہ میں، ایک اعشاریہ بھی مفید نہیں ہیں۔ آپ سمجھ گئے؟ نفی العموم اور عموم النفی میں کیا فرق ہے؟ نفی العموم میں اس کے فائدے کے عام ہونے کی نفی ہے مگر خاص فائدہ ہونا ممکن ہے، اور اس کے برعکس عموم النفی کے معنی ہیں کہ نفی کو عام کردیا، نہ خاص فائدہ ہوگا نہ عام فائدہ ہوگا۔ تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ مال اور اولاد کی نافعیت کی بالکل نفی ہوجائے، عدمِ افادہ بالکل عام ہوجائے۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ میں یوم منصوب کیوں ہے؟ (میم پر زبر کیوں ہے؟) کیونکہ پورا جملہ مل کر مضاف الیہ ہورہا ہے، اور جب اسمِ ظرف کا مضاف الیہ موجود ہو، خواہ مفرد یا بحیثیت مجموعی یعنی جملہ کی صورت میں تو پھر وہ ظرف جو ہوگا وہ منصوب ہوگا، اگر یہ پورا جملہ مضاف الیہ موجود نہ ہوتا تو یومُ پڑھتے۔ اور اگر مضاف الیہ ظاہر نہ ہو،

دل میں ہوتو مضاف الیہ مبنی علی الرفع ہوتا ہے، جیسے ''امّابعدُ'' میں۔ خطبہ میں پڑھتے ہو کہ نہیں؟ وہاں بعدُ کیوں پڑھتے ہو؟ بعدَ پڑھنا جائز نہیں ہے، کیوں؟ مضاف الیہ محذوف ہے۔ تو یَوۡمَ لَا یَنۡفَعُ مَالٌ۔ لایَنفع کیا ہے؟ یہ مضارع منفی ہے، اور مَالٌ نکرہ ہے، معرفہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے الف لام کیوں نہیں نازل کیا، المال اور البنون کیوں نہیں فرمایا؟ تاکہ عموم نفی ہوجائے ورنہ نفی العموم ہوتی، اگر الف لام داخل ہوجاتا تو نفی العموم ہوتا مگر عموم النفی نہ ہوتا۔ اس بحث میں دماغ ذرا ہل جائے گا، یہ عربی ہے، چربی نکال دیتی ہے۔ تو عام نفع کی نفی تو ہوجاتی مگر خاص نفع ہوسکتا تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے نکرہ نازل فرمایا کہ نکرہ فائدہ عموم کا دیتا ہے، کیا مطلب؟ عموم النفی کا فائدہ دیتا ہے، اللہ نے نفی کو عام کردیا کہ کسی درجہ میں یہ دونوں فائدہ مند نہیں ہوں گے، نہ عام نہ خاص۔ اگر الف لام داخل فرماتے تو معرفہ ہوجاتا، معرفہ ہوجاتا تو نفی العموم تو ہوجاتا عموم النفی نہ ہوتا۔ یہ کلام اللہ کی بلاغت ہے، سبحان اللہ!

اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰہَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ، یہ الا سے استثنیٰ ہورہا ہے کہ جنہوں نے دنیا میں اہلِ دل سے، اللہ والوں سے اپنے قلب کا علاج کروایا، جس سے ان کا سقیم دل، بیمار دل جو ہر وقت گناہ کی تلاش میں رہتا تھا، وہ بیمار دل قلبِ سلیم سے تبدیل ہوگیا، گناہوں سے نفرت وکراہت ہوئی، اورتقویٰ والی حیات سے ان کی حیات آشنا ہوگئی۔ اَتٰی یَاۡتِیۡ، اَلۡاِتۡیَانُ مصدر معنیٰ ''آنا'' ہے مگر جب اس کے ساتھ ''با'' داخل ہوجائے تو یہ لازم معنیٰ میں متعدی بن جاتا ہے، لانا کے معنیٰ میں ہوجاتا ہے۔ جیسے اَتَیۡتُ بِالۡاَمۡرَدِ الۡحَسَنِ، میں آیا مگر ایک لڑکا حسین لایا، تو ''با'' کی وجہ سے متعدی ہوگیا، بے سے ابے تبے ہوگیا، کیوں لایا حسین کو؟ ابے اُلّو! کیوں لایا؟ اس بے نے اسے ابے تبے بنادیا۔ اب قلبِ سلیم کی کیا تفسیر ہے؟ قلبِ سلیم اس شخص کا ہے جو:

۱۔ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہو،

۲۔ جو اپنی اولاد کو حق تعالیٰ کا راستہ دکھاتا ہو،

۳۔جس کا دل باطل عقیدوں سے پاک ہو،
۴۔جس کا دل شہوتوں کے غلبے سے پاک ہو،
۵۔جس کا دل تمام ماسوی اللہ سے خالی ہو، یہ بڑے اولیاء اللہ کا مقام ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نصیب فرمائے کہ ہمارے دل میں سوائے اللہ کی محبت کے اور کچھ نہ ہو ؎

دل مرا ہوجائے اِک میدانِ ھو
تو ہی تو ہو تو ہی تو ہو تو ہی تو
اور مرے تن میں بجائے آب و گِل
دردِ دل ہو دردِ دل ہو دردِ دل
غیر سے بالکل ہی اُٹھ جائے نظر
تو ہی تو آئے نظر دیکھوں جدھر

خدا کے مقبول بندوں کی نشانیاں

۷؍رجب المرجب ۱۴۱۳ھ مطابق ۲؍جنوری ۱۹۹۳ء بروز ہفتہ

ارشاد فرمایا کہ قرآنِ پاک کی یہ آیت: وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (سورۃ الفرقان: آیۃ ۶۳) (ترجمہ: اور رحمٰن کے (خاص) بندے وہ ہیں جو زمین میں عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں۔ بیان القرآن) اللہ تعالیٰ کی اپنے مقبول بندوں کے ساتھ عظیم الشان محبت کی علامت اور دلالت کرتی ہے، جیسے کسی باپ کو اپنے بچے سے بہت پیار ہوتا ہے تو اپنے دوستوں میں کہتا پھرتا ہے کہ میرے بیٹے کی گفتار ایسی ہے، رفتار ایسی ہے، چال ایسی ہے، تو اللہ تعالیٰ اپنے پیارے اور مقبول بندوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میرے بندے جب زمین پر چلتے ہیں تو تواضع کے ساتھ چلتے ہیں۔ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب کوئی بادشاہ کسی بستی میں فاتحانہ داخل ہوتا ہے تو وہاں کے بڑے بڑے سرداروں اور سرکشوں کو گرفتار کرلیتا ہے تاکہ میری حکومت میں

گڑ بڑ نہ کریں۔ تو اللہ تعالیٰ جس کے دل میں اپنی عظمت کا جھنڈا لہراتا ہے، تکبر کے چودھریوں کو پکڑ لیتا ہے، پھر اس کے دل میں تکبر نہیں رہتا، وہ مٹ جاتا ہے۔ میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جس آم کی شاخ میں زیادہ پھل آتا ہے وہ جھک جاتی ہے اور جس میں پھل نہیں ہوتا وہ اَکڑی رہتی ہے، تو اَکڑے رہنا تکبر کی نشانی ہے اور یہ دلیل ہے کہ اس نے مولیٰ کو نہیں پایا۔ جس کے دل میں مولیٰ آتا ہے تو وہ اللہ کی عظمتوں کے سامنے جھک جاتا ہے، اس کی چال بدل جاتی ہے۔ ان کی چال سے **ھَوْنٌ** یعنی غلامی کی شان ٹپکتی ہے، **ھَوْنٌ** لغت میں ذلت اور خواری کو کہتے ہیں۔

پانچ خاص جملے

۴؍ ذیقعدہ ۱۴۱۲ھ مطابق ۷؍ مئی ۱۹۹۲ء بروز جمعرات

ارشاد فرمایا کہ

۱۔ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی محبت کا حق سمجھ کر

۲۔ گناہوں سے بچو اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق سمجھ کر

۳۔ مغفرت کی امید رکھو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا حق سمجھ کر

۴۔ اللہ کے لئے اللہ پر فدا ہو جاؤ، ہماری فلاح کے لئے ان کی ذات کافی ہے۔ ہماری اپنی جان ہمارے لئے اتنی بھلائی نہیں سوچ سکتی جتنی خیر خواہی اللہ میاں ہمارے لئے چاہتے ہیں۔

۵۔ جو میرا مرید نفس و شیطان کے مقابلے میں ہمت سے کام نہیں لیتا، میری آہ نکل جاتی ہے۔ جو ظالم میرا پیر بھی دباتا ہے، خدمت بھی کرتا ہے لیکن اپنی حرام کاریوں کو نہیں چھوڑتا، میری آہ کو اپنی باہ سے ضائع کرتا ہے تو میری آہ نکل جاتی ہے۔ لیکن یاد رکھو! میری منیٰ مزدلفہ کی دعائیں رائیگاں نہیں جائیں گی۔ میں نے دعا مانگی ہے کہ اے خدا! ایسے لوگوں کو میرے یہاں سے بھگا دے جو اپنی اصلاح کی فکر نہیں کرنا چاہتے، کسی غرض کی وجہ سے پڑے ہوئے ہیں۔

باب چہارم۔ مضامین متعلق صحبتِ اہل اللہ، مرشد، مرید، سلوک وتصوف وغیرہ

شیخ کی ڈانٹ سے سالک کے نفس کا ڈینٹ نکل جاتا ہے

۲۷/ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ مطابق ۳/ستمبر ۱۹۸۶ء بروز بدھ بعد عصر

ارشاد فرمایا کہ شیخ کی ڈانٹ راہِ سلوک میں اکسیر ہے۔ شیخ کی ڈانٹ سے نفس کا ڈینٹ نکل جاتا ہے لیکن ڈانٹ طلب نہ کرنا چاہیے۔ بندگی اسی میں ہے کہ نعمتِ بلا کے مقابلے میں نعمتِ عافیت کو طلب کرے۔ اور جب شیخ ڈانٹے یا کوئی بڑا ڈانٹے تو یہ دعا کرلینا چاہیے کہ اس ڈانٹ اور سختی کو ہمارے لئے اپنے قرب اور تزکیۂ نفس کا ذریعہ بنادیجئے، یہ بات حدیث شریف سے بھی ثابت ہے:

((فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ فَاَیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ اٰذَیْتُهٗ شَتَمْتُهٗ لَعَنْتُهٗ جَلَدْتُّهٗ (وَفِیْ رِوَایَةِ مُسْنَدِ اَحْمَدَ: فَاَیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ اٰذَیْتُهٗ اَوْ شَتَمْتُهٗ اَوْ جَلَدْتُّهٗ اَوْ لَعَنْتُهٗ) فَاجْعَلْهَا لَهٗ صَلٰوةً وَّزَکٰوةً وَّقُرْبَةً تُقَرِّبُهٗ بِهَا اِلَیْكَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔ متفق علیه))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ کتاب الدعوات؛ ص ۱۹۴)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے اللہ اگر میں نے کسی پر سختی کی ہو، ڈانٹا ہو، مارا ہو، تو ان سختیوں کو اس کے لئے رحمت بنادیجئے اور قرب کا ذریعہ بنادیجئے اور اس کے نفس کا تزکیہ فرمادیجئے۔

حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ڈانٹ اور اس پر ان کا شعر

۲۸/شوال المکرم ۱۴۰۶ھ مطابق ۵/جولائی ۱۹۸۶ء بروز ہفتہ

آج صبح حضرت والا نے میر صاحب کو بعد فجر کسی بات پر سخت ڈانٹ لگائی، حتیٰ کہ حضرت والا نے طمانچہ تک لگادیا جس سے میر صاحب کی ٹوپی نیچے گرگئی۔ اس پر

حضرت میر صاحب نے معافی مانگی اور بعد میں اسی ڈانٹ پر ان کا ایک عجیب شعر ہوا۔

ہائے وہ خشمگیں نگاہ قاتلِ کبر و عجب و جاہ
اس کے عوض دلِ تباہ میں تو کوئی خوشی نہ لوں

پھر سکھر والے قاری صاحب، حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور کہا کہ میں نے جو آج مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہم سے حدیث پڑھی ہے، اور جو ذکر اللہ کیا ہے، اس کا ثواب آپ لے لیں اور اس طمانچے کا ثواب مجھے دے دیجئے، انہوں نے یہ بھی کہا کہ میرا دل چاہتا تھا کہ حضرت والا کا طمانچے والا ہاتھ مبارک چوم لوں۔ ان کی ثواب بدلنے والی بات پر حضرت میر صاحب نے ایک اور مصرع کہا۔

ذلتِ عشق کے عوض شانِ سکندری نہ لوں

میر صاحب نے فرمایا کہ یہ اشعار حضرت مرشدی مدظلہ کے فیض سے ہو گئے ہیں، میرا کوئی کمال نہیں۔ پھر فرمایا۔

میں ہوں اس تقسیمِ ساقی پر دل و جاں سے فدا
جامِ جم غیروں کا حصہ، جامِ غم میرے لئے

ضرورتِ شیخ

۲۶؍شوال المکرم ۱۴۰۶ھ مطابق ۴؍جولائی ۱۹۸۶ء بروز جمعہ

ارشاد فرمایا کہ جب تک نفس کو ذلیل نہ کیا جائے، یہ سیدھا نہیں ہوتا، اور ذلت اپنے ہاتھ سے نہیں ہوتی، دوسرے کے ہاتھ سے ہوتی ہے، وہ شیخ ہے۔

شیخ کو بھی دین کے لئے مشقت اُٹھانی چاہیے

۲۱؍ذیقعدہ ۱۴۰۶ھ مطابق ۲۹؍جولائی ۱۹۸۶ء، بروز منگل بعد عصر درسِ حدیث

ارشاد فرمایا کہ مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب جنگِ بدر کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو سواریوں کی کمی کا یہ عالم تھا کہ ایک

ایک اونٹنی پر تین تین سواریاں باری باری بیٹھتی تھیں، اور بہت سے لوگ تو پا پیادہ چل رہے تھے:

((كُنَّا يَوْمَ بَدْرٍ كُلَّ ثَلٰثَةٍ عَلٰى بَعِيْرٍ فَكَانَ اَبُوْ لُبَابَةَ وَعَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ زَمِيْلَيْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَكَانَتْ اِذَا جَاءَتْ عُقْبَةُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَا نَحْنُ نَمْشِيْ عَنْكَ قَالَ مَا اَنْتُمَا بِاَقْوٰى مِنِّيْ وَمَا اَنَا بِاَغْنٰى عَنِ الْاَجْرِ مِنْكُمَا ۔ رواه في شرح السنة))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، باب آداب السفر، ص ۳۳۹)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ ساتھی تھے۔ ایک آدمی سوار ہوتا تو دو پیدل چلتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیدل چلنے کی باری آئی تو ان دونوں نے عرض کیا کہ ہم آپ کی جگہ پیدل چلیں گے، آپ سواری ہی پر تشریف رکھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں مجھ سے زیادہ قوی نہیں ہو اور میں ثواب لینے میں تم سے زیادہ حریص ہوں، مستغنی نہیں ہوں۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی پیدل چلے۔ معلوم ہوا کہ دین کے لئے مشقت برداشت کرنے کا موقع آئے تو ہر ایک کو برداشت کرنی چاہیے۔

کبھی شیخ زیادہ ڈانٹ دے تو مرید کو بُرا نہیں ماننا چاہیے

۵/ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۳/اگست ۱۹۸۶ء، بروز بدھ بعد عصر
خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں جہاں بھی خطاؤں کی معافی کا حکم نازل فرمایا جیسے اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ، رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ، تو نوے فیصد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے رب کا عنوان اختیار فرمایا کہ یوں کہو کہ اے میرے رب! معاف کر دیجئے۔ اس نام میں محبت کا ظہور ہوتا ہے، ہر پالنے والے کو اپنی پالی ہوئی چیز سے محبت ہوتی ہے جو اس طرح پکارنے سے متوجہ ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت

یوسف علیہ السلام کی پرورش جو عزیزِ مصر کر رہا تھا، اس کے احسانات کا اثر یہ تھا کہ جب اس کی بیوی زلیخا نے گناہ کا کہا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میں خدانخواستہ کیسے کر سکتا ہوں؟ اور فوراً کہا اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ (سورۃ یوسف: آیۃ ۲۳) وہ تمہارا شوہر تو میرا مربی ہے، اس نے مجھے بہترین ٹھکانہ دیا، میں اس کی بیوی کے ساتھ یہ خیانت نہیں کر سکتا۔

تو اپنے مربی کے ساتھ ہر ایک کا یہ معاملہ ہونا چاہیے، خواہ شہوت کا معاملہ ہو یا غضب کا۔ بعض اوقات شیخ زیادہ ڈانٹ دیتا ہے تو چھوٹوں کو سمجھنا چاہیے کہ جو کچھ ڈانٹ دیا، بس ٹھیک ہے۔ ان کی عظمت، بڑائی، احسان و تربیت اور عمر کی زیادتی کا یہ حق ہے کہ چھوٹے ری ایکشن (ردِ عمل) نہ دکھائیں۔ اپنے مربی کے بارے میں بُرا نہیں ماننا چاہیے، آج کل شاگرد استاد کی ڈانٹ کو اور مرید شیخ کی ڈانٹ کو ناپتے ہیں کہ کتنا ڈانٹا؟ اور کیوں ڈانٹا؟ اللہ تعالیٰ کے یہاں ایسی ڈانٹ کی معافی ہے، چھوٹوں کو بھی معاف کر دینا چاہیے کیونکہ شیخ اخلاص سے ڈانٹتا ہے لیکن بشری تقاضوں کے سبب سے وہ زیادہ ڈانٹ سکتا ہے لہٰذا چھوٹوں کو چاہیے کہ وہ گوارہ کر لیں۔ بعض اوقات شیخ امتحان لیتا ہے کہ پہلے میں ڈانٹتا تھا تو یہ ڈانٹ سن لیتا تھا، اب اس کو میں نے خلیفہ بنا لیا، دس ہزار اس کے مرید ہو گئے ہیں، اب ڈانٹ کر دیکھتا ہوں کہ کیا اب بھی یہ واقعی كَاَنَّهٗ هُوَ ہے یا کچھ بدل گیا ہے۔ ایسے ہی شاگرد کو اور بیٹے کو اپنے استاد کی، باپ کی ڈانٹ پر ناگواری نہیں ہونی چاہیے۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ہمارے ایک استاد نے بچپن میں پڑھایا تھا۔ ایک مرتبہ میں سفر میں تھا تو استاد صاحب سے ملاقات ہو گئی۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ میرا ایک پارہ سن لیجیے۔ میں نے سنانا شروع کیا تو ایک جگہ متشابہ لگ گیا اور غلطی ہو گئی۔ استاد صاحب نے بے اختیار میرے ایک طمانچہ کھینچ مارا۔ میرے دل میں کچھ خیال آ گیا کہ انہوں نے بچپن میں ہمیں مارا ہے تو ان کی عادت پڑی ہوئی ہے، اس لئے مار دیا۔ لیکن پھر میں نے سوچا

کہ میں کتنا ہی بڑا بزرگ، شیخ ہوجاؤں، یہ میرے استاد ہی رہیں گے، ان کو مارنے کا حق ہے۔ اب سنئے! ان استاد صاحب نے کہا کہ میں آنکھیں بند کئے تمہارا قرآن سن رہا تھا، جب تم سے غلطی ہوئی تو میری آنکھوں کے سامنے وہی تمہارا بچپن آ گیا، جس کی وجہ سے ہاتھ اُٹھ گیا، تم مجھے معاف کردو، حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے مجھ سے معافی مانگنی شروع کردی۔

تو دیکھو! حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی طرف سے ادب میں کوئی کمی نہیں آنے دی حالانکہ خود بخاری شریف پڑھا رہے تھے۔ بہت کم عمری میں بڑی کتابیں پڑھانے لگ گئے تھے، ۱۸ سال کی عمر میں تو مثنوی زیر و بم لکھ دی تھی لیکن مجال نہیں کہ ادب میں کوئی کمی آ جائے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اے خدا جوئیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

اے اللہ! ہم آپ سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں کیونکہ بے ادب اللہ کی رحمت سے محروم رہتا ہے۔ حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ جس طرح والد کے لئے حکم ہے کہ اس کو اُف بھی نہ کہو، اس میں مربی بھی شامل ہے کہ ان کے ساتھ بھی ناگواری نہ ظاہر کرو۔

ایک بات عرض کرتا ہوں کہ انسان کی ابتداء جس ہستی سے ہوئی یعنی حضرت آدم علیہ السلام، اسی سے نسیان اور معافی مانگنے کی بھی ابتداء ہوئی۔ انہوں نے اپنی معافی کے لئے دو کام کئے، ایک تو رَبَّنَا کہہ کر معافی مانگی، دوسرے ظَلَمْنَا کہہ کر ندامت کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے سکھایا کہ اگر مجھ سے معافی مانگنا چاہتے ہو تو میرے ناموں میں سے رب کا نام لے کر مغفرت مانگو۔ اللہ تعالیٰ نے موقعٔ معافی پر جبار، قہار کوئی نام استعمال نہیں کیا، ننانوے ناموں میں سے رب کا نام نازل فرمایا کہ ربنا کہہ کر معافی مانگو، معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اس طرح سے معافی مانگنا بہت محبوب ہے، اللہ کی طرف سے رحمت کا نزول اور بندے کی طرف سے ندامت کا ظہور اسی نام رب سے ہوتا ہے۔

شیخ کا ادب اور احترام حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے قرآنِ پاک کی آیت
وَ تُوَقِّرُوْهُ (سورۃ الفتح: آیۃ ۹) سے ثابت کیا کہ اے لوگو! میرے نبی کا ادب کرو،
اسی سے استنباط کیا کہ شیخ اور علماء چونکہ نائبِ رسول ہیں لہٰذا ان کا ادب بھی مریدین پر
ضروری ہے۔ ایک مرتبہ مجھے حیدر آباد دکن میں حضرت مولانا ابرار الحق صاحب
دامت برکاتہم نے بہت ڈانٹا۔ وہاں ایک بزرگ ہیں، میں نے ان سے ایسے ہی
باتوں باتوں میں عرض کیا کہ آج تو حضرت نے مجھے بہت ڈانٹا، تو وہ فرمانے لگے کہ
تم تو قابلِ رشک ہو جو اتنی ڈانٹ پڑی، ڈانٹ اسی کو پڑتی ہے جس کو شیخ سے تعلق
قوی ہوتا ہے، اور جس کا ایسے ہی ڈھیلا ڈھالا تعلق ہوتا ہے اس کو کچھ نہیں کہا جاتا۔
جیسے ایک مرتبہ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی تبلیغی جماعت نے ایک
نوجوان کو داڑھی کا کہہ دیا تھا کہ تیرے چہرے پر نور کیوں نہیں نکلتا؟ تو وہ نوجوان
بھاگ گیا، پھر آیا ہی نہیں۔ ہمیں بھی مولانا ابرار الحق صاحب کی ڈانٹ پر ناگواری نہیں
ہونی چاہیے، کسی مرید کو اپنے مربی کی ڈانٹ پر ناراض نہ ہونا چاہیے کہ انہوں نے
ہمیں عزت ہی نہیں دی، عزت کا طلب کرنا بھی کبر ہے۔

ہم خاک نشینوں کو نہ مسند پہ بٹھاؤ
یہ عشق کی توہین ہے اعزاز نہیں ہے

اگر کوئی باپ اپنے بیٹے کو جس کے دس بیٹے ہوں، اس کے بیٹوں کے سامنے ڈانٹے،
اور بیٹا کہے کہ آج آپ نے ہمیں ہماری اولاد کے سامنے ذلیل کر دیا، آپ نے ہمیں
عزت ہی نہیں دی، ایسا بیٹا نالائق ہے۔ اس کو سوچنا چاہیے کہ یہی ماں باپ تھے جب
میں چھوٹا تھا تو انہوں نے میری پرورش کی تھی ورنہ اگر میری غلطیوں پر گلا گھونٹ دیتے
تو آج جو میں سینہ دکھا رہا ہوں، آج یہ جوانی بھی نظر نہ آتی۔ ہر باپ کو حق ہے کہ اپنی
اولاد کو ڈانٹ سکتا ہے، لائق بیٹا وہ ہے جو اپنی ٹوپی باپ کے قدموں میں رکھ دے کہ
آپ کا جتنا جی چاہے جوتے لگا لیجیے۔

اہل اللہ کو اذیت پہنچانا نہایت خطرناک ہے

ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق اکتوبر ۱۹۹۱ء

ارشاد فرمایا کہ ایک نوجوان، رئیس زادہ ناجائز محبت میں گرفتار ہو گیا، ایک دن اپنی محبوبہ کو ساتھ لئے کہیں جا رہا تھا، راستہ میں ایک اللہ والے بڑے میاں تسبیح پڑھتے جا رہے تھے جنہیں آنکھوں سے کم نظر آتا تھا۔ اس اللہ والے سے راستہ چلتے اس لڑکی کو دھکا لگ گیا تو نوجوان نے انہیں خوب بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا، بزرگ نے بہتیرا کہا کہ میں بوڑھا ہوں، نظر کم آتا ہے، غلطی سے ٹکر لگ گئی مگر نوجوان نے اس عورت کو خوش کرنے کے لئے ان بڑے میاں کے طمانچہ مار دیا۔ بے چارے اللہ والے نے آسمان کی طرف دیکھا لیکن چونکہ بوڑھے، کمزور تھے، بدلہ نہیں لے سکتے تھے لہٰذا آسمان کی طرف دیکھ کر بزبانِ حال یہ شعر پڑھا اور آگے بڑھ گئے ؎

ہم بتاتے کسے اپنی مجبوریاں
رہ گئے جانبِ آسماں دیکھ کر

اب اس نوجوان پر اللہ کا عذاب آیا اور اس کا پیشاب بند ہو گیا، تکلیف سے تڑپ تڑپ کر اس نے آسمان سر پر اُٹھا لیا۔ ڈاکٹروں کا تمام علاج اس کا پیشاب جاری کرنے میں ناکام رہا اور تکلیف بڑھنے لگی۔ آخر اسی بدکار عورت نے کہا کہ دیکھو! تم اچھے نہیں ہو سکتے، وہ بڑے میاں جن کو تم نے طمانچہ مارا تھا اور جنہوں نے آسمان کی طرف دیکھا تھا، ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے اللہ سے کوئی بات کہہ دی ہے، جلدی سے جاؤ اور ان کو راضی کرو، ان کے پیر پکڑو۔ آخر چار آدمیوں کے سہارے چارپائی پر لد کر آیا اور معافی مانگی اور کہا کہ اپنی بددعا واپس لے لیجیے۔ انہوں نے فرمایا خدا کی قسم! میں نے تمہیں بددعا نہیں دی، کہا پھر یہ عذاب کیوں آیا؟ فرمایا کہ یہ بتاؤ! جب تمہاری محبوبہ کو مجھ سے ٹکر لگ گئی تھی تو کیا اس نے تم سے

درخواست کی تھی کہ اس بڈھے کو تھپڑ مارو؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا جیسے تم نے اپنے یار کی طرف سے بغیر کہے مجھ سے انتقام لیا، ایسے ہی میرا بھی کوئی یار ہے، اس نے بھی بغیر میری درخواست کے تم سے انتقام لیا۔

واقعات شاہد ہیں کہ اگر کسی ولی کو تکلیف پہنچ گئی اور اس نے اپنا حق معاف بھی کر دیا تو بھی بعض اوقات اللہ نے اپنا حق محفوظ رکھا اور تکلیف پہنچانے والے سے انتقام لیا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تکلیف پہنچانے کے لئے کہا کہ میں آپ کی والدہ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں، جو اسّی برس کی تھیں۔ امام صاحب نے فرمایا کہ اچھا! میں والدہ سے دریافت کرلوں اور اندر تشریف لے گئے، واپس آئے تو وہ آدمی مرا پڑا تھا۔ اس لئے اللہ والوں کے ساتھ تعلق میں بہت عقیدت اور احتیاط سے رہو، اگر وہ کبھی ڈانٹ ڈپٹ کریں تو ہرگز ہرگز بُرا مت مناؤ، اگر وہ تمہاری طرف سے کسی اذیت پر صبر کر جائیں تو ان کا یہ صبر تمہارے لئے زیادہ خطرناک ہے، اس سے بہتر ہے کہ وہ کچھ بدلہ لے لیں۔ ایک بزرگ جا رہے تھے، ایک بڑھیا نے کچھ بدتمیزی کر دی، آپ نے مرید سے فرمایا کہ اس کے ایک تھپڑ لگا دے، اس نے کچھ تامل کیا، اتنے میں اس بڑھیا نے ایک چیخ ماری اور ختم ہوگئی، بزرگ نے فرمایا اگر تُو انتقام لے لیتا تو اس پر اللہ کا انتقام نہ آتا۔

سایۂ رہبر پر عجیب مثال

صفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۰/اگست ۱۹۹۱ء

بروز منگل بعد ظہر، حجرۂ خاص در خانقاہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ سایۂ رہبر کے بغیر ذکرِ حق بھی گمراہ کرسکتا ہے، اس کے اندر انا، تکبر آسکتا ہے۔ تنہائی میں عبادت کی، نفس میں بڑائی آگئی کہ میں بھی کچھ ہوں،

شیطان نے کتنی عبادت کی لیکن گمراہی سے نہیں بچ سکا کیونکہ ظالم کو کوئی رہبر میسر نہ تھا۔ جیسے کسی درخت کا کوئی رکھوالا، کوئی مالی نہ ہو تو اس کو کیڑے لگ جاتے ہیں کہ نہیں؟ اور اگر کوئی مالی اس کی دیکھ بھال کرنے والا ہو تو وہ اسپرے کرتا رہتا ہے، جسے جراثیم کش اسپرے کہتے ہیں، یہ ہے شیخ کی ڈانٹ اور اصلاح اور تربیت۔ سبحان اللہ! آج پہلی بار یہ مثال بیان کر رہا ہوں۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے ایک مرید کی گرفت فرمانا

۲۸ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۰ اگست ۱۹۹۱ء
بروز ہفتہ بعد فجر، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی

(بعد فجر خانقاہ میں مجلس ہو رہی تھی، ایک صاحب کتاب میں دیکھ کر کچھ پڑھنے میں مصروف تھے، ان کو اس طرح تنبیہ فرمائی) ''اے فلاں صاحب! اس کو بعد میں پڑھئے گا۔'' انہوں نے کہا کہ حضرت! میں آپ کی بات بھی سن رہا ہوں۔ فرمایا کہ میری طرف نظرِ عنایت بھی تو کیجئے، ورنہ شکوۂ محبت ہوگا یا نہیں؟ یہ کتاب بعد میں پڑھی جاسکتی ہے، میری بات بعد میں نہیں سنی جاسکتی۔ اس لئے مجلس کے وقت، جب دین کی بات ہو رہی ہو تو کچھ کتاب، اذکار وغیرہ مت پڑھو کیونکہ دین زبان سے پھیلا ہے، کتاب سے نہیں پھیلا، بلکہ خود کتاب اللہ، قرآنِ کریم، زبانِ نبوت سے ادا ہوا ہے۔ لہٰذا یاد رکھو، ہمیشہ دین انبیاء علیہم السلام کی زبانوں سے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے کانوں سے پھیلا ہے، صحابہ نے کوئی کتاب نہیں پڑھی تھی۔

زبانِ نبوت جو ہے وہ قلبِ نبوت کی ترجمان ہوتی ہے، اسی طرح زبانِ ولایت قلبِ ولایت کی ترجمان ہوتی ہے، اور کان جو ہے وہ قلب کو لینے کا وکیل ہوتا ہے۔ علومِ نبوت کو لینے کا کان خادم ہے، قیف ہے۔ کوئی چیز لینے میں قیف اصل تھوڑی ہوتی ہے، قیف تو ذریعہ بنتی ہے بوتل میں پہنچانے کا۔ لہٰذا کان سے

صحابہ کے قلوب کی بوتل میں علومِ نبوت اُترتے تھے، یہی طریقہ آج بھی ہے۔ اور جتنا زیادہ مقرر اللہ والا ہوگا اس کے لفظ میں اتنا زیادہ اس کا نور شامل ہوگا ۔

شیخ نورانی ز رہ آگاہ کند

مولانا کا کتنا عمدہ شعر ہے، جن کے دلوں میں اللہ کا نور ہے، وہ ہدایت کا راستہ بتاتے ہیں مگر ساتھ ساتھ کچھ اور بھی دیتے ہیں ۔

نور را با لفظہا ہمراہ کند

یعنی ان کے الفاظ میں، اگر نبی ہے تو اس کے الفاظ سے نورِ نبوت کا کیپسول بن کر نکلتا ہے، اگر ولی ہے تو نورِ ولایت کا کیپسول بن کر نکلتا ہے، اور دل سے دل میں جمع ہوجاتا ہے، کان کے ذریعہ سے دل میں اُترتا رہتا ہے، پھر ایک دن مخلص دیکھتا ہے کہ میرا دل نور سے بھر گیا۔

خدمتِ شیخ رائیگاں نہیں جاتی

۲۹ رمحرم الحرام ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۱ راگست ۱۹۹۱ء

بروز اتوار قبلِ ظہر، بارہ بجے دن، حجرۂ خاص درخانقاہ، گلشنِ اقبال، کراچی

کمرے میں احقر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے سرِ مبارک میں تیل لگا رہا تھا کہ مولوی عمر فاروق فرانسی (ری یونین والے، جو حضرت والا کی خدمت میں ایک سال کے لئے تفسیر وحدیث ومثنوی پڑھنے اور حضرت والا کی خدمت میں رہنے مع اہلیہ آئے ہوئے تھے اور الگ فلیٹ میں رہتے تھے) حضرت والا کے پیر دبانے کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت والا نے خوش ہوکر فرمایا کہ ماشاء اللہ! پڑھنے لکھنے کے ساتھ اس کام کو بھی جاری رکھو، شیخ کی خدمت بہت بڑی نعمت ہے، بڑی سعادت کی بات ہے، اپنے شیخ کی خدمت کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔ میں ہر وقت اپنے شیخ کے ساتھ رہتا تھا، سفر میں حضر میں، مجھے یہ ڈر ہوتا تھا کہ میں کہیں سب پڑھا ہوا علم بھول نہ جاؤں۔

کبھی حضرت کے ملفوظات جمع کر رہا ہوں، کبھی خدمت کر رہا ہوں، کبھی سفر پر ساتھ جا رہا ہوں، لیکن آج میں اپنے شیخ کی کرامت دیکھتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ تمام عربی عبارات حفظ یاد کرا کے منبر پر بیان کے دوران سنانے کی بھی توفیق عطا فرماتا ہے ورنہ اگر عین وقت پر یاد نہ آئے تو پھر علم کیا ہے؟

اپنے شیخ سے کبھی مستغنی نہ ہونے کی نصیحت

۵ / ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۵ / ستمبر ۱۹۹۱ء

بروز اتوار قبل ظہر، حجرۂ خاص در خانقاہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ یا صمد یا عزیز یا مغنی یا ناصر کا وظیفہ پڑھ کر یوں دعا کیا کرو کہ اے اللہ! آپ کا ایک نام صمد ہے، آپ کی ذات وہ ذات ہے جس کے معنی ہیں:

((اَلصَّمَدُ ھُوَ الْمُسْتَغْنِیْ عَنْ کُلِّ اَحَدٍ اَلْمُحْتَاجُ اِلَیْہِ کُلُّ اَحَدٍ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)؛ سورۃ الاخلاص؛ ج ۳۰ ص ۲۷۴)

آپ سارے عالم سے مستغنی ہیں اور سارا عالم آپ کا محتاج ہے، اپنے اس نام کی برکت سے ہمیں سارے عالم سے مستغنی کر دیجئے، اور میرے دل کو نفس کی گندی گندی خواہشات سے بھی مستغنی کر دیجئے لیکن یہ نیت نہ کرنا کہ اللہ والوں سے بھی مستغنی کر دیجئے، اللہ والے کوئی غیر اللہ تھوڑا ہی ہیں۔ جو اپنے شیخ سے مستغنی ہوا، ایک مرتبہ چاہے تو آزما کر دیکھ لے، سب کچھ چھن جائے گا، تمام عشقِ الٰہی اور کیف و مستیاں ختم، جیسے آسمان سے ستارہ ٹوٹ کر زمین پر گر جاتا ہے۔

(ایک مرتبہ فرمایا کہ) یا صمد یا عزیز یا مغنی یا ناصر کا وظیفہ پڑھنے سے میں مخلوق سے اور زیادہ بے نیاز ہو گیا، اور ساتھ ہی دنیاوی فائدے بھی محسوس ہو رہے ہیں۔ پہلے جو ہدایا ملتے تھے، اب اور زیادہ ملنے لگے ہیں، بڑی بڑی رقمیں بھی آجاتی ہیں۔ بارہ لاکھ کا مکان ابھی مدرسے کے لئے خریدا ہے بغیر کسی کے گھر چندے کے لئے گئے ہوئے۔ پہلے میں یہ وظیفہ یا ناصر یا عزیز یا مغنی یا صمد کی ترتیب سے پڑھا کرتا تھا،

میرے شیخ نے فرمایا کہ حروفِ تہجی کی ترتیب سے پڑھو تو یا صمد یا عزیز یا مغنی یا ناصر کر دیا۔ جو ہمارے بزرگوں کو پسند ہو وہی ہمیں بھی پسند ہے، محبوب کی ہر ادا محبوب ہوتی ہے۔ اُن لوگوں کو تو اس وظیفے کا زبردست اہتمام کرنا چاہیے جن کا دنیا میں ماں باپ، اولاد کا کوئی سہارا نہیں ہے۔ اس نیت سے بھی پڑھیں کہ اے اللہ! فالج، لقوہ، بواسیر، کینسر، ہر ایسے مرض سے بھی حفاظت کیجئے جس سے مخلوق کا محتاج ہونا پڑتا ہے۔ اولاد کی محتاجی بھی کوئی اچھی بات تھوڑی ہے۔

مرید کو اپنے شیخ کے ساتھ کیسا معاملہ رکھنا چاہیے؟ عجیب مضامین

ربیع الاول ۱۲ ۱۴ھ مطابق ستمبر ۱۹۹۱ء

حضرت والا مرشدی و محسنی دامت الطافہم روزانہ صبح شام سندھ بلوچ سوسائٹی تشریف لے جاتے ہیں۔ (حضرت والا دامت برکاتہم کے وہاں تشریف لے جانے سے ان لوگوں کو بہت دینی نفع ہوا اور انہوں نے خود درخواست کی تھی کہ حضرت روزانہ تشریف لا کر درس دیا کریں۔ سہیل) ایک صاحب نے (جو حضرت ہردوئی دامت برکاتہم سے بیعت ہیں اور حضرت مرشدی دامت برکاتہم کے پیر بھائی ہیں) حضرت والا کو نامناسب مشورہ دیا کہ ''حضرت! اگر بُرا نہ مانیں تو ایک بات عرض کرتا ہوں کہ آپ روزانہ وہاں نہ جایا کریں، اس سے آپ کی عظمت اور وقعت سوسائٹی کے مکینوں کے دلوں میں کم ہو جائے گی۔'' حضرت نے ان صاحب سے فرمایا کہ آپ نے مشورہ تو اخلاص کے ساتھ دیا لیکن یہ اخلاص ایسا ہی ہے جیسے کوئی کمرے میں تمام دروازے بند کر کے خوب اخلاص کے ساتھ نوافل پڑھ رہا ہو، اس کے اخلاص میں کوئی شبہ ہی نہ ہو لیکن وہ وقت عصر کے بعد کا ہو تو ایسے اخلاص کا کیا حال ہوگا؟ آپ کے اندر اخلاص تو ہے لیکن نادانی ہے اور عظمت کی کمی ہے۔ آپ کو سوچنا چاہیے تھا کہ ہو سکتا ہے کہ روزانہ وہاں جانے سے وہ سب صاحبِ نسبت ہو جائیں،

حسنِ ظن رکھنا چاہیے تھا۔ اگر بے وقعتی ہونے کا بھی خدشہ تھا تو اخلاصِ نیت کی وجہ سے ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اَور وقعت ڈال دیتا۔ اللہ تعالیٰ کا معاملہ بعض بندوں کے ساتھ ایسا ہوتا ہے کہ اگر اُس طرف خیر نہیں بھی ہوتی جس طرف وہ قدم اٹھاتے ہیں تو ان کی خاطر سے اللہ تعالیٰ خیر کو اسی طرف کر دیتے ہیں، جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا فرمائی:

((رَحِمَ اللهُ عَلِيًّا اَللّٰهُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ مَعَهٗ حَيْثُ دَارَ۔ رواه الترمذی))

(مشکوٰة المصابیح: (قدیمی)، باب مناقب العشرة رضی الله عنهم؛ ص ۵۶۷)

کہ اے اللہ! حق کو اسی طرف کر دے جس طرف میرا علی ہو، رضی اللہ عنہ۔

اپنے مربی سے، مصلح سے جتنا زیادہ حسنِ ظن ہوگا اتنا ہی نفع ہوگا، حسنِ ظن کی کوئی حد تھوڑی ہے۔ یہ گمان رکھنا چاہیے کہ ہمارا مصلحین کا جو طبقہ ہے، ان کا ہر فعل، ہر عمل، ہر قول من جانب اللہ ہوتا ہے، آسمان والے کی طرف سے ان کے دل میں آتا ہے۔ لہٰذا اگر خیر نہیں بھی ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسی طرف خیر کو کر دیتے ہیں۔

بعض لوگ مربّہ بنتے نہیں اور دوسروں کی اصلاح شروع کر دیتے ہیں۔ تھانہ بھون میں ایک بڑھیا نے ایسا ہی کیا تھا، وہ حضرت سے بیعت ہوئی، پھر حضرت کے گھر میں گئی اور حضرت ہی کی اصلاح شروع کر دی کہ حضرت! یہ لوٹا یہاں رکھنا مناسب نہیں ہے، اس کو یہاں نہیں ہونا چاہیے، یہ چیز ایسے ہونی چاہیے۔ حضرت نے فرمایا سُن بڑھیا! تُو اپنی اصلاح کرانے آئی ہے یا میری اصلاح کرنے آئی ہے؟ میں اگرچہ آپ کا شیخ نہیں ہوں لیکن آپ کے شیخ کا خلیفہ تو ہوں، شیخ کی غیر موجودگی میں اس کا خلیفہ قائم مقام شیخ کے ہوتا ہے۔ میں خود کچھ نہیں ہوں لیکن آپ کو فائدہ اس سے ہوگا کہ آپ سب کچھ مجھے سمجھیں کیونکہ اگر دل میں یہ ہوگا کہ یہ تو حضرت نے خلافت دے دی ہے ورنہ ان میں کوئی کمال نہیں ہے، تو سوچ لو! ایسا گمان رکھنا گویا شیخ پر اعتراض کرنا ہے کہ نعوذ باللہ! شیخ کوئی اندھا ہے، مفقود العقل ہے

کہ نااہلوں کو خلافت دے دیتا ہے۔ یہ جب اوپر سے فیصلہ ہوتا ہے کہ اس مرید کو نوازنا ہے تب ہی خلافت عطا ہوتی ہے۔ خلافت، شیخ کے اختیار میں بھی نہیں، شیخ اگر نہ بھی چاہے کہ مثلاً مجھے فلاں مرید کی اصلاح نہیں کرنی ہے، اور وہ مرید ہو مخلص، تو بھی وہ محروم نہیں رہے گا۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی بات سنا تا رہتا ہوں:

((مَنِ اعْتَرَضَ عَلٰی شَیْخِہٖ وَنَظَرَ اِلَیْہِ احْتِقَارًا لَّمْ یُفْلِحْ اَبَدًا))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)؛ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ؛ ج ۱ ص ۳۴۳)

کہ جس نے اپنے شیخ پر اعتراض کیا، یا حقارت کی نظر سے دیکھا کہ یہ کچھ نہیں ہیں، ایسے ہی چکر باز ہیں تو کبھی فلاح نہیں پا سکتا۔ آپ اندازہ کیجئے کہ میں نے اپنے شیخ حضرت ہردوئی دامت برکاتہم کو صرف اتنی بات لکھ دی تھی کہ حضرت! مولانا فقیر محمد صاحب دامت برکاتہم نے فلاں صاحب کو خلافت دے دی۔ میں نے یہ صرف اطلاعاً لکھا تھا اور کوئی لفظ نہیں لکھا تھا کہ وہ ایسے ہیں یا ویسے ہیں لیکن شیخ نے اس کے جواب میں لکھا کہ ''اللہ والے جب کسی کے ساتھ نیک گمان کرتے ہیں اور کوئی منصب دیتے ہیں تو اگر وہ اس کے اہل نہیں بھی ہوتے تو اللہ تعالیٰ اپنے محبوبین اور پیاروں کی خاطر سے ان کو اس منصب کا اہل بنا دیتے ہیں، اپنے پیاروں کے اکرام اور ان کی محبت میں اس کو اہلیت بھی دے دیتے ہیں۔''

حصولِ فیض کے لئے شرط

ارشاد فرمایا کہ شیخ کا فیض مشروط ہے کہ غیر کے پاس نہ بیٹھے، منعم علیہم کا فیض انہیں لوگوں کو ملتا ہے جو غیر المغضوب سے بچتے ہیں۔ اللہ نے اپنے دشمنوں کو غیر سے تعبیر فرمایا ہے۔

مرشد کو صاحبِ تقویٰ ہونا چاہیے

ارشاد فرمایا کہ ولی اور مرشد کا لفظ قرآن میں بھی آیا ہے:

﴿فَلَنۡ تَجِدَ لَهٗ وَلِیًّا مُّرۡشِدًا۝﴾

(سورۃ الکھف: آیۃ ۱۷)

معلوم ہوا کہ مرشد کو ولی ہونا چاہیے، اور ولی یعنی اللہ کا دوست کون ہوتا ہے؟ اِنۡ اَوۡلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ (سورۃ الانفال: آیۃ ۳۴) اللہ تعالیٰ کے دوست تو متقی بندے ہوتے ہیں۔ تو معلوم ہوا مرشد کو صاحبِ تقویٰ ہونا چاہیے ورنہ اس کی تعلیم میں برکت نہیں ہوگی۔

اتباعِ شیخ کے ضروری ہونے کی دلیل

۱۳؍ذوالحجہ ۱۴۱۳؁ھ مطابق ۵؍جون ۱۹۹۳؁ء بروز ہفتہ بارہ بجے دن

(احقر مدرسہ کے دفتر میں کام کررہا تھا تو حضرت والا نے ایک صاحب کو بھیجا کہ سہیل کو بلالاؤ، کچھ دین کی بات سنانی ہے، احقر حاضر ہوا تو یہ ملفوظ ارشاد فرمایا۔ سہیل)

ارشاد فرمایا کہ ہمارے ساتھ صبح شام سندھ بلوچ، جنگل جانے والے جو لوگ ہیں ان کو راستے کے نشیب و فراز، گڑھے، سب از بر ہوگئے ہیں۔ جب کوئی نیا ڈرائیور ہوتا ہے تو اس کو فوراً بتادیتے ہیں کہ آگے گڑھا ہے، رفتار آہستہ کرلو۔ اسی طرح شیخ بھی تصوف کے ہر طریقہ، سلوک سے پورا آگاہ ہوتا ہے۔ اب اس بات پر مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ملاحظہ کیجئے، فرماتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے ہوتے ہیں وہ ہر روز زمین سے آسمان تک سفر کرتے ہیں ؎

سیرِ زاہد ہر مہہ یک روزہ راہ
سیرِ عارف ہردم تا تختِ شاہ

خشک ملّا، زاہد جو ہے وہ مہینہ میں ایک دن کا راستہ طے کرتا ہے اور اللہ کے جو عارف بندے ہیں، پہچاننے والے ہیں، وہ ہر لمحۂ حیات، ہر سانس میں زمین سے عرشِ اعظم تک سفر کرتے ہیں۔ لہٰذا شیخ جب دیکھے گا کہ سالک کا راستہ کھوٹا ہونے کا خطرہ ہے، عجب و کبر کے گڑھوں میں گرنے کا خدشہ ہے تو وہ کچھ ہدایات دے گا، اس کا اتباع

ضروری ہے، مثلاً ذکر ملتوی کرادے گا، یا کم کرادے گا، اگر دماغ میں خشکی اور مزاج میں چڑ چڑا پن آ گیا ہے، یا وضو خانے کی نالیاں صاف کروائے گا، یا نمازیوں کی جوتیاں سیدھی کروائے گا تو اسی سے اس کا سلوک طے ہو جائے گا بلکہ عجب نہیں کہ اتباعِ شیخ کی برکت سے وہ بڑے بڑے ذاکرین سے بھی بڑھ جائے گا۔ یہی ہے:

﴿وَاتَّبِعۡ سَبِيۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ﴾

(سورۃ لقمان: آیۃ ۱۵)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ میری طرف متوجہ ہیں، انابتِ کاملہ جن کو حاصل ہے، ان کے راستے کی اتباع کرو، اور ظاہر ہے کہ اللہ کی طرف متوجہ رہنے والے اللہ والے ہی ہوتے ہیں، بندہ اللہ والوں ہی کے ذریعہ اللہ کے دربار میں پہنچتا ہے۔ دنیا میں راستے بہت ہیں، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ یہودیوں کا الگ راستہ مَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ ہے اور نصاریٰ کا الگ راستہ ضَآلِّيۡنَ ہے:

((عَنۡ عَدِيِّ بۡنِ حَاتِمٍ سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يَقُوۡلُ الۡمَغۡضُوۡبُ عَلَيۡهِمُ الۡيَهُوۡدُ وَالضَّآلِّيۡنَ النَّصَارٰى))

(المعجم الاوسط للطبرانی: (دار الحرمین۔ القاہرۃ)؛ ج ۴ ص ۱۳۹)

لہٰذا جس راستے پر چلنے والوں کو انعام سے نوازا گیا ہے یعنی اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيۡقًا (سورۃ النسآء: آیۃ ۶۹) جن پر انعامِ نبوت، انعامِ صدیقیت وشہادت اور صالحیت کی مہر لگی ہو، ان کے راستے پر چلو، ان کے راستے پر چلنا صراطِ مستقیم پر چلنا ہے کیونکہ راستہ کی سیدھائی راہبر کے صدق و دیانت پر ہے۔ اگر راہبر ٹیڑھا ہے، راہبر اگر غلط راہ پر جا رہا ہے تو اس کے متبعین کی پھر خیر نہیں ہے۔ راستے کی ہمواری راہبر کے صحیح قدم پر موقوف ہے۔ میرے شیخ کی مثال عرض کرتا ہوں کہ ایک ناواقف مسافر جب ریل اسٹیشن پر اترتا ہے تو اپنا سامان ہر شخص کے حوالے نہیں

کر دیتا بلکہ قلی کو تلاش کرتا ہے، قلی کی خاص وردی دیکھ لینے پر بھی مطمئن نہیں ہوتا جب تک قلی کے بازو پر سرکاری نمبر نہیں دیکھ لیتا تب اس کی اقتداء کرتا ہے، سارا سامان اس کے حوالے کر کے اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہے اور اپنی منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ جب دنیا کا سامان بدون قلی کی تصدیق کئے ہوئے اس کے حوالے نہیں کرتے ہیں تو دین ہی کیا ایک ایسی سستی چیز ہے جو ہر کسی کے حوالے کر دیتے ہیں۔ یہ اللہ کے راستے پر صحیح چلنا کس طرح نصیب ہوگا؟ جب اللہ والوں کی اتباع اخلاص کے ساتھ ہو یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ بھی ساتھ ساتھ ہو، کسی دنیاوی غرض سے وہ شیخ کا اتباع نہ کرتا ہو، تب اپنی مراد پائے گا۔

اونٹ پہاڑ کے نیچے آنے کی کہاوت سے ایک سبق

ارشاد فرمایا کہ اونٹ کو پہاڑ کے دامن میں گزارا دیا جاتا ہے تاکہ اس کو احساسِ بلندی کم ہو جائے۔ اسی طرح بزرگوں کے پاس بیٹھنے سے نفس کے اونٹ کو پتا چلتا ہے کہ میں تو ان کے سامنے کچھ بھی نہیں ہوں۔

نبی کا فیض کن لوگوں کو پہنچے گا؟

ارشاد فرمایا کہ نبی اور پیغمبر کے فیض کے لئے اللہ تعالیٰ نے کچھ شرائط لگا دیں: (۱) یَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِيِّ (سورۃ الکھف : آیۃ ۲۸) جو صبح و شام اللہ کو یاد کرتے ہیں، اور (۲) یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ (سورۃ الکھف:آیۃ۲۸) جو ہمارے نبی کے پاس ہمیں مراد بنا کر آتے ہیں، ان کو نبی کا فیض ہوگا۔ لہٰذا منافقین جسم سے تو ساتھ رہتے تھے، مسجدِ نبوی میں نماز بھی پڑھتے تھے مگر دیکھو کہاں پہنچے:

﴿اِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ فِى الدَّرۡكِ الۡاَسۡفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ﴾
(سورۃ النسآء:آیۃ۱۴۵)

منافقین جہنم کے آخری گڑھے میں گئے۔

طبعی امور میں بھی شیخ کی رعایت ضروری ہے

ارشاد فرمایا کہ امورِ طبعیہ میں بھی شیخ کی رعایت سالکین کو کرنا چاہیے، جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوسری شادی کرنا بالکل جائز تھا:

((اِنَّ بَنِیْ ھِشَامِ بْنِ الْمُغِیْرَۃِ اسْتَأْذَنُوْنِیْ فِیْ اَنْ یُّنْکِحُوْا ابْنَتَھُمْ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ فَلَا اٰذَنُ ثُمَّ لَا اٰذَنُ ثُمَّ لَا اٰذَنُ اِلَّا اَنْ یُّرِیْدَ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ اَنْ یُّطَلِّقَ ابْنَتِیْ وَیَنْکِحَ ابْنَتَھُمْ فَاِنَّمَا ھِیَ بَضْعَۃٌ مِّنِّیْ یُرِیْبُنِیْ مَا اَرَابَھَا وَیُؤْذِیْنِیْ مَا اٰذَاھَا))

(صحیح البخاری:(قدیمی)؛باب ذب الرجل عن ابنته فی الغیرۃ والانصاف؛ ج۲ص ۷۸۷)

((وَفِیْ رِوَایَۃٍ اِنِّیْ لَسْتُ اُحَرِّمُ حَلَالًا وَّلَا اُحِلُّ حَرَامًا وَّلٰکِنْ وَّاللہِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللہِ اَبَدًا))

(صحیح البخاری:(قدیمی)؛باب ما ذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم؛ ج۱ص ۴۳۸)

((قَالَ الْعَیْنِیْ فِیْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ تَحْرِیْمُ اِیْذَاءِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِکُلِّ حَالٍ وَّعَلٰی کُلِّ وَجْہٍ لِاَنَّ تَوَلُّدَ ذٰلِکَ الْاِیْذَاءِ مِمَّا کَانَ اَصْلُہٗ مُبَاحًا))

(عمدۃ القاری:باب ما ذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم؛ ج۱۵ص ۸۳،رقم ۱۱۳)

((قَالَ عَلِیُّ الْقَارِیُّ اِنَّ ذٰلِکَ یُؤَدِّیْ اِلٰی اَذٰی فَاطِمَۃَ فَیَتَأَذّٰی حِیْنَئِذٍ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَھْلِکُ عَلِیٌّ رَّضِیَ اللہُ عَنْہُ مِنْ اَذَاہُ فَنَھٰی عَنْ ذٰلِکَ لِمَکَانِ شَفَقَتِہٖ عَلٰی عَلِیٍّ))

(مرقاۃ المفاتیح :(رشیدیہ)؛باب مناقب اھل البیت رضی اللہ عنہم؛ ج۱۱ص ۲۹۳)

لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:اے علی!اگرچہ قرآن کی رُو سے بالکل جائز ہے لیکن اگر تم دوسری شادی کروگے تو میری بیٹی فاطمہ کو تکلیف ہوگی، اور میری بیٹی جو نبی کے جگر کا ٹکڑا ہے اس کی تکلیف سے نبی کو تکلیف ہوگی، اور نبی کو ایذاء دینا تمہارے لئے مناسب نہیں ہے، دوسری شادی کرنا فرض تو نہیں ہے نا،

کیا میری محبت میں تم ایک جائز کام چھوڑ نہیں سکتے ہو؟ نبی کو ایذاء دینا تو حرام ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حیات میں دوسرا نکاح نہیں کیا۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ منع کرنا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر شفقت کی وجہ سے تھا کہ اگر وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں دوسرا نکاح کرتے تو اس سے حضرت فاطمہ کو اذیت ہوتی اور وہ غمزدہ ہوجاتیں، اور ان کو غمزدہ دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غم ہونا فطری امر تھا، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے باعثِ ہلاکت ہوجاتا۔

صحبتِ صالحین کی اہمیت کی مثال

ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نے مکہ شریف میں حضرت ہردوئی دامت برکاتہم سے سوال کیا کہ حضرت! عصر کی نماز کے بعد حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس ہورہی ہے تو اس مجلس میں جاؤں یا طواف کروں؟ کیونکہ کعبہ کا طواف اور زیارت تو کبھی کبھی نصیب ہوتی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ جب آنکھوں میں جاڑا پڑا ہو، آنکھیں خراب ہوں تو پہلے تلاوت کروگے یا ڈاکٹر کے پاس جاؤ گے؟ لہٰذا پہلے حضرت شیخ کی مجلس میں جاؤ، پھر طواف کی تجلیات اور انوارات اَور ہی محسوس ہوں گے۔

طالب کی گندی روح کو دھونے والی ذات شیخ کی ہے

ارشاد فرمایا کہ قرآنِ پاک میں جگہ جگہ آیا ہے: تَبٰرَكَ الَّذِیۡ برکت والا ہے اللہ، اور تَبٰرَكَ الَّذِیۡ بِیَدِهِ الۡمُلۡكُ برکت والا ہے اللہ جس کے قبضے میں ساری کائنات ہے۔ اب برکت کے کیا معنی ہیں؟ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے برکت کا ترجمہ فیضانِ رحمتِ الٰہیہ کیا ہے:

((اَلۡبَرَكَةُ ثُبُوۡتُ الۡخَیۡرِ الۡاِلٰهِیِّ فِی الشَّیۡءِ وَالۡمُبَارَكُ
مَا یُفِیۡضُ عَلَیۡهِ مِنَ الۡخَیۡرَاتِ الۡاِلٰهِیَّةِ))

(المفردات فی غریب القراٰن: جزء ۱ ص ۱۱۹)

اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارش۔ اللہ کا نام اتنا برکت والا ہے کہ محدث ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((لَقَدْ قَالَ الْقُطْبُ الرَّبَّانِيُّ الشَّيْخُ السَّيِّدُ عَبْدُ الْقَادِرِ الْجِيْلَانِيُّ: اَلْاِسْمُ الْاَعْظَمُ هُوَ اللهُ بِشَرْطِ اَنْ تَقُوْلَ اللهَ وَلَيْسَ فِيْ قَلْبِكَ سِوَى اللهِ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، کتاب اسماء اللہ تعالیٰ، ج ۴ ص ۱۷۰)

یعنی فرمایا قطبِ ربانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ اسمِ اعظم اللہ ہی ہے شرط یہ ہے کہ اللہ اس طرح کہو کہ قلب غیر اللہ سے خالی ہو۔ ایک ہی شرط ہے کہ قلب کو غیر اللہ سے، فانی حسینوں سے، سڑنے گلنے والی لاشوں سے پاک کرایا جائے، لیکن یہ بتاؤ! جب کشتی میں پانی بھر جاتا ہے تو کشتی خود پانی نکالتی ہے یا کوئی دوسرا شخص ڈبہ ڈال کر پانی نکالتا ہے؟ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا تھا کہ جب میں آپ کے پاس آتا ہوں تو میرا دل صاف، مجلّٰی ہو جاتا ہے، حضرت نے فرمایا جی ہاں، میں آپ کا دھوبی ہوں، آپ روح گندی کر کے لاتے ہیں، اشرف علی اس کو دھو دیتا ہے۔

یہ ہے اہل اللہ کا مقام! اللہ والوں کی صحبت کی تاثیر کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات، مکتوباتِ ربّانی میں لکھتے ہیں کہ اگر گناہوں کا پہاڑ کسی کے سر پر ہو تو کسی صاحبِ نسبت اللہ والے کے پاس جایا کرے، اس کی صحبت میں رہے، ان شاء اللہ! اس کے گناہوں کے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، اندھیرے چھٹ جائیں گے، یہاں تک کہ اُس آفتابِ ہدایت اور ان کی نسبتِ باطنی کے سورج کی شعاعوں سے تمہارے گناہوں زدہ دل روشن اور منور ہو جائیں گے۔

شیخ کو بھی ناراضگی کا حق حاصل ہے

۲۹/ ذوالحجہ ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۱/ جولائی ۱۹۹۱ء بروز جمعرات

ارشاد فرمایا کہ اہلِ ارتداد کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے جس قوم کو پیدا

کرنے کا اعلان فرمایا ہے ان کی دو صفت بیان فرمائیں یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرمائیں گے اور وہ اللہ سے محبت کریں گے۔ جب یہ محبت بندے کو مالک سے ہوجائے گی تو وہ ارتداد سے محفوظ ہو جائے گا، بے وفائی سے نجات پا جائے گا، اب کبھی محبوب سے بُعد پر راضی نہیں ہوسکتا، اگر کبھی گٹر میں گر گیا تو نہا دھو کر، اللہ سے گڑ گڑا کر معافی مانگ کر، اللہ کو یہ کہتا ہوا پھر راضی کرلے گا:

((اَللّٰھُمَّ لَکَ الْعُتْبٰی حَتّٰی تَرْضٰی))

(کنز العمال: (دار الکتب العلمیة)، کتاب الاذکار، ج ۲ ص ۲۹۶، رقم ۵۱۱۷)

اے اللہ! آپ کو ناراض ہونے کا حق حاصل ہے لیکن ہم پر فرض ہے کہ آپ کو راضی کریں۔ اسی طرح شیخ کو بھی حق ہے کہ اگر شیخ مرید کی اصلاح کی غرض سے کبھی ناراض ہوجائے تو مرید پر فرض ہے کہ شیخ کو راضی کرے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جو محبت لِلْحَقِّ ہوتی ہے وہ بِالْحَقِّ ہوتی ہے، جو محبت لِلّٰہِ ہوتی ہے وہ بِاللّٰہِ ہوتی ہے، یہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ہیں۔

محبتِ شیخ مل جانا بہت بڑی نعمت ہے

۲۸ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۰ اگست ۱۹۹۱ء

بروز ہفتہ بعد فجر، خانقاہ میں مجلس، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ جب حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے تو حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بڑے خلفاء آپ کی عیادت کے لئے تشریف لائے کیونکہ خواجہ صاحب حضرت کے بہت اجل خلیفہ اور بہت کچھ تھے۔ اس وقت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر پڑھا تھا؎

مرضِ عشق کا کیا مبارک مرض ہے
عیادت کو کیا کیا حسیں آرہے ہیں

یہاں حسیں سے مراد باطنی حسین ہیں، اللہ والے مراد ہیں۔ یہ مقام حضرت خواجہ

صاحب کو کیوں ملا؟ کیونکہ حضرت حکیم الامت کے زبردست عاشق تھے، حضرت کے الفاظ عشق کی وجہ سے بعینہ یاد رہتے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے الفاظ اور کیفیات تک اسی لئے یاد رہتی تھیں کہ ان کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے شدید محبت تھی۔ خواجہ صاحب کو عشقِ شیخ کا انعام یہ ملا کہ غیر عالم ہو کر علماء کی مجلس کے میرِ مجلس ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک مجلس میں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے پانچ خلفاء ایک ہی وقت میں اکٹھے ہوئے، حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ وصی اللہ صاحب الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ڈاکٹر عبد الحیٔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم اور چھٹے خلیفہ خود خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ ان میں چار تو بڑے بڑے علماء تھے اور حضرت ڈاکٹر صاحب جیسی بزرگ ہستی موجود تھی، یہ بات حضرت والا ہردوئی دامت برکاتہم نے خود مجھے سنائی کہ سب خاموش تھے اور صرف خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بول رہے تھے۔

عشق جس کا امام ہوتا ہے
اس کا اونچا مقام ہوتا ہے

سایۂ رہبر کے بغیر ذکرِ حق بھی خطرناک ہوتا ہے

۸ رصفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹ راگست ۱۹۹۱ء

بروز پیر بعد عصر، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ بعض وقت آدمی علم رکھتے ہوئے بے عمل ہوجاتا ہے، کسی فعل کے بارے میں جانتا ہے کہ گناہ ہے، گندہ کام ہے لیکن پھر بھی گناہ کرتا ہے، اور بعض وقت عمل کرتے کرتے بے عمل ہوجاتا ہے۔ شیطان کتنا عبادت گذار تھا لیکن بے عمل ہوگیا۔ سایۂ رہبر کے بغیر ذکرِ حق بھی خطرناک ہے، شیطان کو اس کی عبادت نے نفع نہیں دیا۔ لہٰذا اللہ والے کی صحبت میں بیٹھنا ذکرِ حق کرنے سے

ہزار درجہ بہتر ہے کیونکہ اگر کسی اللہ والے سے تعلق نہیں ہے تو ذکر و عبادت کرنے سے نفس میں بڑائی آسکتی ہے۔ اور اس کے برعکس کسی اللہ والے کے پاس، رہبر کے سائے میں بیٹھنے سے اخلاص عطا ہوتا ہے، کیفیتِ احسانی عطا ہوتی ہے، تین چیزیں ہیں ایمان، اسلام، احسان۔ ایمان تو اللہ کے فضل سے مل گیا، اسلام کے احکامات بھی کتابوں سے سیکھ لئے، لیکن کیفیتِ احسانی اہل اللہ کے قلوب سے ملتی ہے۔ کیفیتِ احسانی کسے کہتے ہیں؟

((اَلْاِحْسَانُ هُوَ مُشَاهَدَةُ الْحَقِّ وَ نِسْبَةٌ قَوِيَّةٌ مَّعَ اللهِ حَتّٰى اَنَّ الْعَبْدَ يُشَاهِدُ الْحَقَّ بِالْقَلْبِ كَاَنَّهٗ يَرَى اللهَ تَعَالٰى شَاْنُهٗ بِعَيْنِهٖ))

(فتح الباری: (دار الکتب العلمیة)، کتاب الایمان، ج ۲ ص ۱۱۰)

احسان کی یہ تعریف علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے لیکن الفاظ میرے ہیں، یعنی مشاہدۂ حق ایسا غالب ہو جائے کہ گویا وہ اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔

شیخ کو لوگوں کی نظر سے نہیں، اپنی نظر سے پہچانو

۱۰؍ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۰؍ستمبر ۱۹۹۱ء

بروز جمعہ، مجلسِ عام، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ جب علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے تو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے منہ سے ایک بات نکل گئی کہ ''اب خانقاہ چمک جائے گی''۔ حضرت نے ان کو بہت ڈانٹا کہ خواجہ صاحب! آپ نے مجھے نہیں پہچانا، میری قدر نہیں کی، پھر فرمایا کہ اگر ساری دنیا کے کافر بادشاہ مسلمان ہو کر اشرف علی کے ہاتھ پر بیعت ہو جائیں، تب بھی اشرف علی کی عبدیت اور بندگی کے زاویہ قائمہ ۹۰ ڈگری میں ایک اعشاریہ فرق نہیں آئے گا۔ نعوذ باللہ! نعوذ باللہ کیا شیخ محتاج ہے مریدوں کی تعداد کا۔ یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ اگر

ساری دنیا میں میرے شیخ کا کوئی ایک بھی مرید نہ ہو بلکہ سارے مرید اپنی بیعت توڑ کر میرے شیخ کو چھوڑ کر چلے جائیں، تب بھی ہم شیخ کو نہیں چھوڑیں گے۔ شیخ کو اپنی نظروں سے پہچانو، دنیا کے مرید ہونے سے عقیدت مت رکھو۔ حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کو کوئی نہیں جانتا تھا، ان کا ایک مرید بھی نہیں تھا لیکن مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ ان کی آنکھوں سے پہچان گئے کہ یہ کوئی بہت بڑا اللہ والا ہے، حضرت شمس نے بہت چھپایا لیکن مولانا رومی اپنی نظروں سے پہچان چکے تھے۔

والدین ظاہری مربی، شیخ باطنی مربی ہوتا ہے

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿لَا تَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا اللّٰہَ ۟ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا﴾

(سورۃ البقرۃ: آیۃ ۸۳)

اتنا عظمت والا مالک، سارے جہان کا پالنے والا، ساری دنیا کائنات کا رب فرما رہا ہے کہ میرے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرنا اور اپنے ماں باپ کی اچھی طرح خدمت گذاری کرنا، یعنی دنیا میں ظاہری طور پر جو لوگ تمہاری پرورش کر رہے ہیں، ان کا بھی حق ادا کرو۔ جو بھی ماں باپ کے ساتھ، استادوں کے ساتھ، شیخ کے ساتھ بے ادب ہوگا، اس کی اصلاح نہیں ہوگی۔ جس طرح سے ماں باپ کو اذیت پہنچانا حرام ہے، اسی طرح سے دینی مربی کا بھی ادب واحترام اسی آیت سے ثابت ہے کیونکہ شیخ بھی پالتا ہے، ماں باپ جسم کو پالتے ہیں، شیخ روح کو پالتا ہے، وہ ظاہری مربی ہیں، شیخ باطنی مربی ہوتا ہے۔

دینی مربی کو ایک نظر دیکھنے کا مقام

یکم صفر المظفر ۱۴۱۲؁ھ مطابق ۱۲/ اگست ۱۹۹۱؁ء بروز پیر

ارشاد فرمایا کہ اپنے شیخ اور دینی مربی کو ایک نظر محبت سے دیکھ لینا یہ اتنی

بڑی نعمت ہے دوستو! کہ مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور، حافظِ قرآن، اتنے بڑے عالم، حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ، انہوں نے حضرت سے عرض کیا کہ اے میرے مرشد، حکیم الامت تھانوی، اگر میں ایک ہزار سال تک اللہ تعالیٰ کے شکریہ میں سجدے میں پڑا رہوں اور ایک نظر آپ کو دیکھ لوں تو اس ایک نظر کا شکریہ ادا نہیں ہوسکتا۔ آہ! پیغمبر علیہ السلام کی یہی نظر تو تھی جس نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں انقلاب برپا کر دیا تھا۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نگاہوں سے بھر دی رگ و پے میں بجلی
نظر کردہ برقِ تپاں ہو رہا ہے

(تپاں معنی تڑپنے والا، بے قرار، بے چین، سخت گرم)

حضرت خواجہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کے عشقِ شیخ کا ایک واقعہ

۱۲؍صفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۳؍اگست ۱۹۹۱ء
بروز جمعہ مجلسِ عام، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ قبرستان کی طرف جارہے تھے، ساتھ ایک مرید بھی تھا۔ حضرت تو نظر جھکائے تلاوت کرتے ہوئے جارہے تھے، راستے میں ایک کانٹے دار درخت آیا تو جب ایک فٹ دور رہ گیا تو اس مرید نے کہا حضرت! دیکھ کے، کانٹے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ارے! پہلے سے بتانا چاہیے تھا۔ دوسرے دن پھر جارہے تھے تو ایک فرلانگ پہلے ہی اس نے بولنا شروع کر دیا کہ کانٹے ہیں، کانٹے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ارے! میں کوئی اندھا ہوں؟ تو اس مرید نے واپس آکر پیر بھائیوں میں کہا کہ یہ بھی کیسا شیخ ہے، قریب سے بتاؤ تو کہتے ہیں دور سے بتاؤ، دور سے بتاؤ تو کہتے ہیں میں کوئی اندھا ہوں۔ جب یہ بات خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنی تو مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ راوی ہیں کہ

خواجہ صاحب بیٹھے ہوئے تھے، کھڑے ہوگئے اور جھوم کر فرمایا واہ رے میرے شیخ! واہ رے میرے شیخ!۔ عاشق کو تو شیخ کی ہر ادا میں مزہ ہی آتا ہے۔

حضرت خواجہ صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے شیخ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی جدائی پر کیفیت

۱۴؍ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۴؍ستمبر ۱۹۹۱ء بروز منگل

ارشاد فرمایا کہ محبت وہ چیز ہے کہ عاشق کی نظروں میں ساری دنیا کو ہیچ بنا دیتی ہے۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کانپور میں ڈپٹی کلکٹر تھے۔ ان کے شیخ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کانپور تشریف لائے تو خواجہ صاحب بھی حاضر تھے، خواجہ صاحب حضرت کے خلیفہ بھی تھے۔ جب حضرت واپس جانے لگے تو خواجہ صاحب ننگے پیر حضرت کے تانگے کے پیچھے دوڑتے ہوئے جارہے تھے، اس بات کا خیال بھی نہیں کیا کہ میں اس شہر کا ڈپٹی کلکٹر ہوں، بس ایک حال طاری تھا اور یہ اشعار بآوازِ بلند پڑھتے جارہے تھے، اتنی آواز سے پڑھ رہے تھے کہ حضرت بھی سن رہے تھے۔ وہ کیا اشعار تھے ؎

دلربا پہلو سے اُٹھ کر اب جدا ہونے کو ہے
کیا غضب ہے، کیا قیامت ہے، یہ کیا ہونے کو ہے
شوق رفتاری کا اپنی دیکھ لو مڑ کر اثر
ساتھ ساتھ اُٹھ کر رواں ہر نقشِ پا ہونے کو ہے
کرتے جاؤ آرزو پوری کسی مشتاق کی
اِک ذرا ٹھہرو کوئی تم پر فدا ہونے کو ہے

ایمان کی سلامتی کے دو اصول: اتباعِ سنت اور حبِ شیخ

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ جس

مرید سے شیخ خوش ہو اور اتباعِ سنت اس کو حاصل ہو تو اس کے اندھیرے بھی پھر اُجالے ہیں، ظلمات بھی انوار ہیں اور اگر ان دونوں میں سے کسی چیز میں کمی ہے تو اس کے انوار بھی ظلمات ہیں۔

شیخ کی مجلس کا ایک خاص ادب

ارشاد فرمایا کہ ایک خاص نکتہ، خاص گُر کی بات بتا رہا ہوں کہ شیخ کی مجلس میں دیکھو کہ جس طرف خاص لوگ بیٹھے ہوں، اُس طرف آ کر بیٹھو۔ جس طرف خصوصی احباب ہوتے ہیں، اس طرف شیخ کی توجہ زیادہ ہوتی ہے، اس عقل کو اور ہوشیاری کو سیکھو۔

وعظ ہو یا نہ ہو، حصولِ فیض کے لئے صحبتِ اہل اللہ کا حکم ہے

ربیع الاول ۱۲؁ ۱۴۱۲ھ مطابق اکتوبر ۱۹۹۱؁ء

ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بذریعہ ریل لاہور سے کراچی کا سفر فرما رہے تھے، ٹرین جب فیصل آباد پہنچی تو وہاں لُو چل رہی تھی، بہت گرمی تھی۔ مفتی زین العابدین صاحب جو تبلیغی جماعت میں بڑی شخصیت ہیں، انہوں نے برف کی تین چار سلی، دو دو من کی پورے ڈبہ میں رکھوا دی، تھوڑی دیر میں ریل کا پورا ڈبہ ٹھنڈا ہو گیا، لُو سے جو آگ ہو رہا تھا بالکل برف ہو گیا۔ پھر مفتی صاحب نے کھڑے ہو کر سوال کیا کہ بتاؤ! ڈبہ پہلے کیسا تھا؟ سب نے کہا کہ آگ کی طرح گرم تھا، پوچھا اب کیوں ٹھنڈا ہے؟ کہا برف کی وجہ سے، پھر سوال کیا کہ کیا برف نے کچھ تقریر کی تھی؟ کہا نہیں، برف تو خاموشی سے اپنا کام کر رہی تھی، فرمایا حضرت شیخ الحدیث صاحب اگرچہ خاموش ہیں مگر ان کے دل کی ٹھنڈک اور اللہ کا نور جو ان کے دل میں ہے، وہ خاموشی سے آپ لوگوں کو ٹھنڈک پہنچا رہا ہے۔ لہٰذا اللہ والے اگرچہ خاموش بھی ہوں مگر ان کی صحبت اور ملاقات کو غنیمت سمجھو۔

مرشد سے دل ایسا ملاؤ کہ اس کے مشورے کے خلاف نہ چلو

ارشاد فرمایا کہ امامِ ربّانی حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ''مکتوبات امامِ ربّانی'' میں فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے صاحبِ نسبت اولیاء کے اندر یہ خاصیت رکھی ہے کہ ان کی صحبت میں اگر گناہوں کے پہاڑ بھی ہوں، اندھیرے چھائے ہوئے ہوں، تو گناہوں کے اندھیروں کے پہاڑ اُڑ جائیں گے، یہ صحبت وہ چیز ہے۔'' آپ کسی اللہ والے کے پاس یا کسی اللہ والے کے غلاموں کے پاس جا کے دیکھو، یہ دوسرا جملہ اپنے لئے کہتا ہوں، میری غلامی میں دنیائے تاریخ شک نہیں کرسکتی۔ اے سائنسدانو! اور اپنی سائنسی تحقیقات پر ناز کرنے والو! تم دیسی آم کو لنگڑا آم بنا کر فخر کرتے ہو، تم نے ایک پودے کو پودے سے بدل دیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں عام انسانوں کو ولی اللہ بننے کی پیوندکاری بتائی ہے کہ دیسی آم لنگڑے آم کی پیوند سے لنگڑا آم بن سکتا ہے تو دیسی دل ہمارے دوستوں کے قلب سے پیوند کھا کر، جوائنٹ (Joint) ہو کر، مل کر کے، اولیاء اللہ کی صحبت سے ان کا دل اولیاء اللہ کے دل سے تبدیل ہوسکتا ہے، یہ قرآنِ پاک کی ٹیکنالوجی ہے، وَ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ (سورۃ التوبۃ: آیۃ ۱۱۹) کی یہ تفسیر ہے۔ بشرطیکہ دیسی آم اور لنگڑے آم میں لوزنگ (Loosing) نہ ہو، پٹی سخت بندھی ہو۔

کسی اللہ والے سے دل ایسا ملاؤ کہ اس کی مرضی اور مشورے کے خلاف نہ چلو۔ مشورے کے خلاف بد پرہیزی کرنے والا صوفی ظالم ہے، اور اس کا تعلق ڈھیلا ہے۔ زبان سے عاشقی کہتا ہے، خدمتِ بدنیہ یہ عاشقی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ عاشقی پسند نہیں ہے کہ ایک آدمی شیخ کا ہاتھ پیر دبا رہا ہے، اس کو ناشتہ کرا رہا ہے، بظاہر دنیا دیکھتی ہے کہ یہ سب سے بڑا خادم ہے۔ واللہ! کہتا ہوں اگر یہ نافرمانی کی عادت نہیں چھوڑتا تو اللہ کی نظر میں نالائق ہے۔ شیخ کیا کرسکتا ہے؟ شیخ تو اپنی اولاد کو بھی ولی اللہ نہیں بنا سکتا، تم کو کیسے بنا دے گا؟ کاش! ہمیں اللہ تعالیٰ کی پہچان

ہوجاتی تو کبھی نافرمانی اور حرام لذتوں سے نمک حرامی نہ کرتے۔ آپ بتاؤ! ایک سیاح شیر کو ناراض کئے ہوئے ہے اور ایک لاکھ بندروں کو خوش رکھتا ہے، کیا یہ عقل مند ہے؟ کیا ایک لاکھ بندر شیر کے حملے سے اور شیر کے چیرنے اور پھاڑنے سے اس کو بچا سکتے ہیں؟ اللہ کی قدرتِ قاہرہ اگر کینسر پیدا کردے، گردے کا فلٹر پلانٹ ناکارہ کردے تو کیا سارے عالَم کی برادری ہمارے گردے ٹھیک کرسکتی ہے؟ کیوں عاجزوں پر اور اپنے نفس دشمن پر مرتے ہو؟ بولو! نفس کی غلامی ذلت ہے یا نہیں؟ کیوں نفس کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑے رہتے ہو؟ نفس نے کہا کہ یہ ناچ دیکھ لو، گانا سن لو، اِس لونڈے کو دیکھ لو، اُس لونڈیا کو دیکھ لو، وی سی آر دیکھ لو، سینما دیکھ لو، بس جو نفس کہے تو اس کی جی حضوری کر رہے ہو۔ کیا نفس کی غلامی میں کوئی عزت ہے؟ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نفس تمہارا دشمن ہے تو اے ساداتِ کرام! اور اے امتِ مسلمہ! کیا نبی کے اوپر ایمان نہیں لاؤ گے؟ کیا نبی کے فرمان کی تمہارے دماغ میں کوئی جگہ نہیں ہے کہ تم اپنے نفس کو دشمن سمجھو اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لاؤ کہ نفس بڑا دشمن ہے، دشمنوں کے کہنے پر حضور حضور کر رہے ہو اور دوستوں کو چھوڑا ہوا ہے۔ اللہ دوست ہے، محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے پیارے نبی ہیں، ان کا راستہ چھوڑ کر تم دشمن کے راستے پر چلتے ہو؟ دشمن کی گود میں ہنستے ہو؟ ؎

بقولِ دشمن پیانِ دوست بشکستی
ببیں کہ از کہ بریدی و با کے پیوستی

میرے شیخ فرماتے تھے جو اللہ تعالیٰ کا فرمان توڑ کر اپنے نفس کی بات مانتا ہے، ذرا سوچو تو کہ تم نے کس سے توڑا اور کس سے جوڑا؟ ارحم الراحمین سے رشتہ توڑا، نفس و شیطان کی بات مانی۔

اللہ والی محبت کے تین عظیم فائدے

ارشاد فرمایا کہ جب کوئی کسی اللہ والے سے ملنے کے لئے جاتا ہے تو اس کا

یہ سفر اتنا قیمتی سفر ہے کہ گھر سے نکلتے ہی ستّر ہزار فرشتے اس کے ساتھ چلتے ہیں، اور اس کی مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ پار ہوگیا کہ نہیں؟ معصوموں کی دعا مل رہی ہے:

((اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَیْتِہٖ زَائِرًا اَخَاہُ شَیَّعَہٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ كُلُّهُمْ یُصَلُّوْنَ عَلَیْهِ وَیَقُوْلُوْنَ: رَبَّنَا اِنَّهٗ وَصَلَ فِیْكَ فَصِلْهُ))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)، کتاب الآداب، باب الحب فی اللہ، ص ۴۲۷)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی سے اللہ کے لئے محبت کرے، خاندان کے لئے نہیں، رشتہ داری کے لئے نہیں، بزنس کا کوئی تعلق نہیں، صرف یہ سوچ کر محبت کرے کہ یہ اللہ سے تعلق رکھتا ہے، چلو اس کی زیارت کرو تو ستّر ہزار فرشتے اس آدمی کے ساتھ چلتے ہیں اور کیا دعا کرتے ہیں؟ یُصَلُّوْنَ عَلَیْهِ اَیْ یَسْتَغْفِرُوْنَ لَهٗ راستے بھر اس کی مغفرت کی دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! اس کو معاف کردیجئے اور جب کسی اللہ والے سے مصافحہ کرتا ہے تو پھر دوسری دعا دیتے ہیں: اِنَّهٗ وَصَلَ فِیْكَ اَیْ لِاَجْلِكَ کہ اے اللہ! یہ آپ کی خاطر سے اس اللہ والے سے مل رہا ہے، آپ اس کو اپنے سے ملا لیجیے یعنی اپنا قرب نصیب فرمادیجئے۔

دوستو! اس لئے اس تعلق کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیے۔ سارے تعلقات تو دنیا ہی میں رہ جائیں گے، لیکن جو تعلق اللہ کے لئے ہوگا وہ بڑا کام دے گا، یہ تعلق میدانِ محشر کی گرمی میں بھی کام دے گا:

((سَبْعَةٌ یُّظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ .... وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَیْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَیْهِ))

(صحیح البخاری: (قدیمی)، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوۃ، ج ۱ ص ۹۱)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جب دو بندے آپس میں اللہ کے لئے محبت کریں تو قیامت کے دن خدا ان کو عرش کا سایہ دے گا جس دن سورج کے قریب آنے سے لوگوں کی کھوپڑیاں گرم ہورہی ہوں گی، کھول رہی ہوں گی جیسے ہانڈی پکتی ہے:

((تَدْنُو الشَّمْسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى قَدْرِ مِيْلٍ وَّيُزَادُ فِيْ حَرِّهَا كَذَا وَ كَذَا يَغْلِيْ مِنْهُ الْهَوَامُّ كَمَا تَغْلِي الْقُدُوْرُ عَلَى الْاَثَافِيْ يَعْرَقُوْنَ مِنْهَا عَلٰى قَدْرِ خَطَايَاهُمْ مِنْهُمْ مَّنْ يَّبْلُغُ اِلٰى كَعْبَيْهِ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّبْلُغُ اِلٰى سَاقَيْهِ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّبْلُغُ اِلٰى وَسَطِهٖ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يُّلْجِمُهُ الْعَرَقُ۔ رواہ احمد و الطبرانی))

(کنز العمال: (دار الکتب العلمیة)، ج ۱۴ ص ۱۵۹، رقم الحدیث ۳۸۹۶۰)

ہر شخص اپنے گناہوں کے اعتبار سے کوئی ٹخنے تک پسینہ میں ہوگا، کوئی پنڈلی تک، کوئی کمر تک اور کوئی گردن تک پسینہ میں ہوگا، اس وقت اللہ تعالیٰ ان دو بندوں کو بلائیں گے کہ تم دونوں آپس میں میری وجہ سے محبت رکھتے تھے لہٰذا تم ہمارے سائے میں آجاؤ، اللہ کو یہ عمل اتنا پسند ہے۔ اور جب کوئی کسی اللہ والے کے ہاتھ پر بیعت ہوجاتا ہے تو عالمِ برزخ میں چاروں سلسلوں کے تمام اولیاء اللہ کی ارواح اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہیں، اس کی دلیل حدیثِ پاک میں ہے کہ تمہارے اعمال انبیاء پر اور باپ داداؤں پر پیش کئے جاتے ہیں۔ مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی خانقاہ گلشن میں ۱۹۸۲ء میں دو گھنٹہ بیان فرمایا تھا کہ اللہ والوں کے ساتھ تعلق رکھنے والا اگر خود باطنی طور پر کمزور بھی ہے تو چونکہ اس کا تعلق انجن سے ہوگیا، تو ریل کے انجن کے ساتھ تعلق رکھنے والا فرسٹ کلاس کا ڈبہ جہاں پہنچے گا وہیں یہ کنڈم پھٹیچر بھی پہنچ جائے گا، مگر تعلق مضبوط ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ بھی دیکھتے ہیں کہ یہ ہمارا تو خاص نہیں ہے مگر ہمارے خاصوں کا خاص ہے تو اپنے پیارے بندوں کے اکرام میں اس پر بھی فضل فرما دیتے ہیں۔

اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ مجھ سے مرید ہوتے ہیں، میں ان کے قدموں کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔ عام لوگ سمجھتے ہیں کہ اتنے لوگ پیر صاحب کا ہاتھ چوم رہے ہیں، ان کا دماغ تو آسمان پر رہتا ہوگا، جیسے ایک چڑیا کہتی ہے ؎

برق کا آسماں پر ہے دماغ
پھونک کر میرے آشیانے کو

لیکن یہاں ایسا نہیں ہوتا، فرماتے ہیں کہ میں بیعت کرتے وقت یہ نیت کرتا ہوں کہ اگر میرے اوپر اللہ کا فضل ہو گیا تو میں اس کی سفارش کروں گا اور اس پر فضل ہو گیا تو اس کو شرم آئے گی کہ میں تو جنت میں جاؤں تو اپنے پیر کے لئے کچھ نہ کچھ اللہ سے کہے گا کہ یہ میرا پیر ہے، آپ کی محبت اس نے سکھائی تھی، اسے بھی جنت میں بھیج دیجئے۔

شیخ جو تجویز کر دے، سالک کا راستہ اسی راہ سے طے ہوگا

۲۴ ؍ربیع الاول ۱۴۱۲؁ھ مطابق ۴ ؍اکتوبر ۱۹۹۱؁ء
بروز جمعہ مجلسِ عام، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر شیخ، مرشد کسی مرید سے ذکر، وظیفہ چھڑا کر اس سے کہہ دے کہ تم نالیاں صاف کرو، وضو خانہ صاف کرو، میرے مہمانوں کو چائے پلاؤ، خانقاہ میں جھاڑو لگاؤ، ان شاء اللہ اسی سے صاحبِ نسبت ہو جائے گا۔ یہ راستہ عجیب ہے! یہ راستہ عجیب ہے! یہ راستہ عجیب ہے! جو شیخ حکم دے بس اس پر عمل کرو۔

اہل اللہ سے بدگمانی ہو تو روتے روتے سجدہ گاہ کو تر کر دو

اور یاد رکھو! جب اللہ والوں سے بدگمانی ہونے لگے تو روتے روتے سجدہ گاہ کو تر کر دو اور اللہ سے پناہ مانگو کیونکہ اب شیخ کا فیض نہیں ملے گا۔ جو بدگمانی کرتے ہیں وہ ان کے اپنے دل کی گندگی اور بدبو ہوتی ہے ورنہ شیخ کا فیض ویسا ہی صاف شفاف ہوتا ہے۔

اہل اللہ کا اصلی حق ان سے اللہ کو حاصل کرنا ہے

ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ والوں کے پاس جا کر تم نے بیٹے کے امتحان میں

پاس ہونے کی دعا کرالی یا کاروبار میں برکت کے لئے تعویذ لے لیا، اور یہ دعا نہ کرائی کہ میں اللہ والا بن جاؤں، یہ طریقہ نہ پوچھا کہ میرے دل میں بھی اللہ کا عشق و محبت پیدا ہوجائے تو یاد رکھو! قیامت کے روز تمہاری گرفت ہوگی، تم نے اللہ والوں کا حق ادا نہیں کیا۔ سوچو تو سہی! وہ اللہ والا ہے۔ امرود والے سے امرود لیتے ہو، مٹھائی والے سے مٹھائی مانگتے ہو، کباب والے سے کباب لیتے ہو، تو اللہ والوں سے اللہ کو کیوں نہیں لیتے؟

سالکین کو ذکر کرنا آسان مگر گناہ چھوڑنا مشکل لگتا ہے

یکم ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ مطابق ۸/اگست ۱۹۸۶ء

بروز جمعہ، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ ایک شخص کسی ڈاکٹر کا دوست ہو اور اس کو پیچش بھی لگی ہوئی ہو، وہ اس سے ملنے جاتا ہے تو ڈاکٹر اسے خوب مرچ والے شامی کباب کھلاتا ہے۔ یہ شخص اپنے ڈاکٹر دوست کو اپنی پیچش کا نہیں بتاتا کہ کہیں میرا کباب نہ بند کردے، اگر ڈاکٹر کو بتائے تو وہ دوا بھی دے گا اور کباب کی بجائے کھچڑی کھلائے گا۔ یہ کہتا ہے کہ دوا تو کھالوں گا مگر کباب ایک نہیں چھوڑوں گا۔ جیسے ایک کابلی خان صاحب دہلی گئے تھے۔ راستے میں تھک کر جامن کے درخت کے نیچے بیٹھے تو وہاں جامن گری ہوئی اُٹھا کر کھائی، بہت مزہ آیا۔ پھر کالی کالی ڈھونڈ کر کھانے لگے، جتنی زیادہ کالی ہوتی تھی اتنی زیادہ میٹھی ہوتی تھی۔ وہاں ہندوستان میں ایک انتہائی سیاہ رنگ کا جامن کے سائز کا کیڑا ہوتا ہے، انہوں نے سوچا یہ تو سب سے زیادہ کالا ہے لہٰذا بہت لذیذ ہوگا، اس کو بھی منہ میں رکھ لیا۔ اب اس نے اندر چیں چیں کرنا شروع کیا تو انہوں نے کہا کہ چاہے چیں کرو یا پوں کرو، کالی کالی ایک بھی نہیں چھوڑوں گا۔ ایسے ہی آج کل سالکین ذکر تو کرنے کے لئے تیار ہیں مگر گناہ چھوڑنے کے لئے ان کو مشکل لگتی ہے۔

مفتی اعظم حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا واقعۂ بیعت

۳۰؍شوال المکرم ۱۴۰۶ھ مطابق ۸؍جولائی ۱۹۸۶ء

بروز منگل بعد عصر، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ یاد رکھو! سب سے بڑا اشراق، سب سے بڑا اوابین، سب سے بڑا تہجد اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچنا ہے، حرام کاموں سے بچنا ہے۔ تہجد سے تو انعام ملتا ہے لیکن گناہوں سے قیامت میں جوتے پڑیں گے۔ کوئی اگر انعام نہیں لیتا لیکن جوتے بھی نہیں کھاتا وہ زیادہ بہتر ہے یا انعام تو لیا مگر پھر جوتے بھی کھا رہے ہیں، اور انعام بھی لے اور جوتے بھی نہ کھائے یعنی تہجد بھی پڑھے اور گناہوں سے بھی بچے تو پھر سونے پہ سہاگہ ہے، پھر کیا کہنا ہے! حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ جب دیوبند میں پڑھ رہے تھے تو ان کے والد صاحب نے ہدایت کی کہ دیکھو! حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں جاتے رہنا۔ جب حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا تو بیٹے سے پوچھا کہ کچھ حاصل کیا؟ عرض کیا ابّا! مجھے تو کچھ حاصل نہیں ہوا۔ تو والد صاحب نے فرمایا کہ اچھا! تھانہ بھون میں مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ہیں، حکیم الامت، ان کی خدمت میں جایا کرو۔ کچھ عرصہ سال دو سال بعد دریافت کیا کہ تھانہ بھون میں کچھ ملا؟ عرض کیا کہ میں ایک دو مرتبہ وہاں گیا تھا، کچھ لوگوں کو بیعت ہوتے دیکھا، جنہیں حضرت نے کسی کو ذکر بتایا، کسی کو تہجد بتائی، مجھ سے ذکر تہجد کچھ نہیں ہوتا، یہ ہم نہیں کر سکتے لہٰذا جانا چھوڑ دیا۔ والد صاحب ایک دن ہاتھ پکڑ کر تھانہ بھون لائے اور حضرت کے سامنے پیش کر دیا کہ حضرت! یہ میرا ایک ہی لڑکا ہے، میں نے حکم دیا تھا کہ آپ کی خدمت میں آیا کرے مگر یہ بڑا ہی سست ہے، آتا ہی نہیں، اسے آپ سمجھائیے۔ حضرت نے دریافت فرمایا کہ میاں! تم کیوں نہیں آتے ہو؟ تو مفتی صاحب نے عرض کیا کہ مجھ سے ذکر تہجد نہیں ہوتا۔ حضرت نے فرمایا کہ کس بے وقوف نے تم سے تہجد پڑھنے کے لئے کہا ہے؟ ذکر بھی نہ کرو، تہجد بھی نہ پڑھو، مگر

صرف ایک کام کرلیا کرو۔ پوچھا کہ وہ کیا؟ فرمایا کہ کسی گناہ کے قریب بھی نہ جانا، سلوک طے ہی تقویٰ سے ہوتا ہے۔ پوچھا کہ یہ کام تو کرلو گے نا؟ عرض کیا جی حضرت! یہ تو کچھ مشکل نہیں۔ بس جناب! اس تقویٰ کی برکت سے مفتی صاحب، مفتی اعظم بنے، اس کی برکت سے مفسرِ قرآن ہوئے، معارف القرآن جیسی تفسیر لکھی۔ تفسیر پر جتنا بھی اردو میں لٹریچر ہے، اس سب پر معارف القرآن غالب آگئی، ساری دنیا میں اس نے ہلچل مچادی، اور بھی کتنی تصانیف لکھی ہیں۔

ایک شعر میں سلوک کا حاصل

ارشاد فرمایا کہ سلوک کا حاصل یہ شعر ہے۔

ہم نے طے کیں اس طرح سے منزلیں
گر پڑے، گر کر اُٹھے، اُٹھ کر چلے

جیسے وضو کا مطلب ہی یہ ہے کہ وضو ٹوٹے گا، اسی طرح تقویٰ کا مطلب ہی یہ ہے کہ گناہ ہوگا مگر توبہ سے اس کی تلافی کرلے، اس گناہ پر قائم نہ رہے، معافی مانگتا رہے، گڑگڑاتا رہے۔ دوستو! اللہ کو چھوڑ کر کہاں جاؤ گے؟ اگر گناہ نہیں چھوڑتے ہو تو اللہ کو کیوں چھوڑتے ہو؟ یہ کیسا نالائق بندہ ہے جو گناہوں سے مایوس ہوکر اللہ کا نام لینا چھوڑ دے۔

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہرحال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

لہٰذا خواہ ناغے ہی سے ذکر کرو لیکن کرو ضرور، اگر پورا ذکر نہ کرسکو تو آدھا کرلو، بالکل مت چھوڑو۔ بالکل سو رہنے والوں سے تو بہتر رہوگے، جیسے خرگوش اور کچھوے میں مقابلہ ہوا، خرگوش اپنی تیز رفتاری کے زعم میں سو گیا اور کچھوے نے ہمت نہیں ہاری،

آہستہ آہستہ چلتا رہا حتیٰ کہ دوڑ جیت گیا۔ بالکل سو رہنے والے پیچھے رہ جاتے ہیں، غفلت نہ کرو، اللہ سے جُڑے رہو۔

ایک شعر کی اصلاح از حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ

ارشاد فرمایا کہ ایک شاعر نے کہا تھا ؎

اگر بخشیں زہے قسمت نہ بخشیں تو شکایت کیا
سرِ تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

اس شعر پر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ بہت ناراض ہوئے کہ یہ شخص بڑا ہی نادان تھا، خدا سے خم ٹھونک کر کہہ رہا ہے کہ میں دوزخ میں جانے کے لئے تیار ہوں۔ فرمایا کہ یہ کوئی عبدیت ہے؟ یہ کوئی بندگی ہے؟ پھر اس شعر کی اصلاح اس طرح کی ؎

اگر بخشیں زہے قسمت نہ بخشیں تو کروں زاری
کہ اس بندے کی خواری کیوں مزاجِ یار میں آئی

خانقاہ کی قدر نہ کرنے والے کی پکڑ کا اندیشہ ہے

۱۲/ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۲/ستمبر ۱۹۹۱ء

بروز اتوار ساڑھے دس بجے شب، کمرۂ خاص در خانقاہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ وَلَئِنۡ کَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِیۡ لَشَدِیۡدٌ کہ اگر تم شکر کرو گے تو تم کو اور زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔ اس لئے جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے خانقاہ اور نیک صحبتیں نصیب فرمائی ہیں، اگر انہوں نے خانقاہ کی قدر کی، تقویٰ سیکھا، اللہ کی محبت سیکھی تو اللہ تعالیٰ اس میں اور ترقی دے گا، اور اگر خانقاہ میں رہ کر بھی ان کی خنزیریت، سگیت اور کتا پن نہ گیا، اپنی اصلاح کی فکر نہ کی، گناہوں سے نہیں بچے، تو سمجھ لو کہ پھر اللہ کا عذاب کسی بھی وقت ان پر آسکتا ہے، اور کفرانِ خانقاہ اور کفرانِ نیک

صحبت پر نعمت چھن جانے کا خطرہ ہے کہ ایسے شخص کو خانقاہ سے نکال دیا جائے اور مخلوق سے پٹائی بھی ہو سکتی ہے۔

حق تعالیٰ کے ارادۂ تعمیر کے نقطۂ آغاز کی عظمت

۱۳/ذوالحجہ ۱۴۱۳؁ھ مطابق ۵/جون ۱۹۹۳؁ء بروز ہفتہ

ارشاد فرمایا کہ اگر سالک تھوڑی سی ہمت کرلے تو اس کی ماضی کی تمام تباہ کاریوں اور بربادیوں کی اصلاح کی اللہ تعالیٰ ضمانت لیتے ہیں۔ ان کی ابتداء اور ان کا ارادۂ تعمیر ہمارے منتہائے بربادی کی تعمیر کے لئے کافی ہے۔ جو شخص سر سے پیر تک گناہوں سے برباد ہو چکا ہو لیکن جس دن حق تعالیٰ کا ارادہ ہوگا کہ ہم اس بندہ کو ولی اللہ بنالیں تو حق تعالیٰ کے ارادۂ تعمیر کا نقطۂ آغاز ہماری منتہائے تخریب کی اصلاح کے لئے کافی ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گر ہزاراں دام باشد بر قدم
چوں تو با مائی نباشد ہیچ غم

ہزاروں دام، جال گناہوں کے ہر قدم پر ہوں مگر اے خدا! اگر تُو میرے ساتھ ہے تو گناہوں کے ہزاروں جال اور ہزاروں اسباب ہمیں برباد نہیں کر سکتے۔

ابتدائے عشق ہے ہنستا ہے کیا

ارشاد فرمایا کہ غالب نے تو کہا تھا ؎

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

اس شعر میں مَیں نے یوں ترمیم کردی ؎

ابتدائے عشق ہے ہنستا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ملتا ہے کیا

عشقِ حقیقی میں ابتداء ہی سے چین وسکون اور بہار ہی بہار ملتی ہے، اور غالب کے مجازی عشق میں چونکہ جوتے ملتے ہیں، اس لئے رونا ہی رونا ہے۔

مرید کو اپنے اوپر ہر انعامِ الٰہی کو شیخ کا فیض سمجھنا چاہیے

(احقر سہیل نے ایک اچھا خواب دیکھا، اس کو جب حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا تو خواب سن کر درج ذیل ملفوظ ارشاد فرمایا)

ارشاد فرمایا کہ اپنے اوپر ہر عنایتِ الٰہی کو شیخ کی غلامی کا صدقہ سمجھو، اپنی کسی عبادت کی طرف، کسی مجاہدے کی طرف اس کی نسبت مت کرو، حتیٰ کہ اگر اچھا خواب نظر آجائے، کوئی بشارت وغیرہ تو اس کو بھی شیخ ہی کا فیض اور صدقہ سمجھو۔ کانپور میں حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان جب صرف پچیس تیس سال کی عمر میں ہوا، حضرت کے تمام بال کالے تھے، سخت سیاہ، اُس جوانی میں بیان ہوا۔ اس میں میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا عالمِ شباب اور حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی صرف اٹھارہ بیس سال کے تھے۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے تین چار گھنٹے تک کھڑے ہو کر بیان فرمایا اور اتنے علوم اور مضامین حضرت پر وارد ہوئے کہ بیان کے دوران ایک وقت ایسا آیا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے زور سے ایک آہ کھینچی اور منبر پر بیٹھ گئے۔ کیسے آہ کھینچی؟ فرمایا ''ہائے امداد اللہ'' اور بیٹھ گئے، اشارہ اس طرف تھا کہ جو علوم وارد ہو رہے ہیں، یہ سب حضرت حاجی صاحب پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کا فیض ہے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید کو ذکر میں مٹھاس ملنا

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنے نام کی مٹھاس دل میں عطا فرماتے ہیں اور کسی کو حسّی مٹھاس بھی عطا فرما دیتے ہیں کہ اس کا منہ میٹھا ہو جاتا ہے۔ جیسے ایک صاحب کا خط آیا ہے کہ جب اللہ اللہ کرتا ہوں تو منہ میٹھا ہو جاتا ہے اور اتنا میٹھا

ہوجاتا ہے کہ ذکر جاری رکھنے کے لئے اس مٹھاس کو نگلنا پڑتا ہے ورنہ مزید کچھ ذکر کرنا، زبان سے کچھ بولنا مشکل ہوجاتا ہے جیسے کوئی شہد کھالے تو ہونٹ چپکنے لگتے ہیں۔ ماشاء اللہ، لاحول ولاقوۃ الا باللہ، سب اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ قصبہ تھانہ بھون میں ایک بزرگ تھے، سائیں توکل شاہ، حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے تھے کہ مولوی جی! جب میں اللہ کا نام لوں ہوں تو میرا منہ میٹھا ہوجاوے ہے، پھر فرماتے اللہ کی قسم! میرا منہ میٹھا ہوجاوے ہے۔ محدثِ عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((فَالْقَلْبُ السَّلِيْمُ مِنْ اَمْرَاضِ الْغَفْلَةِ وَ الْهَوٰى يَذُوْقُ طَعْمَهٗ وَ يَتَلَذَّذُ مِنْهُ وَ يَتَنَعَّمُ بِهٖ كَمَا يَذُوْقُ الْفَمُ طَعْمَ الْعَسَلِ وَ غَيْرِهٖ مِنْ لَّذِيْذِ الْاَطْعِمَةِ وَ يَتَنَعَّمُ بِهَا بَلْ تِلْكَ اللَّذَّةُ الْمَعْنَوِيَّةُ اَعْلٰى))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، کتاب الایمان، ج ۱ ص ۱۴۱)

کہ جو لوگ گناہوں سے بچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے نام کا مزہ چکھاتا ہے، بعضوں کو یہ مزہ دل میں ملتا ہے اور بعضوں کو دل اور زبان دونوں میں عطا ہوتا ہے، یہاں تک کہ ان کو اتنا مزہ آتا ہے جیسے منہ میں شہد رکھ دیا گیا ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ مزہ ان کو اللہ کے نام میں آنے لگتا ہے۔

دین حاصل کرنے کا واحد ذریعہ کیا ہے؟

۱۰ ذیقعدہ ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۵ مئی ۱۹۹۱ء بروز ہفتہ بعد مغرب

(حضرت والا نے گھنٹی بجا کر حضرت میر صاحب اور احقر کو اپنے حجرہ میں بلایا اور بیٹھنے کا حکم فرمایا، چار دیگر لوگ بھی بیٹھے تھے۔ فرمایا کہ دین کی ایک بات سنو)

ارشاد فرمایا کہ حصولِ دین کا سب سے سہل اور آسان ذریعہ کیا ہے؟ بلکہ دین حاصل کرنے کا واحد ذریعہ کیا ہے؟ جو انبیائے کرام علیہم السلام کے زمانے سے چلا آرہا ہے اور جس کے ذریعہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کو صحابہ رضی اللہ عنہم تک پہنچایا، وہ ذریعہ یہ ہے کہ نبی کی زبان ہو اور صحابہ کے کان ہوں۔ زبانِ نبوت سے جو دین،

جو شریعت، جو سنت کانِ صحابہ تک پہنچے وہی معتبر ہے، اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں ہے، اور نبوت کا دروازہ بند ہونے کے بعد اب وہی کام علیٰ سبیلِ نیابت اولیاء اللہ کے ذریعہ ہوگا، اولیاء اللہ کی زبان ہو اور رفقائے اولیاء اللہ کے کان ہوں۔ اگر کوئی اللہ والوں سے مستغنی ہو کر کہے کہ میں یہ ہوں میں وہ ہوں، تفسیر و حدیث بیان کرے، تو اس کا حال وہ ہوگا کہ قربانی کی ایک کھال کے لئے تین تین مولوی لڑ رہے ہوں گے، داڑھیاں نوچی جا رہی ہوں گی۔

تو اُمتیوں کے لئے دین حاصل کرنے کے دو ہی راستے ہیں۔ نبی کی حیات میں زبانِ نبوت سے جو دین ان کے کان میں پہنچے اور نبی کے انتقال کے بعد اولیاء اللہ کی زبان سے جو دین ملے۔ دین کتابوں سے نہیں مل سکتا، کتابوں سے علم مل جائے گا، نہ ہی دین عبادت سے ملے گا ورنہ شیطان بہت بڑا عبادت گذار تھا۔ تو جب دین کتابوں سے حاصل نہیں ہوسکتا، عبادت سے حاصل نہیں ہوسکتا، نہ تقریروں سے نہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے، پھر آخر دین کے حصول کا ذریعہ کیا ہے؟ اس کو جج اکبر الٰہ آبادی شاعر نے کیا عمدہ فرمایا ہے ؎

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

جن لوگوں نے اللہ والوں کی جوتیاں اٹھائیں، نفس کی اصلاح کروائی، آج بھی ان کے سینے میخانے بنے ہوئے ہیں، آج بھی ان کے جام و مینا بھرے ہوئے ہیں۔ آج پہلی بار یہ مضمون اللہ میاں نے عطا فرمایا کہ دین کے حصول کا ذریعہ کیا ہے؟ یہی صحبتِ اہل اللہ ہے، یہی وہ کیمیا ہے جو خاک کو سونا کر دیتی ہے، لیکن یہ کیمیا جب ہی کام کرتی ہے جب کوئی اپنی خاک کو پیش بھی کرے۔ ایک بزرگ کا شعر یاد آیا ؎

آناں کہ بنظر خاک را کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

یہ شعر حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے کہا تھا، اپنے شیخ کو مخاطَب کر کے فرماتے ہیں کہ آپ کی نظر کیمیا اثر سے خاک سونا ہو جاتی ہے، ایک گوشۂ چشم سے ذرا ہم پر بھی عنایت فرما دیجئے۔ سبحان اللہ!

اللہ کے لئے ملنے والوں کا مجمع بہت مبارک ہوتا ہے

۵/ذیقعدہ ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۰/مئی ۱۹۹۱ء بروز پیر بعد مغرب

ارشاد فرمایا کہ دنیا میں کئی قسم کے اجتماعات ہوتے ہیں لیکن کہیں آپ لوگوں کو ایسا مبارک مجمع نظر نہیں آئے گا۔ کہیں مجمع ہوگا شادی بیاہ کا، کہیں غمی کا ہوگا، کہیں سیاسی جلسہ ہوگا، کہیں کرکٹ والی بال دیکھنے والوں کا مجمع ہوگا، لیکن ایسا مجمع جو صرف اللہ کے لئے جمع ہو، اس سے قیمتی انسان اور اس سے قیمتی مجمع روئے زمین پر کہیں نہیں ہوگا۔ آسمان ایسی زمین پر رشک کرتا ہے جہاں کچھ بندے اللہ کے لئے اللہ کی یاد میں بیٹھے ہوں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کتابیں نہیں پڑھی تھیں، انہیں جو ایمان ملا، وہ صحبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملا ہے، اور ایسا ایمان ملا کہ ان کی برکت سے آج ہم بھی مسلمان ہیں، ورنہ ہم بھی رام چندر، گرونانک ہوتے، ہمارا جیسا بھی ایمان ہے اگرچہ موروثی ہے مگر ایمان تو ہے۔ مجھے بھی کیا معلوم تھا، بس حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بیٹھا رہتا تھا، حضرت کی نظر پڑتی رہتی تھی، وہ نظر اندر اندر کام کر رہی تھی، میں نے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اٹھائی، آپ لوگ میری صحبت میں آتے ہیں۔ اگر اختر نے بزرگوں کی صحبت نہ اٹھائی ہوتی تو آپ لوگ ہرگز میری صحبت میں نہ آتے۔

اہلِ خانقاہ آپس میں محبت سے رہیں

ارشاد فرمایا کہ ایک شخص جس نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حج کیا تھا، کعبہ کا طواف، منیٰ، مزدلفہ، عرفات کا قیام، روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر حاضری، اتنے بڑے مجدد کے ساتھ کیا، حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا اور میں نے خود چشم دید

اسے دیکھا کہ پاگل ہوگیا، نماز بھی چھوڑ دی، کہتا تھا کہ جب مسجد جاتا ہوں تو حضرت حکیم الامت ڈنڈا لے کر مجھے دوڑاتے ہیں۔ میں نے حضرت سے سوال کیا کہ اس نے حکیم الامت کی اتنی صحبت اٹھائی اور یہ شخص پاگل ہوگیا، مسجد میں نماز بھی نہیں پڑھتا، یہ اتنا بڑا وبال کیوں ہے؟ تو حضرت نے فرمایا دو وجہ سے، ایک یہ کہ اس نے ماں باپ کو بہت ستایا ہے، دوسرے یہ کہ خانقاہ میں اللہ اللہ کرنے والوں کی حضرت سے چغلی کر کے ان کو ڈانٹ پڑواتا تھا، اللہ والوں کا دل دُکھایا کرتا تھا۔ یہ تھا خانقاہ والوں کو، اللہ اللہ کرنے والوں کو ستانے کا عذاب۔

تب سے میں نے یہ سبق حاصل کیا کہ میں اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم سے کسی کے بارے میں اچھی بات تو کہتا ہوں، شکایت نہیں کرتا، اگر کہیں کمزوری دیکھ لیتا ہوں تو خود دعا کرتا ہوں مگر شیخ سے نہیں کہتا کیونکہ شکایت کر کے اللہ والوں کے دل کو کسی سے دور کرنا یہ بہت بڑا جرم ہے۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ ہم اس سے چشم پوشی کرلیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرلیں۔ یہ ہمیشہ سے میرا اصول ہے اور یہ عین سنت اور مزاجِ نبوت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

((لَا یُبَلِّغُنِیْ اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِیْ عَنْ اَحَدٍ شَیْئًا فَاِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَخْرُجَ اِلَیْکُمْ وَاَنَا سَلِیْمُ الصَّدْرِ۔ رواہ ابو داوٗد))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم؛ ص ۴۱۴)

کہ مجھے کوئی میرے صحابی کی طرف سے بات نہ پہنچائے، میں چاہتا ہوں کہ تمہارے پاس صاف سینہ لے کر آؤں۔ اس لئے ہمیشہ اللہ والوں سے جوڑنے کی کوشش کرو، بار بار کسی کی شکایت لگا کر توڑنے کی کوشش مت کرو۔ ہاں! اگر کوئی ضرر کا باعث بن رہا ہو، کتابیں چوری کر رہا ہو تو اس کی شکایت بالکل کرو۔ لہٰذا آج میری نصیحت دل میں محفوظ کرلیں کہ خانقاہ میں رہنے والے سالکین اس معاملے میں بہت احتیاط رکھیں۔

شیخ کی خانقاہ میں رہنے کا ایک زرّیں اصول

ارشاد فرمایا کہ ہماری خانقاہ میں رہنے والے سن لیں، جو خانقاہ میں رہ کر مصلح بننے کی کوشش کرتا ہے، وہ محروم کردیا جاتا ہے۔ ہر ایک سے لڑنا، ہر ایک کے کام میں فی نکالنا، عیب نکالنا، گویا کہ بتانا چاہ رہا ہے کہ سالکین کی اصلاح سے شیخ غافل ہے۔ایک صاحب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اصلاح کے لئے رہنے کی غرض سے خانقاہ تھانہ بھون آئے، حضرت نے ان کو ذکر اللہ بتادیا۔ان کے دل میں پہلے ہی سے کچھ بڑائی تھی، ذکر کرکے اَور اپنے کو ولی اللہ سمجھنے لگے، اور خانقاہ میں رہنے والوں کی اصلاح شروع کردی کہ یہ لوٹا یہاں کیوں رکھ دیا؟ یہ کام یوں کیوں کردیا؟ ایک مرتبہ حضرت نے سن لیا، ان کو بلایا اور فرمایا کہ ذکر کو ملتوی کردو، مریض کی حیثیت سے تمہیں خاموش رہنا چاہیے تھا، اپنے کام سے کام رکھتے، یہ تم نے خانقاہ میں حکومت شروع کردی، میں یہاں کس لئے بیٹھا ہوں، یہ لوگ تمہارے پاس آئے ہیں یا میرے پاس آئے ہیں؟ معلوم ہوا کہ تمہارے مزاج میں تکبر ہے، تم اس قابل نہیں ہو کہ تمہیں عمدہ غذا کھلائی جائے، تم حلوہ کھانے کے قابل نہیں ہو، تمہیں حلوے سے قے ہورہی ہے، تمہیں چرائتہ (کڑوی دوا) دیا جائے گا، اب جہاں نمازی وضو کرتے ہیں، وہاں جو بلغم جمع ہوجاتا ہے، اس کو صاف کرو، خانقاہ میں جھاڑو لگاؤ، نمازیوں کی جوتیاں سیدھی کرو۔اب جناب! وہ خاموشی سے نالی صاف کررہے ہیں اور جوتیاں سیدھی کررہے ہیں، ایک زمانے کے بعد تکبر سے نجات مل گئی اور بڑے صاحبِ نسبت ہوئے۔

شیخ کے پاس جب جاؤ تو استغفار و توبہ کرکے جاؤ۔اول

ارشاد فرمایا کہ جب شیخ کے پاس جائے تو صاف ستھرے کپڑے پہن کر، باوضو ہوکر، عطر لگاکر، استغفار و توبہ کرکے بلکہ دو رکعات توبہ پڑھ کر جائے۔اللہ سے

دعا بھی کرے کہ اے اللہ! ہم جس دینی مربی کے پاس جاتے ہیں، ان کے فیض و برکت سے ہمیں صاحبِ نسبت کر دے، ان کو احترام و اکرام کی نظر سے دیکھے۔ اگر کسی میں شیخ کی محبت و عظمت نہیں ہے تو شیخ کے ان شاگردوں میں زیادہ رہے جو شیخ کے عاشق ہوں، ان کے پاس رہنے سے اس کی محبت میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔

شیخ کے پاس جب جاؤ تو استغفار و توبہ کر کے جاؤ۔ دوم

۳/ذیقعدہ ۱۴۰۶؁ھ مطابق ۱۱/جولائی ۱۹۸۶؁ء

بروز جمعہ، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ دینی مجلسوں میں مقرر پر اور سامعین پر لازم ہے کہ توبہ و استغفار سے اپنے قلوب کو، کانوں کو پاک صاف کر کے آنا چاہیے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آسمان سے تو پانی صاف آتا ہے لیکن جس چھت پر وہ پانی گرتا ہے اس پر اگر بلی کا پاخانہ ہے، کوئی اور گندگی ہے تو وہ پانی گندہ محسوس ہوتا ہے، حالانکہ پانی گندہ نہیں ہے، چھت گندی ہے۔ چھت کو یعنی اپنے قلب کو صاف رکھو، پھر دیکھو! کتنا نفع ہوتا ہے۔ ایک صاحب نے میری یہ تقریر سن کر اس ترکیب پر عمل کیا کہ اے اللہ! میرے گناہوں کو معاف فرما دیجئے اور جو باتیں یہاں آپ کی بیان ہوں، ان سے مجھے نفع پہنچا دیجئے، تو انہوں نے بتایا کہ اس دن جتنا نفع ہوا اتنا سال بھر نہیں ہوا۔ اس لئے آپ سب لوگوں پر لازم ہے کہ اپنے نفع کے لئے توبہ و استغفار کر کے اپنے قلب کی چھت کو صاف کر کے آیا کریں۔

شیخ کی مجلس کا ایک اہم ادب: خوب متوجہ ہو کر ساکت بیٹھنا

۱۴/ربیع الثانی ۱۴۱۲؁ھ مطابق ۲۳/اکتوبر ۱۹۹۱؁ء

بروز بدھ، آٹھ بجے صبح بعد ناشتہ، کمرۂ خاص میں

(حضرت والا دامت برکاتہم ایک مضمون بیان فرما رہے تھے، پنکھے بند تھے،

ایک صاحب کو گرمی لگنے لگی تو انہوں نے کاغذ سے اپنے آپ کو پنکھا جھلنا شروع کر دیا، جس کی آواز بیان میں مخل ہوئی، اس پر فرمایا کہ) یہ کیا آپ نے کھٹ پٹ کھٹ پٹ شروع کر دی، میری خاطر سے ذرا سی گرمی برداشت نہیں کر سکتے ؟ آپ کی یہ آواز کیا میرے بیان میں مخل نہیں ہو رہی ؟ صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک غزوہ میں کیا حال تھا:

((عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزَاۃٍ وَّنَحْنُ سِتَّۃُ نَفَرٍ بَیْنَنَا بَعِیْرٌ نَّعْتَقِبُہٗ فَنَقِبَتْ اَقْدَامُنَا وَنَقِبَتْ قَدَمَایَ وَسَقَطَتْ اَظْفَارِیْ وَکُنَّا نَلُفُّ عَلٰی اَرْجُلِنَا الْخِرَقَ فَسُمِّیَتْ غَزْوَۃَ ذَاتِ الرِّقَاعِ لِمَا کُنَّا نَعْصِبُ مِنَ الْخِرَقِ عَلٰی اَرْجُلِنَا))

(صحیح البخاری: (قدیمی)، باب غزوۃ ذات الرقاع، ج ۲ ص ۵۹۲)

غزوۂ ذات الرقاع میں شدید گرمی تھی اور جوتے بھی نہ تھے، چلتے چلتے پاؤں پھٹ گئے، پیر سے خون بہنے لگا تو پیروں پر چیتھڑے باندھ لئے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس میں ایسے ساکت بیٹھتے تھے جیسے سر پر چڑیا بیٹھی ہوئی ہو:

((کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا تَکَلَّمَ اَطْرَقَ جُلَسَاؤُہٗ کَاَنَّمَا عَلٰی رُؤُوْسِھِمُ الطَّیْرُ وَاِذَا تَکَلَّمَ سَکَتُوْا وَاِذَا سَکَتَ تَکَلَّمُوْا))

(کنز العمال: (دار الکتب العلمیۃ)، کتاب الشمائل، ج ۷ ص ۶۴، رقم ۱۸۵۳۱)

کیا مجال تھی کہ کوئی اِدھر اُدھر دیکھ لے۔ اگر شیخ کی مجلس میں گرمی لگ رہی ہو یا شیخ کے ساتھ دھوپ لگ جائے تو یوں دعا کرو کہ یا اللہ! اس دھوپ کو میرے لئے دوزخ کی گرمی سے نجات کا بہانہ بنا لیجیے۔ یہ راستہ نازک مزاجوں کا نہیں ہے۔ اہل اللہ نے اللہ کے راستے میں بڑی بڑی مشقتیں جھیلی ہیں۔ مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ سخت بارش میں دہلی کا دریائے جمنا بھرا ہوا، سینہ تانے ہوئے بہہ رہا ہے، اور مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ بارش کے زمانے میں دریائے جمنا کے سیلاب میں کودتے تھے تو تیرتے ہوئے آگرہ تک چلے جاتے تھے۔ کس لئے؟ مشق کرتے تھے کہ اگر جہاد میں کہیں دریا میں کودنا پڑے تو ہم تیر سکیں۔

دہلی اور آگرہ میں کتنا زیادہ فاصلہ ہے، اتنی دور جا کر نکلتے تھے، یہ شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے، میرے اور ان کے درمیان کوئی راوی نہیں ہے۔ اور مسجد فتح پوری جو بہت بڑی مسجد ہے، اس کے صحن میں ٹھیک بارہ بجے دوپہر کے وقت سخت گرمی میں ایک دیوار سے دوسری دیوار تک ننگے پیر چلتے تھے کہ بالاکوٹ کے پہاڑوں پر چلنا پڑے تو اس کی مشق ہو جائے، اللہ کے راستے میں جان دینے کا ایسا جذبہ تھا۔ مومن کی شان یہی ہے کہ اپنی جان کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتا۔ کانپور میں جب مسجد کو شہید کرنے کے لئے ہندو آئے تو مسلمان بچے دس بارہ سال کے شہید ہو گئے کہ کیسے ہمارے اللہ میاں کا گھر تم شہید کر سکتے ہو، ان سے برداشت نہیں ہوا۔ علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے جب ان بچوں کی لاشیں دیکھیں تو بڑا عجیب ایک شعر کہا؎

تعجب کیا جو اِن بچوں میں یہ شوقِ شہادت ہے
یہ بچے ہیں انہیں کچھ جلد سو جانے کی عادت ہے

سبحان اللہ! کیا غضب کا شعر ہے! کتنی بلاغت ہے اس میں!

خدمتِ شیخ کر کے بدلہ چاہنے والا محروم رہتا ہے

۲۳ ؍ ربیع الثانی ۱۲ ۱۴ ھ مطابق یکم ؍ نومبر ۱۹۹۱ ء

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ اپنے شیخ کی خدمت کر کے بدلہ چاہتے ہیں، کہتے ہیں کہ شیخ جب ہمارے گھر آئے تھے تو ہم نے تو خوب دیسی مرغی، دیسی انڈا، اصلی گھی اور مکھن کھلایا تھا، اور جب ہم گئے تو شیخ نے پوچھا بھی نہیں۔ شیخ سے بدلہ چاہنے والے کو کیسے اللہ ملے گا؟ اس نے تو مقصود ہی اپنی خدمت کا صلہ بنایا تھا، اللہ تو مقصود نہیں تھا۔ میں ایک بات پوچھتا ہوں کہ ایسے لوگ ڈاکٹر سے کیوں نہیں کہتے کہ ہمیں ناشتہ کراؤ، وہاں تو ہسپتال کا ناشتہ کھا کر پیسے بھی دینے پڑتے ہیں، ڈاکٹر کی فیس بھی بھرتے ہیں، حتیٰ کہ وہ چادر جو بستر پر بچھائی جاتی ہے اس کی دھلائی کے بھی پیسے وصول کرتے ہیں۔ جسمانی ڈاکٹر کے ساتھ تو یہ معاملہ ہے اور روحانی معالج کے

بارے میں کہتے ہیں کہ صاحب! ہمارا خیال نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عقلِ سلیم اور قلبِ سلیم عطا فرمائے۔

شیخ، بزرگ اور بڑوں کے احترام کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ کسی بزرگ، شیخ یا معزز آدمی کے آنے سے تعظیماً کھڑے ہونے میں مضائقہ نہیں البتہ ان کے بیٹھنے سے بیٹھ جانا چاہیے، اور اگر بار بار کھڑے ہونے سے ان کو اذیت ہو تو ہرگز کھڑا نہیں ہونا چاہیے۔

محبتِ جسمانی و محبتِ روحانی کی پہچان کا اصول

۱۳؍ جمادی الثانیہ ۱۴۰۹ھ مطابق ۲۲؍ جنوری ۱۹۸۹ء

بروز اتوار، مرکزِ اسلامی، ری یونین، جزیرۂ فرانس

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کو اللہ نور سے بھر دے، ایسا قاعدہ کلیہ بیان فرما دیا، ایک ایک چیز کو کھول کھول کر رکھ دیا، فرماتے ہیں کہ جن حسینوں سے نظر کو بچانے کا حکم ہے ان کی عمر کی کوئی قید نہیں، نہ داڑھی کے بالوں کی کوئی قید ہے۔ جس کے چہرے کو دیکھ کر نفسانی مزہ آنے لگے بس اسی وقت دور ہو جاؤ، اور فرمایا کہ نفسانی مزہ اور روحانی مزہ کا کیا فرق ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مجھے تو روحانی محبت ہے، میری محبت اللہ کے لئے ہے، نفس کے لئے بالکل نہیں کرتا تو حضرت نے فرمایا کہ دیکھو بھئی! میں ایک تھرمامیٹر دے رہا ہوں، اپنی محبت میں اس تھرمامیٹر کو لگا لو، اپنی محبت کے منہ میں میرا تھرمامیٹر لگا لو اور دیکھ لو کہ تمہاری محبت نفسانی ہے یا روحانی؟ اس کا فرق ایسے ہوگا کہ اگر اس کے پاس لیٹنے سے، اس سے دیر تک گفتگو کرنے سے مزی آجائے تو سمجھ لو کہ یہ مزہ نفس سے تعلق رکھتا ہے اور اگر کتنا ہی اس کے پاس بیٹھو، باتیں کرو، کھلاؤ پلاؤ، ساتھ رہو پھر بھی ہمیشہ باوضو رہو، کوئی وضو شکن مادہ نہ نکلے تو سمجھ لو کہ یہ روحانی محبت ہے۔ یہ بہت ہی خاص پہچان

بتادی آپ کو، ان شاء اللہ! فوراً سمجھ جائیں گے، نفسانی محبت میں نفس میں ہیجان ہوگا، حرارت ہوگی، رقت آئے گی، کچھ نہ کچھ مادہ نکلے گا اور وضوٹوٹ جائے گا۔

شیخ کے پاس چالیس دن لگانے کی تاکید

ارشاد فرمایا کہ ہمارا یہ مولوی طبقہ جو ہے، آج پریشان ہے، اس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ یہ صحیح معنوں میں کسی اللہ والے کی جوتیاں نہیں اٹھاتا، اللہ کی محبت کا درد حاصل نہیں کرتا، وہاں استغناء دکھاتا ہے، سمجھتا ہے کہ اس کی ضرورت نہیں حالانکہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ سے تعلق جوڑنا، اصلاح کرانا فرضِ عین ہے، مستحب یا واجب بھی نہیں ہے، فرضِ عین فرمایا، کیونکہ عادۃ اللہ یہی ہے کہ اس کے بغیر اصلاح نہیں ہوتی۔ اس کے بعد دیکھئے یہی مُولی صاحب جب مؤلوی بنے گا تو ساری اُمت اس کی بات سنے گی۔ لوگ کہتے ہیں کہ مولویوں کی بات کوئی نہیں سنتا۔ کیوں سنیں گے لوگ؟ یہ وہ رس گلّے پیش کررہے ہیں جن میں رس نہیں ہے، صرف گلّے ہی گلّے ہیں، جو کھائے گا تھوکے گا۔ آج مولویوں کی تقریروں پر لوگ تھوکتے ہیں۔ اگر صحیح معنوں میں مولوی ہو تو واللہ یہ میوزک والے بھی اپنا گانا بجانا بھول جائیں۔ شیطانی کاموں میں سکون کہاں؟ وہ تو عالمِ اضطراب میں ہیں، ان پر نیند حرام ہے۔

تو اس کی ضرورت ہے کہ کچھ دن کسی صاحبِ نسبت، صاحبِ دردِ محبت کی صحبت میں لگا لو، پھر ان شاء اللہ! آپ کا منبر منبر ہوگا، آپ کی تقریر تقریر ہوگی، آپ کا سجدہ سجدہ ہوگا۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ لکھا ہے (مرقاۃ: (مکتبہ رشیدیہ): ج ۵ ص ۱۵۳) کہ ایک عالم، مفتی، محدث نے ایک شیخِ وقت سے تعلق قائم کیا۔ اس شیخ نے کہا کہ آپ سال بھر ہماری خانقاہ میں رہئے، حدودِ خانقاہ سے باہر بھی نہ جایئے اور سال بھر آپ نہ کوئی حدیث بیان کریں گے، نہ تقریر کریں گے، نہ فتویٰ دیں گے، جو میں ذکر بتلاؤں وہ کریں گے۔ بستی والوں نے اس شیخ کو گالیاں دیں، کفر کے

فتوے لگائے کہ دارالحدیث، دارالافتاء سب بند کرادیا۔ لیکن وہ عالم سمجھتے تھے کہ شیخ جو کچھ کہہ رہا ہے میرے ہی فائدے کے لئے کہہ رہا ہے۔ سال بھر کے بعد اپنے شیخ کا سارا دردِ دل جب لے لیا تو شیخ نے اجازت دے دی کہ جایئے مولانا! اب جا کر وعظ کہئے۔ پھر جو وعظ کہا ہے تو جتنے حاضرین تھے سب صاحبِ نسبت ہو گئے:

((وَانْجَلَتْ مِرْاٰةُ قَلْبِهٖ وَحَصَلَ لَهٗ مُشَاهَدَةُ رَبِّهٖ وَظَهَرَ لَهٗ كُنُوْزُ الْمَعَارِفِ وَالْعَوَارِفِ الظَّاهِرِيَّةِ وَالْبَاطِنِيَّةِ))

(مرقاۃ المفاتیح: (مکتبہ رشیدیہ)، ج ۵ ص ۱۵۳)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کے دل کا آئینہ چمک اُٹھا، اور تجلیاتِ الٰہیہ کا مشاہدہ نصیب ہوا، ظاہری اور باطنی علوم و معارف کا دریا ان کے دل میں بہنے لگا۔ اسی بارے میں بڑے پیر صاحب شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ ہے کہ دیکھو! نفع متعدی کی فکر کب کرنی چاہیے؟ اُمت کی فکر کب کرنی چاہیے، اس کا بھی ایک وقت ہے۔ نابالغ کی شادی کرادو گے تو پھر دونوں کی خیریت نہیں ہے، نابالغ آدمی شادی کرلے تو کیا اولاد ہوگی؟ کیا نفع متعدی ہوگا؟ تو بڑے پیر صاحب فرماتے ہیں کہ دوسروں کو نفع پہنچانے کی فکر کب کرنی چاہیے؟ پہلے اپنا مٹکا نلکے کے نیچے رکھو، جب بھر کر چھلکنے لگے، اب چھلکتا ہوا مال اُمت کو دو۔ اپنا مٹکا خالی مت کرو کہ خود کا لازم بھی خطرے میں پڑ جائے۔ یہ بات شیخ سمجھے گا کہ مٹکا کب چھلکے گا؟ اس کی مثال حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دی کہ ایک بہو نے اپنی ساس سے کہا کہ ساس ری ساس! جب میرے بچہ پیدا ہو تو مجھے جگا دینا، کہیں ایسا نہ ہو کہ میں سوتی رہ جاؤں۔ ساس نے جواب دیا کہ بیٹی! جب تجھے بچہ ہوگا تو تجھے جگانا نہیں پڑے گا، تُو تو ایسا جاگے گی کہ محلہ بھر کو جگائے گی۔ حضرت فرماتے ہیں کہ جب یہ مقام مل جائے، دل میں اتنا درد پیدا ہو جائے کہ برداشت نہ کر سکے تو اس وقت منبر پر بیٹھنا چاہیے۔

اللہ کی محبت کا درد بھی ایسا ہی ہوتا ہے بلکہ اس سے زیادہ ہوتا ہے، جس کے

دل میں اللہ اپنی محبت کا درد پیدا کرتا ہے پھر وہ صرف خود نہیں جاگتا بلکہ جہاں بھی جاتا ہے اس کا حال یہ ہوجاتا ہے ۔

بن کے دیوانہ کریں گے خلق کو دیوانہ ہم
برسرِ منبر سنائیں گے ترا فسانہ ہم

روئے زمین پر جس سے بھی تمہیں مناسبت ہو اس کے پاس جاکر سوائے شیخ کے کچھ مت دیکھو۔ خانقاہ کی حدود سے بھی نہ نکلو۔ جیسے رنگ ساز کو کپڑا دیتے ہو تو کپڑا رنگنے والے نے کہا کہ تین دن تین رات ہودی (رنگنے کا برتن، بالٹی) میں پڑا رہنے دو تب رنگ چڑھے گا، آپ نے کہا کہ مجھے جلدی ہے، کل ایئر فرانس کی فلائٹ سے ماریشس جانا ہے۔ اس نے کہا کہ قبل از وقت کپڑا نکالوگے تو رنگ کچا رہ جائے گا، پھر میں ذمہ دار نہ ہوں گا، ماریشس جاکر وہاں کا رنگ پکڑ لے گا۔ تو کچے رنگ سے کام نہیں چلے گا، رنگ پکا ہونا چاہیے۔ اکیس دن تک انڈہ مرغی کے نیچے رہے تب بچہ نکلتا ہے اور اگر انڈے نے مرغی سے کہا کہ میرے پاس اکیس دن مسلسل رہنے کا ٹائم نہیں ہے، مجھے تو ایک دن رکھو، پھر ایک دن نکالو، اس طرح اسے اکیس نہیں بیالیس دن رکھو گے تب بھی بچہ نہیں پیدا ہوگا۔ تو یہاں چالیس دن کا تسلسل چاہیے۔ پھر یہ کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد مرغی سے جلدی جدا بھی نہ ہو، جب تک کہ وہ مرغی کے برابر نہ ہوجائے، تب بلّی سے بچ سکے گا، چھوٹا بچہ نکلا اور مرغی سے بھاگ گیا تو بلّی ہڑپ کرجائے گی۔

صلحاء کا کبھی مل بیٹھنا (اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی فنائیت)

۱۳؍ جمادی الثانیہ ۱۴۰۹؁ھ مطابق ۲۲؍ جنوری ۱۹۸۹؁ء
بروز اتوار، مرکزِ اسلامی، ری یونین، جزیرۂ فرانس

ارشاد فرمایا کہ صحبت سے دل کی آگ جو ہے، دل سے دل میں منتقل ہوتی ہے۔ آپس میں ہم لوگ بیٹھے ہیں تو عطر مجموعہ بن رہا ہے (ایک عطر کا نام مجموعہ ہے) کسی میں زہد ہے، کسی میں توکل ہے، کسی میں خدا کا خوف ہے، کسی میں اللہ کی محبت

زیادہ ہے۔اب ہم سب یہاں بیٹھے ہیں، آپ کے دل کا فیض مجھے پہنچ رہا ہے، میرے دل میں معلوم نہیں کیا ہے، کچھ ہے بھی یا نہیں، بہرحال! اگر کچھ ہوگا تو کچھ ملے گا بھی، سب کا اس طرح سے مجموعہ عطر بن جاتا ہے۔ یہ ہے صحبت۔ اگر شیخ نہ ملے تو چھوٹوں کو چاہیے کہ آپس میں ملاقات کا وقت مقرر کرلیں۔ اگر شیخ ایک ہزار پاور کا بلب ہے اور وہ اگر میسر نہیں، تو بیس چراغ ساٹھ ساٹھ کے جلالو، مجموعہ بارہ سو پاور ہوجائے گا، مل بیٹھا کریں اگرچہ برابر برابر ہوں۔

جو مرید شیخ سے غصہ ہوجائے سمجھ لو کہ بالکل محروم ہوگیا

۴؍ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۴؍ستمبر ۱۹۹۱ء
بروز ہفتہ بعد فجر، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ غصہ کا مرض بہت خطرناک چیز ہے۔غصہ میں انسان اپنے بڑوں سے بدتمیزی کرجاتا ہے جس سے وہ بڑوں کی عنایات سے محروم ہوجاتا ہے۔ جو بیٹا اپنے باپ سے لڑتا ہے تو باپ کی شفقتوں سے، عنایات سے محروم ہوجاتا ہے، جو شاگرد اپنے استاد سے غصہ کرتا ہے تو استاد کی توجہ سے، شفقتوں سے، فیض سے محروم ہوجاتا ہے، اور جو مرید اپنے شیخ سے غصہ میں بات کرلے سمجھ لو کہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا چاہے پھر معافی بھی مانگ لے۔اس لئے غصہ کا علاج کرالو، میرے یہاں ایک پرچہ چھپا ہوا ہے، اس کا نام ہے اکسیر الغضب، مفت میں ملتا ہے، جس کا دل چاہے لے لے، اس پر عمل کرے، اسی موضوع پر میرا ایک وعظ بھی ہے، اس وعظ کا نام علاج الغضب ہے، پورا وعظ غصہ کے علاج پر ہوا تھا۔

محبت کی دو قسمیں

۵؍ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۵؍ستمبر ۱۹۹۱ء بروز اتوار

ارشاد فرمایا کہ محبت کی دو قسمیں ہیں، کچھ لوگ مختارِ محبت ہیں، کچھ لوگ

مجبورِ محبت ہیں۔ مختارِ محبت سالک ہے اور مجبورِ محبت مجذوب ہے یعنی جسے اللہ کا جذب نصیب ہو جائے۔ مختارِ محبت کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو اللہ سے محبت کرے چاہے نہ کرے، چاہے تو معشوقوں کے چکر میں چلا جائے، یہ شخص مختار ہے، ابھی اختیار کی طرف اس کو اللہ نے تفویض کیا ہوا ہے، جذب نہیں کیا، ابھی اس کو اپنا نہیں بنایا۔ اور جس کو اللہ جذب کر لیتا ہے، اس کو سارے عالم کی گمراہ کن ایجنسیاں، حسن و عشق کے فتنے، مال و دولت کا عالَم، کوئی بھی اس کو اپنا نہیں بنا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی ایک شان یہ بھی ہے کہ اے خدا! آپ ہمیں اپنے سے ایسا چپکا لیجیے، ایسا جذب ایسا اجتباء کی شان، ایسی تجلیات کا ظہور فرما دیجئے کہ اگر ہم آپ سے بھاگنا بھی چاہیں تو نہ بھاگ سکیں۔ اس لئے اے خدا! ہم کو مختارِ محبت نہ بنا، مجبورِ محبت کر دیجئے، جس کو تُو رکھے اس کو کون چکھے، اگر خدا ہماری حفاظت کا فیصلہ فرما لے تو ہمارا نفس بھی ہمیں برباد نہیں کر سکتا۔

روح محتاجِ زبان نہیں ہوتی

۱۲ / ذیقعدہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۵ / مئی ۱۹۹۳ء بروز بدھ

فاروق ایس ایس کے لئے فرمایا کہ ''روح محتاجِ زبان نہیں ہے اور روح محتاجِ بیان نہیں ہے۔''

(فاروق صاحب اردو نہیں جانتے تھے لیکن جب حضرت والا کوئی درد بھرا مضمون بیان فرماتے تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ اس پر یہ ملفوظ فرمایا)

ارشاد فرمایا کہ ایک دن بڑے پیر صاحب شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے جب مدرسے سے فارغ التحصیل ہوئے تو مسجد میں ان کا بیان ہوا۔ تمام مسجد بھری ہوئی تھی، صاحبزادے صاحب نے بھی خوب زور و شور سے تقریر کی لیکن ایک شخص بھی نہ رویا، کسی پر کچھ خاص اثر نہ ہوا، پھر حضرت تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ کر ایک ہی جملہ ارشاد فرمایا کہ آج روزہ رکھنے کا ارادہ تھا، جس کے لئے رات کو دودھ رکھ لیا تھا، بلّی نے آ کر سب دودھ گرا دیا لہٰذا بغیر کچھ کھائے پیئے روزہ رکھ لیا، بس اتنی سی بات پر سارے مجمع پر حال طاری ہو گیا اور سب نے

رونا شروع کردیا۔صاحبزادے نے رات کو ابّا جان سے پوچھا کہ میں نے قرآن کی اتنی آیتیں اور اتنی احادیث سنائیں مگر کوئی نہ رویا اور آپ نے بلّی اور دودھ کا ذکر کیا تو سارا مجمع رونے لگا؟ فرمایا بیٹا! بات یہ ہے کہ دردِ دل سے جو بات نکلتی ہے اس میں اللہ تعالیٰ اثر ڈال دیتے ہیں، تم نے ابھی مدرسہ میں علم پڑھا ہے، اب کچھ ذکر ومجاہدہ بھی کرو، کسی اللہ والے کی جوتیاں اٹھاؤ، رگڑے کھاؤ، مہندی پتھر پر پسنے کے بعد دوسروں کو لال کرتی ہے۔

امید ہے اللہ اپنا نام لینے والوں کو دوزخ میں نہ ڈالے گا

۷/رجب المرجب ۱۴۱۳ھ مطابق ۲/جنوری ۱۹۹۳ء بروز ہفتہ

ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ کی رحمت اور کرم سے امید ہے کہ اللہ اپنا نام لینے والوں کو دوزخ میں نہ ڈالے گا، اس لئے ان کا نام لیتے رہو، کیا ان کو خیال نہ آئے گا کہ تھا تو نالائق لیکن کسی رحمت کی امید پر میرا نام لیوا تو تھا، میں آج کیسے اسے آگ میں ڈال دوں۔

وسوسوں کے باوجود ذکر اللہ نفع دیتا ہے

ارشاد فرمایا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے عرض کیا کہ حضرت! جب ذکر کرنے بیٹھتا ہوں تو دل میں وسوسے بہت آتے ہیں، تو حضرت نے فرمایا کہ اللہ کا نام اتنا بڑا نام ہے کہ افکار وخیالات اور وساوس کے باوجود بھی اس کا ذکر نفع سے خالی نہیں، وہ ایسا آفتاب نہیں ہے جو بادلوں سے چھپ جائے، وہ ایسا آفتاب ہے جو بادلوں کو بھی روشن کردیتا ہے۔ان کا نام لیتے رہو، وسوسے بھی روشن ہوجائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے نام کی عجیب برکت

۲۷/ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ مطابق ۳/ستمبر ۱۹۸۶ء بروز بدھ بعد عصر

ارشاد فرمایا کہ جو بھی اللہ کا نام لیتا ہے تو اللہ اس کو اپنی محبت دے دیتے ہیں

اگر چہ ذکر اللہ کرتے وقت اس کا دل محبتِ حقیقی سے خالی ہو۔

ذکر کی پابندی کا حدیث شریف سے ثبوت

۱۹؍شوال المکرم ۱۴۰۶ھ مطابق ۲۷؍جون ۱۹۸۶ء

بروز جمعہ، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عورتوں سے فرمایا:

((عَلَيْكُنَّ بِالتَّسْبِيْحِ وَالتَّهْلِيْلِ وَالتَّقْدِيْسِ وَاعْقِدْنَ بِالْاَنَامِلِ فَاِنَّهُنَّ مَسْؤُوْلَاتٌ مُّسْتَنْطَقَاتٌ وَّلَا تَغْفُلْنَ فَتَنْسَيْنَ الرَّحْمَةَ۔ رواہ الترمذی و ابو داؤد))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب ثواب التسبیح والتحمید؛ ص ۲۰۲)

اے خواتین! تم لازم کرلو تسبیح (سبحان اللہ) کو، تہلیل (لا الٰہ الا اللہ) کو اور تقدیس (سبحان الملک القدوس) پڑھنے کو۔ یہاں ایک بات اور بتانی ہے کہ وتر کی نماز کے بعد تین بار سبحان الملک القدوس پڑھنا اور تیسری دفعہ میں قدوس کو کھینچ کر کہنا، یہ بھی حدیث سے ثابت ہے۔ آگے فرمایا کہ تم ان تسبیحات کو انگلیوں پر شمار کیا کرو کیونکہ یہ انگلیاں قیامت کے دن مسئول ہوں گی، ان سے سوال کیا جائے گا اور مستنطقات ہوں گی، ان کو گویائی دی جائے گی کہ ان کو کہاں استعمال کیا گیا؟ اور خبردار! اللہ کے ذکر سے غفلت نہ کرنا ورنہ تم اللہ کی رحمت سے محروم ہو جاؤ گی۔ اس حدیثِ پاک کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ محدثِ عظیم فرماتے ہیں:

((كَانَ لِاَبِيْ هُرَيْرَةَ خَيْطٌ فِيْهِ عُقَدٌ كَثِيْرَةٌ يُّسَبِّحُ بِهَا (وَفِيْ رِوَايَةٍ) كَانَ لِاَبِيْ هُرَيْرَةَ خَيْطٌ فِيْهِ اَلْفُ عُقْدَةٍ فَلَا يَنَامُ حَتّٰى يُسَبِّحَ بِهٖ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)؛ ج ۵ ص ۲۲۷، ج ۳ ص ۴۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک دھاگہ تھا، اس میں چھوٹی چھوٹی ایک ہزار گرہیں تھیں، اسی پر تسبیح کو شمار فرمایا کرتے تھے اور جب تک پورا وظیفہ نہ پڑھ لیتے تھے تب تک سوتے نہ تھے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا

عمل نقل فرما کر اپنا فیصلہ تحریر فرماتے ہیں:

((فِيْهِ جَوَازُ عَدِّ الْاَذْكَارِ وَمَاْخَذُ سُبْحَةِ الْاَبْرَارِ وَزَعْمُ اَنَّهَا بِدْعَةٌ غَيْرُ صَحِيْحٍ لِوُجُوْدِ اَصْلِهَا فِي السُّنَّةِ وَلِقَوْلِهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، باب ثواب التسبیح والتحمید، ج ۵ ص ۲۲۷)

اس روایت میں تسبیح کی تعداد کو شمار کرنے کا بھی ثبوت ہے اور نیک بندوں کی تسبیح کا بھی ثبوت ہے، جلیل القدر صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے تسبیح ثابت ہوگئی۔ اب جو ہمارے بزرگانِ دین ذکر کی پابندی کا حکم فرماتے ہیں، یہ بھی اسی حدیث سے ثابت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں کہ اگر تم نے ذکر اللہ سے غفلت کی تو رحمت سے محروم ہوجاؤ گے۔ فرض واجب کی بات نہیں ہے، ذکر اللہ کی بات ہے۔ تو جو ذکر کو غفلت سے، سستی سے چھوڑ دیتے ہیں وہ اپنے کو اللہ کی رحمت سے محروم کر لیتے ہیں، میں حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش کر رہا ہوں۔ اگر تھکے ماندے ہو تو ایک ہی تسبیح پڑھ لو، کھانا کھانے کا پورا موقع نہیں ہوتا تو ایک بسکٹ کھا کر پانی پی لیتے ہیں کہ کہیں کمزوری نہ آجائے۔ اس لئے جس دن تھکاوٹ ہو آدھا معمول کرلو، چوتھائی کرلو، تہائی کرلو، جتنا ہوسکے مگر ناغہ نہ کرو۔ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب میں جونپور میں پڑھا رہا تھا، مولانا اصغر میاں دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ بھی وہیں پڑھاتے تھے، تو مجھے ایک پھوڑا نکلا اور ساتھ ہی تیز بخار ۱۰۴ ڈگری ہوگیا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں گدا، رضائی، تکیہ لے کر مسجد چلا گیا اور مسجد کی محراب میں بچھا لیا اور لیٹے لیٹے ساری تسبیحات پڑھیں، بخار میں بھی پورا کیا۔ یہ تھے اللہ والے! کیا شان تھی ان کی! سبحان اللہ! یعنی ذکر ایسا ہوجائے کہ اس کے چھوڑنے کی طاقت ہی نہ رہے، موت معلوم ہو، اللہ کی یاد چھوڑنے میں موت معلوم ہو تب سمجھ لو کہ اب عاشق ہوگئے، اب سمجھ لو دل اللہ سے لگ گیا، اب غذائے روحانی کی عادت پڑگئی،

ماشاءاللہ! شاہی غذا کھانے کی عادت ہوگئی۔

ذکر میں دھیان رکھو کہ تم کس کے پاس بیٹھے ہو؟

۲/ذیقعدہ ۱۴۱۲ھ مطابق ۵/مئی ۱۹۹۲ء بروز منگل، خانقاہ میں مجلس

ارشاد فرمایا کہ حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ))

(شعب الایمان للبیھقی: (مکتبۃ الرشد ریاض)؛ فصل فی ذکر اللہ عزوجل؛ جزء۲ ص۱۷۱)

حالتِ ذکر میں ذاکر، اللہ کا جلیس ہوتا ہے، اللہ اس کا ہم نشین ہوتا ہے۔ جب ذکر کرنے بیٹھو تو یہ مراقبہ کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کے، اپنے غلام کے ہم نشین ہوجاتے ہیں جو اُن کو یاد کرتا ہے۔ لیکن بارہا یہ بات بتائی جاتی ہے مگر کوئی عمل نہیں کرتا۔ ایسے علم سے بھی پناہ مانگو جس پر عمل نہ ہو۔ پھر تصور کرو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نور السمٰوات والارض ہے، زمین کے جس حصے پر سورج کی شعاعیں پڑتی ہیں، وہ روشن ہوجاتا ہے تو جو خالقِ سورج کے پاس بیٹھا ہو، اس کے دل میں اندھیرے کیسے رہ سکتے ہیں؟ اس تصور کے ساتھ ذکر کرو کہ میرے دل کی ظلمات، تاریکیاں دور ہورہی ہیں۔

غافل گنہگار اور ذاکر گنہگار کا فرق

۲۱/ذیقعدہ ۱۴۱۱ھ مطابق ۵/جون ۱۹۹۱ء

بروز بدھ بعد فجر، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم خانقاہوں میں جاتے ہیں، ذکر بھی کرتے ہیں، پھر بھی ہم سے گناہ ہوجاتا ہے، پھر کیا فائدہ خانقاہوں میں جانے سے؟ اب سنئے! حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غافل سے بھی خطا ہوگی اور ذاکر سے بھی خطا ہوگی، تو دونوں کی خطاؤں میں کیا فرق ہے؟ ایک فرق تو یہ ہے کہ جو اللہ سے غافل ہوگا، وہ جب گناہ کرے گا تو بالکل گناہ میں ڈوب کر پورا مزہ لے گا،

جبکہ ذکر اللہ کرنے والا جب کبھی گناہ میں ملوث ہوگا تو دھڑکتے دل کے ساتھ گناہ کرے گا۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ ذکر کرنے سے تم ذاکر بن جاؤ گے، اب خطا ہوگی تو ذاکر کی خطا ہوگی غافل کی خطا نہ ہوگی، غافل کو تو پتا ہی نہیں چلتا، اس کے دل پر اندھیرے پر اندھیرے چڑھتے چلے جاتے ہیں، غفلت میں پستی میں گرتا چلا جاتا ہے، اور ذاکر جب خطا کر بیٹھتا ہے تو ذکر کے نور کی برکت سے اس کو توفیقِ توبہ ہوجاتی ہے۔

اس کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں، جو اللہ سے غافل ہے، جس کے دل میں اللہ کا خیال ہی نہیں ہے، اس نے حضورِ قلب کو دیکھا ہی نہیں تو اس کو توفیقِ توبہ بھی نصیب نہیں ہوگی کیونکہ یہ غفلت کے اندھیروں میں رہنے کا عادی ہے۔ جیسے ایک آدمی کے گھر غربت کی وجہ سے بجلی نہیں لگی، وہ جانتا ہی نہیں کہ بجلی سے کیا روشنی ملتی ہے، تو بجلی کے چلے جانے سے کیا اسے کچھ گھبراہٹ ہوگی؟ برعکس اس کے جس کے گھر میں بجلی ہوتی ہے، اس کے گھر سے جب فیوز اُڑتا ہے اور اندھیرا ہوجاتا ہے تو بتاؤ اس کا جی گھبراتا ہے کہ نہیں؟ جو روشنی میں رہنے کا عادی ہے جب اس کے گھر کی بجلی فیل ہوتی ہے تو وہ پاور ہاؤس کو ٹیلی فون کرتا ہے کہ روشنی کے بغیر جی گھبرا رہا ہے، جلدی بجلی بھیجو۔ تو ذکر کی برکت سے دل میں ایک نور پیدا ہوجاتا ہے اور آدمی روشنی میں رہنے کا عادی ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے اگر اس سے کبھی بدنگاہی ہوگی تو وہ اپنے دل میں اندھیرا محسوس کرے گا، اللہ تعالیٰ کو وائرلیس کرے گا کہ میرے دل کی بجلی فیل ہوگئی ہے، جلدی روشنی بھیج دیجئے، اس کو دل کے اندھیروں کا احساس ہونے لگتا ہے۔

فقیری (یعنی تصوف) کی حقیقت، فنائیت ہے

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے جب علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ ملنے کے لئے آئے تو اس زمانہ میں شرقِ اوسط میں ان کے علم کا غلغلہ مچا ہوا تھا، پہلے خانقاہوں کے قائل نہ تھے، ساتھیوں میں مذاق کرتے تھے کہ تھانہ بھون میں ایسا کیا رکھا ہے کہ لوگ وہاں جاتے ہیں۔ جب حاضر ہوئے تو

حضرت سے سوال کیا کہ حضرت! فقیری کی، تصوف کی حقیقت کیا ہے؟ اب حضرت کی تواضع اور فنائیت دیکھئے، فرمایا مجھ جیسا طالب علم آپ جیسے عالم فاضل کو کیا نصیحت کرسکتا ہے! ہاں جو بات بزرگوں سے سنی ہے وہی سنائے دیتا ہوں کہ فقیری کی حقیقت فنائیت ہے، یعنی فقیری نام ہے اپنے نفس کو مٹا دینے کا۔ مجلس کے بعد علامہ سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ رونے لگے اور حضرت کی مدح و تعریف میں کچھ شعر کہے، ایک ہی مجلس میں دل کی دنیا بدل گئی ؎

جانے کس انداز سے تقریر کی	پھر نہ پیدا شبہہ باطل ہوا
آج ہی پایا مزہ قرآن میں	جیسے قرآں آج ہی نازل ہوا
چھوڑ کر تدریس و درس و مدرسہ	شیخ بھی رندوں میں اب شامل ہوا

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کا خود کو مٹانا

ارشاد فرمایا کہ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ ڈپٹی کلکٹر تھے۔ جب پہلی بار خانقاہ تھانہ بھون میں حاضر ہوئے تو یہ شعر لکھ کر بھیجا ؎

نہیں کچھ اور خواہش آپ کے در پر میں لایا ہوں
مٹا دیجئے مٹا دیجئے میں مٹنے ہی کو آیا ہوں

پھر تو ایسا مٹا یا کہ جب حضرت نے بغرضِ اصلاح کسی بات پر خانقاہ سے نکالا تو باہر آکر سرکاری فٹ پاتھ پر اپنا عالی شان بستر لگا دیا۔ سوچئے! موٹر موجود، ان کے چپڑاسی بھی کھڑے ہیں لیکن کچھ پرواہ نہ کی ؎

عشق کی ذلت بھی عزت ہوگئی
لی فقیری بادشاہت ہوگئی

اور پھر ایک شعر میں اپنی دلی کیفیت کا اظہار کیا ؎

اُدھر وہ در نہ کھولیں گے اِدھر میں در نہ چھوڑوں گا
حکومت اپنی اپنی ہے کہیں ان کی کہیں میری

عاشق صادق یہی کہتا ہے کہ بھگانے کی حکومت آپ کی ہے لیکن نہ بھاگنے کی حکومت ہماری ہے۔ یہی خواجہ صاحب ہیں جنہوں نے ڈپٹی کلکٹری کے زمانے میں لکھنؤ کے بازار میں جا کر اپنا مرغا بیچا ہے کیونکہ کٹھنا ہو گیا تھا، جو اس کے قریب آتا اسی کے پیر کو زخمی کر دیتا۔ ملازم سے کہا کہ اس کو بازار لے جا کر بیچ دے اور سخت تاکید کر دی کہ جس کو بیچو، اس کو اس کا عیب ضرور بتا دینا، اگر عیب نہ بتایا تو ناجائز ہو جائے گا۔ ابھی ملازم تھوڑی دور گیا تھا کہ ان کو خوف ہوا کہ اگر اس نے عیب بتانے میں کوتاہی کی تو سوال تو مجھ سے ہوگا، اس کو آواز دی، خود مرغا بغل میں دبایا اور بازار میں جا کر چادر بچھا کر بیٹھ گئے، جو گاہک آتا اس سے کہتے، یہ مرغا ۱۰/روپے کا ہے مگر اس میں ایک عیب ہے کہ کٹھنا ہو گیا ہے، اس لئے ۵/ہی روپے کا دے دوں گا۔ ایسی ہمت اور فنائے نفس کہاں سے آئی ؎

در رہ منزل لیلیٰ خطرہاست بجاں
شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

محبوب کی منزل کے راستے میں بہت خطرات ہیں، یہاں تو پہلا قدم اُٹھانے کی شرط یہ ہے کہ مجنوں بن جاؤ ؎

نہ لو نامِ الفت جو خود داریاں ہیں
بڑی ذلتیں ہیں بڑی خواریاں ہیں

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فنائیت

صفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۳۱/اگست ۱۹۹۱ء

بروز ہفتہ صبح نو بجے، کمرۂ خاص در خانقاہ، گلشنِ اقبال، کراچی

(دورانِ مجلس ایک صاحب نے پیر پھیلا کر بیٹھنے کی غرض سے برابر والے صاحب کو کھسکنے کے لئے اشارہ کیا۔ حضرت والا دامت برکاتہم کی نظر پڑی، حالانکہ وہ صاحب چاہتے تو کچھ آگے بڑھ کر پیر پھیلا سکتے تھے۔ حضرت والا نے تنبیہ فرمائی کہ)

آپ کو دوسرے کو ہٹانے کے بجائے خود آگے بڑھ کر بیٹھنا چاہیے تھا، یہ راستہ خود کو مٹانے کا ہے۔ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ایک ستون سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے، اتنے میں ایک عرب آیا اور حضرت کو کھسکا کر خود ٹیک لگا کر بیٹھ گیا، اور حضرت کو ڈانٹا بھی کہ یہ ستون کوئی آپ کی ملکیت ہے؟ ہمیں بھی اس کی ضرورت ہے۔ حضرت بالکل بھی ناراض نہیں ہوئے۔

نیک عمل کر کے بھی قبولیت کے لئے خوفزدہ رہنا چاہیے

۹ رمحرم الحرام ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۲ رجولائی ۱۹۹۱ء

بروز پیر گیارہ بجے دن، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا فرمائی:

﴿فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۟ اَنۡتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ ۚ تَوَفَّنِیۡ مُسۡلِمًا وَّ اَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ ﴾

(سورۃ یوسف: آیۃ ۱۰۱)

اے آسمانوں اور زمین کے خالق! آپ میرے کارساز ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، مجھے اسلام پر وفات دیجئے اور نیک بندوں میں شامل کر دینا۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ اس سے مسئلہ سلوک کا بیان کرتے ہیں:

((فِیۡہِ خَوۡفُ الۡاَنۡبِیَآءِ مَعَ عِصۡمَتِہِمۡ وَامۡتِنَاعِ الۡکُفۡرِ عَلَیۡہِمۡ فَکَیۡفَ یَصِحُّ لِغَیۡرِہِمۡ اَنۡ یَّغۡتَرَّ بِصَلَاحِہٖ))

(بیان القرآن: (ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان)؛ مسائل السلوک، ج ۲ ص ۲۶۸)

کہ اس سے انبیاء علیہم السلام کے خوف کا معلوم ہوتا ہے باوجود اس کے کہ وہ معصوم ہیں، بے خطا ہیں اور کفر اُن کے لئے محال اور ممتنع ہے، ناممکن ہے، پھر بھی اتنا خوف! تو غیر نبی کے لئے کیسے صحیح ہوگا کہ اپنی چند رکعات، کچھ نیکی کر کے وہ خود کو اچھا سمجھنے لگے کہ اس سے بڑا کوئی ولی اللہ نہیں ہے۔ ارے نالائق! نبیوں کا تو

یہ حال ہے، تُو کہاں سے اتنا بڑا ہوگیا، پتا چلے گا کہ خاتمہ کیسا ہے؟ قیامت کے دن پیشی ہوگی، پھر اللہ دام لگائے گا، کسی غلام کو اپنا دام لگانے کا اختیار نہیں ہے، غلاموں کی قیمت مالک لگائے گا، کوئی غلام اپنے تہجد و عبادت سے اپنی قیمت خود لگالے تو وہ بے وقوف ہے۔

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

اصلاح وتزکیہ کے لئے اپنے کسی نیک عمل کو وسیلہ بنانا

۱۹/ذیقعدہ ۱۴۱۱ھ مطابق ۳/جون ۱۹۹۱ء بروز پیر بعد مغرب

ارشاد فرمایا کہ اپنے کسی نیک عمل کا وسیلہ پکڑنا بخاری ومسلم کی حدیث سے ثابت ہے:

((فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اُنْظُرُوْا اَعْمَالًا عَمِلْتُمُوْهَا لِلّٰهِ صَالِحَةً فَادْعُوا اللّٰهَ بِهَا لَعَلَّهٗ يُفَرِّجُهَا۔ متفق علیه))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، کتاب الآداب، باب البر والصلۃ، ص ۴۲۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمی پہلی اُمت کے سفر میں تھے کہ ان کو بارش نے گھیر لیا، وہ پہاڑ کی ایک غار کی طرف گئے اور اس میں پناہ لی، اچانک اس پہاڑ کے منہ پر ایک چٹان آگری جس نے غار کا منہ بند کردیا، نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا، تو وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اپنے اپنے کسی نیک عمل کے متعلق سوچو جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا ہو، اسی عمل کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے مانگو، شاید اللہ اس مصیبت کو کھول دے، چنانچہ تینوں نے اپنے ایک ایک نیک عمل کا وسیلہ دے کر دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اس چٹان کو غار کے منہ سے ہٹا دیا۔ لہٰذا کبھی اس طرح دعا کرلیا کرو کہ ’’اے اللہ! اگر میرا کوئی عمل زندگی بھر میں قبول ہوگیا ہو، آپ نے پسند فرمالیا ہو، تو اس کے صدقہ میں میری اصلاح فرمادیجئے‘‘

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت سے عاشقِ مجاز کی توبہ کا واقعہ

ارشاد فرمایا کہ ایک نوجوان عشقِ مجازی میں مبتلا ہوکر پاگل ہوگیا، اس کے گھر والے اس کو لے کر تھانہ بھون خانقاہ میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لائے۔ اب حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت دیکھئے، حضرت نے اس کے سینے پر انگلی سے یہ شعر لکھ دیا۔

عشق با حی و با قیوم دار
عشق با مردہ نباشد پائیدار

عشق زندہ حقیقی اور قائم ذات سے ہونا چاہیے، ان مردوں کا عشق پائیدار نہیں ہوتا۔ جب ''نباشد'' لکھا تو وہ لڑکا صحیح ہوگیا اور اس کے دل سے حرام محبت نکل گئی۔

مریضِ عشقِ مجازی کے لئے خانقاہ کے قیام میں ہی حفاظت ہے

۱۰؍رجب المرجب ۱۴۱۳؁ھ مطابق ۵؍جنوری ۱۹۹۳؁ء بروز منگل

ارشاد فرمایا کہ جو لوگ عشقِ مجازی کے شدید مریض ہیں، جن کے دل میں گناہوں کے تقاضے شدت سے ہوں ان کے لئے اہلِ حق علماء اور صلحاء کی خانقاہوں میں قیام بشرطِ اخلاص تحفظ کا ضامن ہے۔

کلیجہ منہ میں آنے پر ایک لطیفہ

ارشاد فرمایا کہ میرے ایک دوست ہیں ایم ایس سی سائنس، ٹنڈو جام میں سائینٹسٹ ہیں، نام بھی بتادیتا ہوں، سلیم الحق نام ہے، یہاں آتے رہتے ہیں، میں نے ایک محاورہ استعمال کیا ''کلیجہ منہ کو آجائے گا''، تو بعد میں مجھ سے پوچھتے ہیں کہ حضرت! یہ کلیجہ منہ کو کیسے آجاتا ہے؟ وہ یہ سمجھے کہ جب کلیجہ منہ میں آجائے گا تو واپس کیسے جائے گا؟

اہل اللہ کی صحبت کا حریص ہونا مذاقِ نبوت ہے

۲؍ذیقعدہ ۱۴۱۲ھ مطابق ۵؍مئی ۱۹۹۲ء بروز منگل، خانقاہ میں درسِ تفسیر

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ خانقاہوں میں رہتے ہیں لیکن شیخ سے دور ہوتے ہیں، ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ خانقاہ میں مالدار لوگ آتے ہیں، کچھ ان سے مال مانگ لیں گے، یا ایئرپورٹ پر دبئی سے بھائی سونا زیادہ لے کر آرہا ہے، خانقاہ سے کسی عہدے والے کو لے جائیں گے، وہ ہمارا سونا کسٹم سے بچا لائے گا۔ ایسے ہی لوگوں کو اللہ نہیں ملتا۔

انہیں کو وہ ملتے ہیں جن کو طلب ہے
وہی ڈھونڈتے ہیں جو ہیں پانے والے

اخلاص کے ساتھ اللہ کو چاہتے تو کیا کچھ نہ پاتے۔ دیکھو! اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حکم دیا کہ آپ میرے ان بندوں کے پاس بیٹھئے:

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ﴾

(سورۃ الکھف: آیۃ ۲۸)

جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے گھروں میں سے کسی گھر میں تھے:

((نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ بَعْضِ اَبْيَاتِهٖ فَخَرَجَ يَلْتَمِسُهُمْ فَوَجَدَ قَوْمًا يَّذْكُرُوْنَ اللّٰهَ مِنْهُمْ ثَائِرُ الرَّاْسِ وَجَافُّ الْجِلْدِ وَذُو الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَلَمَّا رَاٰهُمْ جَلَسَ مَعَهُمْ))

(تفسیر ابن کثیر: (رشیدیہ)؛ سورۃ الکھف، ج ۴ ص ۲۱۰)

آپ ان لوگوں کو تلاش کرتے ہوئے گھر سے باہر تشریف لائے، پھر جب ان عاشقین کو پالیا تو ان کے پاس تشریف فرما ہوگئے اور کیا فرمایا؟ جو لوگ اہل اللہ سے متنفر اور حاسدین ہیں، ان کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ جملہ تازیانہ ہے:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ فِیْ اُمَّتِیْ مَنْ اَمَرَنِیْ اَنْ اَصْبِرَ نَفْسِیْ مَعَھُمْ (وَفِیْ رُوْحِ الْمَعَانِیْ عَنْ سَلْمَانَ) قال ﷺ مَعَکُمُ الْحَیَاۃُ وَالْمَمَاتُ))

(تفسیر ابن کثیر: (رشیدیہ)؛ سورۃ الکھف، ج ۴ ص ۲۱۰)

فرمایا کہ اس اللہ کا شکر ہے جس نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے جن کے پاس بیٹھنے کا مجھے حکم فرمایا، اے لوگو! میرا جینا مرنا تمہارے ساتھ ہے۔ یہ ہے میرے شعر کی شرح ؎

مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

جو ظالم، اللہ کے عاشقوں سے مستغنی ہو اور کتاب لئے پھرتا ہو، اس ظالم کو ذوقِ نبوت کی ہوا بھی نہیں لگی، میری تو آہ نکل جاتی ہے۔ اے خدا! ایسے لوگوں کی آنکھیں کھول دے۔ اللہ تعالیٰ کے عاشقوں سے محبت رکھنا عین مذاقِ نبوت، ذوقِ نبوت اور مرادِ نبوت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ والوں کی محبت کو اللہ سے مانگا ہے:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُّبَلِّغُنِیْ اِلٰی حُبِّکَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ وَاَھْلِیْ وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب جامع الدعاء، ص ۲۱۹)

اے اللہ! ہم آپ سے آپ کی محبت مانگتے ہیں اور آپ کے عاشقوں کی محبت بھی مانگتے ہیں اور ان اعمال کی محبت بھی مانگتے ہیں جو آپ کی محبت تک پہنچاتے ہیں۔ اس دعا میں یہ نیت کرو کہ اے خدا! مجھے میرے شیخ کی محبت نصیب فرما۔ لیکن اگر کبھی محبتِ شیخ میں کمی بیشی ہو تو فکر نہ کرو تاہم عمل عاشقوں جیسا کرتے رہو، اگر شیخ کی محبت کم معلوم ہو تو بھی عاشقوں کی نقل کرتے رہو۔ اللہ کو خوش کرنے کے لئے شیخ کے ناز اُٹھانا اللہ کو پسند ہے کہ دیکھو! یہ میری محبت میں اپنے شیخ کے لئے کیسا بچھا جا رہا ہے! عاشقوں کی نقل کرتے کرتے ایک دن یہ بھی عاشق ہو جائے گا، نقل کی برکت سے اللہ اس کو اصل بھی دے دے گا۔

نیک صحبت کے حریص بنو

۲۳ رمحرم الحرام ۱۴۱۳ھ مطابق ۲۵ رجولائی ۱۹۹۲ء بروز ہفتہ

ارشاد فرمایا کہ جب بڑوں کی صحبت میسر ہو تو صحبت کا حریص ہونا چاہیے، بیان کا نہیں۔ یہ نہ پوچھو کہ حضرت کا بیان ہوگا یا نہیں؟ اگر ہوگا تو کب ہوگا؟ صحابی ہونے کے لئے بیانِ پیغمبر کی ضرورت نہیں، صرف حالتِ ایمانی میں نبی کی رویت سے صحابی ہوجائے گا۔ چیونٹیاں چینی کے برتن کے گرد طواف کرتی رہتی ہیں اور کچھ نہ کچھ مٹھاس پا ہی جاتی ہیں جب چینی باہر گر جاتی ہے، موقع لگتا ہے تو اندر بھی گھس جاتی ہیں۔ اسی طرح اللہ والوں کی صحبت میں پڑے رہو، بیان بھی سننے کو مل جائے گا۔

کفرستان میں پڑھنے والے ایک سالک کا واقعہ

۱۲ رصفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۳ راگست ۱۹۹۱ء

بروز جمعہ مجلسِ عام، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ میرا ایک مرید، مجھ سے بیعت، .M.B.A کرنے کے لئے جب فلپائن گیا تو اس نے مجھے خط لکھا کہ یہاں تو بسوں میں لڑکیاں مردوں کے ساتھ دائیں بائیں آ کر بیٹھ جاتی ہیں، ان سے ران سے ران مل جاتی ہے تو میرا وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ کوئی حل بتائیے۔ آہ! اب یہاں شیخ کی قدر معلوم ہوتی ہے، میں نے لکھا کہ تم اپنی کتابوں کا تھیلا اپنے اور لڑکی کے درمیان رکھ لیا کرو۔ بس جناب! اس نے اس پر عمل کیا اور بے وضو ہونے سے بچ گیا۔ ماشاء اللہ! ہر مہینہ پابندی سے خط لکھتا تھا، خانقاہ سے اور اہل اللہ سے تعلق کی برکت سے جیسا گیا تھا ویسا آیا، ماشاء اللہ! پوری داڑھی شرعی لے کر گیا تھا اور کفرستان سے تقویٰ سلامت لے کر آ گیا۔

تلاوت میں جی الجھنے کے وقت کے دو حکم

ارشاد فرمایا کہ جب تک جی لگے تلاوت کرو، جب الجھنے لگے تو ملتوی کردو۔

لیکن یہ حکم اس کے لئے ہے جو تلاوت کا عادی ہو، ورنہ جو عادی نہیں، اس کو شروع شروع میں خلافِ طبیعت تلاوت کرنے میں طبیعت الجھے گی، اس وقت طبیعت کی مخالفت کر کے تلاوت کرتے رہو، جب عادت ہوجائے گی تو اوپر والا حکم لاگو ہوگا۔

رسالہ قصد السبیل پڑھنے کی تاکید

۱۹؍ذیقعدہ ۱۴۱۱ھ مطابق ۳؍جون ۱۹۹۱ء

بروز پیر بعد مغرب، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ جو لوگ کسی بزرگ سے اصلاحی تعلق رکھتے ہیں وہ رسالہ قصد السبیل ضرور پڑھیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط میں سے تھا کہ جو بھی اصلاحی تعلق رکھے اس کو یہ رسالہ پڑھنا لازمی تھا۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ تصوف کے راستے کا ادب معلوم ہوجائے گا، نیت کی درستی، اصلاحِ اعمال، اخلاص، آدابِ شیخ، اللہ کے راستہ کا ادب معلوم ہوگا۔ بہت سے لوگ شیخ کے آداب سے ناواقف ہونے کے سبب اس کی برکات سے محروم رہتے ہیں۔ (رسالہ قصد السبیل چونکہ قدیم اردو میں ہے جس کا سمجھنا آج کل کے سالکین کے لئے بے حد دشوار تھا لہٰذا مرشدی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ ''حقوقِ شیخ اور آداب'' کے نام سے شائع فرمایا جس میں حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات سے شیخ کے حقوق کو انتہائی مؤثر انداز میں جمع فرمایا ہے، اب اسی رسالے کا مطالعہ کیا جائے۔ جامع)

دین کی فہم اور عقل میں سلامتی کے لئے دو کام

۲۳؍ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق یکم؍نومبر ۱۹۹۱ء

ارشاد فرمایا کہ دین کی فہم اور عقل میں سلامتی دو چیز سے پیدا ہوتی ہے، نمبر ایک: اللہ کا ذکر، نمبر ۲: گناہوں سے بچنا۔ اگر کوئی شخص گناہوں سے نہ بچے تو ذکر اللہ کے باوجود اس کے اقوال و افعال سے مخبوط العقل ہونا معلوم ہوگا۔ جیسے

سورج تو ابھی نکلا ہوا ہے مگر کالے سیاہ بادل چھا جائیں تو سورج کی روشنی سے محروم رہے گا، اسی طرح اس کے ذکر اللہ کے سورج کے سامنے گناہوں کے بادل اگر چھائے رہیں تو کامل نفع ذکر کا حاصل نہیں ہوگا۔

اللہ والا بننے کے لئے تبلیغ کی طرح تصوف کے چھ نمبر

۲۷ / ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق ۷ / اکتوبر ۱۹۹۱ء بروز پیر

ارشاد فرمایا کہ جس طرح تبلیغ کے چھ نمبر ہیں، اسی طرح اللہ والا بننے کے لئے اگر ہم ان چھ باتوں پر عمل کرلیں تو میں سو فیصد یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ ہم سب اللہ والے ہوجائیں گے:

نمبر ۱: خود گناہ چھوڑنے کی ہمت کرے۔

نمبر ۲: اللہ سے ہمت کی دعا کرے۔

نمبر ۳: اللہ والوں سے ہمت کی دعا کرائے۔

نمبر ۴: اسبابِ گناہ سے بھی دوری اختیار کرے۔

نمبر ۵: کچھ اللہ اللہ کیا کرے، یعنی ذکر اللہ کا معمول رکھے، ہرگز ناغہ نہ کرے۔

نمبر ۶: جس اللہ والے سے مناسبت معلوم ہو، اس کی صحبت کا اہتمام رکھے۔

تزکیۂ نفس اور انفاق فی سبیل اللہ میں قرآنی ربط

ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق اکتوبر ۱۹۹۱ء

ارشاد فرمایا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس مرید کا دل بند ہو، ذکر کرتے ہوئے دل وسوسوں میں پریشان رہتا ہو، تو شیخ پر لازم ہے کہ اس مرید سے اللہ کے راستے میں خوب خرچ کروائے، دلیل کیا ہے؟

﴿خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِہِمۡ صَدَقَۃً تُطَہِّرُہُمۡ وَ تُزَکِّیۡہِمۡ بِہَا﴾

(سورۃ التوبۃ: آیۃ ۱۰۳)

کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! صحابہ سے خوب صدقہ کروائیے، اس سے ان کو قلبی طہارت اور تزکیہ حاصل ہوگا، اور دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَيَأْخُذُ الصَّدَقٰتِ﴾

(سورة التوبة: آية ۱۰۴)

کہ اللہ صدقات لیتا ہے، یہاں اپنی طرف نسبت کی اور وہاں پیغمبر علیہ السلام کو فرمایا کہ آپ صحابہ کے اموال کو اللہ کی راہ میں قبول فرمالیا کریں:

((نِسْبَةُ الْاَخْذِ اِلَى الرَّسُوْلِ فِيْ قَوْلِهٖ سُبْحَانَهٗ (خُذْ) ثُمَّ نِسْبَتُهٗ اِلٰى ذَاتِهٖ تَعَالٰى اِشَارَةٌ اِلٰى اَنَّ اَخْذَ الرَّسُوْلِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ مَّقَامَ اَخْذِ اللّٰهِ تَعَالٰى))

(روح المعاني: (رشيديه)؛ سورة التوبة، ج ۱۱ ص ۲۳)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں آیات میں غور کرو تو معلوم ہوگا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی نیابت میں اللہ والوں سے تعلق اور ان کی قیمت اور ان کی شان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا فرمایا کہ ان کا لینا ہمارا لینا ہے یعنی ہمارا نبی جو لے رہا ہے، اس کے ہاتھ کو میرا ہاتھ سمجھو۔ لہٰذا اگر اللہ والے اللہ کے راستہ میں خرچ کرائیں تو سمجھ لو کہ تم اللہ کو دے رہے ہو، تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا اس کے ذریعہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ ان کو پاک کر دیجئے، تو معلوم ہوا مال خرچ کرنے میں اور تزکیہ میں بڑی گہری دوستی اور بڑا گہرا ربط ہے، لہٰذا تم کو تزکیہ بھی مل جائے گا۔ وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اور ان کے لئے دعا بھی کیجئے۔ لہٰذا اللہ والے اپنے شاگردوں کے لئے دعا بھی کرتے ہیں، خلوت میں دعا اور جلوت میں دعوۃ الی اللہ کرتے رہیے۔

روح کی خوشی جب ہے جب نفس کو چت کرلے

۲۱ / ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۳۰ / اکتوبر ۱۹۹۱ء

بروز بدھ بعد عشاء، خانقاہ میں مجلس

ارشاد فرمایا کہ اے خدا ہمیں ایسا ایمان عطا فرما کہ ہم ایک گناہ بھی نہ کریں

خواہ ہماری جان ہی کیوں نہ نکل جائے، اور اے خدا! ہماری جان کو آپ خاص طور سے خوش کر دیجئے، اور جان کب خوش ہوتی ہے جب نفس کو چت کر لے کیونکہ نفس اور روح میں دشمنی ہے اِنَّ اَعْدٰی عَدُوِّكَ نَفْسُكَ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیْكَ۔ پہلوان تب خوش ہوتا ہے جب مخالف پہلوان کو اکھاڑے میں گرا دیتا ہے۔ اس لئے روح جب نفس سے مقابلہ میں جیت جائے گی تو اللہ تعالیٰ روح کو ایسی خوشی عطا کرتا ہے کہ ساری دنیا اس کے مزے کو نہیں پا سکتی۔

اللہ کی خوشنودی میں زندگی گذارنا

ارشاد فرمایا کہ ایک دعا یہ بھی کرتا ہوں کہ اے مالک! اپنے غلاموں سے جس طرح آپ خوش ہوں، اس طرح ہمیں زندگی گذارنا نصیب فرما دیجئے۔

اے خدا! اب ایک ہی غم چاہیے

۱۹؍ربیع الثانی ۱۲؁۱۴ھ مطابق ۲۸؍اکتوبر ۱۹۹۱؁ء

بروز پیر بعد مغرب، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ اے اللہ! دنیا میں بہت غم دیکھے اور بہت خوشیاں بھی دیکھیں، اب ایک ہی غم چاہیے کہ آپ کی رضامندی کا غم ملے اور ایک ہی خوشی چاہیے کہ آپ مجھے اپنا بنالیں ؎

گرا کے بجلی مرا نشیمن جلا کے اپنا بنا لیا ہے
غموں کے پھولوں سے میرے دل کو برائے مسکن سجا لیا ہے

مالک کی مرضی پر نظر جمالو

۷؍رجب المرجب ۱۳؁۱۴ھ مطابق ۲؍جنوری ۱۹۹۳؁ء بروز ہفتہ

ارشاد فرمایا کہ سالک اپنی کامیابی کے لئے صرف اتنا کر لے کہ نظر پر نظر

جمالے، کیا مطلب؟ بندہ اپنی نظر کو مالک کی نظر پر جمالے کہ اس وقت مالک کی مرضی کس بات میں ہے۔

مراقبہ ’’نظر بر نظر‘‘

ارشاد فرمایا کہ جب کسی حسین پر نظر پڑے فوراً سوچو، مراقبہ کرو کہ ہماری نظر پر بھی کسی کی نظر ہے، ان شاء اللہ جھٹکا لگے گا نفس کو۔

غیر اللہ کسے کہتے ہیں؟ اور اس سے بچنے کا نسخہ

۲۶ ؍ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۴ ؍نومبر ۱۹۹۱ء بروز پیر

ارشاد فرمایا کہ غیر اللہ ہر وہ شے ہے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو۔ پیر، شیخ، مربی غیر اللہ نہیں ہے کیونکہ پیر اللہ تعالیٰ کے راستے میں مفید ہے۔ ماں باپ غیر اللہ نہیں ہیں، بیوی غیر اللہ نہیں ہے لیکن نمکین، حسین غیر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کو دیکھنے سے ناراض ہوتے ہیں۔ غیر اللہ سے دل کو چھڑانے کی کیا ترکیب ہے؟

نمبر ۱ : لا الٰہ الا اللہ: لا الٰہ سے غیر اللہ کو دل سے نکال دو اور الا اللہ سے اللہ کا نور داخل کرلو۔ **نمبر ۲ :** اہل اللہ کی صحبت: جن کے قلب میں غیر اللہ سے کٹنے کا صحیح مقام ملا ہوا ہے، اس حسنِ ظن سے ان کی صحبت میں رہنا۔ ان کو جاننے کی یہی علامت ہے کہ وہ بزرگوں کا صحبت یافتہ ہو، کسی بزرگ سے اجازتِ بیعت رکھتا ہو، وقت کے علماء کا اس پر اعتماد ہو، اس کی صحبت سے اُمت کو فائدہ ہو رہا ہو۔ **نمبر ۳:** اسبابِ گناہ سے دوری۔ جتنا دور ہو سکے اتنی دوری اختیار کرے۔ ففروا الی اللہ میں اللہ نے فرار نازل فرمایا، مشی نازل نہیں فرمایا کہ تم وہاں سے چلے جاؤ یا الگ ہو جاؤ یا لوٹ جاؤ۔ فرار کیوں نازل فرمایا کیونکہ اگر آہستہ آہستہ الگ ہو گے تو نفس و شیطان دوبارہ گناہ میں لے جائیں گے، کہیں گے کہ کہاں ملا ہوا مال چھوڑ کر جا رہا ہے، آج گناہ کرلے، پھر توبہ کرلینا۔ فرار کا حکم اس لئے نازل ہوا کہ واپسی کا راستہ ہی نہ رہے۔

باب پنجم ۔ مضامین متعلق

بدنظری، اَمردوں سے احتیاط، استقامت علی الدین، تقویٰ، ندامت کے آنسو، توفیقِ توبہ وغیرہ

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے غلاموں پر شفقت وعنایت

۲۱؍ذیقعدہ ۱۴۱۱ھ مطابق ۵؍جون ۱۹۹۱ء
بروز بدھ بعد فجر، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ فجر کی نماز کے بعد محراب میں کچھ نصیحت کے ارادہ سے تشریف فرما ہوئے تو احقر نے مجلس کے مضامین نوٹ کرنے شروع کر دیئے۔ مجلس کے بعد حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''امید ہے کہ آپ نے لکھ لیا ہوگا'' احقر نے عرض کیا ''جی حضرت والا! آپ کی برکت سے کچھ لکھنے کی توفیق ہوگئی''۔ پھر حضرت والا نے احقر کی کاپی لے کر پڑھنا شروع کیا اور بہت خوش ہوئے۔ خاص طور پر مجلس کا عنوان جو احقر نے لکھا تھا اسے بہت پسند فرمایا ''بیانِ دلنشین و سحر آفرین، اثر پذیر در قلوبِ سالکین بر موضوع حسن الخاتمۃ والاستقامۃ''

کرامت اور استدراج کا فرق

پھر درمیان میں ایک بات کی وضاحت اپنے قلمِ مبارک سے یوں تحریر فرمائی ''متبع سنت وشریعت سے جو بات خلافِ عادت صادر ہوجائے، اسے کرامت کہتے ہیں اور اگر فاسق وفاجر سے ہو تو وہ استدراج کہلاتا ہے۔''

بیانِ دلنشین وسحر آفرین، اثر پذیر در قلوبِ سالکین بر موضوع ''حسن الخاتمۃ والاستقامۃ''

قال مرشدی ومولائی، سیدی وسندی ادام اللہ فیوضہم والطافہم وبرکاتہم

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، اَمَّا بَعْدُ

ارشاد فرمایا کہ سب لوگ استقامت کے لئے دعا کراتے ہیں کہ حضرت! دعا کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے، تو معلوم ہوا کہ استقامت کوئی خاص چیز ہے جس کے لئے سب اپنے بڑوں سے دعا کراتے ہیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ اَلْفِ كَرَامَةٍ استقامت ہزار کرامت سے افضل ہے کیونکہ اگر سنت وشریعت کے مطابق زندگی نہیں ہے تو کرامت سے کیا ہوتا ہے، فوقِ عادت بات تو فاسق فاجر سے بھی ہوسکتی ہے لیکن وہ کرامت نہیں ہوگی بلکہ استدراج ہوگا: سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (سورۃ القلم: آیۃ ۴۴)

(اس جگہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دستِ مبارک اور قلمِ مبارک سے یہ جملہ تحریر فرمایا:
متبع سنت وشریعت سے جو بات خلافِ عادت صادر ہوجائے اسے ''کرامت'' کہتے ہیں
اور اگر فاسق وفاجر سے ہو تو وہ ''استدراج'' کہلاتا ہے)

یہ اللہ کی طرف سے ڈھیل ہوتی ہے اور بندہ سمجھتا ہے کہ میرے نیک اعمال کا ثمرہ ہے۔ استدراج کی پہچان یہی ہے کہ خود بندے کو علم نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ مجھے ڈھیل دے رہے ہیں اور بڑی پکڑ اور عذاب میں گرفتار ہونے والا ہوں۔ وہ اپنی ذات اور اپنی جان کے نفع ونقصان سے بے خبر، غافل کردیا جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝﴾

(سورۃ الحشر: آیۃ ۱۹)

اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جنہوں نے اللہ (کے احکام) سے بے پروائی کی، سو اللہ تعالیٰ نے خود ان کی جان سے ان کو بے پرواہ بنادیا، یہی لوگ نافرمان ہیں۔ (بیان القرآن)

ایسے لوگوں کی مشابہت سے بھی منع فرمایا گیا ہے، پھر اپنی جان کے

فائدے نقصان کا بھی ہوش نہیں رہتا۔ تو استدراج یہ ہے کہ اس شخص کو خود احساس بھی نہیں ہوتا کہ کہیں یہ ڈھیل تو نہیں ہے، ایسا شخص اگر ہوا میں بھی اُڑتا ہو، پانی پر بغیر کشتی کے چلتا ہو لیکن سنت و شریعت کا پابند نہ ہو تو ہرگز ہرگز اس کے معتقد نہ ہو۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ آہ! کیا درد تھا ان کے دل میں اُمت کا کہ آج ساری دنیا میں ان کا درد عام ہوگیا۔ مفتی اعظم مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ جس وقت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا وقت قریب تھا تو میں ان کی خدمت میں دہلی حاضر ہوا تو مولانا الیاس صاحب نے فرمایا کہ حضرت! میرے دو سوال ہیں۔ پہلا یہ کہ مجھے یہ ڈر ہوتا ہے کہ یہ کام جو تبلیغ کا شروع ہوا ہے، آج لوگ جوق در جوق اس میں جُڑ رہے ہیں، مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ اللہ کی طرف سے ڈھیل، استدراج نہ ہو۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ آپ کا یہ ڈرنا اور اس بات کا خوف کھانا یہ دلیل ہے کہ یہ استدراج نہیں ہے، جس کو استدراج ہوتا ہے وہ اپنی غفلت کا علم نہیں رکھتا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ، اللہ تعالیٰ ہم سب کو پناہ میں رکھے۔ دوسری بات یہ پوچھی کہ چونکہ تبلیغ میں علماء کم ہیں لہٰذا مجھے اندیشہ ہے کہ عوام حدودِ شریعت قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ اس بات پر میں خاموش ہوگیا، میں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا کہ اس بات کا تو کوئی علاج نہیں۔

تو استقامت کیا چیز ہے؟ جو دین پر مرتے دم تک قائم رہے اور معصیت اور اللہ کی نافرمانی اور غیظ و غضب کی حالت میں ایک سیکنڈ بھی نہ رہے، کبھی احیاناً، بتقاضائے بشریت کوئی غلطی ہوجائے تو وہ اَور بات ہے، لیکن توبہ کرنے میں ایک لمحہ کی دیر نہ لگائے۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ کے علاوہ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ بھی تو ہے۔ معلوم ہوا اولیاء اللہ سے خطا ہوگی لیکن پھر توبہ کرکے، اشکِ ندامت سے سجدہ گاہ کو تر کرکے، مالک کو راضی کرکے پھر اللہ کے محبوبین میں شامل ہوجائیں گے۔ استقامت اس کا نام نہیں کہ اشراق، تہجد، اوابین نہیں چھوٹتی، تلاوت بھی جاری ہے،

حتیٰ کہ سجدے میں، مناجات میں رونا اور اشک باری بھی ہے لیکن جہاں مسجد سے باہر نکلے کبھی اِس ٹیڈی پر نظر، کبھی اُس ٹیڈے کو دیکھ کر سارا نورِ عبادت کا ضائع کر دیا۔ ایسا شخص جب بدنگاہی کر کے عبادت کرے گا تو عبادت کا مزہ نہیں پا سکتا، نظر کی حفاظت پر حلاوتِ ایمانی کا وعدہ ہے تو اس کے عکس پر اس کے چھن جانے کا بھی خطرہ ہے۔

(۱) تو استقامت کے لئے پہلا نسخہ کیا ہے؟ قرآنِ کریم میں خود اللہ تعالیٰ سکھا رہے ہیں کہ میرے بندو! مجھ سے یوں دعا کیا کرو:

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۝﴾ (سورۃ اٰل عمرٰن: آیۃ ۸)

اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو نہ پھیریئے بعد اس کے کہ آپ ہمیں ہدایت دے چکے ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت (خاصّہ) ہبہ فرما دیجئے، بلا شبہ آپ بہت بڑے عطا فرمانے والے ہیں۔ (بیان القرآن) اب دیکھئے! یہ استقامت اتنی بڑی دولت ہے کہ خود اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ مجھ سے اس دولت کی ہبہ مانگ لو۔ بھئی! کوئی کسی سے کچھ مانگتا ہے تو اس کا کوئی استحقاق بنتا ہے کہ نہیں؟ اب جب استقامت کی دولت مانگی تو ہمارا کیا استحقاق تھا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یوں کہو وَهَبْ لَنَا آپ ہبہ فرما دیجئے، ہم اس دولت، اس انمول موتی کی قیمت نہیں ادا کر سکتے۔ اور یہ ہبہ کیوں مانگ رہے ہیں؟ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ مفسرِ عظیم علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اِنَّكَ معنی میں لِاَنَّكَ کے ہے یعنی کیونکہ آپ بہت بڑے داتا ہیں۔ تو یہ استقامت کی پہلی دعا ہوگئی، اس کا معمول بنا لیجیے۔

(۲) دین پر استقامت کے لئے دوسرا عمل حدیث شریف کا ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، ہماری ماں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیوی، ان سے ایک صحابی نے سوال کیا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب آپ کے گھر میں ہوتے تھے، جب آپ کے گھر میں رات گزارتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کون سی دعا کثرت سے مانگتے تھے؟

((قَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَانَ اَكْثَرُ دُعَائِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدِيْ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ))

(جامع الترمذی:(ایچ ایم سعید)؛ابواب الدعوات، ج ۲ ص ۱۹۲)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آپ میرے گھر میں اس دعا کو کثرت سے مانگتے تھے: اے دلوں کے پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر قائم فرما دیجئے۔

(۳) تیسرا نسخہ استقامت کا ہے اسبابِ معصیت سے دوری۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں فرمایا ہے: تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا (سورۃ البقرۃ: آیۃ ۱۸۷) اسبابِ معصیت کے قریب نہ جانا۔ جو ذات ہماری حیات کی خالق ہے اور ہماری کمزوریوں اور نقائص سے واقف ہے، وہ جب ہمیں کسی کام کو نہ کرنے کا حکم دے کہ خبردار! گناہ کے اسباب سے قریب بھی نہ ہونا، ہم تمہاری بشری کمزوریوں کو جانتے ہیں کیونکہ ہم نے تمہیں تخلیق کیا ہے، اگر تم اسبابِ گناہ کے قریب ہوگے تو گناہ میں، نجاست میں، گندگی میں ملوث ہو جاؤ گے، اپنے مالک کو ناراض کر بیٹھو گے اور ایسے صاحبِ قدرت مالک کو جو اَلْقَادِرُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّلَا يُعْجِزُهٗ جَلَّ شَاْنُهٗ شَيْءٌ (روح المعانی:(رشیدیہ)؛ ج ۱۲ ص ۴۰۱؛ ج ۲۱ ص ۱۳۶) جو ہر چیز پر قادر ہے اور اپنی قدرت کے استعمال کرنے میں کوئی شے اس کو مانع نہیں ہے، اللہ فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾

(سورۃ طٰہٰ: آیۃ ۱۲۴)

جس نے میری نافرمانی کی میں اُس کی زندگی کو تلخ کر دوں گا۔

نگاہِ اقربا بدلی مزاجِ دوستاں بدلا
نظر اِک اُن کی کیا بدلی کہ کُل سارا جہاں بدلا

آج لوگ کہتے ہیں بڑی پریشانی ہے، بیوی بچے بھی نافرمان ہو رہے ہیں، میں کہتا ہوں جو شخص اللہ کی نافرمانی کر کے آئے گا وہ دیکھے گا کہ اس کے پالتو جانور بھی اس کی نافرمانی کریں گے۔ اس کے علاوہ اس میں ایک مسئلہ اور سن لیجیے کہ گناہ کا مذاق بھی

مت کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عمل دیکھئے کہ جب ایک معذب بستی سے گزرے تو یہ نہیں فرمایا کہ ہاہاہا! یہ لوگ ایسے گندے افعال کرتے تھے، نہیں:

((اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا مَرَّ بِالْحِجْرِ قَالَ لَا تَدْخُلُوْا مَسَاکِنَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ اِلَّا اَنْ تَکُوْنُوْا بَاکِیْنَ اَنْ یُّصِیْبَکُمْ مَّا اَصَابَھُمْ ثُمَّ قَنَّعَ رَاْسَهٗ وَاَسْرَعَ السَّیْرَ حَتّٰی اجْتَازَ الْوَادِیَ۔ متفق علیہ))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، کتاب الآداب، باب الظلم، ص ۴۳۵)

بلکہ فرمایا کہ استغفار کرتے ہوئے چہرے کو ڈھانپ کر اور روتے ہوئے جلدی سے اس بستی سے گزر جاؤ۔ اس لئے گناہ کی باتوں کا مذاق بھی نہ کرو۔

تو اسبابِ معصیت سے دوری اختیار کرو، معصیت تو دور کی بات ہے اسبابِ گناہ سے بھی قریب نہ ہو۔ جس نے اللہ کا لَا ہٹایا اور تَقْرَبُوْا ہوا تو وہ پھر تَفْعَلُوْا بھی ہوگیا۔ سوچو تو سہی کتنے کریم مالک کو ناراض کررہے ہو۔ کوئی باپ بہت شفیق مہربان ہو، مارنا جانتا ہی نہ ہو، اس کی دو قسم کی اولاد ہو، نالائق اولاد اور لائق اولاد۔ نالائق بیٹے کہتے ہیں ہم ابا کا کہنا نہیں مانیں گے، ابا تو بہت کریم ہیں، مارتے ہی نہیں ہیں لہٰذا ہم اپنی موجوں میں مگن رہیں گے۔ لائق بیٹا کہتا ہے کہ ایسے پیارے ابا پر تو سو جان سے قربان ہوجانے کو دل چاہتا ہے بلکہ دوسرے بیٹوں کی نافرمانی سے وہ کُڑھتا ہے کہ ہائے! میرے پیارے ابا کی نافرمانی کررہے ہیں، تو ربّا کی نافرمانی سے کیا حال ہونا چاہیے۔ ایک بزرگ گھر سے نکلے، کسی دوسرے کو گناہ کرتے دیکھ لیا، اتنا غم ہوا کہ واپس آگئے، چارپائی پر لیٹ گئے، پھر جب استنجاء کرنے گئے تو پیشاب میں خون آگیا، اتنا غم ہوا کہ ہائے! اللہ کی زمین پر اللہ کی نافرمانی ہورہی ہے۔

تو لائق بندے وہ ہیں جو دوسرے بندوں کو بھی گناہ سے نفرت دلاتے ہیں، خود گناہ کرنا تو دور کی بات ہے۔ اگر کوئی گناہ نہیں چھوڑتا تو تنگ آکر یہ اس کو دعوتِ اطاعت دینا نہیں چھوڑتے، خیر کی طرف بلاتے رہتے ہیں۔ اب اس پر دو واقعات

سنا تا ہوں، ایک حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا اور ایک مولانا شبیر علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا، جو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے سگے بھتیجے اور خانقاہ تھانہ بھون کے مہتمم تھے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ استنجاء خانے میں تھا، باہر دو آدمی آپس میں بات کررہے تھے۔ ایک نے کہا میں نے ایک شخص کو نماز کی دعوت دی، بار بار دعوت دی لیکن اس نے نماز نہیں شروع کی، مجھے اتنا غم اور صدمہ ہوا کہ اب میں نے اس کو کہنا چھوڑ دیا۔ دوسرے نے کیا جواب دیا کہ نادان! اگر اس نے نماز نہیں پڑھی تو تم نے کیوں کہنا چھوڑ دیا؟ اس نے شر کے کام کو نہیں چھوڑا، وہ تو شر پر قائم رہا اور تم خیر پر قائم نہیں رہے۔ نماز پڑھے نہ پڑھے تم دعوت دیتے رہو، اللہ کے یہاں تعداد متعین ہوتی ہے۔ مولانا شبیر علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے خود مجھ سے فرمایا، ناظم آباد ۴ نمبر میں رہتے تھے، میں ان کی خدمت میں جایا کرتا تھا۔ فرمایا کہ میں نے ایک شخص سے کہا سگریٹ چھوڑ دو، اس نے نہیں چھوڑی، میں نے آکر لکھ لیا۔ پھر تین چار روز بعد اس کو کہا سگریٹ چھوڑ دو، بہت گندی چیز ہے، منہ میں بدبو ہوجاتی ہے، فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اس نے نہیں چھوڑی، میں نے دوسری بار لکھ لیا۔ اس طرح اس کو میں نے ایک سو بار کہا کہ سگریٹ چھوڑ دو، اس نے نہیں چھوڑی، جب ایک سو ایک بار کہا تو اس نے چھوڑ دی۔

تو اللہ کے یہاں اس کی تعداد مقرر تھی کہ ایک سو ایک بار کہنے سے یہ سگریٹ چھوڑے گا۔ جیسے کسی پتھر پر پانی کا قطرہ مسلسل ایک ہی مقام پر گر رہا ہو، ایک دن آئے گا کہ پتھر میں سوراخ کردے گا۔ اسی طرح نفس کو بھی بار بار گناہوں سے عار دلاتے رہو، جیسے ماں چھوٹے بچہ پر برابر نظر رکھتی ہے، ہر وقت دیکھتی رہتی ہے، بچہ اپنی ناسمجھی کی وجہ سے پیشاب پاخانہ، نجاست میں ہاتھ بڑھاتا ہے تو ماں فوراً کہتی ہے چھی چھی! توبہ توبہ! یہ بہت گندی چیز ہے، بچہ اس سے رُک جاتا ہے۔ پھر کچھ دیر بعد بڑھتا ہے تو ماں پھر کہتی ہے گندگی ہے، گندی چیز ہے۔ ایسے ہی اپنے نفس کے

بچہ کو بار بار کہتے رہو کہ گناہ بہت گندے ہیں، بہت ذلت ہوتی ہے، دل سیاہ ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی پھٹکار اور لعنت گنہگار کے چہرے سے برستی ہے۔ نفس جو ہے یہ اَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ ہے، ہر وقت گندے تقاضے کرتا رہتا ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اَیْ اِنَّ النَّفْسَ لَکَثِیْرَۃُ الْاَمْرِ بِالسُّوْءِ وَ کَثِیْرَۃُ الْمَیْلِ اِلَی الشَّھَوَاتِ نفس اپنی حقیقت کے اعتبار اور تقاضوں سے ہر نوع کی برائیوں کی طرف کثرت سے حکم کرنے والا ہے۔ سوء پر الف لام جنس کا داخل ہے، جس سے برائی کے جملہ انواع کفر، شرک، بدعت، کبائر، صغائر اور جملہ فواحش اس میں شامل ہوگئے، تو نفس جب گندے گندے کاموں کی طرف کثرت سے میلان کرنے والا ہے تو کثرت کے ساتھ ہی اس کو گندے کاموں سے عار دلاتے رہو۔

(۴) استقامت کے تین نسخے ہوگئے، اور استقامت کا چوتھا نسخہ کیا ہے؟ یہ دعا مانگا کرے:

((اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ
وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ))

(تفسیر ابن کثیر: (رشیدیه)؛ سورۃ البقرۃ؛ آیة ۲۱۳؛ ج ۱ ص ۵۰۶)

اے اللہ! جو حق بات ہو، اسے ہمیں حق دکھائیے اور اس کی اتباع کرنا نصیب فرمائیے اور جو باطل ہو، اسے باطل دکھائیے اور اس سے بچنے کی توفیق نصیب فرمائیے۔ بندے کی وہ حالت انتہائی پستی کی اور انتہائی ذلت اور شرم کی ہوتی ہے جب وہ کوئی فحش کام کرتا ہے اور اس کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ میں کیسا گندہ فعل کر رہا ہوں۔ شیطان بُرے اعمال کو مزیّن کر کے دکھاتا ہے:

﴿اَفَمَنْ زُیِّنَ لَہٗ سُوْٓءُ عَمَلِہٖ فَرَاٰہُ حَسَنًا ؕ﴾

(سورۃ الفاطر: آیة ۸)

شیطان نے ان کے بُرے بُرے اور گندے فاحش اعمال کو اُن کے نزدیک حسین صورت میں پیش کیا، پھر وہ (حضرت لوط علیہ السلام کی قوم) خوشیاں مناتے ہوئے

فرشتوں کی طرف دوڑے کہ آہا! کیسے حسین لڑکے ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیطان بڑا دھوکہ باز بزنس مین ہے، دِکھاتا کچھ ہے اور دیتا کچھ ہے، دِکھاتا تو ہے حسینوں کے گال اور کالے کالے بال اور بڑی بڑی آنکھیں، اور پہنچاتا ہے پیشاب پاخانہ کے گندے مقام تک۔ تو اس دعا کا معمول رکھئے تاکہ اچھے اعمال اچھے نظر آئیں اور ان پر عمل کرنا آسان ہوجائے اور بُرے اعمال بُرے نظر آئیں اور ان سے بچنے کی ہمت ہوجائے، بلکہ ہمت تو ہر ایک کے پاس ہے، اس ہمت کو استعمال کرنے کی توفیق ہوجائے۔

(۵) دین پر استقامت کا پانچواں نسخہ ایک مراقبہ ہے، مراقبۂ نظر بر نظر۔ جب کسی بُرے کام کے لئے نفس تقاضا کرے، کسی حسین لڑکے یا لڑکی پر نظر ڈالنے کے لئے مجبور کرے تو یہ سوچو کہ یہ حرام نظر جو تم ڈال رہے ہو، تمہاری اس نظر پر بھی کسی کی نظر ہے، تمہاری نظر پر آسمان والے کی یعنی خالقِ نظر کی نظر ہے۔

جو کرتا ہے تو چھپ کے اہلِ جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

سوچو کہ جن حرام لذتوں کو چوری کرنے کے لئے، درآمد کرنے کے لئے، امپورٹ کرنے کے لئے تمہارا دل چاہ رہا ہے، بدنگاہی کے خیالات آرہے ہیں تو تمہاری اس نظر پر خالقِ نظر کی بھی نظر ہے۔ آسمان پر کیا عالَم ہوتا ہوگا جب کوئی بندہ نافرمانی کرتا ہے یا دل میں نافرمانی کی صرف اسکیم ہی بناتا ہے، اللہ تو دلوں کا حال بھی جانتا ہے:

﴿يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ۝﴾

(سورۃ المؤمن: آیۃ ۱۹)

اللہ جانتا ہے آنکھوں کی چوریوں کو اور ان کو بھی جو سینوں میں پوشیدہ ہے۔

آپ سوچئے! کوئی شخص بادشاہ کے خلاف بغاوت کے منصوبے بنارہا ہے اور بادشاہ کو سی آئی ڈی کے ذریعہ علم ہوجائے تو کیا بادشاہ اس کو معاف کرے گا؟ اور یہاں بندہ

ایسے بادشاہ بلکہ بادشاہوں کے بادشاہ کے خلاف بغاوت کی اسکیم بنارہا ہے۔ ارے! ان کا حلم ہے جو عذاب نہیں دے رہے ہیں لیکن اللہ کے حلم و کرم کے بھروسہ پر کوئی گناہ کرتا ہے تو شدید اندیشہ ہے کہ کسی دن رُسوا ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی ستاریت کا پردہ ہٹ جائے تو ہمارے سارے اُترے پتّرے مخلوق پر ظاہر ہو جائیں۔

(۶) چھٹا نسخہ استقامت کے لئے کیا ہے؟ دوامِ ذکر، ذکر کا ناغہ مت کرو۔ جس طرح سے پتھر پر مسلسل پانی گرنے سے اُس نے اپنا کام دِکھایا، اسی طرح مولیٰ کو پکارتے رہو۔ کیا پیارا شعر ہمارے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

کھولیں وہ یا نہ کھولیں دَر، اس پہ ہو کیوں تری نظر
تُو تو بس اپنا کام کر یعنی صدا لگائے جا

ان شاء اللہ! ایک دن سب حجاب، پردے اُٹھ جائیں گے، پھر بزبانِ حال کہو گے ؎

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑگئی لَو شمع محفل کی
پتنگوں کے عوض اُڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

پھر حسن کا عالم ہو، مال و دولت کا عالم ہو، وزارتِ عظمیٰ کی کرسیاں ہوں، کسی شے کو خاطر میں نہیں لاؤ گے ؎

صحنِ چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے

چو حافظ گشت بے خود کے شمارد
بیک جو مملکتِ کاؤس و کے را

پھر اس کا عالَم الگ ہوگا، دنیا میں رہ کر وہ دنیا کا نہ ہوگا، کسی اور ہی سے مناجات میں ملاقات کر رہا ہوگا ؎

اب کچھ اور ہی ہے میری مناجات کا عالَم
ہر وقت ہے اُن سے اِک ملاقات کا عالَم

(۷) اور استقامت کے لئے آخری چیز کسی اللہ والے سے محبت کا تعلق قائم کرلے، اور یہ سب سے اہم اور اونچی چیز ہے بلکہ باقی چھ کے لئے بھی معین اور مددگار ہو جاتی ہے۔ حدیثِ پاک میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

((مَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَّا یُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ))

(صحیح البخاری: (قدیمی)، باب من کرہ ان یعود فی الکفر، ج۱ ص۸)

وہ شخص ایمان کی حلاوت پا جائے گا جو نہیں محبت کرتا کسی سے لیکن اللہ کے لئے۔ روئے زمین پر جس سے بھی آپ کو مناسبت ہو اس سے محبت کا، اصلاح کا تعلق قائم کرلیجیے۔ بعض لوگ ایسے ہیں جن میں شیخ کی محبت نہیں ہے لیکن کہتے ہیں کہ کیا کریں، اب بیعت کرلیا تو نباہنا تو ہے ہی، ایسے لوگوں کے لئے بھی محرومی سے بچنے کا نسخہ ہے، ان کو چاہیے کہ شیخ کے وہ شاگرد، وہ مریدین جن میں محبت اور عشق ہے، جو سینئر ہیں، ان کے پاس رہیں۔ اس اللہ والی محبت پر جو حلاوتِ ایمانی ملے گی اس پر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ایک بات فرماتے ہیں:

((وَقَدْ وَرَدَ اَنَّ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ اِذَا دَخَلَتْ قَلْبًا
لَّا تَخْرُجُ مِنْہُ اَبَدًا فَفِیْہِ اِشَارَۃٌ اِلٰی بَشَارَۃِ حُسْنِ الْخَاتِمَۃِ لَہٗ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، کتاب الایمان، ج۱ ص۱۴۱)

جس کے قلب میں ایک مرتبہ ایمان کی حلاوت اللہ تعالیٰ داخل فرما دیں گے، تو پھر اس دل سے مٹھاسِ ایمان نہیں نکل سکتی۔ اس میں حسنِ خاتمہ کی بشارت موجود ہے۔

اگر تقویٰ حاصل نہ کیا تو علم میں برکت نہیں ہوگی

۲۷؍شوال المکرم ۱۴۰۶ھ مطابق ۴؍جولائی ۱۹۸۶ء بروز جمعہ

ارشاد فرمایا کہ جو لوگ علم حاصل کر رہے ہیں، عالمِ دین بن رہے ہیں، ان سے کہتا ہوں کہ اگر تقویٰ حاصل نہ کیا تو علم میں برکت نہ ہوگی، یہی علم

پیٹ پالنے کا پیشہ بن جائے گا۔اگر آج آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوجائے تو بزرگوں کے بھروسے پر کہتا ہوں کہ دنیا آپ کے قدموں میں آجائے گی، سب کہیں گے کہ یہ تو اللہ والا معلوم ہوتا ہے، یہ دردِ اللہ کا چھپ نہیں سکتا۔

جمال اس کا چھپائے گی کیا بہارِ چمن
گلوں سے چھپ نہ سکی جس کی بوئے پیراہن

مومن کی روحانی غذا

۳۰رشوال المکرم ۱۴۰۶ھ مطابق ۸رجولائی ۱۹۸۶ء بروز منگل

ارشاد فرمایا کہ گدھے کی غذا بھوسہ ہے، اگر انسان بھوسہ کھالے گا تو اس کے تو پیٹ میں درد ہوجائے گا، پیچش لگ جائے گی۔اسی لئے اگر مومن کفار اور فساق کی غذا کھائے گا یعنی مومن بھی اگر گنہگار زندگی گذارے گا تو اس کا ایمان کا ہرا بھرا، پھل دار درخت بھی گناہوں کی گرمی سے جھلس جائے گا اور جھلسے ہوئے پودے کو ہرا بھرا ہونے میں بہت وقت لگتا ہے۔

بڑھاپے میں احتیاط زیادہ کرو

۲۶رشوال المکرم ۱۴۰۶ھ مطابق ۴رجولائی ۱۹۸۶ء بروز جمعہ

ارشاد فرمایا کہ بوڑھے لوگوں کو اَور زیادہ احتیاط کرنی چاہیے، ان کو چاہیے کہ خود کو دور ہی سے بریک لگادیں کیونکہ ان کا بریک کمزور ہوجاتا ہے۔ایک نئی ٹویوٹا کار جاپان سے منگوایئے اور پھر بریک لگایئے، ایک انچ آگے نہیں جائے گی لیکن یہی گاڑی اگر دس سال بعد آپ چلائیں اور پھر بریک لگائیں تو اس کو دور ہی سے بریک لگانا پڑے گا تاکہ اس مقام پر پہنچ کر رُک جائے۔

اکتسابِ حرام سے حلال بھی چھن جانے کا خطرہ ہے

ارشاد فرمایا کہ جو لوگ حرام سے بچتے ہیں ان کو حلال نعمت میں بھی زیادہ

مزہ آتا ہے، اور جو حرام سے نہیں بچتے تو ان کی حلال لذت بھی چھین لی جاتی ہے۔ اللہ والوں کی بڑی ہی خوشگوار زندگی ہوتی ہے کیونکہ یہ اپنے نفس کی بہاروں کو اللہ پر قربان کرتے ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ ان کے دل کو غیر فانی بہاریں عطا فرماتے ہیں۔

تکبر خدا کے راستے کا بڑا راہزن ہے

۲۴/ذیقعدہ ۱۴۰۶ھ مطابق یکم اگست ۱۹۸۶ء

بروز جمعہ، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تکبر خدا کے راستے کا بڑا راہزن ہے، اس کا علاج کرواؤ، یہی چیز مانع فیض ہو جاتی ہے، پھر شیخ کا فیض مرید کو نہیں ملتا، بیٹے کو باپ کا اور شاگرد کو استاد کا فیض بھی اسی سے نہیں ملتا۔ اور جس نے اپنے بڑوں کے سامنے اپنے کو مٹا دیا سارا فیض اس کو مل جاتا ہے۔

جاناں بہ تو جاں دادم نہ کہ ایماں دادم

۲۴/ذیقعدہ ۱۴۰۶ھ مطابق یکم اگست ۱۹۸۶ء

بروز جمعہ، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ پرانے زمانے کے بادشاہوں میں بھی دین کی سمجھ ہوتی تھی، جہانگیر دنیاوی بادشاہ تھا، اس کی بیوی نور جہاں شیعہ تھی، یہ اس پر اتنا عاشق تھا کہ جب تک وہ سامنے بیٹھتی تھی، جہانگیر اپنے فرامینِ شاہی جاری کرتا تھا، جب وہ چلی جاتی تو دربار بند کر دیتا تھا۔ ایک دن نور جہاں نے کہا کہ بادشاہ سلامت! جب آپ کو مجھ سے اتنا عشق ہے تو آپ میرا مذہب کیوں نہیں اختیار کر لیتے؟ اس وقت کا جہانگیر کا جواب بڑا عبرت انگیز اور سبق آموز ہے، کہا۔

جاناں بہ تو جاں دادم نہ کہ ایماں دادم

یعنی اے محبوب! تیرے اوپر میں نے جان فدا کی ہے، ایمان نہیں قربان کیا ہے۔

گناہوں سے بندہ محبوبِ حقیقی سے بہت دور ہو جاتا ہے

۲۳ /محرم الحرام ۱۴۱۳ھ مطابق ۲۵ /جولائی ۱۹۹۲ء بروز ہفتہ

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ان کے عاشق بہت ڈرتے ہیں، ناراضگی سے محبوب اور محب میں بُعد ہو جاتا ہے اور محبت کبھی فصل پر راضی نہیں ہوتی۔ گناہ سے اہل اللہ اس لئے نہیں بچتے کہ دوزخ کی آگ میں جلنا پڑے گا بلکہ اس لئے ڈرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں گے۔ اور جو لوگ دوزخ کے ڈر سے گناہ سے بچتے ہیں تو وہ کسی وقت میں گناہ کر بھی لیتے ہیں، نفس کہتا ہے کہ گناہ کرلو، پھر توبہ کر کے معافی ہو جائے گی لیکن جو عاشق ہے وہ گناہ سے بچ جاتا ہے کیونکہ جانتا ہے کہ دوری کا عذاب آگ سے زیادہ سخت ہے۔ لہٰذا اللہ کی محبت حاصل کرنے کی فکر کرنی چاہیے۔

گناہوں کی بدبختی

۳۰ /ذیقعدہ ۱۴۱۲ھ مطابق ۳ /جون ۱۹۹۲ء بروز بدھ

مجلسِ ملفوظات بمقام مکہ شریف

ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ چاہے کہ ہمیشہ خوش نصیب رہے اور اللہ کی رحمت کے سایہ میں رہے تو یہ دعا پڑھتا رہے:

((اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْکِ الْمَعَاصِیْ وَلَا تُشْقِنِیْ بِمَعْصِیَتِکَ))

(جامع الترمذی: (ایچ ایم سعید)؛ ابواب الدعوات؛ ج ۲ ص ۱۹۷)

(معجم الاوسط للطبرانی: (دار الحرمین۔ القاھرۃ)؛ ج ۶ ص ۱۲۰)

ترجمہ: اے خدا! مجھ پر وہ رحمت نازل کر دے جس سے گناہ چھوڑنے کی توفیق ہو جاتی ہے، اور اپنی نافرمانی سے مجھ کو بدنصیب، بدبخت نہ بنا۔ معلوم ہوا کہ گناہ بدبخت بناتا ہے، ساتھ ساتھ یہ بھی کہ توبہ کی توفیق اللہ میاں دیتے ہیں: **وَتُبْ عَلَیْنَا اَیْ وَفِّقْنَا لِلتَّوْبَۃِ**، اے اللہ! ہم پر مہربانی فرما دیجئے یعنی ہمیں توفیقِ توبہ دے دیجئے۔

کامل تقویٰ نام ہے تمام گناہوں کو چھوڑ دینے کا

۷ رصفر المظفر ۱۴۱۳ھ مطابق ۷ راگست ۱۹۹۲ء بروز جمعہ

ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ﴾

(سورۃ اٰل عمرٰن: آیۃ ۱۰۲)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، ایسا ڈرا کرو جیسا ڈرنے کا حق ہے۔ معلوم ہوا تھوڑا اڈرنا اللہ کو پسند نہیں۔ کتنا ڈرنا پسند ہے؟ حَقَّ تُقٰتِهٖ یعنی کامل تقویٰ اختیار کرو۔ اب سوال یہ ہے کہ کامل تقویٰ کس چیز کا نام ہے؟ اس کی تفسیر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ڈرنے کے حق سے اللہ تعالیٰ کی کیا مراد ہے: كَمَا اَنْتُمْ تَرَكْتُمُ الْكُفْرَ وَالشِّرْكَ اُتْرُكُوا الْمَعَاصِيَ كُلَّهَا اے ایمان والو! جس طرح تم نے کفروشرک سے توبہ کرلی، تم کفروشرک سے جس طرح بچتے ہو، اسی طرح گناہوں سے بچو۔ اس کے مقابل ایک تقویٰ ادنیٰ درجہ کا ہے یعنی کفروشرک سے بچ جانا گو معصیت میں مبتلا رہے۔ پس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ادنیٰ تقویٰ پر اکتفا مت کرو بلکہ اعلیٰ اور کامل درجہ کا تقویٰ اختیار کرو جس میں معاصی سے بھی بچنا آ گیا۔

(بیان القرآن: (ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان)؛ ج ۱ ص ۲۵۹)

گناہ سے فرار اختیار کرنے والے ایک سالک کی کرامت

ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید حافظِ قرآن تھا، گلی گلی جا کر کپڑا بیچا کرتا تھا، بے حد حسین تھا، ایک عورت اس پر عاشق ہوگئی۔ اس نے کپڑا خریدنے کے لئے کسی بہانے سے گھر میں بلالیا اور گناہ کی دعوت دی۔ اب بے چارہ طالب علم، کیا بہانہ کرے، بہت گھبرایا، پوچھا کہ بیت الخلاء کس طرف ہے؟ مجھے بہت زور کا پاخانہ لگا ہے، پہلے اس سے فارغ

ہوجاؤں، پھر تمہاری خواہش پوری کرتا ہوں۔اس زمانے کے بیت الخلاء آج کی طرح فلش سسٹم نہیں ہوتا تھا بلکہ دو بڑی اینٹیں رکھ کر پائیدان بنا دیتے تھے اور دیوار کی دوسری طرف پاخانے کا اسٹاک جمع ہوتا رہتا تھا، پھر بھنگی باہر باہر ہی سے اسے لے جاتا تھا۔بس اس نے بیت الخلاء میں جا کر ایک پاؤں پائیدان کی اینٹ پر رکھا اور دوسرا دیوار پر، اور دوسری طرف جہاں پاخانے کا دو من اسٹاک تھا اور مکھیاں ہزاروں کی تعداد میں تھیں، اس پاخانے میں کود گیا اور سر سے پیر تک پاخانے میں بھر گیا۔ پھر جا کر دریا میں اچھی طرح غسل کیا، کپڑے دھوئے، جب اپنے استاد حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں پہنچا تو سارا کمرہ خوشبو سے معطر ہو گیا۔استاد نے پوچھا کہ تم نے آج کون سی خوشبو لگائی ہے؟ یہ بے چارہ سمجھا شاید میرے کپڑوں یا بدن میں کہیں پاخانہ لگا رہ گیا ہے، جس کی بدبو استاد کو محسوس ہوئی ہے، استاد کا یہ کہنا اصل میں تَأْكِيْدُ الذَّمِّ بِمَا يُشْبِهُ الْمَدْحَ کی قبیل سے ہے (یہ بلاغت کی ایک اصطلاح ہے جسے تَأْكِيْدُ الذَّمِّ بِمَا يُشْبِهُ الْمَدْحَ کہتے ہیں یعنی عنوان تو بظاہر مدح اور تعریف کا ہو مگر مقصود اس سے برائی میں مبالغہ ہو)۔دوبارہ کپڑے دھو کر، غسل کر کے حاضر ہوا تو پھر استاد نے خوشبو کے بارے میں پوچھا۔جب تین مرتبہ یہ واقعہ ہوا تب شاگرد نے سمجھا کہ ضرور کوئی بات ہے اور سارا واقعہ جو گذرا تھا حضرت شاہ صاحب کو سنایا۔حضرت نے فرمایا تمہارے جسم سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے اور تمہارے لئے جنتی ہونے کی بشارت ہے۔

غلامِ نرگسِ مستِ تو تاجدارانند

ارشاد فرمایا کہ ایک دریا کے کنارے ایک مجذوب رہتا تھا، بالکل ننگ دھڑنگ لیکن جب سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا قافلۂ جہاد سکھوں سے جہاد کے لئے وہاں سے گذرا تب اس مجذوب نے کہا کہ مجھے آج کپڑے پہنا دو، آج آدمی

آ رہا ہے، بداعمالیوں کی وجہ سے تم سب جانور نظر آتے ہو۔ اور ایک شعر پڑھا جو میرے شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کبھی کبھی پڑھا کرتے تھے ؎

غلامِ نرگسِ مستِ تو تاجدار انند
خراب بادۂ لعلِ تو ہوشیار انند

ترجمہ: اے اللہ والے! تیری مست آنکھوں کے جو غلام بن چکے ہیں، وہ حقیقت میں غلام نہیں بلکہ تاجوں والے ہیں، یعنی غلام نہیں بادشاہ ہیں، اور اللہ کی محبت کی شراب پی کر جو لوگ خراب ہو چکے، وہ خراب نہیں ہوئے وہ تو سب سے زیادہ عقلمند ہیں۔

اللہ والا بننے کے لئے صرف دو کام

ارشاد فرمایا کہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے طلباء اور عوام سے فرمایا کہ اگر دو باتوں کا ذمہ لے لو تو میں ذمہ لیتا ہوں کہ تم اللہ والے بن جاؤ گے:

(۱)۔۔۔گناہ سے بچنا اور کم بولنا

(۲)۔۔۔تھوڑی دیر تنہائی میں اللہ کو یاد کر لینا

اگر استغفار و توبہ کرتے رہو تو تمہاری دنیا بھی بن جائے گی اور آخرت بھی بن جائے گی۔ دنیا و آخرت کے تمام غموم اور پریشانیوں کا علاج ندامت کے ساتھ استغفار و توبہ ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو ذات پتھر کو سونا بنا سکتی ہے، کیا وہ ہمارے دلوں کو اللہ والا نہیں بنا سکتی ہے؟ نام تو لینا شروع کر دو، کچھ تو کر کے دِکھاؤ۔

نفس کا مزاج بجلی کے ننگے تار کی طرح ہے

۱۳/ ذوالحجہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۵/ جون ۱۹۹۳ء بروز ہفتہ

ارشاد فرمایا کہ نفس کا مزاج بجلی کے ننگے تار کی طرح سے ہے، گو اس میں ابھی کرنٹ نہیں ہے لیکن کرنٹ آنے میں دیر بھی نہیں لگتی، ننگا تار ہے، پاور ہاؤس سے

اس کا کنکشن ابھی نہیں آ رہا اور آپ اس کو چھو رہے ہیں لیکن سوچو کہ اگر محکمہ نے کرنٹ بھیج دیا تو پھر آپ مریں گے یا نہیں مریں گے؟ تو شیطان پاور ہاؤس ہے اور نفس میں کرنٹ بھیجتا رہتا ہے، پَل میں ولی کو شیطان صفت بنا دیتا ہے، غیر حسین صورتوں کو مسمریزم کر کے انتہائی حسین دِکھا دیتا ہے۔

اچھوں کو اچھی چیز پیش کرو

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اچھے ہیں بہت اچھے ہیں، بہت ہی اچھے ہیں۔ میں حسینوں سے کہتا ہوں کہ تمہارا حسن بھی اچھا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اچھے ہیں، اچھوں کو اچھی چیز دو، اپنا حسن اللہ تعالیٰ پر فدا کرو جس نے حسن دیا ہے ؎

کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو
جوانی کر فدا اس پر کہ جس نے دی جوانی کو

گناہ کرنے سے گناہ کا تقاضا اور بڑھ جائے گا

ارشاد فرمایا کہ تقاضائے معصیت کی حالت میں رہنا اور گناہ نہ کرنا، اللہ تعالیٰ کو بندے کی یہ حالت انتہائی محبوب ہے۔ ایک شخص کے دل میں کسی گناہ کے تقاضے ہو رہے ہیں مگر وہ خدا کے خوف سے اس گناہ کو نہیں کرتا، تو اس پریشانی کی حالت میں جو سالک رہتا ہے اللہ کے نزدیک اس کی ہر سانس جو پریشانی اور تقاضے میں گذر رہی ہے انتہائی مقرب ہے اگرچہ دل میں سکون نہ ہو۔ اس بے سکونی میں جو بھی عبادت ہوگی وہ اللہ کے یہاں مقبول ہوگی۔ شیطان سالک کو اس وقت بہت پریشان کرتا ہے جب اس کو گناہ کے تقاضے ہو رہے ہوں، نفس بار بار کہہ رہا ہو کہ گناہ کر لے، گناہ کر لے، گناہ کر لے، بہت مزہ آئے گا، اگر بدنگاہی نہیں کرے گا تو موت آ جائے گی، اس وقت شیطان اس کے کان میں آ کر کہتا ہے کہ ایک دفعہ گناہ کر لو پھر تقاضا ختم ہو جائے گا اور سکون سے اللہ کی عبادت کرنا لیکن

خبردار! گناہ کر لینے سے بظاہر تو تقاضا ختم ہوجائے گا مگر حقیقت میں آپ نے آتشِ معصیت میں اَور ایندھن ڈال دیا، اب دوسرے موقع پر وہ اَور زیادہ شدت سے بھڑکے گا جس کی تلافی پہلے سے بھی مشکل ہوجائے گی۔

گناہ کر کے اشکِ ندامت گرانے والا بے وفا نہیں ہوسکتا

۵؍ذیقعدہ ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۰؍مئی ۱۹۹۱ء بروز پیر بعد مغرب

ارشاد فرمایا کہ جس بندے کے گناہ کے اشکِ ندامت گرجائیں تو یہ شخص عاصی ہوسکتا ہے، خطا کار ہوسکتا ہے، گنہگار ہوسکتا ہے لیکن غدار نہیں ہوسکتا، اللہ تعالیٰ سے بے وفا نہیں ہوسکتا۔

گناہوں سے تعلق مع اللہ کو سخت نقصان پہنچتا ہے

ارشاد فرمایا کہ گناہ اور نافرمانی سے ایمان کو اور تعلق مع اللہ کو جو نقصان پہنچتا ہے وہ ایسا ہے کہ کوئی شخص پودا لگائے، پھر اس کی دیکھ بھال پرورش کرے، یہاں تک کہ وہ ننھا پودا ہرا بھرا درخت ہوگیا۔ ایک رات جب سخت سردی پڑی تو اسی درخت کے نیچے آگ جلا کر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنا جسم تو گرم کرلیا لیکن وہ درخت جھلس جائے گا اور ایسا جھلستا ہے کہ اگر دس سال بھی اس کو کھاد، پانی ڈالے تو وہ ہریالی نہیں آسکتی۔ اسی طرح گناہِ کبیرہ بھی تعلق مع اللہ کو ایسے ہی جھلسا دیتا ہے، اگر توبہ میں دیر کرے گا تو سخت نقصان کا اندیشہ ہے۔

گناہ کر کے کھلے سانڈ نہ بنو

ارشاد فرمایا کہ آپ نے گاؤں، دیہات میں بیل تو دیکھے ہوں گے، بیلوں کی دو اقسام ہیں، ایک وہ بیل جو کسی کسان کے زیرِ استعمال ہوتا ہے، کسی کی رسی اپنی گردن میں بندھواتا ہے، تو وہ کسان اس کے چارے کا انتظام کرتا ہے، پانی

پلاتا ہے، اس کے باندھنے کی جگہ سے گوبر، پیشاب صاف کرتا ہے، صبح جس جگہ باندھتا ہے شام کو دوسری جگہ باندھتا ہے، بیمار ہوجاتا ہے تو مویشی خانہ لے جا کر علاج کراتا ہے۔ اور ایک وہ سانڈ ہے جو کہتا ہے ہم کسی کی رسی اپنی گردن میں نہیں ڈلوائیں گے، ہم آزاد رہیں گے، آزادی میں مزہ ہے، یہ جب بیمار ہوتا ہے تو کوئی اس کی دوادارو کرنے والا نہیں ہوتا، چارہ پانی دینے والا نہیں ہوتا، جب کسی کھیت میں منہ ڈالتا ہے تو اتنے ڈنڈے کھاتا ہے کہ خدا کی پناہ۔ اسی طرح جو لوگ اپنی روح پر کسی اللہ والے کی رسی نہیں بندھوار ہے ہیں کہ پھر سارے عیش ختم ہوجائیں گے، عورتوں کو کیسے دیکھیں گے، فلم، وی سی آر، حرام مزے کیسے اٹھائیں گے، ان کے دلوں پر ہر وقت بے سکونی کے ہتھوڑے برستے رہتے ہیں، چین وسکون کی ہوا بھی نہیں پاتے ۔

عشقِ بتاں میں اسعدؔ کرتے ہو فکرِ راحت
دوزخ میں ڈھونڈتے ہو جنت کی خواب گاہیں

بیل چوروں کا لطیفہ

ارشاد فرمایا کہ بابا نجم احسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قصہ سنایا کہ تین چوروں نے کہیں گاؤں میں رات کو ایک بیل چرایا اور اس کا سینگ کسی طرح گھس گھس کر بدل دیا تاکہ اگر اصل مالک سے سامنا ہو تو دعویٰ کرسکیں کہ یہ ہمارا بیل ہے، لیکن بیل لے کر جارہے تھے کہ سامنے سے اچانک پولیس آگئی۔ اس افتاد کے لئے تیاری نہیں کی تھی، چور تو تھے ہی، پولیس کے خوف سے بیل چھوڑ کر بھاگے اور ایک مسجد میں گھس کر بغیر وضو ہی نماز کی نیت باندھ لی، سمجھا کہ وضو تو اس نماز کے لئے ضروری ہے جو اللہ کے لئے پڑھی جائے، پولیس کے خوف سے جو نماز ہو اس کے لئے وضو کی ضرورت نہیں سمجھی۔ تہجد کا وقت تھا، پولیس والے بھی سمجھ گئے کہ یہ نماز ڈنڈے سے بچنے کا بہانہ ہے، پیچھے سے آکر وہ ڈنڈے لگائے کہ بس۔

بندرگاہ پر لنگرانداز جہازوں سے خطاب

(اس ملفوظ کا یہ عنوان بھی حضرت والا دامت برکاتہم کا عنایت فرمودہ ہے۔ سہیل)

۲۱/ذیقعدہ ۱۴۰۶ھ مطابق ۲۹/جولائی ۱۹۸۶ء

بروز منگل قبل ظہر، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ میرا ایک زبردست شعر ہوا ہے ؎

مزہ آیا مجھے اے میرؔ طوفانوں کی موجوں میں
کہ ساحل پر کہ بندرگاہ نازیبا نظر آئے

پھر حضرت والا دامت برکاتہم نے احقر سہیل سے فرمایا کہ اس کی تشریح کرو، اگر صحیح بتایا تو انعام ملے گا۔ احقر نے عرض کیا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں مجاہدوں کے طوفانوں میں گھرے ہوئے ہیں، حسینوں اور بے پردگی کے ماحول میں گھرے ہوئے ہیں اور ان سے نظر کی حفاظت اور ہر قسم کی احتیاط کرکے اپنے دل پر غم اور مجاہدہ اٹھاتے ہیں، ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق حلاوتِ ایمانی عطا فرماتے ہیں جس کے مزے اور مٹھاس سے وہ مست رہتے ہیں۔ برعکس اس کے وہ لوگ جو اپنی نظر کی حفاظت نہیں کرتے، تو نفس اور شیطان انہیں عشقِ مجازی کے ساحل کی بندرگاہ یعنی آخری منزل پر لے جاتا ہے، اور ان کے جہاز کو وہاں لنگرانداز کروادیتا ہے۔ جس طرح سے بندرگاہ کٹی پھٹی ہوتی ہے، کچرا پڑا ہوتا ہے، کیلے کے چھلکے پڑے ہوتے ہیں، جس سے بندرگاہ کے نزدیک کا پانی بھی گندہ ہوتا ہے جبکہ بندرگاہ کے پانی کے مقابلے میں سمندر کا پانی صاف ہوتا ہے، اسی طرح جو لوگ کسی حسین کے چکر میں پھنسے ہوئے ہیں، تو نفس و شیطان ان کے جہاز کو اُن حسینوں کی بندرگاہ یعنی مقاعد الرجال یا فروج النساء پر لنگرانداز کرادیتا ہے۔ پھر جب بندرگاہ کی حالت دیکھتے ہیں تو پچھتاتے ہیں کہ ایسی خراب ہے، گُو اور مُوت بھرا ہوا ہے۔ تو اہلِ مجاہدہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے راستے میں مجاہدات کے طوفانوں میں رہیں اور کبھی

ساحل اور بندرگاہ پر نہ پہنچیں۔ پھر احقر نے عرض کیا کہ شعر میں جن بندرگاہوں کا تذکرہ ہے، یہ بنادرگاہِ عشقِ فانی ہیں تو حضرت والا نے فرمایا ''ہاں، صحیح ہے۔''

((اِنَّکُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الرِّجَالَ یَعۡنِیۡ فِیۡ اَدۡبَارِهِمۡ شَهۡوَةً مِّنۡ دُوۡنِ النِّسَآءِ یَعۡنِیۡ فِیۡ اَدۡبَارِ الرِّجَالِ اَشۡهٰی عِنۡدَکُمۡ مِّنۡ فُرُوۡجِ النِّسَآءِ))

(تفسیر الخازن: سورۃ الاعراف، ج ۲ ص ۲۲۵)

گناہ چھوڑنے سے دل غمگین ہو تو اللہ کا شکر ادا کرو

۱۳؍ جمادی الثانیہ ۱۴۰۹ھ مطابق ۲۲؍ جنوری ۱۹۸۹ء

بروز اتوار، مرکزِ اسلامی، ری یونین، جزیرۂ فرانس

ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ہمارے اعضاء ہمارے خلاف گواہی دیں گے:

﴿اَلۡیَوۡمَ نَخۡتِمُ عَلٰۤی اَفۡوَاهِهِمۡ وَ تُکَلِّمُنَاۤ اَیۡدِیۡهِمۡ وَ تَشۡهَدُ اَرۡجُلُهُمۡ بِمَا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ ۝﴾

(سورۃ یٰسٓ: آیۃ ۶۵)

جن کو ہم نے یہاں حرام مزہ چکھایا وہی اعضاء ہمارے خلاف بولیں گے تو ایسے پر احسان کیوں کیا جائے۔ نفس دشمن ہے، گناہ چھوڑنے سے یہ دشمن غمگین ہو تو اللہ کا شکر ادا کرو، کہو الحمد للہ! اے میرے رب! آج میرا نفس دشمن آپ کی نافرمانی چھوڑنے سے غمگین ہے لیکن میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، اے خدا! یہ مبارک غم جو اولیاء اللہ کا غم ہے، یہ آپ نے مجھ جیسے گنہگار کو عطا فرما دیا، آپ کا احسان و کرم ہے، اور اے خدا! گناہ چھوڑنے کا جو غم آیا ہے، سارے عالم کی خوشیاں اس پر قربان ہو جائیں تو آپ کے راستے کے غم کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ یہ وہ غم ہے کہ اللہ کے راستے کا ایک کانٹا سارے عالم کے پھول اس کی عظمتوں کو سلام کر لیں تو اس کی عظمتوں کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ دوستو! سن لو میرے الفاظ! یہ میرے الفاظ عطا فرمودۂ حق ہیں،

حق تعالیٰ کی طرف سے عطا ہو رہے ہیں، اسی غم سے ولایت ملتی ہے، اسی سے صدیقیت ملتی ہے، اسی سے اسٹیم بنتی ہے اور روح کو پرواز کا پٹرول ملتا ہے، تب ہی تو حلاوتِ ایمانی کا وعدہ ہے، اور اس کے عکس پر حلاوت چھن جانے کا خطرہ ہے۔ قضیہ عکس ہوتا ہے یا نہیں؟ بدنظری کرنے والے کو عبادت و تلاوت میں کچھ مزہ نہیں آئے گا۔

سینکڑوں تہجد سے افضل ایک گناہ کا چھوڑنا ہے

۲۷ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ مطابق ۹ اگست ۱۹۹۱ء

بروز جمعہ، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے خود نانک واڑہ کی ایک مجلس میں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ملفوظ سنا کہ سینکڑوں تہجد سے افضل یہ ہے کہ ایک گناہ چھوڑ دو۔ لہٰذا کام تو گناہوں کے چھوڑنے سے بنے گا، بعض لوگ وظیفے بہت پڑھتے ہیں، تہجد قضا نہیں ہوتی مگر نافرمانی کو ہلکا سمجھتے ہیں، یہ سمجھتے ہیں کہ گناہ چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے حالانکہ سینکڑوں تہجد سے افضل ہے کہ تم ایک گناہ چھوڑ دو کیونکہ تہجد انعام دلائے گی اور گناہ کھوپڑی پر جوتے لگوائیں گے، گناہ چھوڑنا کھوپڑی کو جوتے برسنے سے نجات دلائے گا، میں تہجد کو منع نہیں کرتا ہوں لیکن ساتھ ساتھ گناہ چھوڑنے کی زیادہ فکر رکھو۔

ہر نیکی کی حرص اور ہر گناہ کا خوف

ارشاد فرمایا کہ ہر نیکی پر حریص رہو اور ہر گناہ سے خوف زدہ رہو۔ چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی یہ سمجھ کر کرو کہ شاید یہی میری مغفرت کا ذریعہ بن جائے۔ واقعہ سنا چکا ہوں کہ مومن کی قبر پر مٹی دینے والا بھی بخشا گیا اور وہ بھی جس کی کوئی نیکی نہیں تھی اور سوتے میں کروٹ لیتے ہوئے اللہ نکل گیا تھا۔ اسی طرح چھوٹے سے چھوٹے گناہ سے بھی ڈرو کہ نا معلوم یہی جہنم میں جانے کا سبب نہ بن جائے۔

ایک مرید کی کیفیت اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تمنّا

۲۲؍محرم الحرام ۱۴۱۲؁ھ مطابق ۴؍اگست ۱۹۹۱؁ء بروز اتوار بعد فجر

ارشاد فرمایا کہ ہمارے یہاں خانقاہ میں ایک سالک ہیں، ایک شکل (اَمرد) ایسی ان کے پاس آگئی جس سے ان کو احتیاط شرعاً واجب ہے ؎

جن کی صورت میں ہو نمک شامل
واجب الاحتیاط ہوتے ہیں

تو اُن کا دل دھڑکنے لگا۔ دیکھو! گناہ چھوڑنے کا اور اللہ کی رحمت کا یہ فیضان ہوا کہ ان کا دل دھڑکنے لگا۔ مجھے بتایا کہ اگر میں دیر تک وہیں اس حسین کے پاس بیٹھا رہتا تو مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں ہارٹ اٹیک (دل کا دورہ) نہ پڑ جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو ایسی ہی کیفیت نصیب فرمادے کہ اللہ کی ناراضگی کی راہوں میں ہارٹ فیل ہوتا نظر آنے لگے کہ صدمہ وغم سے دل کی دھڑکن بند ہوجانے کا ڈر ہوجائے۔

ایک گناہ سے بھی نجات مل جائے تو معمولی بات نہیں

ارشاد فرمایا کہ اللہ تک پہنچنے کے لئے پہلے نفس کی دیوار گرادو۔ ایک شخص شدید پیاس کی حالت میں ہے، لیکن پانی تک پہنچنے کے لئے درمیان میں ایک دیوار حائل ہے، وہ اس دیوار کو گرانے کے لئے اس پر چوٹ مارتا ہے، پہلی اینٹ گرتی ہے تو پانی سے چھپاک کی آواز آتی ہے، اس کے دل سے شکر نکلتا ہے، حالانکہ ابھی ایک ہی اینٹ گری ہے لیکن پانی کی اس آواز سے مست ہوجاتا ہے اور کہتا ہے ؎

از کجا می آید ایں آوازِ دوست

ایسے ہی گناہوں کو چھوڑنا شروع کردو، تمہارے اور اللہ کے درمیان یہی گناہ حائل ہیں۔ ایک گناہ ترک کروگے تو اللہ سے قرب بڑھے گا، شیطان اور نفس سے دوری ہوگی، ایک گناہ سے بھی نجات مل جائے تو یہ معمولی بات نہیں ہے۔ حضرت حکیم الامت

تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ترکِ گناہ کا نور ایک طرف اور ایک لاکھ تہجد کا نور ایک طرف، دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔''

ذکرِ منفی (یعنی گناہ چھوڑنا) اور اس کی اہمیت

ارشاد فرمایا کہ تعلق مع اللہ کے حصول اور اللہ والا بننے کے لئے خالی ذکر کافی نہیں ہے، ذکر کے ساتھ اللہ کو ناخوش کرنے والے اعمال سے بچنا بھی ضروری ہے۔ ذکر کی دو اقسام ہیں: ایک ذکرِ مثبت، دوسری ذکرِ منفی۔ مثبت ذکر (نماز، روزہ، حج، عمرہ، لا الٰہ الا اللہ، اللہ اللہ) تو سب کر لیتے ہیں لیکن منفی ذکر (گناہ چھوڑنا، معاصی کو ترک کرنا) یہ ذرا کڑوا لگتا ہے، لیکن یہ تو بتاؤ کیا بلب صرف مثبت تار سے روشن ہو جاتا ہے؟ وہاں کیوں منفی تار کی ضرورت پڑتی ہے؟ ایک پیاسے اور دریا کے درمیان ایک دیوار حائل تھی، اس کو پانی تک رسائی کے لئے دیوار گرانا پڑی، اگر وہ دیوار کے اس پار بیٹھا ہوا ایک لاکھ مرتبہ پانی پانی کرتا تو کیا پانی تک پہنچ جاتا؟ نہیں۔ منفی ذکر کرنا پڑا یعنی دیوار گرانا پڑی۔

طاعات کے انوارات اور معاصی کے اندھیروں کا تقابل

۲۴ صفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۴ ستمبر ۱۹۹۱ء

بروز بدھ گیارہ بجے شب، کمرۂ خاص در خانقاہ، گلشنِ اقبال، کراچی

(حضرت والا دامت برکاتہم بستر پر آرام فرما تھے اور بعض احباب خدمت کر رہے تھے)

ارشاد فرمایا کہ ایک ایک سنت میں جنت سے قرب اور ایک ایک معصیت میں، خواہ چھوٹی ہی کیوں نہ ہو، دوزخ سے قرب بڑھتا جاتا ہے، اس بات کو معمولی مت سمجھو۔ جس طرح اگر پھولوں کا باغ دس میل کے فاصلے پر ہو تو جب کوئی اس کی طرف قدم بڑھاتا ہے تو اس باغ کے پھولوں کی خوشبو دوشِ صبا پر سوار ہو کر اس کے دل و دماغ کو معطر کر دے گی، اور اگر کوئی جہنم کی طرف، آگ کے الاؤ کی طرف

ایک قدم بھی حرکت کرے گا تو اُس آگ کی تپش اور حرارت میں اپنے کو جلتا ہوا محسوس کرے گا، چین نہیں پا سکتا۔ بہت سے لوگ جنہوں نے حسن پرستی اور ٹیڈیوں اور ٹیڈوں کے چکر میں، اور ٹی وی، وی سی آر پر گندی فلموں میں چین کو تلاش کیا تو کتنے ہی لوگ پاگل ہو گئے اور کئی ایسے تھے کہ قریب تھا کہ پاگل خانے پہنچ جاتے، چند قدم رہ گئے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آیا اور ان کے گلے میں رسی ڈال کر ان کو جذب کر لیا، وہ بچ گئے۔ اس لئے شکر ادا کرو کہ اللہ نے خانقاہ میں آنا نصیب کیا ورنہ لوگ ایسے رسوا ہوتے ہیں کہ اللہ کی پناہ! ؎

میر یہ عشقِ مجازی کا صلہ ملتا ہے
ہر طرف آواز سنی دھت تری بدمعاش کی

جس طرح مشک کی خوشبو چھپ نہیں سکتی، اسی طرح پیشاب پاخانے کی بدبو بھی چھپ نہیں سکتی، جس طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ آہ و نالہ چھپ نہیں سکتا، ایسے ہی حسینوں کے چکر میں نکلنے والے آنسو اور بے خوابیاں بھی چھپ نہیں سکتیں۔ جب کوئی اللہ والا تین کوٹھری کے اندر کوئی آنسو خدا کی یاد میں گراتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی خوشبو کو تمام عالَم میں اُڑا دیتا ہے، وہ اللہ والا تو چُھپاتا ہے اور اللہ اسے چَھپاتا ہے ؎

میں نے چھپائی لاکھ محبت چھپ نہ سکی
آنکھوں نے رو کے یار سے اظہار کر دیا

اسی طرح غیر اللہ کی محبت بھی ظاہر ہو کے رہتی ہے۔ کچھ دن تک اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ شاید اب توبہ کر لے، شاید اب اس نالائق کو اپنی بے وقوفی اور گندگی کا احساس ہو جائے، پھر بھی اگر کوئی نہ مانے تو ذوالانتقام کی تجلی کا ظہور ہوتا ہے۔ اب صفت بدل جاتی ہے، صفتِ ستاریت صفتِ ذوالانتقام سے بدل جاتی ہے۔ پھر ساری دنیا اس کو با آبرو رکھنا چاہے تو بھی عزت نہیں مل سکتی، جس کو اللہ رسوا کرے، دنیا والوں کی کیا مجال ہے کہ اس کو عزت دے سکیں۔

الہامِ رشد اور غلامیٔ نفس سے حفاظت کی دعا

۲۴؍ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق ۴؍اکتوبر ۱۹۹۱ء
بروز جمعہ مجلسِ عام، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ جو یہ دعا پڑھتا رہے گا:

((اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ ۔ رواہ الترمذی))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ کتاب الدعوات؛ باب الاستعاذۃ؛ ص ۲۱۷)

رشد معنی ہدایت کے ہیں، اور ہدایت کے معنی ہیں اللہ کی رضا کا راستہ۔ (اے اللہ! جن باتوں سے آپ خوش ہوتے ہیں وہ میرے دل میں ڈال دیجئے، ہدایت کے راستوں کو میرے دل میں ڈال دیجئے اور میرے نفس کے شر سے مجھے بچا لیجیے) ان شاء اللہ! اپنی خطاؤں پر اس کو تنبیہ ہونے لگے گی، جب کوئی نامناسب بات کہے گا یا کرے گا، قولی یا فعلی، تو دل میں آواز آنے لگے گی کہ میرے بندے! تُو نے یہ میری مرضی کے خلاف کام کیا۔ یہ مقام اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائے ورنہ ایسے بہت سے لوگ ہیں جن کو پتا ہی نہیں چلتا کہ ان سے گناہ ہو گیا۔

اس دعا کے دو جزو ہیں، نمبر ایک: اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ اے اللہ! جن باتوں سے آپ خوش ہوتے ہیں آپ ان باتوں کو میرے دل میں ڈال دیجئے، الہام کر دیجئے، اور نمبر دو: وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ لیکن نفس کے شر سے بھی مجھے بچائیے۔ کیا مطلب؟ نفس جانتا ہے کہ عورتوں کو دیکھنا گناہ ہے، جن لڑکوں کے داڑھی مونچھ نہیں آئی، ان کو دیکھنا گناہ ہے، جانتا ہے کہ حرام ہے لیکن مانتا نہیں۔ یہ نفس کی شرات ہے یا نہیں؟ لہٰذا نفس کی شرارت سے اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ بعض دفعہ الہامِ رشد ہو جاتا ہے، ہدایت کا علم ہو جاتا ہے لیکن نفس کے شر کی وجہ سے عمل نہیں کرتا۔ اس لئے اے اللہ! جو علم آپ نے دیا اس پر عمل کی توفیق بھی عطا فرمائیے، ایسا نہ ہو کہ اپنے نفس کے شر کی وجہ سے میں علم پر عمل نہ کروں، جانتے ہوئے بھی آپ کی

رضا کے راستہ پر نہ چلوں، اے اللہ اس سے پناہ چاہتا ہوں۔

یہ وہ دو جملے ہیں جس کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابی کے والد سے ان کی حالتِ کفر میں فرمایا تھا، عمران ابن حُصَین رضی اللہ عنہما۔ عمران تو صحابی ہیں حُصَین ان کے والد ہیں، ص سے حُصَین۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے بشرطِ قبولِ اسلام وعدہ فرمایا تھا کہ اگر تم اسلام لے آؤ تو میں تمہیں دو نعمتیں دوں گا:

((یَا حُصَیْنُ کَمْ تَعْبُدُ الْیَوْمَ اِلٰھًا قَالَ اَبِیْ سَبْعَۃً سِتًّا فِی الْاَرْضِ وَوَاحِدًا فِی السَّمَآءِ قَالَ فَاَیُّھُمْ تَعُدُّ لِرَغْبَتِكَ وَرَھْبَتِكَ؟ قَالَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ قَالَ یَا حُصَیْنُ اَمَا اِنَّكَ لَوْ اَسْلَمْتَ عَلَّمْتُكَ كَلِمَتَیْنِ تَنْفَعَانِكَ قَالَ فَلَمَّا اَسْلَمَ حُصَیْنٌ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ عَلِّمْنِیَ الْکَلِمَتَیْنِ اللَّتَیْنِ وَعَدْتَّنِیْ فَقَالَ قُلِ اللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ۔۔ الخ۔ رواہ الترمذی))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ کتاب الدعوات؛ باب الاستعاذۃ؛ ص ۲۱۷)

اس کا قصہ یوں ہے کہ اسلام لانے سے قبل ان کے والد کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمران رضی اللہ عنہ کے والد حصین سے دریافت فرمایا کہ تم کتنے خداؤں کو مانتے ہو؟ چونکہ وہ صحابی کے باپ تھے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر نذرِ عنایت فرمانا چاہتے تھے۔ کبھی بیٹے کی وجہ سے باپ پر اور باپ کی وجہ سے بیٹے پر نذرِ عنایت ہوجاتی ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ میں سات خداؤں کو مانتا ہوں، چھ خدا تو زمین کے ہیں اور ایک خدا آسمان کا ہے، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم کو کس خدا سے زیادہ محبت ہے؟ زمین والے چھ خداؤں سے یا آسمان کا جو ایک خدا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ جو آسمان والا خدا ہے ہم کو سب خداؤں سے زیادہ اس سے محبت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اسی خدا کو، ایک ہی خدا کو پکڑ لو اور بہت سے خداؤں سے ناطہ توڑ کے اسلام قبول کرلو، اگر تم نے اسلام قبول کرلیا تو میں تمہیں دو عظیم الشان دولت عطا کروں گا۔ کچھ دن کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کا سینہ کھول دیا،

اسلام لے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ جو وعدہ آپ نے مجھ سے کیا تھا آج پورا کردیجئے، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یہ دعا اور دو دولت بخشی۔

گناہوں کی بستی سے ہجرت کرنے پر کشادگیٔ رزق کا وعدہ

۱۴؍ربیع الاول ۱۴۱۲؁ھ مطابق ۲۴؍ستمبر ۱۹۹۱؁ء بروز منگل

ارشاد فرمایا کہ جس جگہ آپ رہ رہے ہیں اگر وہ گناہوں کی بستی ہے، یا سینما کے پڑوس میں رہ رہے ہیں، یا لڑکیوں کا اسکول ساتھ ہے جہاں ہر وقت بے پردہ لڑکیوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے تو اس جگہ سے ہجرت فرض ہے۔ ہم اللہ کے عاشقوں میں زندہ رہیں گے، ہم ہجرت کرلیں گے جو ہماری داڑھی کو اور ہمارے کلچر کو اور تہذیب کو، اتباعِ سنت کو اور اللہ پر فداکاری کو بُرا سمجھے گا، ایسے ماحول کو ہم طلاق دیتے ہیں اور وہاں سے ہجرت کریں گے:

﴿قَالُوۡا کُنَّا مُسۡتَضۡعَفِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ؕ قَالُوۡۤا اَلَمۡ تَکُنۡ اَرۡضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُہَاجِرُوۡا فِیۡہَا ؕ﴾

(سورۃ النسآء، آیۃ:۹۷)

اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ تم کس حال میں اُٹھائے گئے؟ کہیں گے کہ ہم ضعیف تھے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا تم تک ہمارے فرشتوں نے یہ آیت نہیں پہنچائی تھی کہ اللہ کی زمین بہت وسیع ہے تو تم نے وہاں سے ہجرت کیوں نہیں کی؟ جہاں تم میرے فرمانبردار بن کے نہ رہ سکو وہاں سے تم ہجرت کرتے، میری زمین لمبی چوڑی ہے۔ ایسی جگہ سے ہجرت کرکے دیکھو، ان شاء اللہ! رزق میں اضافہ ہوگا:

﴿وَمَنۡ یُّہَاجِرۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ یَجِدۡ فِی الۡاَرۡضِ مُرٰغَمًا کَثِیۡرًا وَّسَعَۃً ؕ﴾

(سورۃ النسآء، آیۃ:۱۰۰)

اور جو کوئی وطن چھوڑے اللہ کی راہ میں پاوے گا اس کے مقابلہ میں جگہ

بہت اور کشائش (معارف القرآن) وہ رزاق دیکھے گا کہ میرا بندہ مجھے راضی کرنے کے لئے اپنی بستی کو چھوڑ رہا ہے مُرٰغَمًا کَثِیْرًا رزق بہت بہت وسیع ہو جائے گا۔ اللہ کے دوستوں اور اللہ کے عاشقوں کا ماحول بھی تو موجود ہے، کیوں تم نے لڑکیوں کے اسکول کے قریب مکان خریدا کہ تم نظر نہ بچا سکو؟ کیوں شراب خانے کے قریب مکان بنایا کہ شراب پینے سے نہ بچ سکو۔

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد

ہزار اپنے ہیں مگر جو اللہ سے بیگانے اور دور ہیں، ہم ان کو اپنا خاندان نہیں سمجھتے۔

فدائے یک تن بیگانہ کاشنا باشد

میں اس بیگانے پر جس سے ہمارا خاندان، خونی رشتہ نہیں ملتا، بیگانہ ہے لیکن خدا سے آشنا ہے، ہم اس بیگانے پر فدا ہیں، اگرچہ ہمارا پیر میمن نہیں ہو، وہ سندھی اور گجراتی نہیں ہو۔ یہ راستہ عجیب ہے۔ یہ راستہ، اللہ والی محبت کا راستہ گجراتی، میمن، پٹھان، شیخ، بنگالی، سندھی اور پنجابی نہیں دیکھتا، کیوں؟ کیونکہ ٹھکانہ جنت ہے اور جنت میں کوئی صوبہ نہیں ہے۔ جنت میں گجراتی، میمن کوئی زبان نہیں ہے سوائے عربی زبان کے۔ جن کو جنت جانا ہے ان کو اللہ تعالیٰ یہیں سے جنت کا شوق اور جنت کا مزہ اور ان کے دل میں جنت کے ماحول کی مناسبت پیدا کرتا ہے۔ بتاؤ! جنت میں کوئی صوبہ ہے؟ وہاں کوئی پشتو بولے گا؟ پخیر راغلے بولے گا؟ نہیں۔ سب عربی زبان بولیں گے۔ لٰہذا یاد رکھو! ہر مسلمان اپنا بھائی ہے، جنت میں جانا ہے تو ذوقِ جنتی پیدا کرو، اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی عادتوں کو تین طلاق دو، جس عورت کو تین طلاق جب ہو جائے تو اس سے جدائی لازم ہو جاتی ہے، اس لئے گناہوں کو تین طلاق دو تاکہ پھر دوبارہ ان گناہوں کو گلے نہ لگاؤ۔

سید الاستغفار پڑھنے کی فضیلت

ارشاد فرمایا کہ بخاری شریف کی روایت ہے کہ جو سید الاستغفار کو صبح میں

پڑھ لے اور رات سے پہلے اس کی موت آجائے یا رات میں پڑھے اور صبح سے پہلے موت آجائے تو وہ اہلِ جنت سے ہوگا:

((سَیِّدُ الْاِسْتِغْفَارِ اَنْ یَّقُوْلَ الْعَبْدُ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ لَكَ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ قَالَ وَمَنْ قَالَھَا مِنَ النَّھَارِ مُوْقِنًا بِھَا فَمَاتَ مِنْ یَّوْمِہٖ قَبْلَ اَنْ یُّمْسِیَ فَھُوَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَمَنْ قَالَھَا مِنَ اللَّیْلِ وَھُوَ مُوْقِنٌ بِھَا فَمَاتَ قَبْلَ اَنْ یُّصْبِحَ فَھُوَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ))

(صحیح البخاری: (قدیمی)، کتاب الدعوات، باب افضل الاستغفار، ج ۲ ص ۹۳۳)

اس فضیلت پر کوئی اشکال مت کرو، صادق المصدوق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمانِ عالیشان پر ایمان لانا فرض ہے۔ ہماری حالت تو اس مینڈک جیسی ہے جس کے سامنے کوئی دریا اور سمندر کی وسعت بیان کر رہا ہو تو مینڈک سوچے گا کہ پتا نہیں سمندر ہے بھی کہ نہیں؟

''پڑوسی کا حق زیادہ ہوتا ہے'' سے عجیب استدلال

۲؍ذیقعدہ ۱۴۱۲ھ مطابق ۵؍مئی ۱۹۹۲ء بروز منگل، خانقاہ میں مجلس

﴿نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ﴾

(سورۃ قٓ: آیۃ ۱۶)

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم تمہاری شہہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں، تمہاری جان تمہارے جتنا قریب ہے، اس سے زیادہ ہم قریب ہیں، اور جو قریب ہوتا ہے اس کا حق زیادہ ہوتا ہے۔ پڑوسی کا حق زیادہ ہوتا ہے کہ نہیں؟ تو اللہ تعالیٰ شکایت فرما رہے ہیں کہ اے میرے بندو! میں نے تمہیں پیدا کیا، تمہاری پرورش کی، تمہاری خدمت میں مَیں نے زمین و آسمان، چاند و سورج کو

لگا رکھا ہے۔ میرے احسانات کا شکریہ تمہارے اوپر واجب تھا اور اصل شکر یہ ہے کہ تم تقویٰ سے رہو۔ جس مالک کے اتنے احسانات ہم پر ہیں، اس کو ناراض کرنا تو بڑی بات تھی، ارے! اس کی یاد سے ایک لمحہ غافل بھی نہیں ہونا چاہیے تھا۔

دل میں دنیا کی محبت کی تین علامات

۱۹ / ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۸ / اکتوبر ۱۹۹۱ء

بروز پیر بعد مغرب، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ محدثِ عظیم ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کے دل میں دنیا کی محبت گھس گئی تو اس کو سارے مرشدین مل کر بھی ہدایت نہیں دے سکتے، اس کی اصلاح نہیں کر سکتے:

((مَنْ اَحَبَّ الدُّنْیَا لَا یَهْدِیْهِ جَمِیْعُ الْمُرْشِدِیْنَ وَمَنْ تَرَكَهَا لَا یُفْسِدُهٗ جَمِیْعُ الْمُفْسِدِیْنَ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)؛ کتاب الرقاق؛ ج۹ ص ۴۰۳)

اور فرمایا کہ جس نے دنیا کی محبت کو چھوڑ دیا، ساری دنیا کے گمراہ کرنے والے اس کو گمراہ نہیں کر سکتے۔ دنیا ترک کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ سب کاروبار، ملازمت چھوڑ دیں، نہیں، دنیا خوب کمائیں مگر اس کی محبت نہ ہو۔ دنیا جیب میں ہو مگر دل میں نہ ہو، پانی کشتی کے نیچے تو ہو لیکن کشتی کے اندر اگر پانی آئے گا تو اس کی ہلاکت کا سبب ہوگا۔ اب یہ کیسے معلوم ہو کہ اس کے دل میں دنیا کی محبت ہے، اس کی علامات یہ ہیں:

نمبر ۱: حکمِ طاعت کے وقت طاعت کو نہیں بجالاتا مثلاً جماعت کی نماز کا اہتمام نہ ہو، کوئی مصروفیت بھی نہیں ہے لیکن بیکار بیٹھا ہوا ہے اور جماعت سے نماز نہیں پڑھتا۔

نمبر ۲: نافرمانی کے تقاضوں کے وقت نفس کی خواہشات پر عمل کر لیتا ہے۔

نمبر ۳: دنیا کمانے میں حلال حرام کی کوئی فکر نہیں رکھتا۔

گناہوں سے وہی بچتا ہے جس کا قلب سلیم ہوتا ہے

ارشاد فرمایا کہ گناہوں سے وہی بچتا ہے جس کا دل سلیم ہوتا ہے۔ سفید کپڑے پر روشنائی کا ایک قطرہ بھی گر جائے تو بُرا لگتا ہے، اور اگر کپڑا گیراج میں کام کرنے والے موٹر مکینک جیسا ہو تو سیاہی کی پوری بوتل بھی اس پر انڈیل دو تو پتا نہیں چلے گا۔

کون سا تقویٰ معتبر ہوتا ہے؟

۷/رجب المرجب ۱۴۱۳ھ مطابق ۲/جنوری ۱۹۹۳ء بروز ہفتہ

ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ اے اللہ! میں آپ کی کیا قیمت ادا کروں کہ آپ مجھے مل جائیں، آسمان سے آواز آئی کہ اے میرے بندے! تُو دونوں جہان مجھ پر قربان کردے۔ دنیا قربان کرنا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن آخرت کیسے قربان کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب نیک عمل کرو تو یہ نیت ہو کہ نیک عمل سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشی ملے گی اور جنت درجہ ثانوی میں ہو جائے اور گناہ سے، نافرمانی سے اس لئے بچو کہ اس سے میرا اللہ ناراض ہوتا ہے، وہاں دوزخ درجہ ثانوی ہو جاتی ہے۔ تو ان بزرگ نے فرمایا کہ اے اللہ آپ نے اپنی قیمت دونوں عالَم بتایا ہے ؎

قیمت خود ہر دو عالم گفتئی	نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

اے اللہ! آپ اپنا دام اَور بڑھائیے کہ ابھی تو آپ سستے معلوم ہوتے ہیں۔ اللہ اللہ! کیسے عاشق تھے۔ ایک اہم بات یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حدیث شریف میں آتا ہے:

((وَمِنَ الْمَأْثُوْرِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّۃَ
وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ سَخَطِکَ وَالنَّارِ))

(ردالمحتار علی الدر المختار (حاشیۃ ابن عابدین): فصل فی الاحرام، ج ۲ ص ۴۸۴)

کہ اے اللہ! ہم آپ سے آپ کی رضا مانگتے ہیں اور جنت مانگتے ہیں اور آپ کی ناراضگی سے اور جہنم سے پناہ چاہتے ہیں۔ تو اسلوبِ بیان بتا رہا ہے کہ اللہ کی رضا، جنت پر مقدم ہے اور اللہ کی ناراضگی، جہنم سے اشد ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ جو لوگ جہنم کے خوف سے گناہ سے بچتے ہیں ان کا تقویٰ اتنا مضبوط نہیں ہوتا کیونکہ کسی دوسرے وقت جب دوبارہ شیطان و نفس کا حملہ ہوگا تو وہ یہ کہے گا کہ ابھی گناہ کا حرام مزہ لے لو، پھر توبہ کر کے جہنم سے بھی بچ جانا، اور جو گناہ سے اس لئے بچتا ہے کہ حق تعالیٰ سے دوری اور بُعد ہو جائے گا، اس کا تقویٰ معتبر بھی ہوتا ہے۔

چاروں طرف اسبابِ معصیت ہوں تو تقویٰ کا کیا نسخہ ہے؟

۲۶ / ربیع الثانی ۱۴۱۲؁ھ مطابق ۴ / نومبر ۱۹۹۱؁ء بروز پیر

ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں کی شادیاں نہیں ہوئیں یا ہوئی اور بیوی کا انتقال ہوگیا، ان کے لئے میں نے ایک شعر کہا ہے ؎

بے کسی اے میرؔ اس چوہے کی دیکھا چاہیے
بلیوں کی میاؤں ہو اور پاس کوئی بل نہ ہو

میدان میں کوئی چوہا ہو اور ہر طرف سے بلیاں میاؤں کر رہی ہوں تو پھر وہ بل کے حسن کی طرف نہیں دیکھتا کہ بل سنگِ مرمر کا ہے یا نہیں، بلیوں کی میاؤں سے گھبرا کر کانٹوں میں بھی گھس جاتا ہے۔ ایک عرب یہاں آیا تھا، جب اس کو عربی میں یہ شعر سمجھایا تو بہت ہنسا اور کہا کہ وہ چوہا پہلے تو سیدھا دوڑے گا، پھر گھبراہٹ کے مارے دوڑتے دوڑتے الٹا ہو جائے گا، پھر سیدھا ہوگا، پھر اُلٹ جائے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ چوہا کیسے جان بچائے؟ ایک ہی صورت ہے کہ وہ ہوا میں اُڑ جائے، زمین سے ٹیک آف کر جائے۔ ایسے ہی وہ لوگ جن کے پاس بیوی نہیں ہے وہ اپنی روح کو اللہ کی طرف پرواز کرالیں، کس طرح؟ ذکر اللہ کی برکت سے ؎

نار شہوت چہ کشد نور خدا

شہوت کی آگ کو ذکر اللہ کے نور سے بجھا دیں۔

مضرتِ نمک اور نمکین

۲۶ / شوال المکرم ۱۴۰۶ھ مطابق ۴ / جولائی ۱۹۸۶ء بروز جمعہ

ارشاد فرمایا کہ بلڈ پریشر کے مریض کو نمک نہیں کھانے دیا جاتا کہ نمک کھانے سے بلڈ پریشر بڑھ جاتا ہے، جس سے دل کا دورہ پڑتا ہے اور موت واقع ہو جاتی ہے۔ جس طرح بلڈ پریشر کے مریضوں کے لئے نمک مضر ہے، ایسے ہی جن لوگوں پر عشق و محبت کا غلبہ ہے، ان کے لئے نمکین صورتیں مضر ہیں۔

دل کے نکل جانے کا راستہ آنکھوں سے ہے

۲۴ / ذیقعدہ ۱۴۰۶ھ مطابق یکم اگست ۱۹۸۶ء

بروز جمعہ، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ اپنی آنکھوں پر تالا لگاؤ، نظر کی حفاظت کرو تاکہ دل سلامت رہے، دل اڈہ ہے، سکینہ کا جہاز اترنے کا ایئرپورٹ ہے، اور آنکھیں گیٹ پاس ہیں، آنکھوں کے ذریعہ دل چوری ہوتا ہے، آنکھیں نامحرموں پر، حسینوں پر کھولیں تو بس دل نکل گیا، دل کو نکلنے کا راستہ مل گیا، اب سکون نہیں مل سکتا کیونکہ سکینہ کا جہاز جو اللہ تعالیٰ قلبِ مومن پر اُتارتے ہیں، وہ اڈہ ہی نہیں رہا۔

فنائیتِ حسن سے عبرت لینے والے دو قسم کے لوگ

۲۳ / محرم الحرام ۱۴۱۳ھ مطابق ۲۵ / جولائی ۱۹۹۲ء بروز ہفتہ

ارشاد فرمایا کہ عورتوں اور حسین لڑکوں کی فنائیت سے دو قسم کی عبرت پیدا ہوتی ہے:

۱۔ اللہ والے حسینوں کی فنائیت کا تصور کر کے کہ کل کو بوڑھا ہو جائے گا، کمر ٹیڑھی

ہوجائے گی، دانت ٹوٹ جائیں گے تو اللہ والے گناہ سے بچ جاتے ہیں۔
۲۔اور جو لوگ خبیث الطبع اور اللہ تعالیٰ کی محبت سے اور عقل وفہم میں نور سے محروم ہیں، وہ اسی فنائیت کا تصور کر کے دل میں کہتے ہیں کہ ارے جلدی جلدی مزے لوٹ کر زنا، بدکاری کرلو، پھر بڈھا بڈھی ہوجائیں گے تو کیا مزہ آئے گا، وہ اَور گناہ میں ملوث ہوجاتے ہیں، یہی فنائیت ان کو دوزخ کی طرف لے جاتی ہے۔

چار کام کرنے پر ولی اللہ بننے کی ضمانت از حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

۶ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۶ ستمبر ۱۹۹۱ء

بروز پیر بعد مغرب، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ چار کام آپ کرلیں:

نمبر ۱۔نگاہوں کی حفاظت　　نمبر ۲۔دل کی حفاظت

نمبر ۳۔اللہ والوں کی صحبت　　نمبر ۴۔بُری صحبت سے دوری

ان چار کاموں پر کوئی مداومت کرلے تو میں اس کی ولایت کی ضمانت لیتا ہوں، ان شاء اللہ! ان شاء اللہ! ان شاء اللہ! ولی اللہ ہوجائے گا۔

طوفانِ بے حیائی میں نظر کی سخت حفاظت رکھیں

ارشاد فرمایا کہ ایک بات عام تجربہ کی پوچھتا ہوں کہ جس جگہ آندھی آرہی ہو، گرد وغبار کا طوفان ہو، وہاں آپ نے کسی کو دیکھا کہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر آندھی کو دیکھ رہا ہو؟ بلکہ وہاں تو آنکھیں بند کر کے چلتے ہیں بلکہ آنکھوں پر ہاتھ بھی رکھ لیتے ہیں، تو آج کل سڑکوں پر بدنگاہی کا طوفان آیا ہوا ہے، حیرت ہے کہ خود کو سالک کہنے والے یہاں پر اپنی آنکھوں کو پورا کھول کر چلتے ہیں بلکہ دائیں بائیں نظریں بھی گھماتے رہتے ہیں، پھر نظروں کی حفاظت کیسے ہوسکتی ہے؟ تو جیسے ہمیں آنکھوں کی روشنی عزیز ہے، دل کی بصیرت اور تعلق مع اللہ کی حفاظت تو اَور زیادہ ہونی چاہیے۔

بار بار نصیحت کرنے کا فائدہ

ارشاد فرمایا کہ بار بار اس شعر کو سناتا ہوں کیونکہ ایک بات پوچھتا ہوں کہ کیل ٹھوکنے کے لئے ہتھوڑی ایک بار مارنی پڑتی ہے یا بار بار مارنی پڑتی ہے؟ بار بار، اور پھر دیواریں بھی مختلف قسم کی ہوتی ہیں، کسی کی کچی مٹی کی دیوار ہوتی ہے، ایک ہی بار ٹھونکنے سے کیل آر پار ہوگئی، اللہ والا ہوگیا، اور بعضوں کا دل اتنا سخت ہوتا ہے کہ بار بار ٹھوکنے کے بعد پار ہوتی ہے۔ اس لئے یہ شعر بار بار سناتا ہوں تاکہ دل میں اُتر جائے ؂

عشقِ بتاں میں اسعدؔ کرتے ہو فکرِ راحت
دوزخ میں ڈھونڈتے ہو جنت کی خواب گاہیں

نظر بازوں پر شعر فرمایا اور نام اپنا لیا ہے، اللہ والوں کا کمال یہی ہے کہ اپنے ہی کو گنہگار کہتے ہیں، دوسروں کو نہیں کہتے، تو فرماتے ہیں اے اسعد! تم حسینوں کے عشق میں آرام تلاش کرتے ہو، حقیقت میں جنت کے مزے دوزخ میں تلاش کرتے ہو۔ یہ بہت بڑی گمراہی ہے، جو یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی راہوں سے حرام لذت کی چوریاں کرکے ہم چین سے رہ لیں گے۔ یاد رکھو کہ جب حرام لذت آتی ہے تو حلال کو بھی لے جاتی ہے، تمہاری جو بیویاں گھر میں ہیں، بدنگاہی کی وجہ سے ان سے بھی محبت ختم ہوجائے گی۔ یہ شعر مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو میرے شیخ حضرت ہردوئی مدظلہ کے استاد، مظاہر العلوم مدرسہ کے ناظم، اور حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ بہت حسین وجمیل تھے اور انگریزی میں بھی بہت ماہر تھے۔

اللہ والوں کا اَمردوں سے احتیاط کرنا

صفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۳۱ / اگست ۱۹۹۱ء
بروز ہفتہ صبح نو بجے، کمرۂ خاص در خانقاہ، گلشن اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر تابعی ہیں، ایک

حمام میں نہا رہے تھے، اسی دوران حمام میں ایک اَمرد، حسین لڑکا آ گیا، فوراً آواز لگائی:

((دَخَلَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ الْحَمَّامَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ غُلَامٌ صَبِيْحٌ فَقَالَ أَخْرِجُوْهُ أَخْرِجُوْهُ فَإِنِّيْ أَرٰى مَعَ كُلِّ امْرَأَةٍ شَيْطَانَانِ وَمَعَ كُلِّ غُلَامٍ عَشَرَةَ شَيَاطِيْنَ))

(کتاب الکبائر للذہبی: ج۱ص۵۸)

اس کو جلدی نکالو، اس کو جلدی نکالو، عورت کے ساتھ تو دو شیطان ہوتے ہیں، حسین لڑکوں کے ساتھ دس شیطان ہوتے ہیں۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے کمرۂ تصنیف میں حضرت کے بھتیجے مولوی شبیر علی صاحب نے ایک اَمرد طالب علم کو کسی کام سے بھیج دیا، حضرت باوضو، تفسیر بیان القرآن تصنیف فرما رہے تھے مگر فوراً نیچے تشریف لائے اور فرمایا کہ مولوی شبیر علی! میری تنہائیوں میں کسی لڑکے کو مت بھیجا کرو اور یہ بھی فرمایا کہ جن لوگوں کو مجھ سے عقیدت ہے، میرے اس عمل سے ان کو سبق لینا چاہیے۔ ہمارے اکابر نے ''اَمردوں کی طرف مت دیکھو'' حکم کا بہت خیال رکھا ہے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا بیان روک کر اَمرد کو دائیں طرف بھیجنا

۵؍صفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۶؍اگست ۱۹۹۱ء

بروز جمعہ مجلسِ عام، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

آج جمعہ کے بیان کے لئے ساری مسجد سامعین سے بھری ہوئی تھی۔ حضرت والا دامت برکاتہم نے اپنا بیان ابھی شروع ہی کیا تھا کہ حضرت والا کی نشست کے عین سامنے ایک اَمرد لڑکا بیان سننے کے شوق میں بیٹھا تھا۔ حضرت نے بیان کو موقوف کر کے اس سے فرمایا کہ تم یہاں سے اُٹھ کر دائیں طرف، ایک جگہ کا اشارہ فرمایا، وہاں جا کر بیٹھو۔ (واہ رے میرے شیخ! اللہ کو راضی کرنے میں کسی کی ناگواری کا خیال نہیں کیا)

درس کے دوران اَمردوں کو دائیں بائیں بٹھانا چاہیے

چاٹگام بنگلہ دیش کے ایک محدث نے جو میرے خلیفہ بھی ہیں، مجھ سے ایک سوال کیا کہ میں بخاری اور مسلم پڑھاتا ہوں تو وہاں درس گاہ میں داڑھی والے طالب علم ہوتے ہیں، بڑے لڑکے ہوتے ہیں لہٰذا کوئی تشویش نہیں ہوتی، مگر جب کبھی مہتمم صاحب ہمیں تدریس کے لئے ابتدائی درجات کی کتاب دے دیتے ہیں تو اس میں لڑکے بے داڑھی مونچھ کے، پندرہ سال سولہ سال کے ہوتے ہیں جنہیں دیکھنے سے پرہیز ضروری ہے، نفس میں بُرے خیالات آسکتے ہیں، اس کا کیا علاج ہے؟ تو میں نے عرض کیا کہ ایک لڑکا اگر کسی لڑکے سے تکرار کرتا ہے اور دونوں حسین ہیں، گندے خیالات آنے لگیں تو ان کو آپس میں تکرار جائز نہیں ہے ورنہ نفس کا جھگڑا شروع ہوجائے گا، تکرار معنی جھگڑا بھی ہے۔ لہٰذا اس پر لازم ہے کہ کسی اور سے تکرار کرے، اصلاحِ نفس فرض ہے، گناہ سے بچنا فرضِ عین ہے اور مولوی بننا فرضِ کفایہ ہے۔ آپ چونکہ استاد ہیں، تو ایسے لڑکے جن سے مجاہدہ ہوتا ہو، ان میں اللہ تعالیٰ نے زیادہ حسن رکھا ہو تو آپ ایسے بچوں کو دائیں بائیں بٹھائیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو پیچھے بٹھاتے تھے:

((كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ صَبِيْحًا وَّكَانَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ يُجْلِسُهٗ فِيْ دَرْسِهٖ خَلْفَ ظَهْرِهٖ مَخَافَةَ خِيَانَةِ الْعَيْنِ مَعَ كَمَالِ تَقْوٰهُ))

(ردالمحتار: کتاب الحظر والاباحة، باب النظر واللمس، جزء ۲۶ ص ۳۷۴)

جب ان کو یہ احساس ہوا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اتنے حسین وجمیل ہیں، ابھی داڑھی بھی نہیں آئی، خوفِ خدا سے پیچھے بٹھاتے تھے لیکن آپ اگر پیچھے بٹھائیں گے تو اول تو امام صاحب کا زمانہ نہیں ہے، مہتمم آپ کو استاد ہی نہیں رکھے گا، امام صاحب تو کسی کے ملازم نہیں تھے لیکن آج کل کوئی مدرس ایسا کرے تو سب سے پہلے تو مہتمم ہی اسے اپنے مدرسہ سے نکال دے گا۔ ہندوستان کے رہنے والے ایک مولوی

صاحب جنوبی افریقہ میں لڑکیوں کے اسکول میں اسلامیات کے ٹیچر مقرر ہوئے، قاری صدیق صاحب باندوی دامت برکاتہم سے تعلق تھا، تو کہنے لگے کہ میں نے جب پڑھانا شروع کیا تو میں نے لڑکیوں کی طرف نہیں دیکھا، آنکھ بند کر کے تقریر کی تو پرنسپل صاحب پہچان گئے اور کہا کہ دیکھئے جناب! میں آپ کو نوکری سے نکال دوں گا، اگر پڑھانا ہے تو لڑکیوں کی آنکھوں میں آنکھ ڈال کر پڑھاؤ۔ آہ نکل گئی، میں نے کہا ایسی ملازمت کو لعنت بھیجو، جو نوکری ہمیں خدا سے دور کرتی ہو، ایسے پیٹ کو لات مارو، فاقہ کرلو، پیٹ پر پتھر باندھ لو، نمک روٹی کھالو۔

تو میں نے محدث صاحب سے کہا کہ آپ انہیں دائیں بائیں بٹھاؤ اور سامنے ان لڑکوں کو بٹھاؤ جو کم حسین ہوں یا غیر حسین ہوں تو یہ متن بن جائیں گے اور وہ لڑکے جو ذرا حسن میں کوئی درجہ رکھتے ہیں وہ حاشیہ بن جائیں گے اور حاشیہ باریک ہوتا ہے، مشکل سے پڑھا جاتا ہے، ہلکا سا مجاہدہ رہ جائے گا اور اگر ان لڑکوں کو اشکال ہو کہ استاد ہماری طرف دیکھتے نہیں تو اعلان کردو کہ جن لڑکوں کی طرف میں نہیں دیکھتا ہوں، وہ یہ نہ سمجھیں کہ ان کو برکت نہیں ہوگی، ان شاء اللہ ان کو زیادہ نفع ہوگا کیونکہ میں اللہ کے لئے ان کو نہیں دیکھتا۔ علم اللہ دیتا ہے، جب اللہ زیادہ خوش ہوگا تو ہمیں بھی زیادہ دے گا ان کو بھی زیادہ دے گا۔

اَمرد کو بھی پیر کا فیض اللہ کو راضی کرنے سے ملے گا

۱۴؍ربیع الثانی ۱۲ ۱۴ ھ مطابق ۲۳؍اکتوبر ۱۹۹۱ء
بروز بدھ، آٹھ بجے صبح بعد ناشتہ، کمرۂ خاص میں

ارشاد فرمایا کہ غیر اللہ سے دل کا پھنس جانا بہت پریشانی کا سبب ہے، غیر اللہ سے قربت، اللہ سے دوری کا باعث ہے۔ اگر اپنے پیر بھائی کی طرف بھی کسی کو میلان ہو تو اس سے الگ ہو جاؤ، اس معاملے میں کسی کی رعایت مت کرو،

چاہے کوئی کچھ بھی کہتا رہے۔ اگر مخلص، سچا اللہ والا ہے تو اس کے دل میں اِس کی قدر و منزلت اَور بڑھ جائے گی، اور اگر نادان بے وقوف ہے تو پیر سے کہے گا کہ آپ میری طرف دیکھتے بھی نہیں ہیں، میں تو بالکل ہی محروم رہ جاؤں گا۔ نالائق! فیض اللہ کی رضا سے ملے گا یا اللہ کو ناراض کر کے پیر و مرید کا جو تعلق ہوگا اس سے ملے گا؟

جو گناہ پر راضی ہوجاتا ہے یہ دلیل ہے کہ اس کے اندر بھی گناہ کی خباثت موجود ہے ورنہ ہرگز ہرگز راضی نہ ہوتا۔ کبوتر کبوتر کے ساتھ اُڑنے لگتا ہے، فاسق فاسق سے مَیل کھا جاتا ہے لیکن کوئی متقی کسی فاسق سے مَیل نہیں کھائے گا۔ جو خود تقویٰ سے رہے گا اس کو اگر کوئی شہوت کی نظر سے دیکھتا ہے تو اس کو احساس ہوجاتا ہے کہ یہ مجھے کس نظر سے دیکھ رہا ہے۔ تھانہ بھون میں ایک طالب علم نے حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی کہ حضرت! یہ جو بڑے میاں اصلاح کی غرض سے آئے ہوئے ہیں، یہ جب مجھے دیکھتے ہیں تو ان کی آنکھوں میں مجھے ظلمت اور شہوت معلوم ہوتی ہے۔ حضرت نے ان بڑے میاں کو بلا کر تنہائی میں پوچھا تو انہوں نے اعتراف کیا کہ واقعی! میں اس لڑکے کو شہوت کی نظر سے دیکھ کر دل میں حرام، گندے خیالات پکاتا ہوں۔ پھر حضرت نے ان کو اس فعل کی برائی سمجھائی، چونکہ مخلص تھے، حضرت کی تعلیم پر عمل کیا، اس مرض سے نجات پاگئے، توبہ کی اور ولی اللہ ہوئے۔

جس قوت کو استعمال نہ کیا جائے وہ کمزور ہونے لگتی ہے

لہٰذا اس بات کو سمجھ لیجئے کہ جو نظر کی حفاظت نہیں کرتا اس کی حفاظتِ نظر کی قوت کم ہوتی چلی جاتی ہے کیونکہ جس قوت کو استعمال نہیں کیا جاتا وہ ختم ہونے لگتی ہے۔ یہ ہمارا ہاتھ ہے، اس کو اگر اوپر کر کے رسی سے باندھ دیا جائے، تین دن تک حرکت نہ کرنے دیں، تو بیکار ہوجائے گا، نیچے لانے کے قابل ہی نہ رہے گا، اور یہ بات یقینی ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے نظر نیچی کرنے کی قوت یقیناً دی ہے، اگر یہ قوت نہ دیتے

تو يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ کا حکم بھی نہ دیتے۔ نظر نیچی کرنے کا حکم دینا دلیل ہے کہ ہمارے اندر نظر بچانے کی طاقت اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے، اب اگر ہم اس قوت کو استعمال نہیں کریں گے تو آہستہ آہستہ یہ کمزور ہونے لگے گی، اور نظر کی حفاظت مشکل سے مشکل تر ہوتی جائے گی۔

جو نیک بن جاتا ہے وہ چاہتا ہے سب نیک بن جائیں

ارشاد فرمایا کہ جو نیک بن جاتا ہے وہ چاہتا ہے کہ سب نیک بن جائیں اور جو بُرا ہوتا ہے وہ چاہتا ہے سب بُرے بن جائیں۔ ایک بڑے میاں کی کمر میں کُبھ تھا، کبڑے تھے، جھک کر چل رہے تھے، ایک شخص نے پوچھا، بڑے میاں کیا تلاش کر رہے ہو (جو جھک کے چل رہے ہو) کہا کہ بیٹا! زمین میں اپنی جوانی تلاش کر رہا ہوں۔ پوچھا تم کیا پسند کرتے ہو کہ تمہاری کمر سیدھی ہو جائے یا سب کبڑے ہو جائیں؟ تو کہنے لگا میرا دل چاہتا ہے سب کبڑے ہو جائیں۔

گناہوں کی نحوست سے کبھی توبہ کی توفیق چھین لی جاتی ہے

تو ۱۹٦۴ء کی بات ہے، جب میں ناظم آباد چار نمبر میں رہتا تھا، ایک خانساماں مجھ سے بیعت ہو گیا۔ فطری طور پر اس کے دل میں تقاضا ہوا کہ دوسرے بھی نیک بن جائیں، اس نے اپنے ایک خانساماں دوست کو بھی آنے کی دعوت دی، اس دوسرے نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ وہ ظالم گانا سنا کرتا تھا اور اولیاء اللہ کی شان میں گستاخی کرتا تھا، کہا کہ میرا نماز میں دل نہیں لگتا، میں گانا سنتا ہوں، حسینوں کو چھیڑتا ہوں۔ آخر دل سیاہ ہو جاتا ہے اور پھر قبولِ حق کی صلاحیت نہیں رہتی۔ پھر نتیجہ کیا نکلا؟ اللہ تعالیٰ اپنی نافرمانی کو تو درگذر کر لیتا ہے لیکن اپنے اولیاء کی شان میں گستاخی پر سخت عذاب کا اندیشہ ہے۔ اس دوسرے نالائق خانساماں کو کینسر ہو گیا، ایسا سخت کینسر ہوا کہ رات بھر درد سے چیختا تھا، ڈاکٹروں سے کہتا تھا کہ مجھے

زہر دے دو۔ میرے مرید خانساماں نے چشم دید دیکھا اور مجھے بتایا کہ میں پھر اس کے پاس گیا کہ ظالم اب تو توبہ کر لے، ڈاکٹروں نے کہہ دیا ہے کہ تُو بچے گا نہیں۔ تب اس نے کہا کہ یہ لفظ (ت، و، ب، ہ۔ توبہ) میرے منہ سے نہیں نکل رہا ہے۔ سب کچھ کہتا تھا، انڈا کھلاؤ، شربت پلاؤ، ہسپتال لے جاؤ، ڈاکٹر سے کہتا تھا مجھے زہر دے دو، ساری لغت نکلتی تھی لیکن توبہ کا لفظ نہیں نکلتا تھا۔ اب ساری دنیا کی سائنس بتائے کہ کیا وجہ تھی کہ اس کی زبان سے یہ لفظ ادا نہیں ہو رہا تھا فَاعۡتَبِرُوۡا يٰۤاُولِی الۡاَبۡصَارِ۔ لہٰذا گناہوں کی سزا کے طور پر کبھی توبہ کی توفیق بھی سلب ہو سکتی ہے۔

بدنظری کے عادی بیت اللہ میں بھی بدنظری کرتے ہیں

ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق اکتوبر ۱۹۹۱ء

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے دوستی اور معرفت پیدا کر کے بیت اللہ جانے میں جو لطف ہے اس کو بیان کرنا، احاطۂ تحریر وتقریر میں لانا بہت مشکل ہے، ایسے ہی جو لوگ بیت اللہ کے باہر نافرمانی کرتے ہیں، جو باہر باغی ہوتے ہیں وہ اندر جا کر بھی بغاوت کرتے ہیں، ایسے نالائقوں کو خانہ کعبہ میں چشم دید دیکھا کہ طواف کر رہے ہیں اور کسی عورت پر نظر پڑ گئی تو دیکھتے چلے جا رہے ہیں۔

خزانہ در ویرانہ

۲۷؍ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ مطابق ۳؍ستمبر ۱۹۸۶ء بروز بدھ بعد عصر

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خزانہ ہمیشہ ویرانے میں رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی بندہ اپنے دل کو نفس کی حرام خواہشات کا خون کر کے ویران کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے تعلق اور نسبت مع اللہ کا موتی اس کے دل میں رکھ دیتے ہیں، اور یہ اتنا قیمتی موتی ہے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہانِ مغلیہ کو دہلی کی جامع مسجد کے منبر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

دلے دارم جواہر پارۂ عشق است تحویلش
کہ دارد زیرِ گردوں میر سامانے کہ من دارم

ترجمہ: گردوں معنی آسمان، اے سلاطینِ مغلیہ! ولی اللہ اپنے سینے میں ایک دل رکھتا ہے، اس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے کچھ موتی اور جواہرات ہیں۔ آسمان کے نیچے اگر مجھ سے زیادہ کوئی امیر ہو تو سامنے آئے۔ یہ ہیں اللہ والے کہ جب اللہ کی محبت عطا ہو جاتی ہے تو سلاطین کو خاطر میں نہیں لاتے۔

جذب کا بیان کرتے ہوئے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی کیفیت

۲۸؍محرم الحرام ۱۴۱۲؁ھ مطابق ۱۰؍اگست ۱۹۹۱؁ء
بروز ہفتہ بعد فجر، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے جذب کو مانگنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ بندے مجھ سے یہ نعمت مانگیں، جب ہی تو اعلان فرما دیا ورنہ بتاتے ہی نہیں، جیسے ابّا یہ کہہ دے کہ میرے پاس قسم قسم کی ٹافیاں ہیں تو بچوں کو مانگنا چاہیے، وہ بیٹا نالائق ہے جو نہیں مانگتا، ایسے ہی وہ بندہ جو اس نعمت پر صبر کرتا ہے تو وہ نالائق ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اعلان کر دیا کہ ہمارے پاس ایک ٹافی ہے جس کا نام ہے جذب، تو تم بچوں کی طرح کیوں نہیں ہم سے مانگتے ہو؟ (احقر سہیل عرض کرتا ہے کہ اس جملہ کو ادا کرتے ہی احقر نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ پہلے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی دونوں آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں، پھر دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے، جو بہتے ہوئے نظر بھی آ رہے تھے، آخر کا ایک ایک قطرہ دونوں آنکھوں کے نیچے باہر رخسار پر آ کر ٹھہر گیا جس کو احقر خوب غور سے دیکھ رہا تھا تو حضرت والا نے اپنی ہتھیلی سے اس کو پونچھ کر چہرہ پر پھیلا لیا۔ جامع)

جب اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں: اَللّٰہُ یَجۡتَبِیۡۤ اِلَیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ تو کیا یہ اللہ کا اپنی نعمتِ جذب کا اعلان نہیں ہے؟ اگر جذب نہ کرنا ہوتا تو اس نعمت کا اعلان ہی نہ

کرتے چنانچہ جو چیز بچوں کو ابّا نے نہیں دینی ہوتی، اس کا اعلان بھی نہیں کرتا۔ لہٰذا شانِ جذب کا اعلان کر کے اللہ نے قیامت تک کے لئے بتادیا کہ ہمارا غیر محدود راستہ تم ہمارے جذب ہی سے طے کر سکتے ہو، اسی کو حضرت عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے جسے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے وعظ طریق القلندر میں بیان فرمایا ؎

صنما رہ قلندر سزاوار بمن نمائی

کہ دراز و دور دیدم رہ و رسمِ پارسائی

کہ اے اللہ! مجھے رہِ قلندر سے اپنا راستہ طے کرا دیجئے یعنی جذب فرما لیجیے کیونکہ سالکوں کا راستہ تو بہت طویل اور دشوار گذار ہے۔ اگر کوئی خالی سالک رہے تو اللہ تک نہیں پہنچ سکتا، غیر محدود راستہ اپنی صلاحیتوں سے کیسے کوئی طے کر سکتا ہے؟

پھر جذب میں کتنی طاقت ہوتی ہے؟ تو سنئے کہ اللہ کے جذب میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ بڑے بڑے مجرم جن کا سو سو برس کا گناہ نہ چھوٹ رہا ہو، ایک دَم ایسی طاقت ان میں آجائے گی کہ کائنات کی تمام طاقتیں اس کے سامنے ہیچ ہوجائیں گی۔ گناہ چھوڑنے کی ایسی ہمت آجانے پر اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

غم تھا اسیروں کو بال و پر کے جانے سے

شکاری نے کسی پرندے کو شکار کیا اور اس کے بال و پر کاٹ کر پنجرے میں بند کر دیا، نفس و شیطان بھی ہمیں بُری خواہشات کے گوند سے ہمارے پروں کو مفلوج کر دیتے ہیں تاکہ ہم اللہ کی طرف پرواز نہ کر سکیں، سب کچھ عقل رکھتے ہوئے انسان گناہ میں نہ صرف مبتلا ہوجاتا ہے بلکہ اس کی عادت ڈال لیتا ہے، نکلنا چاہتا ہے مگر اپنے ارادوں میں کمزوری پاتا ہے۔ بابا فرید عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نفس و شیطاں زد کریما راہ من

رحمتت باشد شفاعت خواہ من

اے خدا! اے میرے کریم مالک! نفس و شیطان نے میرا راستہ کھوٹا کر دیا، اب

آپ ہی کی رحمت کا سہارا ہے کہ آپ میرے غالب ہیں، آپ ہم مغلوبوں کو غالب کردیجئے۔ ایک اور زبردست شعر یاد آیا ؎

گر چہ دور افتادم بہ ایں امید خرسندم
کہ شاید دست من بار دگر جانان من گیرد

یعنی اگرچہ نفس وشیطان نے گناہ کرا کے ہمیں آپ سے بہت دور کر دیا لیکن آپ سے ایک اُمید مجھے خوش کئے ہوئے ہے کہ شاید آپ کا کرم میرا ہاتھ پکڑ لے اور مجھے بُری حالت سے نکال کر نیک بنا دے۔ تو اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ نے طاقتِ جذب کو اتنا عمدہ بیان کیا کہ شاید کسی شاعر نے بیان کیا ہوگا ؎

غم تھا اسیروں کو بال و پر کے جانے سے
اُڑ چلے لے کر قفس بوئے گل کے آنے سے

جس گلستاں سے وہ پرندے پکڑے گئے تھے، جب پھولوں کی خوشبو آئی تو اُن کی روحانیت اتنی زبردست ہوئی کہ بغیر بال و پر، پنجرے سمیت بھاگے جا رہے ہیں، اور حضرت شاہ فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ تہجد کے وقت، جب ان کی روح اللہ کی خوشبو سے مست ہوتی تھی، تب یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

کیوں بادِ صبا آج بہت مُشک بار ہے
شاید ہوا کے رُخ پہ کھلی زلفِ یار ہے

بس سمجھ لو کہ جب روحانیت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو جسم کی کوئی حقیقت نہیں رہتی، ساری نفس کی گڑبڑ ختم، بس تھوڑا سا شوں شاں کرے گا لیکن ایسا نہیں ہوگا کہ اُٹھا کر پٹخ دے۔

تعلق مع اللہ کی دو علامتیں

۱۵؍ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۴؍ اکتوبر ۱۹۹۱ء
بروز جمعرات بعد فجر، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی

(احقر خانقاہ کے باورچی خانے میں چائے کی پیالیاں دھو رہا تھا اور خانقاہ میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی

مجلس ہو رہی تھی، جس میں سورۂ حشر کی آخری آیات میں اسمائے حسنیٰ سے تربیت و اصلاحِ نفس کے تعلق پر عجیب علوم و معارف بیان فرمائے۔ احقر نادانی سے فوراً حاضر نہیں ہوا، پیالیاں دھو کر درمیانِ مجلس میں حاضر ہوا، اس وقت کی کیفیت ملاحظہ ہو۔ سہیل)

ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ولی کی تعریف پھر سن لیجیے کیونکہ سہیل نہیں تھا، ابھی آیا ہے۔ (پھر احقر سے فرمایا کہ) ایسے وقت میں مت برتن ورتن دھویا کرو، سمجھ گئے! لاحول ولاقوۃ الا باللہ! دل دھونے کے لئے مجلس میں بیٹھ جایا کرو، برتن دُھلیں نہ دُھلیں، جب جانتے ہو کہ اللہ کی رحمت کا کوئی وقت نہیں ہوتا۔ کان اِدھر رکھا کرو کہ کوئی دینی بات ہو رہی ہو تو فوراً حاضر ہو گئے، ایسے وقت بالکل بند کر دو برتن دھونا۔ خانقاہ میں برتن دھونا مقصود نہیں ہے، مقصود تو تزکیۂ نفس ہے، خدمت درجہ ثانوی میں ہے۔ درجہ اوّلی اپنی اصلاح کی بات سنو کہ حق تعالیٰ جس کو اپنا ولی بناتے ہیں اس پر یہ علامات ظاہر ہوتی ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دیتے ہیں (۲) اگر وہ برائی اور گناہ کا ارادہ بھی کر لے تو حق تعالیٰ گناہ کے اسباب کو اس سے دور فرما دیتے ہیں، کبھی اس سببِ گناہ کو پکڑ بھی لیتے ہیں۔ جس کی مثال میں نے ابھی یہ بتائی تھی کہ ابّا کے ساتھ جو بچہ چل رہا ہو اور ابّا کے ہاتھ میں اس کا ہاتھ ہو تو باپ اس کو گٹر میں گرنے نہیں دے گا۔ حق تعالیٰ کی معیتِ خاصّہ سے جو بندے مشرف ہو جاتے ہیں، تعلقِ خاص، اولیاء اللہ والے تعلق کو جو لوگ پا جاتے ہیں، تو حق تعالیٰ کی معیت کے ہوتے ہوئے کیسے وہ گٹر میں گرے گا؟ اس لئے اہل اللہ معصوم تو نہیں ہوتے لیکن محفوظ کر دیئے جاتے ہیں۔

تدبیر اور توکل

۲۶ رشوال المکرم ۱۴۰۶ھ مطابق ۴ ر جولائی ۱۹۸۶ء بروز جمعہ

ارشاد فرمایا کہ تدبیر بھیک کا پیالہ ہے، اس پیالے میں دیں گے تو اللہ تعالیٰ ہی، لہٰذا تدبیر تو کرو لیکن بھروسہ تدبیر پر نہ کرو، بھروسہ حق تعالیٰ پر کرو۔

جسم کا آرام دل کے آرام سے ہے

۲۵؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ مطابق ۳؍دسمبر ۱۹۹۱ء

بروز منگل قبل ظہر، بارہ بجے دوپہر، کمرۂ خاص درخانقاہ، گلشنِ اقبال، کراچی

(احقر خانقاہ میں کیسٹ میں بیانات بھرنے کا کام کررہا تھا، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس کمرے میں ہورہی تھی، یہ وہ زمانہ تھا جب احقر کو حضرت والا نے بوجہ داڑھی کم ہونے کے اپنے کمرے میں آنے پر دوبارہ پابندی لگادی تھی۔ کمرے میں کچھ احباب حاضر تھے۔ حضرت والا نے کسی کے ذریعہ احقر کو طلب فرمایا اور فرمایا کہ یہاں ایک کونے میں بیٹھ جاؤ اور ایک بات سن لو اور اس کو نوٹ بھی کرلینا۔ سہیل)

ارشاد فرمایا کہ جسم کا آرام دل کے آرام سے ہے۔ بعض لوگوں کا جسم بہت آرام سے ہے، بہت عیش میں ہیں، نوکر چاکر، ٹھاٹ باٹ خوب میسر ہیں لیکن دل پریشان ہے۔ بظاہر تو بہت آرام سے ہیں لیکن ایئر کنڈیشنوں میں خودکشیاں ہورہی ہیں، معلوم ہوا کہ جسم کا آرام دل کے آرام سے ہے، اور دل کا آرام اللہ کے نام میں ہے۔ اللہ کو اگر بھلادیا تو کہیں چین نہیں ملے گا:

﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ﴾

(سورۃ الحشر: آیۃ ۱۹)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جنہوں نے اللہ کو بھلایا، اللہ نے ان کو ان کی جانوں سے بھلادیا۔ لہٰذا معشوقوں کے چکر میں آئے دن لوگ جان تک کھو بیٹھتے ہیں۔ یہی کہتا ہوں کہ دل کسی غیر کو مت دینا، اور دل چوری ہوتا ہے آنکھوں کے راستے سے، جو بدنظری کرتا ہے وہ دل کو چوری ہونے کے لئے گیٹ پاس دے دیتا ہے۔

راہِ سلوک کی منزلیں کیسے طے ہوتی ہیں؟

۲۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ مطابق ۲۰؍دسمبر ۱۹۹۲ء بروز جمعہ

ارشاد فرمایا کہ راہِ سلوک کی مسافت سے گھبرانا نہیں چاہیے، اس پر

یہ قطعہ سنایا ؎

بس چلا چل قطع راہِ عشق اگر منظور ہے
یہ نہ دیکھ اے ہم سفر نزدیک ہے یا دور ہے
مشکلیں تو عاشق کو ہیں بس قبل از دیوانگی
کچھ دنوں غم سہہ لیا تا زندگی مسرور ہے

کثرتِ ذکر سے مراد کثرتِ طاعت ہے

۲۵؍جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲؁ھ مطابق ۳؍دسمبر ۱۹۹۱؁ء

ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

(سورۃ الانفال: آیۃ ۴۵)

یہاں کثرتِ ذکر سے مراد کثرتِ تسبیح نہیں بلکہ کثرتِ اطاعت و فرمانبرداری ہے۔

کثرتِ ذکر سے مراد ذکر کے ساتھ گناہوں سے بچنا بھی ہے

۲۶؍ربیع الثانی ۱۴۱۲؁ھ مطابق ۴؍نومبر ۱۹۹۱؁ء بروز پیر

ارشاد فرمایا کہ سورہ نساء آیت نمبر ۱۴۲ میں منافقین کی علامات بیان فرمائی گئی ہیں ان میں ہے کہ لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص چاہے کہ نفاق سے بچ جائے تو کثرت سے ذکر کرے، لیکن میں کہتا ہوں کہ اتنا بھی ذکر نہ کرے کہ دماغ گرم ہوجائے۔ ہاں! منفی ذکر زیادہ کرو، اللہ کو ناراض نہ کرنا منفی ذکر ہے۔ ایک نظر کی حفاظت کرلی تو سینکڑوں تہجد سے زیادہ نور بنتا ہے، حلاوتِ ایمانی عطا ہوتی ہے۔ اور اگر اللہ اللہ تو کرتا ہے، زبان سے ذکر اللہ کرتا ہے لیکن گناہوں سے نہیں بچتا تو جس طرح مچھلی کو پانی میں چین ملتا ہے، پانی سے ذرا نکالو تو بے چین ہوجاتی ہے اور اس کا

سکون چھن جاتا ہے، اسی طرح باوجود ذکرِلسانی کے گنہگار کی زندگی میں بھی سکون نہیں ملے گا کیونکہ وَمَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِکۡرِیۡ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيۡشَةً ضَنۡكًا (سورۃ طٰہٰ: آیۃ ۱۲۴) کا اعلان بھی تو قرآنِ پاک میں ہے۔ نیز مچھلی جس پانی میں ہو وہ پانی بھی گہرا ہو ورنہ تھوڑا پانی ہو تو مئی جون کی گرمی میں وہ گرم ہوجائے گا اور مچھیرا مچھلیوں کو بغیر جال کے پکڑ لے گا۔ تو اللہ کے ذکر کے پانی کے گہرے دریا میں چلے جاؤ، پھر دیکھو کیسا سکون ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ارادۂ ہدایت کے ثمرات

۱۳؍ جمادی الثانیہ ۱۴۰۹ھ مطابق ۲۲؍ جنوری ۱۹۸۹ء
بروز اتوار، مرکزِ اسلامی، ری یونین، جزیرۂ فرانس

ارشاد فرمایا کہ ایک آدمی مومن ہے، کلمہ گو ہے مگر شراب پی رہا ہے، بدنگاہی کر رہا ہے، تمام گناہوں میں مبتلا ہے، وہ جب یہ دعا مانگے گا کہ اے اللہ! مجھے اولیائے صدیقین میں شامل فرما تو کیا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حالتِ شراب میں وہ ولی ہوجائے گا؟ نہیں، بلکہ جب اللہ تعالیٰ اس کو اپنی ولایت کے لئے قبول فرمائیں گے تو جتنی چیزیں منافیٔ ولایت ہیں، ان سے اسے محفوظ فرمائیں گے، توفیقِ توبہ دیں گے، اور اعمالِ ولایت، اخلاقِ ولایت، جذباتِ ولایت، سب اس کو عطا کردیں گے۔

اللہ پر ایمان لانا فطرتِ عقلیہ انسانیہ کا تقاضا ہے

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کو اپنا ولی بنانا چاہتے ہیں تو اس کی توجہ آسمان کی طرف ہوجاتی ہے۔

ہم چو فرخ میل او سوئے سماء
منتظر بنہادہ دیدہ در ہوا

سوچتا ہے کہ یہ آسمان کس نے بنایا؟ سورج کس نے بنایا؟ جیسے ہم اس مکان میں

مہمان ہوئے تو میں نے آتے ہی پوچھا کہ یہ مکان کس کا ہے جس سے ہم آرام اُٹھا رہے ہیں؟ مجھے اپنے بزرگوں کی ایک بات یاد آئی کہ ایک جنگل میں ایسا ہی شاندار راحت بخش مکان، گدّے لگے ہوئے تھا، تو کوئی شخص وہاں جا کر فائدہ اٹھائے، ان گدّوں پر آرام سے بیٹھے، ان پر سوئے، چائے پیئے اور چلا جائے، یہ نہ پوچھے کہ ان سب کا مالک کون ہے تو یہ انسان نہیں ہے، جانور ہے جانور، کیونکہ نعمت دینے والے کی تحقیق کا اس کو خیال نہیں آیا۔ جیسے گائے بیل ہوتے ہیں، ہر کھیت میں چرتے ہیں، انہیں یہ پتا ہی نہیں کہ یہ کھیت کس کا ہے؟ کس کی نعمت ہم کھا رہے ہیں؟ یہ حیوانی ذوق ہے، نعمت کھا کر نعمت دینے والے کی تحقیق نہ کرنا، اس کو خوش نہ کرنا، اس کا شکر یہ ادا نہ کرنا یہ حیوانی ذوق ہے۔ لہٰذا ایمان لانا فطرتِ عقلیہ انسانیہ کا تقاضا ہے، عقلی طور پر اس کا تقاضا ہوتا ہے کہ میں معلوم کروں کہ یہ سورج کس کا ہے جس سے ہم روشنی حاصل کر رہے ہیں، وہ کون ہے جو ہوا پیدا کرتا ہے جس سے ہم زندہ ہیں۔ تو جس کی چیز سے فائدہ اُٹھائے اس کو دعا دے، ایسے ہی جب معلوم ہوگیا کہ ہم اللہ کے سورج سے روشنی حاصل کر رہے ہیں، اللہ پاک کی ہواؤں سے زندگی لے رہے ہیں، ان کی زمین پر چل رہے ہیں، ان کے آسمان کے نیچے ہیں، تو یہ پوچھنا ہمارے اوپر فرض ہے کہ ہم اپنے مالک کی معرفت حاصل کریں۔

جس کو خلافت دو اس میں وجاہت بھی مطلوب ہے

ارشاد فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَآيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾

(سورۃ الانفال: آیۃ ۶۴)

کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کے لئے اللہ کافی ہے اور ایمان والے مومنین کافی ہیں۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ کافی ہے تو مخلوق کی کفایت کی کیا ضرورت ہے؟ فرمایا کہ کفایت کی دو قسمیں ہیں: کفایتِ ظاہری،

کفایتِ حقیقی۔ کفایتِ حقیقی تو اللہ ہی کی ہے مگر کفایتِ ظاہری بھی ضروری ہے کہ کافروں کو بھی نظر آئے۔ لہٰذا جب اللہ تعالیٰ کسی مولوی کو قوت دیں، موٹر دے دیں، کاروبار دے دیں، کچھ دوست احباب دے دیں تو اس کو شکر ادا کرنا چاہیے، یہ اسبابِ وجاہت بھی مطلوب ہیں۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے مرید جتنے ہیں سب اس قابل ہیں کہ میں ان کو خلافت دے دوں لیکن منتخب کر رہا ہوں تا کہ جن کو وجاہت نہیں ہے ان کو خلافت دینے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا مثلاً ایک آدمی موچی ہے، جوتا سی رہا ہے، اب اگر اس کو خلافت دے دی جائے تو کیا کوئی اس کے پاس دین سیکھنے جائے گا؟ دنیاوی وجاہت کو اللہ سے مانگنا بھی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے دو نام ہیں یا ذاالجلال والاکرام، ان کو سات بار پڑھ کر ہاتھوں پر دَم کر کے چہرے پر مَل لو۔ ان ناموں کی برکت سے جب تقریر کرو گے یا مخلوق کے پاس جاؤ گے تو آپ کے چہرے پر اللہ تعالیٰ کی جلالت کی بھیک آجائے گی۔ ہم تو بھک منگے ہیں، اور پھر ترمذی شریف کی روایت میں یا ذاالجلال والاکرام کو کثرت سے پڑھنے کا حکم بھی ہے:

((اَلِظُّوْا بِیَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِ كْرَامِ))

(جامع الترمذی: (ایچ ایم سعید)؛ ابواب الدعوات؛ ج ۲ ص ۱۹۲)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حکم ہے کہ اے امتیو! یا ذاالجلال والاکرام پڑھا کرو، نبی کا بتایا ہوا وظیفہ ہے بھئی! اس کے معنیٰ بھی عجیب ہیں، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((صَاحِبُ الْاِسْتِغْنَآءِ الْمُطْلَقِ وَ صَاحِبُ الْفَيْضِ الْعَامِ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)؛ سورۃ الرحمٰن؛ ج ۲۷ ص ۱۵۵)

کہ یا ذاالجلال یعنی صاحبُ الاستغناءِ المطلق، اے وہ ذات جو سارے عالم سے مستغنی ہے، اور والاکرام یعنی صاحبُ الفیضِ العام، اے وہ ذات جو استغنائے کامل و مطلق کے باوجود سارے عالم پر اپنا فیض جاری رکھے ہوئے ہے، ورنہ استغناء میں اپنے چھوٹوں کی طرف سے یا جو لوگ ہم سے حاجت رکھتے ہیں بے فکری

ہوجاتی ہے، لہٰذا اللہ نے فوراً وا لا کرام نازل فرمادیا کہ گھبرانا مت! ہمارا استغناء تم سے استغناء نہیں ہوگا کہ ہم تمہیں مصیبت میں تنہا چھوڑ دیں، ہم تمہیں بھولیں گے نہیں۔

تقویٰ پر استقامت کے بغیر خلافت دینا جائز نہیں

۱۳/ذوالحجہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۵/جون ۱۹۹۳ء بروز ہفتہ

ارشاد فرمایا کہ اگر مرشد نے غلطی سے کسی کو خلافت دے دی اور وہ گناہ کرتا رہتا ہے، گناہوں سے حفاظت اس کو حاصل نہیں ہے تو اس سے سلبِ خلافت شیخ پر واجب ہے، نہ صرف یہ کہ اس کی خلافت میں برکت نہیں ہوگی بلکہ خطرہ ہے کہ نفس کی شامتِ اعمال سے کسی وقت وہ پکڑا جاسکتا ہے اور رسوا ہوسکتا ہے، اور اس کی رسوائی سے پورے سلسلے کی اور پوری خانقاہ کی رسوائی ہوسکتی ہے، اس لئے کم سے کم تقویٰ پر استقامت کے بغیر خلافت دینا جائز نہیں ہے۔

مزاجِ چشتیت ونقشبندیت کا فرق

۱۴/ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۴/ستمبر ۱۹۹۱ء بروز منگل

ارشاد فرمایا کہ اہلِ جنت کے مزاج دو طرح کے ہوں گے، دنیا میں جو اولیاء اللہ ٹھنڈے مزاج کے ہوں گے انہیں جنت میں کافوری شراب پلائی جائے گی، یعنی جو دنیا میں ٹھنڈے تھے تو جنت میں بھی ٹھنڈی شراب پیو، اور جو عشقِ مولیٰ میں شور مچانے والے بندے ہیں یعنی جن پر چشتیت غالب ہے، وہ شرابِ زنجبیل، سونٹھ والی گرم شراب پئیں گے، دونوں شرابوں کا ذکر قرآنِ مجید میں ہے۔ جو یہاں اللہ کے عشق میں شور وغل کرتے تھے، روتے تھے اور جلے بھنے رہتے تھے، ان کو اللہ شَرَابًا زَنۡجَبِیۡلًا پلائے گا اور جو سنت ودین کے پابند ہیں مگر مزاج کے ٹھنڈے ہیں، زیادہ شور وغل اور آہ وفغاں نہیں کرتے ہیں، اللہ ان کو وہاں شَرَابًا کَافُوۡرًا پلائے گا اور ان کو وہی اچھا لگے گا، اللہ تعالیٰ جس کو جو دے گا اس کو اسی میں مزہ آئے گا۔ جنت

تکلیف کی جگہ نہیں ہے نہ حسرت کی جگہ ہے، وہاں کسی کو کوئی غم نہیں رہے گا کہ بھئی! ہمیں کیوں نہیں دیا، اللہ تعالیٰ جس کو جو دیں گے وہ اسی میں خوش رہے گا، اس کو اسی میں مزہ آئے گا۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اکثر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا مزاج یہی آہ و نالے والا تھا، چشتیت کا غلبہ تھا، اور الحمد للہ، اللہ نے ہمیں بھی چشتیت سے مناسبت عطا فرمائی۔ چشتیت میں عشق و محبت، سوزش و گریہ، آہ و نالے زیادہ ہوتے ہیں اور نقشبندیت میں خاموشی زیادہ ہوتی ہے، وہ لوگ ٹھنڈے مزاج کے ہوتے ہیں۔

سالکین کے لئے خاص ہدایات برائے حفاظتِ نظر

۱۰؍ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۰؍ستمبر ۱۹۹۱ء

(بروز جمعہ گیارہ بجے رات، حجرۂ خاص در خانقاہ، احبابِ خاص کی مجلس میں)

ارشاد فرمایا کہ ہمارے بزرگوں کا عمل ہمارے لئے بالکل مشعلِ راہ ہے کہ حسینوں سے کس طرح نظر کی حفاظت کرنی چاہیے۔ میں جب حضرت پرتاب گڑھی دامت برکاتہم کے پاس جایا کرتا تھا تو کبھی حضرت کو نہیں دیکھا کہ حسین لڑکوں کی طرف نظر اٹھاتے ہوں، وہ تو معلوم ہوتا تھا کہ کسی اور ہی عالَم میں رہتے ہیں۔ اپنے پیر مولانا بدر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بارہ سال رہے، ان کے پیر فرماتے تھے کہ قیامت کے دن اگر اللہ پوچھے گا کہ کیا لائے ہو؟ تو میں مولانا محمد احمد صاحب کو پیش کر دوں گا۔ آہ۔ کبھی شاگرد بھی ایسے ہوتے ہیں کہ استاد اُن پر فخر کرتا ہے۔ جوانی میں ستّر ہزار مرتبہ اللہ اللہ کرتے تھے۔ جب میں بائیس پچیس سال کی عمر میں جایا کرتا تھا تب بھی حضرت کے اللہ کہنے کی آواز باہر تک آیا کرتی تھی، اُف! کس قدر درد سے اللہ کا ذکر کرتے تھے، اتنا درد ہوتا تھا کہ بس دل چاہتا تھا کہ اللہ کے نام پر جان دے دوں۔ سننے والوں کا یہ حال ہوتا تھا تو کرنے والے کی کیا کیفیت ہوتی ہوگی۔

آپ دیکھئے! آج میر صاحب نے باہر اپنی چارپائی پر بیٹھ کر ذکر کیا تو خانقاہ میں ہم لوگوں کو کتنا مزہ آرہا تھا۔ مولانا مظہر میاں کی اماں نے بھی کہا کہ آج میر صاحب نے بہت دنوں بعد ذکر کیا اور یہ بھی کہا کہ معلوم ہوتا ہے دل کی گہرائی سے اللہ کا نام لیتے ہیں۔

حفاظتِ نظر میں حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی حال تھا۔ حضرت جب چلتے تھے تو مجال نہیں تھی کہ نظر اِدھر اُدھر ہوجائے، بالکل سامنے نظر رہتی تھی۔ ابھی اگر حضرت زندہ ہوتے تو میں آپ کو دِکھاتا کہ حضرت کس طرح خانقاہ سے مسجد جاتے تھے، لیکن آہ! ہمارا شیخ آج قبر میں ہے۔ حضرت جانتے ہی نہیں تھے کہ دنیا کیا چیز ہے؟ یہ ذکر کی برکت تھی، چھ چھ گھنٹہ، آٹھ آٹھ گھنٹہ ذکر تلاوت کیا کرتے تھے۔ آج میرے دوست احباب ذکر کا غلبہ کرلیں تو ان کو بھی یہ کیفیت حاصل ہوجائے بلکہ خودبخود یہ کیفیت آجائے گی۔

آج سے میری ہدایت ہے میرے پیارے دوست احباب کے لئے کہ جب مسجد جائیں تو اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے نہ جائیں، نیچی نظر کر کے مسجد جائیں اور فوراً مسجد میں گھس جائیں اور نیت باندھ لیں۔ تجسس بالکل نہ کریں کہ کون بیت الخلاء میں جارہا ہے، کون کس سے بات کررہا ہے، نصِ قطعی سے منع ہے **وَلَا تَجَسَّسُوْا**۔ جتنا کسی کی کرید کرو گے تمہارا مرض بڑھ جائے گا۔ نماز میں بھی اگر قرائن سے معلوم ہو کہ کوئی حسین برابر کھڑا ہوگیا ہے تو حرام سے بچنے کے لئے آنکھ بند کر کے خلافِ سنت نماز پڑھ لو۔ لیکن کیا کہوں کون سنتا ہے ؎

کون سنتا ہے کہانی مری
اور وہ بھی زبانی مری

جو شخص شیخ کی تعلیمات کو اہمیت نہیں دے گا ہمیشہ محروم رہے گا، لاکھ ملفوظات نوٹ کرتا رہے، مقرر بھی ہوجائے، مصنف بھی ہوجائے۔ بتا چکا ہوں کہ جب حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ محمود الحسن! فوراً واپس جاؤ تو

راستے میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شاگرد ملا کہ حضرت! کچھ کھچڑی کھا لیجیے۔ فرمایا اپنے شاگرد سے کہ شیخ گنگوہی نے فرمایا ہے کہ فوراً واپس جاؤ، بیس میل پیدل چل کر آیا ہوں، بھوک بھی لگی ہے لیکن شیخ کا حکم ہے کہ فوراً واپس جاؤ، اب اگر تمہاری کھچڑی کھاتا ہوں تو اس میں کچھ وقت لگے گا یا نہیں؟ اور یہ فوراً کے حکم کی خلاف ورزی ہوگی یا نہیں؟ اگرچہ شیخ کو علم بھی نہ ہو مگر جن کے لئے ہم نے انہیں شیخ بنایا ہے، وہ تو اوپر سے دیکھ رہا ہے۔

تقویٰ میں معین ایک طبّی نسخہ

یہ راستہ ایسا ہی ہے، میں کیا کروں، بیسیوں بار اپنے احباب سے میں نے کہا کہ جن کی شادیاں نہیں ہوئی ہیں، وہ لوگ اسپغول کا چھلکا، گلوکوز کے شربت میں، ایک لیموں بھی ڈال لو، صبح شام پئیں، ان شاء اللہ! ان کا بارہ آنہ مجاہدہ کم ہو جائے گا۔ پھر تھوڑا سا بھی خوفِ خدا ذکر کی برکت سے پیدا ہو جائے گا تو گناہ کے قریب بھی نہیں جاؤ گے، گناہ کے قرب سے بھی دل دھڑکنے لگے گا، نیند اُڑ جائے گی۔ ارے ایک لیموں خرچہ کر کے اگر تقویٰ اور خوفِ خدا جیسی دولت مل جائے تو کیا یہ سودا مہنگا ہے؟ یہ نسخہ متقی ساز ہے۔ یہ کسی غیر حکیم پیر سے نہیں پاؤ گے۔ یہ نسخہ سب کے لئے مفید ہے، خواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ ہو کیونکہ سفر میں بھی تو آخر بیوی سے دوری ہوتی ہے کہ نہیں؟ سفر میں روز دعوتیں ملتی ہیں، کباب وغیرہ کھا کر گرمی چڑھنے کا اندیشہ وہاں بھی ہے۔ اور رات کو اللہ سے روؤ، یہ مصرع پڑھا کرو ؎

آبرو مومن کی ترے ہاتھ ہے

اس پر مداومت رکھیں۔ اللہ سے رو کر دیکھو، واللہ کہتا ہوں، قسم کھا کر کہ اللہ سے رونا رائیگاں نہیں جاتا۔ وہ کیسے ہمارے آنسوؤں کو رائیگاں جانے دیں گے، ارے وہ ارحم الراحمین ہیں، تعلق مع اللہ اور اپنا قرب اور دوستی ضرور عطا فرما دیں گے۔

وہ نہیں سنیں گے تو ہماری کون سنے گا۔لہٰذا تین کام کرلیں:
۱: اسبابِ معصیت سے مباعدت، ۲: ذکراللہ پرمداومت، ۳: حق تعالیٰ سے مناجات

دین پر استقامت کا نسخہ

ارشاد فرمایا کہ استقامت علی الدین کا ایک ہی نسخہ ہے اور وہ ہے اللہ کی محبت، اور اللہ کی محبت اہلِ محبت کی صحبت سے، ذکر اللہ سے اور گناہوں سے بچنے سے نصیب ہوگی کیونکہ نافرمانی محبت کی ضد ہے۔ دین مشکل نہیں ہے، ہم لوگوں نے مشکل بنا لیا ہے، اللہ ارحم الراحمین کا دین کیسے مشکل ہوگا! اور حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر ایمان پر مرنا چاہتے ہو تو تین نسخے بتاتا ہوں:

(۱)......موجودہ ایمان پر اللہ کا شکر ادا کرو کیونکہ شکر پر اللہ کا وعدہ ہے کہ ہم نعمت کو زیادہ کریں گے تو موجودہ ایمان پر جب شکر ہوگا تو ایمان زیادہ ہوگا نہ کہ محرومی ہوگی، بجائے محرومی کے اُور ترقی ہوگی۔

(۲)......قرآن کی دعا ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا ... اَنْتَ الْوَهَّابُ ○﴾ (آل عمران: آیۃ ۸) کو پڑھتے رہو۔ اس دعا کی برکت سے ان شاء اللہ! حسنِ خاتمہ نصیب ہوگا کیونکہ اس کا ترجمہ یہی ہے کہ اے میرے رب! میرے دل کو ٹیڑھا نہ کیجیے، بعد اس کے کہ آپ نے ایمان سے نوازا اور مجھے رحمت دیجئے یعنی استقامت دیجئے۔ یہاں رحمت سے مراد استقامت ہے۔ تو ان شاء اللہ! اس دعا کی برکت سے ایمان پر خاتمہ ہوگا لہٰذا ہر فرض نماز کے بعد اس کو پڑھ لیا کرو۔

(۳) اہل اللہ کے پاس آنا جانا رکھو، جو اہل اللہ کے پاس آتے جاتے ہیں ان شاء اللہ! ان کو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کے تعلق سے ایمان اور یقین قلب میں اُتر جاتا ہے، چاہے اعمال کی اصلاح بعد میں ہو مگر ان کے قلب میں ایسا ایمان اور یقین اتر جاتا ہے کہ کھرچنے سے بھی نہیں کھرچتا۔

باب ششم۔ مضامین متعلق حالاتِ زندگی، تربیتِ اہل واولاد، حقوقِ والدین، مختصر ملفوظات وغیرہ

حکیم اختر موٹے ہوجائیں گے جب مالدار ہوجائیں گے

یکم ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ مطابق ۸؍اگست ۱۹۸۶ء بروز جمعہ بعد عصر

(حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے معالج ڈاکٹر عبد الصمد کانپوری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ڈاکٹر عبد الحمید کانپوری آئے ہوئے تھے۔ یہ وہی ڈاکٹر عبد الحمید کانپوری ہیں جنہوں نے یہ واقعہ سنایا تھا کہ ایک مرتبہ مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے والد ڈاکٹر عبد الصمد کانپوری اور ہم لوگ حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں گئے تو جگہ نہیں تھی، حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ مجلس کے جوتوں میں بیٹھ گئے۔ ان کے لئے ارشاد فرمایا کہ) یہ جو صاحب بیٹھے ہیں، ان کے والد صاحب میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ کے معالج تھے۔ ان کے والد نے آخری دن انتقال سے چند گھنٹے پہلے جب حضرت کی نبض دیکھی تو فرمایا کہ اب حضرت آرام کریں گے۔ مجھے یہ جملہ بالکل اچھی طرح آج تک یاد ہے۔ ہم سمجھ گئے کہ کیا آرام فرمائیں گے۔ جب حضرت کی آخری ہچکی نکلی تو میں وہاں موجود تھا، میرے سامنے حضرت کی روح پرواز کرگئی۔

مجھے میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی دعائیں لگی ہیں، میں بالکل دبلا پتلا تھا، لوگ ترس کھاتے تھے کہ اس کا کیا ہوگا۔ ایک دن وضو فرماتے ہوئے حضرت نے فرمایا، ایسے ہی حضرت کے دل میں آ گیا، ویسے بھی جو ہر وقت ساتھ رہتا ہے، اس پر ترس آ ہی جاتا ہے، تو فرمایا کہ حکیم اختر موٹے ہوجائیں گے جب مالدار ہوجائیں گے۔ آج حضرت کی دونوں دعائیں قبول ہوگئیں۔ میں جمعرات کی

ظہر پڑھ کر سرائے میر سے پھولپور ۵؍میل پیدل جاتا تھا، بستر سر پر رکھ کر اور چپل ہاتھ میں لے لیتا تھا کہ کہیں گھس نہ جائے، اتنی غربت تھی، اور بہت تیز چلتا تھا۔ عصر کی نماز باجماعت حضرت کے ساتھ پڑھتا تھا، پھر ہفتہ کی صبح فجر کی نماز جماعت سے پڑھ کر زاروقطار روتا ہوا رخصت ہوتا تھا۔ میرے اساتذہ کہتے تھے کہ اس کو پیر سے فرصت نہیں ہے، اسے کیا علم آئے گا۔ لیکن اب وہ حیران ہوتے ہیں کہ یہ کہاں سے روح المعانی کے حوالے دیتا ہے حالانکہ بڑے بڑے علماء اس کے دیکھنے سے محروم ہیں، اور سنئے! مشکوٰۃ کی شرح اردو میں ہمیں مظاہرِ حق سے پڑھائی گئی تھی اور میں اس کی شرح عربی میں مرقاۃ سے پڑھاتا ہوں، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے شیخ سے محبت

۲۴؍شوال المکرم ۱۴۱۰ھ مطابق ۲۰؍مئی ۱۹۹۰ء بروز اتوار

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا کروڑ کروڑ شکر ہے کہ اس نے مجھے اپنے شیخ سے بہت محبت عطا فرمائی تھی۔ میں آسمان کی طرف بھی دیکھتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ جیسے حضرت چلے آرہے ہیں۔ ہر جمعرات کو بستر سر پہ رکھ کر مدرسہ سے حضرت کی خانقاہ جاتا تھا، پانچ میل پیدل جانا اور پانچ میل پیدل آنا۔ اگلے دن جمعہ کو حضرت کا بیان ہوتا تھا، بیان سنتا تھا، رات وہیں رہتا تھا پھر ہفتہ کی صبح واپس آتا تھا۔ اگر کبھی ناغہ ہوجاتا تھا تو دل میں ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے دل سے کوئی چیز نکل گئی ہو۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا بم کے دھماکوں میں خاص عمل

۲۸؍شوال المکرم ۱۴۰۶ھ مطابق ۵؍جولائی ۱۹۸۶ء بروز ہفتہ

ارشاد فرمایا کہ حاجی جمیل صاحب (خلیفہ مجاز حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ) میرے کراچی کے سب سے پرانے دوست ہیں اور میرے جنگی بھائی بھی ہیں۔ جب ۱۹۷۱ء کی جنگ ہورہی تھی تو یہ بھاگ کر میرے پاس آجاتے تھے، اپنی

گھر والی کو میری بیوی کے پاس بھیج دیتے تھے، اور خود مجھ سے چمٹ جاتے تھے۔ انہوں نے میرا ایک تماشہ بھی دیکھا ہے جس کو یہ آپ کو بتائیں گے۔

پھر حاجی جمیل صاحب نے ہم لوگوں کو بتایا کہ ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ میں جب جہاز اوپر سے گذرتے تھے اور سائرن بجنے شروع ہوجاتے تھے تو حضرت والا فوراً دیوار سے تیمم کر کے سجدے میں گر جاتے تھے اور یہ دعا مانگتے تھے کہ اے اللہ! ان بموں کو کہیں سمندر میں گرادے ایسے کہ مچھلیوں کو بھی تکلیف نہ ہو۔ اس پر حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ''مجھے اپنے راز میں کوئی قیمت نظر نہیں آتی لیکن اگر میرے راز سے کسی کی اللہ کی محبت میں تیزی آجائے کہ اس طرح مرنا چاہیے تو مجھے اپنے افشائے راز سے خوشی ہوگی۔ اس وقت میں یہ سوچتا تھا کہ اگر میں مرا تو ان شاء اللہ، اللہ کی یاد میں مروں گا۔''

چند اوراقِ کتب چند بزرگوں کے خطوط

صفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق اگست ۱۹۹۱ء

ایک مرتبہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کمرۂ خاص میں پرانے خطوط کی فائل نکالی اور ہمیں بھی خطوط کی زیارت کروائی۔ اس میں بڑے بڑے اکابر کے خطوط ان کے اپنے قلمِ مبارک سے لکھے ہوئے محفوظ تھے، پھر فرمایا کہ غالبؔ نے تو کہا تھا ؎

چند تصویرِ بتاں چند حسینوں کے خطوط
بعد مرنے کے مرے گھر سے یہ ساماں نکلا

لیکن مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر کی اصلاح یوں فرمائی ؎

چند اوراقِ کتب چند بزرگوں کے خطوط
بعد مرنے کے مرے گھر سے یہ ساماں نکلا

میرے انتقال کے بعد بھی یہی سامان میرے پاس سے ملے گا، ان شاء اللہ۔ ایسے نایاب اور نادر خطوط کا اتنا بڑا مجموعہ شاید ہی کسی کے پاس ہو۔ میرے پاس میرے شیخ

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ خط وکتابت کا بڑا ذخیرہ جمع تھا لیکن ریل کے سفر میں میرے کسی حاسد نے غائب کر دیا حالانکہ اس کو اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوا ہوگا۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا اللہ کی محبت میں چائے بھول جانا

۸؍صفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹؍اگست ۱۹۹۱ء

بروز دوشنبہ بعد عصر، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ایک مرتبہ دو تین عربی نوجوان حاضرِ خدمت ہوئے، ان کی خاطر سے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً پچیس منٹ عربی زبان میں بیان فرمایا۔ اسی دوران حضرت والا اور ان نوجوانوں کے لئے چائے آگئی، بیان کے درمیان درمیان میں چائے کی چسکیاں بھی لی جاتی رہیں۔ جب وہ لوگ رخصت ہونے لگے تو حضرت نے ہم سے فرمایا کہ بھئی! ان مہمانوں کا بغیر چائے پیئے جانا مناسب نہیں ہے۔ عرض کیا حضرت! آپ کے سامنے انہوں نے ابھی چائے پی ہے فرمایا کہ تعجب ہے! انہوں نے ہمارے سامنے چائے پی اور ہمیں خبر بھی نہیں (اللہ اللہ! دنیا میں ہوتے ہوئے جانے کہاں ہوتے ہیں یہ اللہ کے عاشق)۔ پھر فرمایا کہ یہ اس شیخ پھولپوری کی غلامی کا صدقہ ہے جو آٹھ آٹھ گھنٹے عبادت کرتا تھا، اور کبھی اپنا نام بھی بھول جاتا تھا۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں مخلوق سے بے خوفی

۹؍صفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۰؍اگست ۱۹۹۱ء

بروز منگل بعد ظہر، حجرۂ خاص در خانقاہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ مجھے جب کوئی صورت خطرناک معلوم ہوتی ہے تو میں اس کو فوراً دور کر دیتا ہوں۔ ایک اَمرد میرے بیان میں آنے لگا تو میں نے اس سے کہا کہ میرے پاس دو چیزیں ہیں، ایک میری روح، اس سے ان شاء اللہ! تمہیں بزرگوں کا فیض ملے گا اور ایک میرا نفس، مجھے ڈر ہے میرے نفس کا سانپ کہیں تمہیں ڈس نہ لے۔

بس وہ ڈر گیا۔ الحمدللہ! مجھے مخلوق کی طرف سے اللہ نے بالکل بے ڈر کر دیا ہے، مخلوق کے خوف سے بہت بہت بہت دور کر دیا۔ میں دنیا والوں کی خاطر سے مالک کو ناراض نہیں کرسکتا، کوئی مجھ سے ناراض ہوتا ہے ہوتا رہے، ہمارا مولیٰ ہم سے راضی رہے، ہمیں اور کچھ نہیں چاہیے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اور قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مشترکہ شعر

صفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۰/اگست ۱۹۹۱ء

بروز منگل بعد ظہر، حجرۂ خاص در خانقاہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے خطیب الاسلام حضرت قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا، آپ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں یہ مصرع بہت پیاری آواز میں گنگنا رہے تھے۔

دونوں عالم میں ایسی تقریر ہو نہیں سکتی

اس پر بیدار ہونے کے بعد میں نے دوسرا مصرع لگا کر شعر مکمل کر دیا۔

آپ کے لبِ جادو بیاں سے جی اُٹھے مُردے
دونوں عالم میں ایسی تقریر ہو نہیں سکتی

جان کر من جملۂ خاصانِ مے خانہ مجھے

۲۸/محرم الحرام ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۰/اگست ۱۹۹۱ء

بروز ہفتہ بعد فجر، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی

(بعد فجر زبردست مجلس ہوئی، تقریباً چالیس منٹ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی زبانِ مبارک سے مضامین کا بادل مینہ برساتا رہا، ان مضامین میں (۱) حق تعالیٰ کی شدید محبت، (۲) صحبتِ اہل اللہ، (۳) حضرت والا نے جو بزرگوں کی صحبت اُٹھائی، (۴) حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات، (۵) اللہ تعالیٰ کی شانِ جذب پر بیان فرمایا۔

آخر میں بڑے درد کے ساتھ فرمایا کہ) میری ان باتوں کی قدر کرلو، یہ سنی سنائی باتیں نہیں ہیں، یہ چشم دید واقعات ہیں، جن کے لئے مجھے خون کے دریا عبور کرنے پڑے۔ آج لوگ میرا آرام اور ٹھاٹھ دیکھتے ہیں تو اپنے دل میں حسد اور بدگمانی کرتے ہیں، کاش! یہ لوگ میرا وہ زمانہ دیکھتے جب مجھے شیخ کی محبت کی سزا دی جارہی تھی کہ میں شیخ کو چھوڑ کر بھاگ جاؤں۔ اس زمانہ کی حالت پر میرے دو شعروں سے اندازہ لگا لیجیے، یہ معمولی شعر نہیں ہیں، میں نے اپنے مجاہدات کو اِن میں بیان کیا ہے ؎

جفائیں سہہ کر دعائیں دینا یہی تھا مجبور دل کا شیوہ
زمانہ گذرا اسی طرح سے تمہارے در پر دلِ حزیں کا
نہیں خبر تھی مجھے یہ اختؔر کہ رنگ لائے گا خوں ہمارا
جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

یہی رونا ہے کہ زندگی میں قدر نہیں کی جاتی، اور انتقال کے بعد بہت القابات تین سطر میں نوّر اللہ مرقدہ وروّح اللہ رُوحہ لگائے جاتے ہیں لیکن ؎

جان کر من جملۂ خاصانِ مے خانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

اس کے بعد حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ مع احباب کے ٹہلنے کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت والا کے جاتے ہی مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہم نے وہ پرچہ جس پر احقر نے مجلس کے ارشادات نوٹ کئے تھے، احقر سے لیا اور یہی شعر بار بار پڑھنے لگے، پھر اپنی ڈائری میں بھی یہ شعر نوٹ کیا اور فرمایا ''والد صاحب کا یہ شعر پڑھنا یونہی بے سبب نہیں ہے۔'' اس بات پر احقر رونے لگا اور اسی کیفیت میں یہ خیال آیا کہ حضرت والا کے بغیر زندگی زندگی نہیں ؎

تیرے بغیر زندگی موت ہے زندگی نہیں
کوئی مزہ مزہ نہیں کوئی خوشی خوشی نہیں

اسی غم کی کیفیت میں ایک مصرع احقر کا موزوں ہوگیا۔

اتنا تڑپاؤ گے تو دنیا ہی سے گذر جائیں گے ہم

جب حضرت والا ٹہل کر واپس تشریف لائے، احقر حضرت والا کے سرِ مبارک میں تیل مالش کررہا تھا تو حضرت مولانا مظہر صاحب مدظلہ کا عمل اور اپنا رونا اور جو مصرع ہوا، وہ حضرت والا کو سنایا تو حضرت سُن کر مسکرا دیئے، اور قاضی خدا بخش صاحب سے فرمایا ''یہ لڑکا بھی محبت کے رموز سے واقف ہے، اس راستے کو جانتا ہے۔''

بعض شاگرد اور مرید، اپنے استاد اور شیخ سے بڑھ جاتے ہیں

یکم رصفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۲راگست ۱۹۹۱ء

بروز دوشنبہ قبل ظہر، حجرۂ خاص در خانقاہ، گلشنِ اقبال، کراچی

(حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس احقر کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں تھا۔ سہیل)

آج حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے کمرے میں آبشار کا ایک منظر بہت خوبصورت اور دیدہ زیب لگایا گیا، جس میں بلندی پر سے آبشار کا پانی عجیب کیف کے ساتھ نیچے آرہا ہے اور ایک بڑے درخت کی بہت بڑی شاخ پورے منظر پر چھائی ہوئی ہے۔ فرمایا کہ عجیب منظر ہے، اب مری اور کاغان جانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اللہ کی قدرت دیکھئے کہ شاخ اتنی چھائی ہوئی ہے کہ تنے کا پتا ہی نہیں چل رہا۔ اسی طرح بعض شاگرد اتنے لائق ہوتے ہیں کہ وہ استاد کو بھی پیچھے چھوڑ دیتے ہیں۔ (اس مضمون اور شاخ کی اس مثال سے اس کے استنباط پر احقر پھڑک گیا اور بے اختیار حضرت والا کی اس فہم کی رسائی کی داد دینے لگا، عرض کیا کہ حضرت والا! یہ بات تو بالکل آپ پر صادق آتی ہے۔ احقر کی اس بات کو سن کر حضرت والا مسکرا دیئے۔ سہیل)

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر اللہ سے عشق

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! کبھی تو ذکر میں اتنا دل لگتا ہے کہ جو

مقدار شیخ نے بتائی ہے اس سے بھی زیادہ کرنے کو دل چاہتا ہے اور کبھی دل ایسا سخت معلوم ہوتا ہے کہ بادلِ نخواستہ تعداد پوری کرتا ہوں، ارشاد فرمایا کہ یہ بھی ایک حالت ہے، اس سے دل ٹوٹتا ہے، تکبر اور خود بینی سے حفاظت ہوتی ہے۔ لیکن اللہ کا شکر ہے الحمد للہ! مجھے اللہ کا نام لینے سے کبھی بے کیفی نہیں ہوئی، جب نام لیتا ہوں مست ہو جاتا ہوں۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کا ایک خواب اور اس کی تعبیر

۲۶ ؍صفر المظفر ۱۲ ۱۴ ھ مطابق ۵؍ستمبر ۱۹۹۱ء

بروز جمعرات، گیارہ بجے رات، حجرۂ خاص درخانقاہ، گلشنِ اقبال، کراچی

(رات کھانے کے بعد حضرت والا کے کمرے میں ہم سات آٹھ لوگ حضرت والا کی خدمت کررہے تھے۔ بچپن میں حضرت والا نے اپنی والدہ سے ایک کہانی ’’دیو اور لومڑی اور باپ اور بیٹا‘‘ والی سنی تھی، حضرت نے ہمیں بھی سنائی، پھر فرمایا کہ) ’’یہ قصہ ہماری اماں نے بچپن میں ہمیں سنایا تھا۔ جب ہم چھوٹے تھے تو والدہ سے کہتے تھے کہ اماں! نیند نہیں آرہی ہے، کوئی کہانی سناؤ، تو وہ ایسے ہی لطیفے سنایا کرتی تھیں۔ میں، میری بڑی بہن، چھوٹی بہن، سب خوب مزے لے کر سنتے تھے۔ آہ! اللہ تعالیٰ والدہ صاحبہ کے درجات کو بلند فرمائے، مغفرت بے حساب فرمائے۔‘‘

’’ہماری اماں نے ایک خواب بھی دیکھا تھا کہ سخت اندھیری رات ہے، پھر اس میں ایک روشن چاند طلوع ہوتا ہے اور پھر ایک ستارہ نمودار ہوتا ہے۔ یہ خواب دیکھ کر بات آئی گئی ہوگئی، اماں نے کسی کو یہ خواب بیان بھی نہیں کیا، حتیٰ کہ مجھے بھی خبر نہیں تھی۔ پھر وقت گذرنے کے ساتھ والدہ اس خواب کو بالکل بھول گئیں۔ بہت عرصے بعد جب میری اماں کا حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے نکاح ہوا تب اللہ نے وہی بھولا ہوا خواب میری اماں کو یاد دلا دیا، انہوں نے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا،

حضرت نے مجھے بتایا کہ تمہاری اماں نے ایسا خواب دیکھا تھا، اور فرمایا کہ تمہاری اماں کے لئے بہت مبارک خواب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے ایک (حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا) نے یہی خواب دیکھا تھا۔ پورا قصہ اس طرح ہے کہ جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آئیں تو ان کی آنکھوں میں نیلا (یا سبز) نشان تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ یہ تمہاری آنکھوں میں نشان کیسا ہے؟ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ میں نے اپنے پہلے خاوند (کنانہ بن ابی الحقیق، یہودی) سے کہا: میں نے خواب میں دیکھا کہ چاند میری گود میں آگیا ہے تو اس نے مجھے تھپڑ مارا اور کہا: کیا تم یثرِب (مدینہ) کے بادشاہ کو چاہتی ہو؟ (مرقاۃ: باب الولیمہ؛ رقم الحدیث ۳۲۱۴) پھر حضرت شاہ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس خواب کی تعبیر دیتے ہوئے فرمایا کہ اس خواب میں میرے متبع سنت ہونے کی دلیل ہے۔''

(یہ خواب اور تعبیر سنا کر حضرت والا کچھ دیر خاموش رہے، پھر فرمایا کہ اس میں جو ستارہ طلوع ہوتا ہے، اس سے اختر کی طرف اشارہ ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ!۔ جامع)

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت کا واقعہ

۲۶ رصفر المظفر ۱۴۱۲؁ھ مطابق ۵ رستمبر ۱۹۹۱؁ء

(بروز جمعرات، حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا)

تین چار ماہ پہلے کی بات ہے، ایک صاحب حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے (بعد میں پتا چلا کہ یہ صاحب ایک Planitarium کے مالکوں میں سے تھے) کہ میری بیوی کا ستّر اسی ہزار روپے کا زیور ٹیکسی میں رہ گیا اور ٹیکسی والا لے کر بھاگ گیا، بہت غمزدہ تھے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ فلاں فلاں تعویذ لکھ کر دو، پھر ان کی تسلی کے لئے فرمایا کہ گھبراؤ مت! ان شاء اللہ! تین دن کے اندر مل جائے گا، ایسا بخار اور پیٹ میں درد اس کو ہوگا کہ تمہارے گھر پہنچائے گا۔ چار دن بعد وہی صاحب ہنستے ہوئے خوش آئے کہ کل رات بارہ بجے کے قریب ایک

بڑھیا آئی کہ تم بڑے ولی لوگ ہو، اپنا زیور واپس لے لو اور میرے بیٹے کو معاف کر دو، یہ زیور اس کو ہضم نہیں ہوا، اسی دن سے اس کو شدید بخار ہو گیا اور پیٹ کے درد سے بلبلا رہا ہے، مرنے کے قریب ہے۔ (بعد میں ان صاحب کے ایک عزیز نے بتایا کہ یہ صاحب فلاں Planitarium کے مالکوں میں سے ہیں اور سخت دہریہ قسم کے آدمی ہیں لیکن رقم بڑی تھی، کسی نے حضرت والا کا مشورہ دیا تو یہاں آ گئے۔)

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت والا کی امانت داری پر اعتماد

۵ ربیع الاول ۱۴۱۲؁ھ مطابق ۱۵ ستمبر ۱۹۹۱؁ء
بروز اتوار قبلِ ظہر، حجرۂ خاص درخانقاہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ الحمد للہ! میرے شیخ شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو میری امانت پر بہت اعتبار تھا، اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیجئے۔ ایک حاسد نے حضرت سے کہا کہ آپ کو جتنا ہدیہ تحفہ ملتا ہے، سب حکیم اختر کے پاس رکھوا دیتے ہیں، یہ مسکین آدمی ہے، اس کا کیا بھروسہ ہے؟ کہیں اِدھر اُدھر نہ چھپا لے؟ تو حضرت نے فرمایا کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ''اختر کے ایمان کے نزدیک ایک لاکھ روپیہ اور ایک کی نوٹ، ایک روپیہ برابر ہے''۔ جانتے ہو یہ کب فرمایا تھا حضرت نے؟ پھولپور میں، جس کو آج کم از کم چالیس سال پہلے فرمایا تھا۔ ہر شیخ اپنے شاگردوں کو پہچانتا ہے جیسے قصائی اپنے بچھڑوں کو جانتا ہے کہ میرا جانور دو دانت کا ہے یا چار دانت کا۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں اپنے مریدوں کے دانت جانتا ہوں کہ وہ کتنے دانت کے ہیں؟ لاکھ کوئی آہ و زاری دِکھالے، لاکھ کوئی اپنی ضربیں دِکھالے، لاکھ اپنے کچھ خواب بیان کر دے، میں سمجھتا ہوں کہ اس کے اندر نسبت مع اللہ اور تقویٰ کس درجہ کا ہے؟ خلفاء کے حالات لکھ کر یا ان کے خطوط کی نقل سے کوئی شیخ کو دھوکہ نہیں دے سکتا۔ بعض لوگوں نے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے خلفاء کے خطوط کی

نقل تربیت السالک سے لکھ کر بھیجنی شروع کردی کہ شاید ہمیں بھی خلافت مل جائے، حضرت پہچان گئے اور ہنسے، فرمایا کہ یہ مجھے دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے پاس آنے والوں سے محبت کا عالم

۶ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۶ ستمبر ۱۹۹۱ء

بروز دوشنبہ بعد مغرب، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ جب ہم کو آپ کے کان ملتے ہیں تو بات سے بات نکل آتی ہے اور گاڑی کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے۔

ہم بات کریں گے جو کوئی کان ملے گا

کبھی ضعف کی وجہ سے میں خاموش ہوجاتا ہوں ورنہ میں خاموش نہیں رہ سکتا۔ آپ حضرات سے مل کر اگر مجبوراً خاموش بھی رہوں تو بھی دل پر ایک بوجھ رہتا ہے۔ جو بلبل پھول دیکھتا ہے وہ خاموش نہیں رہ سکتا، آپ ہمارے پھول ہیں۔ بلبل جب پھول دیکھتا ہے تو چہچہانا شروع کردیتا ہے یعنی جب دور دور سے لوگ اللہ کی محبت سیکھنے آئیں تو ہم کیسے خاموش رہ سکتے ہیں؟ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب ضعف کی وجہ سے خاموش ہوگئے تب فرمایا۔

جو چپ رہوں تو اِک کوہِ گراں معلوم ہوتا ہوں
جو زباں کھولوں تو دریائے رواں معلوم ہوتا ہوں

نسبت کا پہاڑ ہوتا ہے جس سے انسان اللہ تعالیٰ کی عظمتوں کے سامنے دبا ہوتا ہے، مضامین کا بھی بوجھ ہوتا ہے۔ لیکن ایک بات یہ بھی ہے کہ اگر عشق ضعف کی وجہ سے خاموش ہوجائے تو وہ خاموشی بھی نفع سے خالی نہیں ہوتی۔

عشق جب خاموش ہوتا ہے
رشکِ صدہا بیان ہوتا ہے

ستم ہوگا جو دردِ دل ذرا بھی کم ہوگا

۱۱؍ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۱؍ستمبر ۱۹۹۱ء

بروز ہفتہ بعد فجر، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

از کرم از عشق معزولم مکن

اے اللہ! اپنے کرم کے صدقہ میں اپنے عشق سے معزول نہ کیجئے، اپنے عشق ومحبت کے کاروبار اور مشاغل سے معزول نہ کیجئے کہ ہم کو کہیں پھنسا دیں، آپ ہمیں کہیں دنیا کے کاموں میں نہ پھنسا دیں چاہے وہ سلطنت ہی کیوں نہ ہو، سلطنت بھی دردِ سر ہے اللہ والوں کے لئے ؎

جز بہ ذکر خویش مشغولم مکن

اپنی یاد کے علاوہ کسی کام میں ہمیں مشغول نہ فرمائیے ؎

منصب کانم ز رویت محجب است

وہ منصب، وہ عہدہ، وہ عزتیں، وہ کاروبار، وہ دنیاوی ٹھاٹھ باٹ جو ہمیں آپ کی یاد سے محروم کردیں، وہ کیا ہیں ؎

عین معزولیست نامش منصب است

وہ معزولی ہے، وہ ہماری عزت نہیں ہے، وہ منصب جو مجھے آپ کے چہرۂ مبارک کو دیکھنے سے معزول کردے، جو حجاب بن جائے، گویا آپ نے ہمیں معزول کردیا، وہ عہدہ نہیں ہے، نام اس کا منصب ہے۔ نام کیا ہے ڈپٹی کمشنر ہوگئے، بادشاہ ہوگئے، اب رات دن فکر لگی ہوئی ہے، یا دو چار فیکٹری قائم ہوگئیں، اب نیند نہیں آرہی ہے یا حساب دیکھ رہے ہیں، آج یونین نے بغاوت کردی ہے، آج کارخانہ بند کرادیا، اتنا زیادہ انکم ٹیکس آگیا، رات بھر نیند نہیں آرہی ہے، تڑپ رہا ہے، ارے بھئی! ڈاکٹر کو

فون کرنا، ذرا کورامن کا انجکشن لگوادو یا آکسیجن چڑھوادو، میرا تو دل ڈوب رہا ہے، پچاس لاکھ کا انکم ٹیکس لگ کرآ گیا، ذرا انکم ٹیکس آفیسر سے بات کرو کہ میں ملنے کے لئے آرہا ہوں۔اب بھاگے جارہے ہیں کہ میں نے سنا ہے آپ کی بیٹی کی شادی ہے، یہ لیجیے ڈیڑھ لاکھ کا زیور، اور اس کے سامنے ہاتھ جوڑ رہے ہیں۔اللہ والوں کے سامنے یہی شخص اکڑ کے بیٹھتا ہے اور دنیا والوں کے سامنے جن کی پتلونوں میں ڈیڑھ ڈیڑھ پاؤ پیشاب جذب ہے، بے نمازی ہیں، ان کے سامنے یہ فیکٹری مالک صاحب ہاتھ جوڑے کھڑے ہیں کہ مہربانی کر کے پچاس لاکھ کا انکم ٹیکس ہے، اسے کم کر کے پانچ لاکھ کر دیجئے اور پانچ لاکھ آپ لے لیجیے۔مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اے تواضع بردہ پیش ابلہاں

اے تکبر کردہ تو پیش شہاں

بے وقوفوں کے سامنے تم تواضع کرتے ہو اور اللہ والوں کے سامنے تم اکڑ کے بیٹھتے ہو، شرم نہیں آتی۔بے وقوفوں کے سامنے، دنیا داروں کے سامنے، ناپاک پتلونوں کے سامنے تم ہاتھ جوڑے کھڑے ہو، محض ان کی طاقت اور اختیارات کی وجہ سے اور مولویوں کو کہتے ہو یہ ملّا چندہ مانگنے آیا ہوگا۔اس میں ہماری، مولوی برادری کا بھی قصور ہے، ہم نے ان سے چندہ مانگ مانگ کر ان کا دماغ خراب کیا ہے۔اللہ تعالیٰ کا کروڑ کروڑ شکر ہے کہ جب سے یہ خانقاہ بنی ہے، کسی کے دروازے پر جانا تو درکنار، کسی کے دروازے پر آیا ہوا پیسہ بھی میں نے نہیں لیا۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے استغناء کے تین واقعات

حاجی۔۔۔صاحب، پنجابی سوداگران کا جنرل سیکریٹری، ابھی حیات ہیں، تعلیم القرآن ٹرسٹ والے، بہت بڑا بزنس مین، اس نے مجھ سے ریاض مسجد ہل پارک میں جمعہ پڑھوایا، پہلے میری تقریر کروائی، پھر اپنے گھر لے گیا کہ چلئے، کھانا نہیں کھاتے چائے ہی پی لیجیے۔پھر میری اس مسجد کے لئے پانچ ہزار روپیہ پیش کیا۔

میں نے کہا میں ان بزرگوں کا غلام ہوں جو دروازوں پر پیسہ نہیں لیا کرتے تھے، اگر آپ کو دینا ہے تو میرے ادارے میں کسی سے بھجوا دیجئے۔ یہاں نہیں لوں گا۔ ہم دروازے پر کسی کے نہیں لیتے، ہمارے دروازے پر آپ بھیج دیجئے۔

میں اللہ تعالیٰ کا کروڑ کروڑ شکر ادا کرتا ہوں، نواب قیصر صاحب نے مجھے فون کیا کہ دبئی کا شیخ، شاہزادہ میرا پڑوسی ہے، میں نے اس سے آپ کی خانقاہ کے لئے سات لاکھ روپے کی منظوری لے لی ہے۔ نواب قیصر صاحب ابھی زندہ ہیں، پوچھ لو ان سے، اس روایت میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ میں اُس وقت بہت بے کس تھا، اتنا بے کس تھا کہ میری کوئی مالداروں سے جان پہچان نہیں تھی، دو چار غریب لوگ میرے پاس آتے تھے، کوئی نہیں جانتا تھا مجھے۔ میں نے نواب قیصر صاحب کو فون پر جواب دیا کہ وہ سات لاکھ روپے، تعمیرِ خانقاہ کے لئے کیا وہ آپ کو دے دیں گے؟ آپ لے کر مجھے پہنچا دیجئے۔ کہا ایسے تو نہیں دیں گے، آپ کو آفس آنا پڑے گا، دستخط کرنا ہوگا، پھر چیک دے گا۔ میں نے کہا ''میں بادشاہوں کے دروازوں پر جا کر پیسہ لینے والا فقیر نہیں ہوں، خدا نہ کرے کہ وہ دن آئے کیونکہ کوئی اللہ والا فقیر، اللہ والوں کا غلام اگر کسی بادشاہ کے دروازے پر جا کر خانقاہ کے لئے پیسہ لائے تو اس خانقاہ کی روح نہیں رہے گی، بس اسٹرکچر ہوگا، ڈھانچہ ہوگا، اس میں روحانیت نہیں ہوگی، اور قیامت تک کے لئے میری تاریخ سیاہ ہوجائے گی۔ لوگ یہی کہیں گے کہ اس خانقاہ کا بانی بادشاہ کے دروازے سے پیسہ لایا تھا۔''

سات لاکھ یہ عرب بادشاہ کی رقم کا انکار کیا اور ایک خاتون نے پندرہ لاکھ دینے کا وعدہ کیا لیکن شرط لگائی کہ اس کے شوہر کے باپ یعنی اس خاتون کے سسر کا نام لکھ کر لگایا جائے کہ تعمیر کردہ فلاں۔ میرا ایک مرید، فلپائن سے ایم بی اے کیا ہوا، وہ بیچ میں رابطہ کار تھا، میں نے اپنے مرید کے ذریعہ کہلوایا کہ اگر باپ داداؤں کا نام لکھنا ہوتا تو آج سارے ادارے میں تعمیر کردہ فلاں، تعمیر کردہ فلاں لکھا ہوتا مگر

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا نام لکھوا دیا ہے جو میرا پردادا ہے، اب حکیم الامت کے بعد میں کسی کا نام نہیں لکھوں گا۔ اگر دینا ہے تو بغیر کسی شرط کے دیں، پھر اس نے ایک پیسہ نہیں دیا۔ نام ونمود کی عشق ومحبت دیکھئے کہ پھر ایک پیسہ نہیں دیا، ورنہ آدمی سوچتا ہے کہ شرما حضوری میں پندرہ لاکھ نہیں چلو ایک لاکھ ہی دے دیں لیکن کیا میری پانچ منزلیں نہیں بنیں؟ کیا اللہ نے میری آہ نہیں سنی؟ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بغیر سوال میرے پاس ایک ملک سے فون آیا کہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تقاضا آرہا ہے کہ میں کچھ آپ کے ادارے میں خدمت کروں۔

بس دیکھ لو! اللہ کے پاس اپنی آہ بھیجو، پھر ہماری آہ اللہ کے ذمہ ہے، وہ رب العالمین ہے۔ آج علمائے دین اللہ والوں کی جوتیاں اٹھالیتے تو ان شاء اللہ تعالیٰ! قربانی کی کھالیں ان کے پاس آتیں۔ مجھے یہ ہمت کہاں سے آئی؟ یہ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کی غلامی کا صدقہ ہے، یہ ہمت اللہ والوں کی غلامی سے اختر کو عطا ہوئی۔ آج بڑے بڑے علم کی پگڑیاں باندھے ہوئے قربانی کی کھالوں پر لڑ رہے ہیں۔ اسی محلے میں دو مدرسوں کے سفیروں نے قربانی کی کھال پر ایک دوسرے کی داڑھی کے بال نوچے۔ یہ وہی ظالم ہیں جنہوں نے اہل اللہ کی جوتیاں نہیں اٹھائیں، جاہ وکبر کی پوٹ کی پوٹ بنے ہوئے ہیں۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا شفقت بھرا اندازِ تربیت واصلاح

۲۸؍ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق ۸؍اکتوبر ۱۹۹۱ء

بروز منگل بعد ظہر ۳ بجے دوپہر، کمرۂ خاص درخانقاہ، گلشنِ اقبال، کراچی

(احقر تیل مالش کر کے کمرے سے رخصت ہو رہا تھا تو فرمایا کہ اِدھر بیٹھو اور ایک زبردست تسلی کی نصیحت سن کر جاؤ۔ سہیل)

ارشاد فرمایا کہ دنیاوی کوڑھ کا جیسے علاج نہیں ہے تو اس کے ساتھ گذارہ

کرتے ہیں کہ نہیں یا خودکشی جائز ہوجاتی ہے؟ اسی طرح کبھی باطنی کوڑھ بھی ہوجاتا ہے، باطنی بیماری اگر اچھی نہ ہورہی ہوتو ہمت نہیں ہارنی چاہیے، کبھی شیطان مایوسی ڈالتا ہے کہ شیخ کے پاس رہتے ہوئے اتنے دن ہوگئے، ابھی تک دل میں گندے خیالات اور گناہوں کے تقاضے آرہے ہیں۔ جس قدر کوشش کے ہم مکلف ہیں اتنے ہی کی ہماری جوابدہی ہے، ہم اتنے ہی کے مکلف ہیں کہ شفا ہو یا نہ ہو، ہم ہمت کر کے گناہوں سے بچیں، پھر بھی اگر مجاہدات شدیدہ ہوں تو اللہ سے گڑگڑاؤ، سجدہ گاہ کو رورو کے تر کردو۔ ہرگز مایوس نہیں ہونا چاہیے، بس ہمت کیے جاؤ، اللہ ہی سے روؤ، اور کوئی چوکھٹ بھی نہیں ہے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا بیان کردہ اپنا ایک حال

۳؍محرم الحرام ۱۲؁۱۴ھ مطابق ۱۶؍جولائی ۱۹۹۱؁ء بروز منگل

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک خاص انعام مجھ پر ہے، وہ یہ کہ چونکہ مجھے ضعف بہت رہتا ہے، آدھ گھنٹہ بیان ہوا اور دماغ چٹنی بن گیا تو اللہ تعالیٰ نے میری اتنی تصنیفات کرادی ہیں کہ عوام الناس سے میرا ضعف چھپ گیا، وہ یہی سمجھتے ہیں کہ میں بہت کام کرتا ہوں۔ یہ سب کام اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے لے لیا ہے۔ اب سنئے! جب میں ناظم آباد میں معارفِ مثنوی لکھ رہا تھا تو جب حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے قصہ کو لکھنے بیٹھا تو عشاء کے بعد بیٹھا تو فجر کی اذان ہوگئی۔ آپ معارف مثنوی پڑھیں گے تو اس قصہ میں خاص درد محسوس کریں گے، میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے، میں نے اپنے اوپر وہی کیفیت طاری کرلی کہ میں خود ابراہیم بن ادہم ہوں اور شاہی لباس اتار کر گدڑی پہن رہا ہوں۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا تحدیث بالنعمۃ

احقر سہیل کو بعض نصیحتیں فرمائیں (کہ خانقاہ میں کس طرح رہا کرو مثلاً سر

منڈا کر رہو، بغیر استری اور بغیر کلف کے کپڑے پہنو، بیان اور مجلس میں سامنے نہ بیٹھو وغیرہ) پھر فرمایا کہ الحمدللہ! میں کسی سے مخفی نہیں رکھتا، تم جانتے ہی ہو، ذرّہ برابر کسی کے حسن کی کشش محسوس ہو تو اس کو فوراً آگاہ کر دیتا ہوں، خود دور ہو جاتا ہوں یا اسے دور کر دیتا ہوں۔ مجھے الحمدللہ، اللہ تعالیٰ نے سونے کی ترازو عطا کی ہے، ذرّہ برابر بھی میرے دل کا زاویہ اگر اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو مجھے احساس ہو جاتا ہے۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے سنی ہوئی بعض خاص باتیں

۲۹؍محرم الحرام ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۳؍اگست ۱۹۹۱ء
بروز منگل بعد فجر، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی

۱۔ عشق وہ مطلوب ہے جو خشیت کے ساتھ ہو

ارشاد فرمایا کہ دارالعلوم کراچی میں حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر فرمائی تھی، میں بھی موجود تھا، یہ باتیں آپ کتابوں میں نہیں پائیں گے۔ یہ میرا علم کتابی نہیں، سینہ بہ سینہ ہے۔ اس میں فرمایا تھا کہ نابینا صحابی حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آرہے تھے:

﴿وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ○ وَهُوَ يَخْشٰى ○﴾
(سورۃ عبس: آیات ۸ تا ۹)

سعی معنی دوڑنا، تیز چلنا۔ دوڑتے ہوئے آرہے تھے اور ڈر بھی رہے تھے۔ دوڑ کے آنا یہ عشق تھا، محبت کی شدت تھی، اور **وَهُوَ يَخْشٰى**، خشیت ساتھ ساتھ تھی۔ **وَهُوَ يَخْشٰى** حال ہے اور حال ذوالحال کے لئے بمنزلہ قید کے ہوتا ہے، کیا مطلب؟ عشق کو اللہ کی خشیت کے دائرے میں رکھا جائے تب استقامت رہتی ہے، بدعت نہیں پھیلتی۔ بدعت وہیں پھیلی جہاں عشق غالب ہو گیا اور حدودِ شریعت کو پھلانگ گیا۔ بدعت عشق ہی سے پھیلی ہے، جب محبت خشیت کی حدود کو توڑتی ہے تو بدعت ہو جاتی ہے۔

۲۔اللہ کا دیوانہ بن جاؤ تمہارا غم دوسرے اٹھائیں گے

حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہ ریل میں سہارنپور سے ہندوستان کے علاقے قنوج جارہے تھے،اس وعظ کا نام اوجِ قنوج ہے،ہمارے قرار صاحب بھی قنوج کے رہنے والے ہیں،وہاں بڑی پیرانی صاحبہ کے کان کا آپریشن تھا۔تو اعلان فرمایا کہ کون کون میرے ساتھ چلے گا؟تو حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے علماء اور خلفاء ساتھ ہوگئے۔حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر تیل کی مالش کررہے تھے۔جب ریل چلی تو ایک اسٹیشن پر ہرے چنے،چنے کے ہولے بِک رہے تھے،کھیت کا تازہ چنا بڑا مزیدار ہوتا ہے۔جو چنا سبز ہوتا ہے کھیت سے نکلا ہوا،خشک نہ ہو اس کو ہولا کہا جاتا تھا تو وہ سب چھیل چھیل کے کھانے لگے۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم لوگ چھیل چھیل کر مولانا عبدالغنی کے منہ میں ڈالو کیونکہ ان کے دونوں ہاتھ چھیلنے سے معذور ہیں،مولانا عبدالغنی صاحب اس وقت میرے سرپرست ہیں۔دیکھو!ایک شیخ اپنے مرید کے لئے سرپرست کہہ رہا ہے،یہ کیا ہے؟یہ چھوٹوں کا دل بڑھانا ہے،حوصلہ افزائی ہے،ذرّہ افزائی ہے،ذرّہ نوازی ہے،شیخ کی نوازشات بھی ہوتی ہیں۔حضرت نے براہِ راست یہ بات مجھے سنائی،بیچ میں کوئی اور راوی نہیں ہے۔تب سب نے چھیل چھیل کر حضرت کے منہ میں ڈالا،دوسرے لوگوں کی میرے مرشد کی یہ خدمت اور چھیل چھیل کر منہ میں ڈالنا،میرے شیخ چھیلنے سے بھی بچ گئے،چھلا چھلایا مال ملا،تو حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر ایک مصرع فرمایا وہ آپ سب کے لئے باعثِ نصیحت ہے ؎

دیوانہ باش تا غمِ تو دیگراں خورند

اگر تم اللہ کے دیوانے ہوجاؤ تو تمہارا غم دوسرے اُٹھائیں گے اور تمہیں کہنا بھی نہیں پڑے گا۔میرے شیخ نے نہیں فرمایا کہ تم لوگ چھیل چھیل کے مجھے کھلاؤ،ان کے

بڑے نے کہا، تو ہمارا بڑا اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے دل میں ڈالے گا، وہ تمہاری حاجتوں کو پورا کر کے اور تمہاری خدمت کر کے شکریہ بھی ادا کریں گے۔ جو گدڑی پھنکواتا ہے تو سمجھ لو کہ نئی دے گا۔ ایک مجذوب تھا، اس کا کمبل پرانا تھا، آسمان سے آواز آئی اے مجذوب! تیرا پرانا کمبل، پھٹا ہوا مجھے اچھا نہیں لگ رہا ہے، اسے پھینک دے، اس نے اتار کر پھینک دیا۔ اب سردی کا زمانہ، ٹھنڈی ہوا بھی لگ رہی ہے۔ تھوڑی دیر میں دیکھا کہ ایک آدمی نیا کمبل لے کر آ رہا ہے، آ کر کہا کہ حضرت! یہ کمبل ہدیہ قبول فرمائیں گے؟ تو اس مجذوب نے دل میں کہا کہ پرانا تو پھنکوا دیا، اب نیا بھی نہ لوں گا تو کیا سردی میں مروں؟

میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایسا واقعہ لاہور میں ہوا۔ وہاں کے میزبان سخت سردی کی رات میں حضرت کو کمبل دینا بھول گئے۔ میری والدہ جو حضرت کے نکاح میں تھیں، اپنی پہلی زوجہ کے انتقال کے بعد حضرت نے میری والدہ سے میری درخواست پر نکاح فرمایا تھا، انہوں نے اپنا کمبل پیش کیا کہ آپ یہ لے لیں۔ حضرت نے منع فرما دیا کہ نہیں! تم اپنا کمبل رکھو، میزبان بھول گیا، انسان ہے بھول جاتا ہے، میں ایسے ہی سردی میں رات گذاروں گا، اللہ میاں کو ہماری مَیا (محبت) لگے گی تو خود ہی بھیج دے گا، اس میں کوئی اللہ کا راز ہوگا۔ چنانچہ کڑاکے کی سردی میں رات بھر کروٹ لیتے رہے۔ نو بجے صبح لاہور میں غلام سرور صاحب کے گھر پر مجلس ہوتی تھی، ساڑھے نو بجے فیصل آباد سے ایک صاحب نیا کمبل لے کر آئے کہ حضرت! یہ کمبل میں آپ کے لئے ہدیہ لایا ہوں۔ بتائیے! کہاں لاہور اور کہاں فیصل آباد! حضرت نے سر آنکھوں پر رکھا اور رونے لگے، والدہ صاحبہ سے جا کر فرمایا کہ دیکھو! اللہ کو مَیا لگی یا نہیں؟ اللہ اللہ! مولیٰ کے ان عاشقوں کا ناز تو دیکھو۔

اس لئے کبھی کوئی نقصان وغیرہ ہو جائے تو گھبراؤ نہیں، ان شاء اللہ! کوئی

زبردست نعمت ملے گی۔ جب جب ہم پر کوئی مصیبت آئی تو ہمارے بیٹے مولانا مظہر میاں نے کہا کہ ابّا گھبرایئے نہیں، ان شاء اللہ! کوئی عظیم نعمت ملنے والی ہے، اور واقعی بات ہے، ایسا ہی ہوا۔ جب کوئی پریشانی کا جھٹکا لگا، مسجد بنانے میں ایک نے اختلاف کیا، سخت مخالفت کی، فوراً کوئی عظیم نعمت کوئی نئی عمارت اللہ نے بنوادی، اللہ کی رحمت کے خزانے کھل گئے۔ اگر آج یہ غم نہ ہوتا تو ہماری استقامت کا زاویہ قائمہ نوے ڈگری سے اِدھر اُدھر ہوجاتا۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر مخلوق ستائے تو گھبراؤ مت، یہ کُونین، دولتِ کَونین کا سبب ہوتی ہے، عجب و کبرو جاہ کا ملیریا اس کو نہیں آئے گا۔

۳۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا اتباعِ شیخ

تو دورانِ سفر حضرت شاہ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے سر میں تیل لگا رہے تھے۔ حضرت کھڑے ہوکر دو دو گھنٹے تیل لگاتے تھے، بیٹھتے نہیں تھے، کیا پہلوان تھے، سب پہلوانی اللہ پر اور اللہ والوں پر فدا کردی۔ اب چونکہ میرے شیخ تمباکو کھاتے تھے، فرماتے تھے کہ میں چالیس سال تک پان تمباکو کھاتا رہا ہوں، اور تم لوگ تو تمباکو تھوڑی سی کھاتے ہو ایسے چٹکی سے لے کر، اور میں چار انگلیوں سے لے کر جس طرح سے کھانا کھایا جاتا ہے اس طریقہ سے ایک تولہ کے قریب تمباکو کھاتا تھا، اس کو کھانا نہیں کہتے تھے، حضرت فرماتے تھے کہ جتنا میں کھاتا تھا اس کی کھانے سے تعبیر نہیں ہوسکتی، اس کا نام بھکوسنا تھا یعنی میں تمباکو کو بھکوستا تھا، یہ یوپی والے اس لفظ کی لذت کو سمجھیں گے۔ تو سر دباتے ہوئے جب منہ قریب ہوا تو حضرت حکیم الامت کو کچھ بُو محسوس ہوئی تو ایک جملہ فرمایا کہ تمباکو دماغ کو نقصان کرتی ہے۔ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا یہ جملہ خبریہ میرے لئے انشائیہ سے بھی بڑھ کر تھا یعنی یہ اشارہ حکم سے بھی بڑھ کر تھا، میں نے تمباکو کھانا چھوڑ دیا، جو اتنی اتنی تمباکو بھکوستے تھے، حضرت نے ہمیشہ کے لئے

چھوڑ دیا۔ پھر چالیس پچاس سال مزید زندہ رہے، نزلہ ہوا، گلا خراب ہوا، بہت تکلیف بھی ہوئی، قبض کی شکایت ہوئی لیکن فرمایا بلا سے جان جائے مگر شیخ کی بات پر عمل کرنا ہے۔ یہ ہے اتباعِ شیخ۔ جنہوں نے جتنا زیادہ اللہ والوں کی عظمتیں کیں اتنا ہی اللہ نے ان کو بلند مقام پر پہنچایا، اتنا ہی وہ اونچے اُڑے، یہ راستہ ایسا ہی ہے۔

۴۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا اتباعِ شیخ

شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ دیوبند سے گنگوہ گئے، ہر ہفتے جاتے تھے، بیس میل پیدل جانا اور بیس میل آنا۔ وہ زمانہ عرس کا تھا، گنگوہ میں عرس ہوا کرتا تھا۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولوی محمود! آج کیوں آئے؟ دیکھتے نہیں کہ یہاں عرس ہو رہا ہے۔ عرض کیا حضرت! میں تو آپ کے پاس آیا ہوں۔ فرمایا ٹھیک ہے مگر تم نے بدعتیوں کے مجمع کی تعداد بڑھا دی اور حدیث میں ہے **مَنْ كَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ** (کنز العمال: (دار الكتب العلمية)، ج۹ ص۱۱) لٰہذا توبہ کرو اور فوراً واپس جاؤ۔ واپسی کے راستے میں ایک شاگرد نے شیخ الہند سے عرض کیا کہ حضرت! میں نے آپ سے پڑھا ہے، آپ بیس میل دیوبند سے گنگوہ آئے ہیں، کچھ کھچڑی، ناشتہ پانی کر لیجیے۔ فرمایا میں ناشتہ تو کر لوں مگر میرے شیخ نے فرمایا ہے کہ فوراً واپس جاؤ اس کی خلاف ورزی ہو جائے گی، لٰہذا خالی پیٹ واپس ہو گئے۔

۵۔ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ادب

اگر ہم لوگوں کو ہمارا شیخ کتاب دے دے کہ اس میں اگر کہیں غلطی ہو تو اس کی اصلاح کر کے بھیجو تو ہم لوگ جو غلطی پکڑیں گے یہی کہیں گے نا کہ حضرت! یہ غلطی ہے، اس کی اصلاح کی اجازت دیجیے لیکن حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ان کے پیر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا کوئی رسالہ بھیجا کہ اس کی تصحیح کر دیں۔ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم تھے، انہوں نے غلطی پکڑی بھی لیکن

وہاں اُس عبارت پر ایک دائرہ بنایا اور لکھا کہ حضرت! یہ مقام سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ حاجی صاحب سمجھ گئے، وجد آ گیا کہ واہ رے باادب مرید! جس کو اللہ خوش قسمت بناتا ہے اس کو باادب بھی بناتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے سے بڑے ایک معمر آدمی سے فرمایا چچا میاں! میں وضو کرتا ہوں، آپ دیکھ لیجیے کہ سنت کے مطابق ہے یا نہیں؟ جب وضو کیا تو بڑے میاں رونے لگے، کہا جزاک اللہ، میرا ہی وضو غلط تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا کہ آپ وضو سنت کے خلاف کرتے ہیں۔

٦۔شاہ قطب المدار رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بشارت

اب جب ریل کا سفر ختم ہوا، اسٹیشن پر پہنچے تو اسٹیشن کے باہر خیمے لگا دیئے گئے، کوئی ہسپتال قریب تھا یا کیا صورت تھی، خیموں میں سارا وقت گذارا حضرت نے بھی اور احباب نے بھی، سب اپنے اپنے خرچہ سے، کھانا پینا بھی اپنا۔ شہر کے لوگ دعوتیں وغیرہ بھی وہیں لاتے تھے۔ یہ ریل کا قصہ جو آپ لوگوں کو سنا رہا ہوں یہ صرف ان ہی لوگوں سے آپ سن سکتے ہیں جنہوں نے ان بزرگوں کی صحبتیں اٹھائیں، کتابوں میں نہیں پاؤ گے۔ اسی لئے کہتا ہوں کہ صحبت بڑی نعمت ہے۔

تو حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بتایا کہ قنوج اسٹیشن پر خیمے لگے۔ رات کو تہجد کے وقت ہم لوگوں نے اپنا بارہ تسبیح کا ذکر شروع کر دیا، میں اور خواجہ صاحب قریب قریب ذکر کر رہے تھے تو میں نے ذکر کی حالت میں، بیداری کی حالت میں دیکھا کہ حضرت شاہ قطب المدار صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے پاس آ گئے۔ شاہ قطب المدار رحمۃ اللہ علیہ یہ بمبئی میں ایک بزرگ گذرے ہیں، محلہ مدارن ان ہی کے نام سے ہے، ان کی قبر بھی وہیں ہے، ان کے چہرے میں نسبتِ موسوی کا اثر اللہ نے رکھا تھا، ہر وقت نقاب ڈالے رہتے تھے، ان کو کوئی آدمی بغیر نقاب دیکھتا تھا تو بے ہوش

ہوجاتا تھا، علماء بھی ان کے چہرے کو بغیر نقاب نہیں دیکھ سکتے تھے۔
جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور پر اللہ تعالیٰ کی تجلی کے بعد کیفیت حاصل ہوئی تھی، وحی نازل ہوئی کہ اے موسیٰ! میری تجلی تمہارے چہرے پر جذب ہو چکی ہے، اپنے اس کمبل سے نقاب ڈال لو جو کمبل کوہِ طور پر تجلی کے وقت وہاں تمہارے پاس تھا، اس کے علاوہ اگر لوہے کی چادر بھی ڈالو گے تو میرا نور نفوذ کر کے تار تار کر دے گا، جو تمہیں دیکھے گا نابینا ہو جائے گا۔ لہٰذا نقاب ڈال کر جب گھر تشریف لائے تو آپ کی اہلیہ حضرت صفورا علیہا السلام نے عرض کیا کہ آج آپ نے اپنے چہرے کی زیارت سے مجھے کیوں محروم کر رکھا ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہوا ہے کہ میرے چہرے کی تجلی کا اب اُمت تحمل نہیں کر سکے گی، انسان کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ تجلی طور کی تاب لا سکے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اہلیہ صفورا علیہا السلام سے فرمایا کہ اب تم مجھے بغیر نقاب کے مت دیکھنا تو انہوں نے کہا کہ اب تو دو دو تجلی جمع ہو گئی ہیں، نبوت کی تجلی تو تھی ہی، اللہ تعالیٰ کی بھی تجلیات اب تو ہم ضرور دیکھیں گے۔ فرمایا آنکھ اندھی ہو جائے گی، عرض کیا بلا سے اندھی ہو جائے ؎

بلا سے جان جائے گی، تماشا گھس کے دیکھیں گے

حضرت صفورا علیہا السلام نے کہا کہ ہم پہلے ایک آنکھ سے دیکھتے ہیں، ایک آنکھ پر ہاتھ رکھا، دوسری سے دیکھا، نابینا ہو گئیں مگر مزہ آ گیا، اتنا مزہ آیا کہ جلدی سے دوسری آنکھ سے بھی دیکھ لیا کہ آنکھ جائے تو جائے مگر دو دو تجلیات، تجلیاتِ الٰہیہ اور تجلیاتِ نبوت کا اجتماع، دو نور کے سنگم کو ہم ایک بار اور دیکھ لیں۔ دونوں آنکھیں ختم ہو گئیں، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کو فرماتے ہیں ؎ (مثنوی فارسی: باب ۹۵، جز ۶۴، ص ۷۱۹)

پس زنی گفتش کہ چشم عبہری
چوں ز دستت رفت حسرت می خوری

کہ اس وقت حضرت صفورا علیہا السلام سے ایک عورت نے پوچھا کہ کیا اپنی آنکھوں کا نور

ضائع ہونے کا انہیں کچھ غم یا کچھ حسرت ہے؟ تو انہوں نے کہا۔

گفت حسرت میخورم کہ صد ہزار
دیدہ بودی تا ہمی کردم نثار

میں حسرت کرتی ہوں کہ صد ہزار یعنی ایک لاکھ آنکھیں اور ہوتیں تو میں اپنے اللہ پر اور نبوت پر فدا کر دیتی۔ جیسے ہی یہ جملہ منہ سے نکلا کہ مجھے یہ غم ہے کہ کاش کہ دو آنکھوں کے بجائے سو ہزار (ایک لاکھ) آنکھیں ہوتیں تو میں اللہ کے جلووں پر اور نبی کی تجلیات پر، نورِ الوہیت اور نورِ نبوت کا جو سنگم ہمیں نظر آیا اس پر ہم فدا کر دیتے، یہ ایک دو آنکھیں کیا چیز ہیں؟ یہ جواب اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانۂ غیب سے ایسا نور ان کو بخش دیا جس سے دونوں آنکھیں بینا ہو گئیں اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دیدار سے دوبارہ مشرف رہنے لگیں۔

تو حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دورانِ ذکر شاہ قطب المدار رحمۃ اللہ علیہ جاگتے میں آئے اور انہوں نے خوش خبری سنائی کہ ''آپ اور خواجہ صاحب اللہ کے دیوانے ہو جائیں گے۔''

۷۔ پھولپوری زندگی کے بعض حالات

اچھا بھئی! یہ غیر اختیاری مضمون بیچ میں آ گیا۔ ان شاء اللہ! یہ مجلسیں جو ہوتی ہیں بڑے بڑے وعظوں سے زیادہ یہ موثر ہوتی ہیں، یہ باتیں ایسی ہیں جو کتابوں میں نہیں ملتیں۔ اختر نے جوانی لگائی ایک بوڑھے کے ساتھ، اللہ نے مجھے توفیق دی، جو مزہ مجھے ملا وہ میں آپ کو بھی دینا چاہتا ہوں۔ بہت زیادہ معمر پیر مجھے اس وقت ملے لیکن مجھے اتنا مزہ آیا کہ کیا کہوں، حضرت بالکل جنگل میں تھے، کوئی گھر قریب نہیں تھا۔ مغرب بعد ایسا سناٹا ہوتا تھا کہ انسان کی گفتگو بھی نہیں سنی جا سکتی تھی۔ میرا شیخ اکیلا ستاروں کی روشنی میں عبادت، آہ وفغاں ونالہ، گریہ وزاری میں مشغول رہتا تھا۔ تھوڑی دیر میں چراغ بھی جب تیز ہوا چلتی تھی تو بجھ جاتا تھا۔ کئی کئی گھنٹے آہ و

نالے سننے میں اتنا مزہ آتا تھا کہ کبھی مجھے تمنّا بھی نہیں ہوئی کہ چلو! دوستوں میں چل کر گپ شپ لگائیں۔ حضرت خود انجمن تھے، حضرت کی ذات خود ایک محفل تھی، الحمدللہ! ورنہ جوان بچوں کا کیا دل چاہتا ہے؟ آپ بتایئے۔ جوانی میں دل چاہتا ہے دو چار اور لڑکے ہوں، خوب گپ شپ ماروں، فٹبال کھیلوں، کرکٹ کھیلوں، سیر و تفریح کروں، لیکن ہماری ساری تفریح ہمارے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

کھانے پینے کا بھی حال سن لو! جیسے یہاں دیکھ کر کوئی کہے کہ شاید مال ملتا رہا ہو، خوب مکھن ملتا ہو، حضرت ناشتہ نہیں کرتے تھے، بارہ ایک بجے کھانا کھاتے تھے، صبح سے ایک بجے تک ایک قطرہ چائے بھی حضرت کے پیٹ میں نہیں جاتی تھی۔ ہم بھی ایسے ہی رہتے تھے، جبکہ جوانی میں کتنی بھوک لگتی ہے لیکن میں بھی ناشتہ نہیں کرتا تھا۔ یہ اس لئے بتا رہا ہوں کہ بعض ذہنوں میں یہ خیال آتا ہو کہ مال ملتا رہا ہوگا اور مکھن کی ٹکیا نگلتے رہے ہوں گے۔ جب میرے شیخ بوجہ پیرانہ سالی ناشتہ نہیں کرتے تھے تو میں کیسے کرتا؟ حالانکہ گھر سے کہلوایا گیا کہ کیا میرے لئے ناشتہ بھجوا دیا جائے؟ میں نے منع کر دیا، ویسے بھی روزانہ ناشتہ بھجوانے میں شیخ کے اہلِ خانہ کو تکلیف ہوتی۔ مجھے شرم آتی تھی کہ شیخ تو ناشتہ نہ کریں اور گھر سے میرے لئے ناشتہ آئے۔ بس اس وقت ایک جوش تھا کہ جیسے شیخ رہے، میں بھی ویسے ہی رہوں، لہٰذا میں بھی ناشتہ نہیں کرتا تھا۔ ایک زمانہ اسی طرح سے گذرا، دو چار دن نہیں، دس بارہ سال اسی طرح گذارے، ایک بجے حضرت کے ساتھ کھانا کھاتا تھا، پھر ایسی کڑاکے کی بھوک لگتی تھی کہ دال بھی بریانی لگتی تھی۔

پھر حاسدین الگ سیٹی مارتے تھے، ستانے والے بھی بہت تھے۔ کوئی کہتا تھا کہ مولانا کے ساتھ ہر وقت کھاتا ہے، کاروں پر گھومتا ہے، مرنے کے بعد دیکھیں گے، جب حضرت کھانا کھاتے تو دور سے لقمہ کھانے کی اداکاری کرتے۔ ایسا ستاتے تھے کہ یہ شیخ کو چھوڑ کر بھاگ جائے، اس کو تو بڑی عزت مل رہی ہے،

کچھ دن کے بعد سارے مرید کہیں اسی کو نہ ماننے لگیں۔ میں نے کہا کہ میں بھاگنے والا نہیں ہوں، عشق سخت جان بنا دیتا ہے۔ حاجی نذیر صاحب بکھرا والے نئی کار لے کر آئے، پورے ضلع میں پہلے مسلمان تھے جن کے پاس موٹر تھی، عمدہ شاندار نئی کار، ان کی ملایا کی آمدنی تھی، اسی کار پر حضرت کو سیر کرانے لے گئے اور مجھے بھی بٹھایا۔ پانچ میل کار میں خوب گھمایا، پھر اسی کار سے شیخ کو، مولانا ابرار الحق صاحب کو، حافظ عبدالولی صاحب، شیروانی صاحب اور مجھے بٹھا کر لے گئے اور خود چلا رہے تھے، اعظم گڑھ سے سیدھا گنج مراد آباد، شاہ فضلِ رحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر، وہاں سے دیوبند، دیوبند سے دہلی، دہلی میں وہاں کے بزرگوں حضرت شاہ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ شاہ عبدالرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ اور تمام مزارات پر، پھر حضرت کے ساتھ سہارنپور مولانا زکریا صاحب شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی دعوت کھائی، دیوبند حضرت قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں، تھانہ بھون آخری منزل تھی اسی کار سے۔ تو یہ عزت حاسدوں کو کہاں ہضم ہوتی، لیکن میں نے کہا تم لوگ ستالو ؎

مجھ کو جی بھر کے ستالیں شوق سے

میں ان کے بارے میں حضرت سے شکایت بھی نہیں کرتا تھا کیونکہ شکایت کرنا بھی دلیلِ خامی ہے۔

دیکھو! اس وقت کی مجلس کیسی تھی! کیا کہیں! بس دعا کرو کہ میری زندگی میں اللہ برکت عطا فرمائے، میرے درد بھرے دل کے لئے اللہ کان بھی عطا فرمائے جو میرے آہ و نالوں کی قدر کرنے والے ہوں۔ اے اللہ! ہمارے شیخ شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم اور شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم جن کی جوتیاں آپ نے اٹھانے کی اختر کو توفیق نصیب فرمائی، میرے آہ و نالوں کو شرفِ قبول عطا فرما، میرے جن دوستوں نے میری باتیں سنیں، اختر کو بھی میرے سب دوستوں کو بھی صاحبِ نسبت بنا دے، اپنے دردِ محبت کا عظیم

حصہ عطا فرمادے، اللہ والی حیات، اپنی رضا کی حیات نصیب فرمادے۔ ہمارے دل بدل دیجئے، دل گناہ آشنا جو ہیں ایسے دلوں کو سینے سے اکھاڑ پھینکئے اور دل دردآشنا نصیب فرمائیے۔ ایک عمرِ عظیم اَور عطا فرمائیے جو آپ پر فدا ہو، دین کی اشاعت میں مشغول ہو، اخلاص اور شرفِ قبول کے ساتھ اور دوستوں کے ساتھ نصیب فرمائیے، اکیلے جی کر کیا کروں گا، اپنے دوستوں کے ساتھ مجھے جینا مرنا نصیب فرمائیے۔ آمین

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کی زندگی کے بعض حالات

۲۰ رصفرالمظفر ۱۲ ۱۴ھ مطابق ۳۱ راگست ۱۹۹۱ء بروز ہفتہ بعد عصر

ارشاد فرمایا کہ میری زندگی عجیب وغریب حالات میں گذری ہے، بارہ سال کی عمر میں جب میں بالغ بھی نہیں ہوا تھا تو ہمارے گاؤں سے تقریباً دوسو گز دور ایک بالکل غیر آباد مسجد تھی، ایک دم سنسان اور سناٹے میں تھی، اس غیر آباد مسجد میں جا کر میں عبادت کرتا تھا۔ اسکول سے چھٹی کے بعد عصر وہیں پڑھتا تھا، اگر کوئی مل جاتا تو جماعت کر لیتا تھا ورنہ اکیلے ہی پڑھ لیتا تھا۔ وہ لوگ ایسے میرے معتقد ہو گئے تھے کہ انہوں نے مجھ سے بیعت کر لی، ان پڑھ جاہلوں کی بستی تھی، زیادہ تر گھوسی تھے، دودھ بیچنے والے، انہوں نے مجھے پیر بنالیا اور مجھ سے نماز کی امامت بھی کرواتے تھے۔ ہم بھی چھوٹے تھے، ہمیں مسئلہ معلوم نہیں تھا، اور وہ لوگ بھی ان پڑھ تھے کہ نابالغ کے پیچھے نماز نہیں ہوتی [1]۔ اس زمانے میں ہمارے ہم عمر بچے تو تھے لیکن ہم مذاق کوئی

---

[1] حضرت والا کم عمر تھے اور اس فقہی مسئلے کا آپ کو علم نہیں تھا کہ نابالغ کی امامت جائز نہیں اور ایسی تمام نمازیں واجب الاعادہ ہوتی ہیں۔ بڑھاپے میں ایک مرتبہ اچانک حضرت والا کا ذہن اس مسئلے کی طرف منتقل ہوا تو بہت پریشان ہوئے۔ اہلِ فتاویٰ سے رجوع کیا گیا اور ان کے قول پر حضرت والا نے اُس مسجد کے موجودہ امام کو ایک خط عام ڈاک سے اور ایک خط رجسٹرڈ ڈاک سے بھجوایا کہ آج سے تقریباً پچاس سال قبل اتنی مدت کے دوران میں نے نابالغی میں یہاں کے رہائشیوں کی امامت کی تھی، ان لوگوں میں سے کوئی اب بھی حیات ہو تو ان کو بتادیں کہ ایسی تمام نمازیں واجب الاعادہ ہیں اور وہ اپنی نمازیں دہرالیں۔ جامع

نہیں تھا۔ ہمیں تقریر کا بھی شوق تھا اور امامت کا بھی، میں نے گاؤں میں عید کی نماز بھی اسی کم عمری میں پڑھائی۔ اس وقت جو کھیل ہم کھیلتے تھے وہ بھی امامت تھا، میں امام بن جاتا پگڑی باندھ کر، اب نماز کے دوران بڑی بہن ہماری پگڑی چھیڑ کر بھاگ جاتیں، ان کو ہمیں چھیڑنے میں مزہ آتا تھا۔ رمضان کا مہینہ آتا تو میں سحری کھا کر ۳ بجے رات کو اس ویرانے میں چلا جاتا۔ اس مسجد میں جا کر اکثر یہ شعر پڑھتا تھا۔

اپنے ملنے کا پتا کوئی نشاں
تُو بتادے مجھ کو اے ربِ جہاں

اب ویرانہ اور پھر دیہاتی راستے، پتلی پتلی پگڈنڈیاں، بھیڑیئے کا بھی ڈر تو ابّا جان بھی رات ہی کو لالٹین اور لاٹھی لے کر ہماری تلاش میں پیچھے پیچھے آتے، ابّا کو بڑی فکر رہتی تھی کہ کہیں کسی غلط آدمی کے پاس نہ چلا جاؤں۔ میں ایک بار سادھوؤں کے پاس بھی پہنچ گیا تھا، ابّا کو علم ہوا تو ڈنڈا لے کر ان کو دوڑا دیا۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تین کتابیں پڑھانے کی خواہش

۱۱؍ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۱؍ستمبر ۱۹۹۱ء
بروز ہفتہ بعد فجر، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ دعا کرو کہ اللہ میری صحت میں میری جان میں کئی جانیں عطا فرمادے تو اگر میں تین کتابیں پڑھادوں، قرآن شریف، بخاری شریف اور مثنوی شریف تو ان شاء اللہ! یہاں ہر وقت مجمع لگا رہے گا، لوگوں کے بیٹھنے کی جگہ نہ رہے گی، مگر مجھے ضعف اور کمزوری بہت رہتی ہے، اس لئے میں اوقات کی پابندی کی ذمہ داری نہیں لیتا، ایسے شاگرد قبول کرتا ہوں جیسے مولانا عمر فاروق اور جیسے حافظ داؤد (ری یونین) کہ پڑھا دوں تو خوش، نہ پڑھاؤں تو بھی خوش، پاس بیٹھے ہوئے ٹُک ٹُک مجھے دیکھتے رہتے ہیں۔ ایسے عاشق شاگرد ہوں، ان کا سینہ

ان شاء اللہ! بھرا ہوا جائے گا۔ مولانا داؤد نے میرے پاس پڑھا اور کس طرح پڑھا کہ ایک دن پڑھا اور دس دن ناغہ ہوگیا، پھر کبھی پڑھا تو دس دن مسلسل پڑھ لیا، میرے پاس پانچ سال رہے، تین سال مجھ سے پڑھا اور دو سال حفظ میں لگائے۔ ری یونین کے لوگوں نے مجھے بتایا کہ مولانا داؤد کا بیان ہم پر اتنا زیادہ موثر ہوتا ہے کہ زندگی میں ہم نے ایسی باتیں نہیں سنیں، ان کا بیان سن کر وہاں کے لوگوں میں اللہ کی محبت اور معرفت پیدا ہو رہی ہے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی شیرینیٔ بیان کا اثر

ایک صاحب خانقاہ میں آئے جن کے پہلے داڑھی نہیں تھی، اور اب داڑھی رکھ کر آئے، کہنے لگے کہ میں بہت دینی مجلسوں میں بیٹھا ہوں لیکن ہر جگہ سوائے ڈرانے کے، یہ عذاب، یہ پکڑ، اس کے علاوہ کچھ تھا ہی نہیں، لیکن آپ کے پاس اتنی مزیدار، پُرمزاح گفتگو سنی، جیسے شیر کے داڑھی ہوتی ہے اور شیرنی کے داڑھی نہیں ہوتی، بتاؤ! کون کون شیرنی بننا چاہتا ہے؟ اور ایک شخص اپنے بچہ کے پاس اپنے داڑھی والے دوست کو لے گیا تو بچہ رونے لگا، جس پر دوست نے کہا کہ اس نے آج ابّا دیکھا ہے، ورنہ یہ سمجھتا تھا کہ میری دو اماں ہیں، اسی مذاق مذاق میں آپ نے مجھے داڑھی رکھا دی۔ حضرت والا دامت برکاتہم نے فرمایا کہ میرے اللہ نے ہنسی ہی ہنسی میں آپ کا گھر بسا دیا، اس پر مالک کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے شیرینیٔ بیان عطا فرمائی۔ آپ کے داڑھی رکھ لینے سے مجھے بہت خوشی ہے، سوچتا ہوں کہ قیامت کے روز آپ کی داڑھی کو پیش کردوں گا کہ اے اللہ! قبول فرمالیجیے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا حکمت پڑھنے کے بعد عالم بننے کا عجیب قصہ

ارشاد فرمایا کہ اگر کبھی کوئی کام باوجود کوشش کے نہ ہو رہا ہو تو گھبرانا نہ چاہیے، بعض وقت بندہ کسی کام میں خیر سمجھ کر اسے کرنا چاہتا ہے اور اس کا انجام شر ہوتا ہے

تو اللہ تعالیٰ اس کام کو نہیں ہونے دیتے، اور بعض وقت بظاہر نقصان نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں بندے کا فائدہ ہوتا ہے۔ اب دیکھئے! یہ فقیر حکمت پڑھنے کے بعد میرٹھ میں اسسٹنٹ ہیلتھ افسر تھا، اچانک نوٹس آیا کہ پانچ آدمیوں کی ملازمت ختم کر دی گئی ہے، ان میں محمد اختر نام بھی تھا۔ مجھے بڑا صدمہ ہوا، صدمے اور غم سے میں چادر اوڑھ کر لیٹ گیا کہ ملازمت گئی، پھر دل میں اللہ نے یہ بات ڈالی اور میں میرٹھ سے سیدھا اعظم گڑھ، پھولپور آیا، نہ والدہ سے ملا، نہ رشتہ داروں سے ملا، میرا سامان بھی دوسری ٹرین سے آیا، اور حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت! میں علمِ دین پڑھنا چاہتا ہوں۔ حضرت بہت خوش ہوئے، فوراً سواری پر بٹھایا اور مدرسہ سرائے میر تشریف لائے، اور اساتذہ سے فرمایا کہ دیکھو! یہ حکمت پڑھنے کے بعد اب مولوی بننا چاہتے ہیں، ان کو فوراً داخلہ دو اور ان کی قدر کرو۔ تو اگر میری ملازمت نہ چھوٹتی تو میں علمِ دین حاصل کرنے کے لئے کبھی مدرسہ نہ جاتا، ساری زندگی مریضوں کو انجکشن لگاتا رہتا۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا نمازی کی رعایت فرمانا

۲۴ رصفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۴ رستمبر ۱۹۹۱ء

بروز بدھ بعد فجر، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

آج فجر کی نماز کے بعد مسجد ہی میں حضرت والا دامت برکاتہم نے مجلس شروع فرمائی، مثنوی شریف کے اشعار کا درس ہو رہا تھا، بیان میں خوب روانی اور جوش تھا کہ اچانک حضرت والا نے مائیک جو کالر میں لگا ہوا تھا، منہ کے پاس سے ہٹا کر نیچے کر لیا اور بیان جاری رکھا۔ مائیک ہٹانے سے آواز ہلکی ہوگئی۔ تھوڑی دیر مزید بیان اسی طرح ہوا تو میر صاحب نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت! مائیک کو بٹن میں لگا لیجیے تاکہ آوز صاف سمجھ میں آسکے۔ فرمایا کہ میر صاحب! میں نے کسی وجہ سے

مائیک نیچے کیا ہے کیونکہ ایک صاحب باہر صحن میں نماز پڑھ رہے ہیں، ان کی نماز کی رعایت سے میں نے اپنی آواز کم کی ہے۔(چونکہ فجر کی جماعت کے بعد وقت تنگ ہوتا ہے، ان صاحب کو کہیں اور نماز کے لئے بھیجنے سے نماز قضا ہوسکتی تھی لہٰذا ان کی رعایت فرمائی۔سہیل)

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے حجرۂ خاص کا نقشہ

اسی مجلس میں فرمایا کہ میں نے اپنے کمرے میں بعض مناظر لگا رکھے ہیں، جن میں وادئ کاغان کے پہاڑ اور آبشار کو دیکھتا ہوں تو اللہ تعالیٰ سے عرض کرتا ہوں کہ اے اللہ! جب یہ فنا ہونے والی وادئ کاغان کو آپ نے اتنا حسن دیا ہے تو جنت کے مناظر کے حسن کا کیا عالم ہوگا! اس حسن پر تو فنا آنے والی ہے۔اور جب روضۂ مبارک کا منظر دیکھتا ہوں تو درود شریف ''صلی اللہ علی النبی الامی'' پڑھتا ہوں، جب کعبہ شریف کو دیکھتا ہوں اور وہاں کے پہاڑ دیکھتا ہوں تو یہ شعر پڑھتا ہوں ؎

میری نظروں میں تم ہو بڑے محترم	یا جبال الحرم یا جبال الحرم

اے حرم کے پہاڑو! تمہارے اوپر کوئی درخت، کوئی آبشار، گھاس کا کوئی ایک تنکا بھی نہیں ہے لیکن تمہارا رعب، تمہارا ادب واحترام میرے دل میں وادئ کشمیر و کاغان کے پہاڑوں سے بہت زیادہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ریگستانوں اور ریگزاروں اور چٹیل پہاڑوں میں اپنا گھر بنایا۔ہم آپ جب مکان بناتے ہیں تو کوشش کرتے ہیں کہ ایسی جگہ پر مکان بنائیں جہاں دنیاوی لحاظ سے بیسٹ (Best۔بہترین) کوالٹی کے لوگ رہتے ہوں، سوسائٹی دیکھتے ہیں، باغات دیکھتے ہیں۔کیا کسی کا دل چاہتا ہے کہ کچی اور گندی آبادیوں میں اپنا گھر بنائے۔تو اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کے لئے ایسے پہاڑوں کا انتخاب فرمایا جن پر گھاس کا ایک تنکا بھی نہیں اُگتا۔معلوم ہوا کہ یہ جغرافیہ ہمارے خالق اور مالک کو اپنے گھر کے لئے سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی زبردست دلیل اللہ نے میرے دل میں ڈالی کہ اپنے گھر کے پڑوس کو خوبصورت مناظر سے پاک رکھا تاکہ حاجی صاحبان اور عمرے والے جب میرے گھر کی زیارت کو آئیں تو صرف مجھ ہی سے دل لگائیں، کسی اور کو دل نہ دیں۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلاف کا نمونہ تھی

۲۸ ؍صفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۸ ؍ستمبر ۱۹۹۱ء

(بروز اتوار بعد فجر، خانقاہ میں چائے پیتے ہوئے مجلس)

چائے پیتے ہوئے فرمایا کہ یہ جو ہماری مجلس اس وقت ہو رہی ہے، بظاہر یہ عبادت نہیں لگتی کہ چائے پی رہے ہیں لیکن یہ بھی عبادت ہے کیونکہ ہم اللہ کے لئے بیٹھے ہیں، اور اللہ کے لئے مل بیٹھنا محبت سے ہونا چاہیے۔ اسی لئے اللہ کی محبت جن لوگوں کو ملنے کا وعدہ ہے ان میں مُتَحَابِّيْنَ فِيَّ کے الفاظ مُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ سے پہلے ہیں کہ وہ لوگ ایک دوسرے سے اللہ کے لئے محبت کرتے ہیں ورنہ صرف ''بیٹھنا'' مفید نہیں، بیٹھتے تو منافق بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں تھے، نماز بھی ساتھ پڑھتے تھے، مگر ان کو صحبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ لہٰذا پہلے محبت ہے، پھر جو صحبت ہوگی وہ محبتِ الٰہیہ کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

یہ جو فجر کے بعد ہماری مجلس ہوتی ہے، چائے بھی پیتے ہیں، میں نے اپنے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو اسی طرح دیکھا لکھنؤ، سوپور، جونپور، اور نہ جانے کہاں کہاں سے لوگ آیا کرتے تھے۔ پھر حضرت ذکر تلاوت نہیں کرتے تھے، بس ان کے ساتھ گیارہ بجے دن تک بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں، ملفوظات ارشاد فرما رہے ہیں۔ ایک مرتبہ میرے ساتھ بھی گیارہ بجے دن تک بیٹھے رہے، اس دن حضرت کے ساتھ میں اکیلا تھا، اور کوئی نہیں تھا۔ یہی رنگ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم کا بھی ہے کہ وہاں بھی فجر کے بعد بعض اوقات ایسے ہی مجلس

ہوتی ہے۔ الحمدللہ! میرے اللہ نے مجھے بھی یہی رنگ عطا فرمایا۔ اور آج یہ بات سن لیجیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس سے بھی اس میں مشابہت ہے:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُوْمُ مِنْ مُّصَلَّاهُ الَّذِيْ يُصَلِّيْ فِيْهِ الصُّبْحَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَإِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامَ وَكَانُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ فَيَأْخُذُوْنَ فِيْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَيَضْحَكُوْنَ وَيَتَبَسَّمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ رواه مسلم))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، کتاب الآداب، باب الضحک، ص ۴۰۶)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی بعض اوقات فجر کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھتے تھے، خیر خیریت معلوم کرتے تھے، صحابہ اپنے زمانۂ جاہلیت کے قصے سناتے تھے کہ ہم بتوں کے سامنے یوں بیٹھتے تھے، پھر خوب ہنستے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی مسکرا دیتے تھے۔ ان قصوں میں سے دو مزیدار قصے سنئے:

((فَيَأْخُذُوْنَ فِيْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ أَيْ عَلٰى سَبِيْلِ الْمَذَمَّةِ أَوْ بِطَرِيْقِ الْحِكَايَةِ لِمَا فِيْهَا مِنْ فَائِدَةٍ وَّغَيْرِهٖ مِنْ جُمْلَتِهٖ أَنَّهٗ قَالَ وَاحِدٌ مَّا نَفَعَ أَحَدًا صَنَمُهٗ مِثْلَ مَا نَفَعَنِيْ قَالُوْا كَيْفَ هٰذَا؟ قَالَ صَنَعْتُهٗ مِنَ الْحَيْسِ فَجَاءَ الْقَحْطُ فَكُنْتُ اٰكُلُهٗ يَوْمًا فَيَوْمًا وَّقَالَ اٰخَرُ رَأَيْتُ ثَعْلَبَيْنِ جَاءَا وَصَعِدَا فَوْقَ رَأْسِ صَنَمٍ لِّيْ وَبَالَا عَلَيْهِ فَقُلْتُ أَرَبٌّ؟ يَبُوْلُ الثَّعْلَبَانِ بِرَأْسِهٖ فَجِئْتُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَأَسْلَمْتُ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، باب الضحک، ج ۹ ص ۴)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے اپنا زمانۂ جاہلیت کا قصہ سنایا کہ کسی کے بت نے اس کو ایسا نفع نہ دیا ہوگا جیسا میرے بت نے مجھے دیا۔ لوگوں نے پوچھا وہ کیسے؟ کہا کہ میں نے اپنا بت حیس [1] سے بنایا تھا، جب قحط آیا تو

---

[1] حیس: کھجور اور روغن، آٹے یا پنیر سے بنتا ہے جیسے مالیدہ (از مظاہرِ حق ج ۴ ص ۱۱۶)

میں اس میں سے روزانہ کھایا کرتا تھا۔ دوسرے صحابی نے اپنا قصہ سنایا کہ میں نے دولومڑیوں کو دیکھا کہ وہ آئیں اور انہوں نے میرے بت کے سر پر پیشاب کر دیا۔ میں نے کہا کیا رب ایسا ہوتا ہے کہ اس کے سر پر لومڑیاں پیشاب کریں؟ پھر میں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کی خدمت میں آیا اور اسلام قبول کرلیا۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے نوجوانی میں حالاتِ خاصّہ

۱۰ رمحرم الحرام ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۳ رجولائی ۱۹۹۱ء

بروز منگل بعد عصر، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ اگر میں اپنا حال طالب علمی کا بتادوں تو بہت لوگ رونے لگیں گے۔ ۱۹۴۸ء کی بات ہے، ہمارا مدرسہ بہت غریب تھا، طلباء کو ایک روپیہ وظیفہ نہیں دیتا تھا، کبھی اساتذہ کی تنخواہیں بھی رُک جاتی تھیں، کوئی ناشتہ نہیں ملتا تھا، ہفتہ میں ایک وقت سبزی، ایک وقت گوشت، وہ بھی بھینس یا بیل کا اور باقی بارہ وقت پتلی دال، پانی والی، کچھ چٹنی بھی نہیں ہوتی تھی۔ میرے والد کا انتقال ہوچکا تھا، میں نے کسی کو اپنے حالات کی اطلاع نہیں کی، میرے بہنوئی، چچا وغیرہ تھے، اگر ان کو اطلاع دیتا تو وہ ضرور خرچہ بھیجتے لیکن ہمارا ناشتہ مناجاتِ مقبول اور اپنے شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت تھی، حضرت کو دیکھ کر مزہ آتا تھا۔ کبھی احساسِ کمتری نہیں ہوتا تھا کہ میں غریب طالب علم ہوں، اسی شان سے رہتا تھا۔ حضرت بھی ناشتہ نہیں کرتے تھے حالانکہ بڑے زمیندار تھے، حضرت کو کھانے یا پیسے کی کوئی کمی نہیں تھی، میں نے بھی کہلا دیا کہ میں بھی ناشتہ نہیں کروں گا۔ اس زمانے میں شوق ایسا تھا کہ جیسا پیر کرے ویسا ہی ہم بھی نقل کریں، لیکن الحمدللہ! کبھی کسی مالدار سے مرعوب نہیں ہوا۔

اللہ والوں کی محبت کی قیمت

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جملہ ہے، فرمایا کہ

’’اللہ تعالیٰ جب کسی کو اپنا ولی بنانا چاہتے ہیں تو اس زمانے کے کسی ولی کی محبت اس کے دل میں ڈال دیتے ہیں، جس سے پھر وہ اس کے پاس آتا جاتا ہے۔‘‘ یہ حضرت کا وہ جملہ ہے جو میں نے بچپن میں پڑھا تھا، جب میں حکمت پڑھ رہا تھا۔ اسی جملے سے میرے دل میں آگ لگی اور میں نے اللہ والوں کی تلاش شروع کی، الہ آباد گیا، پھر پھولپور گیا۔ پاکستان آنے سے پہلے غالباً ۱۹۵۰ء کی بات ہے، ہم اپنے شیخ کے ساتھ ٹرین میں دہلی جارہے تھے۔ اچانک آواز آئی ’’جیب کٹ گئی، جیب کٹ گئی، ظالم تین کپڑوں کے اندر سے صدری کی جیب کاٹ کر لے گیا۔‘‘ خیر! پھر گیارہ بجے رات کو میرے شیخ لیٹ گئے۔ حضرت کی عادت تھی پیر دبوانے کی، سیٹ کے نیچے کچھ جگہ ہوتی ہے، تو میں نیچے بیٹھ کر حضرت کے پیر دبانے لگا۔ ایک ہندو نے پوچھا کہ یہ آپ کے کون ہیں؟ میں نے سوچا کہ اگر میں مرشد کہتا ہوں تو یہ ظالم مرشد کو کیا جانے؟ تو میں نے کہا کہ یہ میرے گرو ہیں۔ تو اس ہندو نے جواب دیا کہ سیوا کرے تو میوا کھائے یعنی خدمت کرے تو میوا کھائے، لیکن شیخ کی خدمت اللہ کے لئے کرے، دنیا کی نیت سے نہ کرے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی چند باتیں

۲۶؍ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۴؍نومبر ۱۹۹۱ء، بروز دوشنبہ

ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی نیند کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ جب حضرت کو خوب گہری نیند آتی تو اُٹھنے کے بعد فرماتے کہ الحمدللہ! خوب غرق ہو کے نیند آئی۔ حضرت کے یہاں ظہر سے عصر تک مجلس ہوا کرتی تھی، ابتداء میں ایسا بھی ہوا کہ مجلس سننے ایک آدمی بھی نہیں آیا لیکن حضرت حکیم الامت کے پائے استقامت میں ذرا بھی لغزش نہیں آئی، ظہر سے عصر تک اکیلے بیٹھے رہے اور فرمایا ’’ہم نے تو دکان لگالی، کوئی آئے نہ آئے،

گاہک بھیجنا میاں کا کام ہے'' اگر کوئی افسر دفتر جائے اور پورا دن دفتر میں رہے لیکن کوئی آدمی کام لے کر نہ آئے تو کیا اس کو پوری تنخواہ نہیں ملے گی؟ تو حضرت نے پوری مزدوری لے لی۔

حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ بہت اکرام فرماتے تھے، خط میں ''محبی ومحبوبی شاہ عبدالغنی'' لکھتے تھے اور جب میرے شیخ تھانہ بھون خانقاہ حاضر ہوتے تو حضرت حکیم الامت کچھ قدم آگے بڑھ کر معانقہ فرماتے اور فرماتے ''اے آمدنت باعثِ صد شادیٔ ما'' (اے عبدالغنی! تمہارے آنے سے مجھے سینکڑوں خوشی ہوئی)، ایک مرتبہ جب میرے شیخ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاضری کی اجازت مانگی تو فرمایا'' اجازت چہ معنی بلکہ اشتیاق'' (آپ اجازت کیوں مانگ رہے ہیں؟ جلد آیئے، آپ کی ملاقات کا تو خود مجھے اشتیاق ہے)

ایک بار میرے شیخ شاہ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب دادا پیر رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت نصیب ہوئی اور حضرت نے خواب ہی میں مجھے ترمذی شریف پڑھائی اور تین شعر پڑھے جو مجھے یاد نہیں ہیں، اور فرمایا کہ شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو مثنوی شریف سے بہت فیض ہوا تھا، اور فرمایا کہ مثنوی شریف پڑھا کرو، اور خواب ہی میں مجھ کو حضرت حاجی صاحب نے سلطان الاذکار کی تعلیم اس طرح دی کہ سو مرتبہ اللہ اللہ کا ذکر اس مراقبہ کے ساتھ کرو کہ ہر بُنِ مو سے اللہ اللہ نکل رہا ہے۔ میرے شیخ نے جب اس خواب کو حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تحریر فرمایا تو حضرت والا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً یہ مصرع بھی تحریر فرما دیا: ''ہمیں بھی یاد رکھنا ذکر جب دربار میں آئے۔'' خواجہ عزیز الحسن مجذوبؔ رحمۃ اللہ علیہ بھی اس وقت حاضر تھے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ جواب ان کو سنایا تو انہوں نے عرض کیا کہ حضرت یہی مصرع میں بھی لکھنے کی اجازت چاہتا ہوں، چنانچہ اس کے نیچے خواجہ عزیز الحسن مجذوبؔ نے بھی یہی مصرع

لکھ دیا، اتفاق سے مولانا عبدالرحمٰن صاحب بکھراوی اعظم گڑھی بھی موجود تھے، انھوں نے بھی اجازت لیکر یہی مصرع تحریر فرمادیا۔ پورا شعر یہ ہے ؂

عدم کے جانے والو! کوچۂ جاناں میں جب جانا
ہمیں بھی یاد رکھنا ذکر جب دربار میں آئے

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس میرے علاوہ کوئی نہیں تھا، میں نے تنہائی میں پوچھا کہ حضرت! لوگ آپ کو مجدد کہتے ہیں اس کی کیا حقیقت ہے؟ مجھے بتادیجئے۔ تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک بھینس کے بچہ نے اپنی ماں سے پوچھا کہ ماں ری ماں! پدمنی کسے کہے ہیں؟ پدمنی کے معنی بغیر سمجھے سمجھ لو۔ بھینس نے کہا کہ چپ چپ! ایسا سوال مت کر، لوگوں کا خیال میری ہی طرف ہے کہ میں ہی پدمنی ہوں۔ تو میرے شیخ نے عرض کیا کہ حضرت! ابھی سمجھ میں نہیں آیا، صاف صاف بتایئے۔ آہ ؂

ناز را چہرہ بباید ہمچو ورد

(ناز کے لئے چہرہ بھی گلاب سا ہونا ضروری ہے!) کس ناز سے فرمایا کہ حضرت! صاف صاف بتایئے کہ آپ مجدد ہیں یا نہیں؟ مگر ناز ایسوں ہی کو زیب دیتا ہے، ہر ایک کا منہ نہیں۔ بس حضرت نے فرمایا کہ ہاں بھئی! میرا بھی یہی خیال ہے کہ میں اس زمانے کا مجدد ہوں، اس زمانے کا نہیں بلکہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے اتنا کام لیا ہے کہ کئی صدی، کئی سو برس تک جو بھی مجدد ہوگا میری ہی تعلیمات سے اپنے لوگوں کی اصلاح کرے گا۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے کارنامے بتاتے ہیں کہ حضرت مجدد تھے بلکہ حضرت مولانا اصغر میاں دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا مرید نہیں ہوں لیکن میں کہتا ہوں کہ وہ جامع المجدد دین تھے، وہ معمولی مجدد نہیں تھے۔ فرمایا کہ ہر صدی میں مجدد کسی ایک فن میں ہوتا ہے، کوئی تفسیر میں ہوتا ہے، کوئی

حدیث میں ہوتا ہے، کوئی فقہ میں ہوتا ہے، مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہر فن میں مجدد تھے، ان کا کس فن میں رسالہ نہیں ہے، تجوید میں ان کا رسالہ ہے، منطق میں ان کا رسالہ ہے، فقہ میں ان کی تصنیف ہے اور حدیث اور تفسیر میں ان کی مستقل تصانیف ہیں۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ آہ! اگر کوئی مرید تعریف کرے تو کہہ دیتے کہ عقیدت ہے، مبالغہ ہے، لیکن ایک غیر مرید اور جید عالم ایسی تعریف کر رہا ہے۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا اُمت سے مخفی ایک حال

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ عجیب عنوان سے دعا مانگ رہے تھے، اس کا راوی میرا ایک دوست ہے جس نے خود اس دعا کو سنا، اب اس کا انتقال بھی ہو چکا، یہ بات کسی کتاب میں نہیں ملے گی۔ حضرت، اللہ میاں سے یوں دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ! ہم سے تو گناہ نہیں چھوٹ رہے لیکن آپ اپنی رحمت کو ہم پر بند نہ کیجئے۔ اس میں معافی بھی شامل ہے اور عاجزی بھی شامل ہے، جیسے کوئی بیٹا اپنے ابّا سے فریاد کر رہا ہو کہ ابّا جان! مجھ سے آپ کی نافرمانی نہیں چھوٹتی لیکن آپ اپنے کرم اور مہربانی کو مجھ پر بند نہ فرمائیے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے محمد علی جناح کی عقیدت

یکم صفر المظفر ۱۴۱۲؁ھ مطابق ۱۲/اگست ۱۹۹۱؁ء بروز پیر

ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے محمد علی جناح کی عقیدت اتنی زیادہ تھی کہ حضرت کا پیغام جناح کے پاس لانے والے حضرت کے سگے بھتیجے مولانا شبیر علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے جناح صاحب نے اپنے محافظوں کو کہہ رکھا تھا کہ مولانا شبیر علی صاحب جب آویں تو خبردار! ان کو روکنا مت، یہ اگر رات کے ۲/ بجے آویں گے تو میں ان سے ملاقات کروں گا۔ لہٰذا ایک بار مولانا شبیر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی بہت اہم پیغام لے کر، جناح صاحب کے نام

حضرت کا خط لے کر ان کی قیام گاہ پر رات ۱۲/ بجے پہنچے، محافظوں نے ان کو پہچان لیا اور نہیں روکا، محافظوں کو اتنی بھی اجازت نہ تھی کہ مولانا کے آنے کی اطلاع پہلے اندر پہنچا ئیں پھر جانے دیں، اپنی آمد کی اطلاع مولانا خود لے کر مسٹر جناح کے کمرے میں پہنچے، دیکھا کہ محمد علی جناح سجدے میں سر رکھے اللہ سے رو رہے ہیں کہ اے اللہ! پاکستان بنا دے۔

مولانا شبیر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو سنّی بنایا تھا، نماز خود سکھائی تھی اور مسٹر جناح نے وصیت کی تھی کہ میری نمازِ جنازہ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ پڑھائیں گے، میں سنّی ہوں، خبردار! کسی اور فرقے والوں کو ہرگز ہرگز میرا جنازہ نہ لے جانے دیا جائے، چنانچہ ان کی جنازے کی نماز علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ہی پڑھائی۔ جناح صاحب اُمت کا درد رکھتے تھے، اور ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے جناح کو خواب میں علماء کے لباس میں دیکھا ہے، ان کو حقیر مت سمجھو، اللہ جس سے چاہے کوئی بڑا کام لے لے۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا سجدہ میں پاکستان کے لئے رونا

۷/ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۷/ ستمبر ۱۹۹۱ء
بروز منگل بعد فجر، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ جب پاکستان بنا تو حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کانپور ہجرت کر گئے تھے کیونکہ میرے شیخ، اعظم گڑھ مسلم لیگ کے جنرل سیکریٹری تھے۔ چھ مہینے کے لئے وہاں تشریف لے گئے کیونکہ جب پاکستان بن گیا تو حکومتِ ہند نے ان کے وارنٹ گرفتاری جاری کر دیئے تھے۔ لوگوں نے حضرت سے کہا کہ آپ وطن چھوڑ دیجئے، اب یہاں رہنا مناسب نہیں ہے۔ لیکن حضرت کبھی جھنڈا لے کر جلسوں میں نہیں دوڑتے تھے، سوائے مسجد میں رونے کے۔ حضرت کو تو اعزازی

طور پر لوگوں نے جنرل سیکریٹری بنالیا تھا، نام کے طور پر مگر میرے شیخ کبھی جلوس لے کر نعرے نہیں مارتے تھے، ہاں! سجدے میں پاکستان کے لئے بہت روتے تھے کہ یا اللہ! پاکستان بنادے، سجدے میں بہت رونے کی میں شہادت دیتا ہوں۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے غوث ہونے کا گمان

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے ہمارے حضرت والا دامت برکاتہم سے سوال کیا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آخری عمر میں جس طرح علماء ان کی طرف رجوع ہوئے تو حضرت شیخ کے بارے میں گمان ہے کہ وہ اپنے وقت کے غوث تھے، اب اس زمانے کا غوث کون ہے؟ حضرت والا دامت برکاتہم نے فرمایا کہ آپ کے سوال کا جواب میر صاحب دیں گے۔ پھر حضرت میر صاحب نے ان صاحب سے فرمایا کہ میرا گمان حضرت والا دامت برکاتہم کی طرف ہے، اور میرا یہ گمان اب سے نہیں ہے بلکہ بہت پہلے سے ہے۔ حضرت میر صاحب بتاتے تھے کہ جب میں نے یہ بات کہی تو حضرت والا نے اپنا چہرۂ مبارک دوسری طرف کرلیا۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تین الہامی دعائیں

ارشاد فرمایا کہ یہ دعا مانگتے مانگتے مرجایئے ''اے اللہ! ہماری ایک ایک سانس آپ کی رضا پر فدا ہو اور کوئی سانس آپ کی ناراضگی میں نہ گزارنے دیجئے، آپ کی نافرمانی میں ہمیں موت نظر آنے لگے''

اور ایک مرتبہ فرمایا کہ ''اے میرے خالقِ حیات! میرے ایک ایک لمحۂ حیات کو اپنی ذاتِ پاک پر فدا کرنے کی توفیق دے دیجئے۔ اتنا ایمان اور یقین خانقاہوں سے، اللہ والوں سے حاصل کرنا فرض ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنا نہ یہ کہ آسان ہوجائے بلکہ لذیذ بھی ہوجائے''

ایک مرتبہ فرمایا کہ ''اے بندے! اللہ کی بندگی، اللہ کی مزدوری اس طرح کر

کہ مزدوری کی بھی توقع نہ رکھ، اگر کچھ دے دیں تو ان کا کرم ہے، نہ دیں تو بھی ہم راضی رہیں، ہمارا کوئی استحقاق نہیں بنتا، اللہ نے سورج بنایا لیکن کبھی وہاں سے کوئی بل نہیں آیا۔‘‘

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی مچھلیوں کے لئے دعا

(ایک مرتبہ کراچی میں زلزلہ آنے کے امکانات اور خدشات تھے۔اس پر یہ دعا فرمائی)

ارشاد فرمایا کہ اے اللہ! کراچی میں زلزلہ آنے کا امکان ہے، اے اللہ! اگر زلزلہ آنے والا ہے تو اے اللہ! اسے سمندر میں پھینک دے اس طرح کہ مچھلیوں کو بھی تکلیف نہ ہو۔

شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے سفرِ حج کے وقت حضرت والا کی کیفیت

۲۷؍صفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۶؍ستمبر ۱۹۹۱ء

(بروز جمعہ، چار بجے دوپہر، حجرۂ خاص میں آرام کرتے ہوئے)

ارشاد فرمایا کہ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ جب ۱۹۵۸ء میں حج کرنے گئے تو ہم آہ کر کے رہ گئے۔ ہم غریب تھے اور حضرت کے مریدوں میں بھی کوئی اتنے مالدار نہیں تھے کہ ہمارا انتظام ہو جاتا۔ شاہ گنج لکھنؤ تک ہم حضرت کو پہنچانے گئے، اس سفر میں حضرت والا ہردوئی دامت برکاتہم بھی ساتھ گئے تھے۔ لکھنؤ سے ہم واپس آ گئے۔ حضرت کے جانے سے مسجد ایک دَم ویران لگنے لگی، میرا کسی چیز میں دل ہی نہیں لگ رہا تھا، روتے روتے بڑی مشکل سے وقت کٹا۔

اس پر احقر نے عرض کیا کہ حضرت والا کی اس غمزدہ کیفیت پر اگر اجازت ہو تو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دو شعر سنانا چاہتا ہوں،؟ فرمایا سناؤ۔ عرض کیا ؎

تجھے کیا دوں اے دہانِ قبر کچھ چھوڑا بھی ہو غم نے

یہی دو چار سوکھی ہڈیاں ہیں ماحضر اپنا

تحیر یاس سوزش گریہ نالہ آہ غم حسرت
بہلتا ہے انہیں آٹھوں سے دل آٹھوں پہر اپنا

اس شعر پر حضرت بہت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ یہ لڑکا بھی بہت عشق کا مارا ہوا ہے، پھر برجستہ یہ شعر ہوا ۔

شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے
ورنہ میرا راز تو کچھ بھی عیاں نہ تھا

ایک شعر کو عطائے حق سمجھنا

۲۶؍شوال المکرم ۱۴۰۶؁ھ مطابق ۴؍جولائی ۱۹۸۶؁ء بروز جمعہ

ارشاد فرمایا کہ اس شعر کو میں محض عطائے حق سمجھتا ہوں ۔

میرے پینے کو دوستو سن لو
آسمانوں سے مے اترتی ہے

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے (۲) خاص جملے

ارشاد فرمایا کہ ان جملوں کو فوراً نوٹ کرلو، یہ ہر وقت نہیں عطا ہوتے:

۱۔زندگی دونوں دور سے گزرتی ہے، دورِ اطاعت سے بھی اور دورِ معصیت سے بھی

۲۔شیرینئ حیات بھی نا قابلِ بیان ہوتی ہے اللہ والوں کی اور تلخئ حیات بھی نا قابلِ بیان ہوتی ہے نافرمانوں کی

دردِ دل کے سامنے سلطنت کی کوئی حیثیت نہیں

(ایک خاص حال اور خاص کیفیت میں فرمایا)

۴؍ذیقعدہ ۱۴۱۳؁ھ مطابق ۲۶؍اپریل ۱۹۹۳؁ء، بروز ہفتہ

ارشاد فرمایا کہ الحمدللہ: اگر ساری دنیا کے بادشاہ اور سلاطین یہاں بیٹھے ہوں اور اللہ مجھے ان سب کی زبان سکھا دے تو ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ کی محبت کے درد کے

سامنے وہ اپنی سلطنتوں کو اور اپنے تاج کو بھول جائیں گے۔

حیات میں بے شمار حیات کس کو ملتی ہیں؟

ارشاد فرمایا کہ جو حیات واسطۂ خالقِ حیات ہوتی ہے، اس حیات میں بے شمار حیات داخل ہوجاتی ہیں۔

کون سی خلوت اور جلوت بہتر ہے؟

ارشاد فرمایا کہ بُرے دوست سے تنہائی بہتر ہے اور اچھے، نیک دوست تنہائی سے بہتر ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی سرکاری قبولیت کی ایک بڑی علامت

۲۴؍صفر المظفر ۱۴۱۲؁ھ مطابق ۴؍ستمبر ۱۹۹۱؁ء

بروز بدھ بعد مغرب، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی

(مجلس میں بعض احباب بیٹھے تھے کہ حضرت والا دامت برکاتہم نے احقر کو اس طرح آواز دی، سہیل! ادھر آؤ، دین کی ایک بات سنو، احقر حاضر ہوا تو ۔۔۔)

ارشاد فرمایا کہ کسی نبی نے نبوت ملنے کے بعد معاش کا کام، تجارت وغیرہ نہیں کی، کسی نبی کے لئے نبوت کے بعد جائز ہی نہیں ہے۔ اسی طرح کسی خلیفہ، کسی امیر المومنین کو بھی اجازت نہیں ہے کہ مسلمانوں کا خلیفہ بننے کے بعد وہ تجارت کرے، اس کو بیت المال سے اپنے گھر کا خرچہ لینا بالکل جائز ہے۔ دین کا خادم سچا ہو، سنت پر شریعت پر چلتا ہو، جعلساز چکر باز پیٹ کا دھندہ کرنے والا جعلی آدمی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں کہ وہ اس کو ہدیہ دیں، بلا اشارہ بلا سوال اس کا کام چلتا ہے۔ یہ سرکاری قبولیت کی علامت ہے کہ یہ شخص سرکاری کام کے لئے قبول کرلیا گیا۔ نبیوں کا کام اسی سے چلا، ولیوں کا کام بھی اسی سے چلتا ہے۔ میرے شیخ بھی جب زراعت، زمیں داری چھوڑ کر آئے تو کوئی ذریعہ نہیں تھا، بعض اوقات

ایسا بھی ہوتا تھا کہ حضرت کے پاس ایک پیسہ بھی نہیں ہوتا تھا، پھر ادھار قرض لے کر گذارہ کرنا پڑتا تھا۔ حضرت مجھے ہی بھیجتے تھے، میری ذمہ داری پر بنیوں کی دکان سے حضرت ادھار سامان منگواتے تھے، ادھار چڑھتے چڑھتے دو دو مہینے ہو جاتے تھے۔ بنیے مجھ سے پوچھتے تھے کہ مولوی جی! ادھار کب واپس کرو گے؟ میں کہتا تھا جب اللہ دے گا تب دیں گے۔ پھر کہیں سے ہدیہ آجاتا تھا تو سب کا سب ادا بھی ہو جاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں ڈالتا تھا، وہ ہدیے دیتے تھے، ہدیوں سے کام چلتا تھا۔ اسی سے تمام اولیاء اللہ کا کام چلتا ہے، اسی سے نبیوں کا کام چلا ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں تو کوئی اس کو حج کرا دیتا ہے، اسی لئے آپ دیکھتے ہیں کہ مولوی حافظ حج پہ جاتے رہتے ہیں اور بڑے بڑے مالدار لوگ بیٹھے رہ جاتے ہیں، مگر اخلاص شرط ہے۔ کسی سے سوال نہ کرو، اگر خواب بھی دیکھ لو کہ روضۂ مبارک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر حاضری نصیب ہو گئی تو مالداروں کے سامنے یہ خواب بھی بیان مت کرو، یہ بھی مانگنا ہے، اشارہ دینا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں بلایا ہے، جو نہیں بھیجے گا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کی گردن توڑ دیں گے، نعوذ باللہ! یہ بھی غیرت کے خلاف ہے، لہٰذا اس خواب کو امیروں کے سامنے نہ بیان کرے، غریبوں میں بیان کر دے، بلکہ اپنی تعریف والی بات غیرِ شیخ کو بھی بیان نہ کرے، شیخ کو بیان کر دے۔

خلاصہ یہ کہ جو چیز اللہ تعالیٰ بغیر اشارہ بغیر سوال کے بھیج دیں، اس میں اللہ نے برکت رکھی ہے، اسی کا نام ہدیہ ہے، تحفہ ہے، اور اگر مانگ کر کے کوئی لیتا ہے تو اس کے لئے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بد دعا ہے **وَمَنْ اَخَذَهٗ بِاِشْرَافِ نَفْسٍ لَّمْ يُبَارَكْ لَهٗ فِيْهِ** اس میں برکت نہیں ہوگی، تو جس مال میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بد دعا شامل ہو جائے وہ کبھی مفید نہیں ہو سکتا۔ اس لئے سوال کرنے سے بہت زیادہ احتیاط کرو، زبان کو دل کو باندھ کر رکھو۔ خود اللہ تعالیٰ کسی کے دل میں ڈال دیں تو وہ اَور بات ہے ورنہ پیٹ پر پتھر باندھے رہو۔

حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بدعتی کو کرارا جواب

۲۵؍ربیع الثانی ۱۴۱۲؁ھ مطابق ۳؍نومبر ۱۹۹۱؁ء بروز اتوار

ارشاد فرمایا کہ مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت شریف کا ایک شعر ہے ؎

مُردوں کو زندہ کیا، زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھا کریں ذری ابنِ مریم

اس شعر پر ایک مرتبہ ایک اہلِ باطل شاعر جس کا نام نظامی تھا، اس نے اعتراض کیا کہ آپ لوگ کیا مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو اتنا بڑا عالم اور بزرگ مانتے ہیں، ان کو تو اردو کی بھی ہوا نہیں لگی، اردو میں تو ذرا ہوتا ہے، یہ ذری کیا ذرا کی بیوی ہے؟ وہاں مفتی محمود الحسن گنگوہی دامت برکاتہم موجود تھے، انہوں نے برجستہ جواب دیا کہ جی ہاں! یہ ایسا ہی ہے جیسے نظام کی بیوی نظامی ہوتی ہے (اس شاعر کے نام میں نظامی آتا تھا)، پورے مجمع میں ایسا قہقہہ لگا کہ وہ شخص پھر وہاں بیٹھ نہ سکا۔

اسمائے حسنیٰ اللہ۔ رحمٰن۔ رحیم کی برکت

۲۵؍جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲؁ھ مطابق ۳؍دسمبر ۱۹۹۱؁ء بروز منگل

بروز منگل قبل ظہر، بارہ بجے دوپہر، کمرۂ خاص درخانقاہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پرتاب گڑھی نے فرمایا کہ اللہ میاں نے بسم اللہ شریف میں اپنے تین اسمائے حسنیٰ نازل فرمائے: اللہ۔ رحمٰن۔ رحیم، جو شخص ان تین ناموں کا ورد رکھے گا، ان شاء اللہ! اس کا کوئی کام نہیں رُکے گا۔ میرے سامنے کی بات ہے کہ حضرت کے پاس ایک کارخانہ دار آیا کہ حضرت! کارخانے میں یونین کے مزدوروں نے تنگ کر رکھا ہے، آئے دن ہڑتالیں کرتے ہیں، نعرے لگاتے ہیں۔ حضرت نے اس کو یہی ورد پڑھنے کے لئے بتادیا کہ یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم پڑھا کرو۔ آج دس سال ہوگئے، پھر اس کے بعد ایک دن جھگڑا

نہیں ہوا، اور فیکٹری کاروبار میں برکت بھی خوب ہوئی۔ وہ کارخانے دار اتنا سکون سے ہوگیا کہ پھر اس نے حضرت کی خدمت کے لئے ایک کار اور ایک ڈرائیور کی مستقل ڈیوٹی لگادی کہ جہاں حضرت کو جانا ہو، گاڑی تیار رکھے، سب خرچہ پٹرول، مرمت، تنخواہ وغیرہ اس نے اپنے ذمہ رکھا، اسی کار میں حضرت صبح ٹہلنے تشریف لے جایا کرتے تھے، تقریباً ۹۵/برس کی عمر پائی۔

داڑھی کا جھنڈا لگاؤ

یکم/صفر المظفر ۱۴۱۲؁ھ مطابق ۱۲/اگست ۱۹۹۱؁ء بروز پیر

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب ملاقات کے لئے حاضر ہوئے اور پاکستان کا یومِ آزادی (یعنی ۱۴/اگست) قریب تھا، وہ صاحب پاکستان کے جھنڈے کا بیج لگاکر آئے، حضرت والا دامت برکاتہم نے فرمایا کہ ہم بھی اپنے مدرسے میں پاکستان کا جھنڈا لگائیں گے، کیونکہ اگر کوئی جھنڈا نہ لگائے تو لوگ سمجھتے ہیں ان کو پاکستان سے بغض ہے، اب لاکھ کہیں کہ ہم دل سے پاکستان کے عاشق ہیں لیکن کوئی تسلیم نہیں کرتا، اسی طرح کوئی کہے کہ میں دل سے اللہ و رسول کا عاشق ہوں، احکاماتِ الٰہیہ کا دل سے احترام کرتا ہوں مگر ظاہری وضع قطع اس کی شریعت کے خلاف ہو، داڑھی کا جھنڈا نہ لگائے اس کو کیسے ولی اللہ تسلیم کیا جائے گا؟

حاضریٔ حرم: دعاؤں کی قبولیت کا ایک عجیب نسخہ

۶/صفر المظفر ۱۴۱۲؁ھ مطابق ۱۷/اگست ۱۹۹۱؁ء

بروز ہفتہ بعد فجر، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں دینے سے مال کے ختم ہونے کا خوف مت کرو۔ دیکھو! جب کوئی مکان بنواتا ہے تو ایک طرف ہوا کے آنے کا راستہ رکھتا ہے کہ تازہ ہوا آسکے اور ساتھ ہی ہوا کے گذرنے کا بھی راستہ رکھتا ہے، اگر ہوا

گذرے گی نہیں تو ہوا آئے گی بھی نہیں۔ یہ عجیب بات ہے۔ اللہ کا دیا ہوا مال دین کے کاموں میں، حج وعمرے میں خرچ کرنے میں، نیک کاموں میں اپنا مال خرچ کرنا مولائے کریم سے اُور پانے کا ذریعہ ہے۔ یہ جو پانچ منزلہ تعمیر (گلشن اقبال میں مدرسہ کی عمارت مراد ہے) آپ دیکھ رہے ہیں یہ اسی طرح حج وعمرہ کرنے سے بنی ہے۔ ارے وہ کریم مالک نہیں دیکھے گا کہ یہ بندہ بار بار میرے گھر کا چکر لگا رہا ہے، لاؤ اس کی حاجت بھی پوری کردوں۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اور جگر مرادآبادی کے اشعار

ارشاد فرمایا کہ جگر مرادآبادی کا ایک شعر ہے ؎

شکستِ دل شکستِ غم نہیں ہے
ہمیں اتنا سہارا کم نہیں ہے

یعنی ہمارے محبوب پیارے اللہ نے اگر ہمیں ناجائز خواہشات کو توڑنے کا حکم دے کر جو ہمارا دل توڑا ہے تو اس شکستِ دل کے باوجود ہم اللہ کے غم سے دستبردار نہیں ہوں گے، اس کے غم کا سہارا ہمیں کافی ہے۔ پھر فرمایا کہ اسی قافیہ پر میرا شعر سنو ؎

بوقتِ صبح جو تم دیکھتے ہو
میرے آنسو ہیں یہ شبنم نہیں ہے

احقر سہیل نے عرض کیا کہ حضرت والا کے شعر سے جگرؔ کا شعر ماند ہو گیا تو برجستہ ماند پر چاند کا قافیہ لگایا کہ ''واہ رے میرے چاند! کیا داد دی ہے تُو نے''

ماں باپ کے حقوق کا بہت خیال رکھو

۱۴؍ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۳؍اکتوبر ۱۹۹۱ء
بروز بدھ، آٹھ بجے صبح بعد ناشتہ، کمرۂ خاص میں

ارشاد فرمایا کہ ماں باپ کے حقوق کا بہت خیال رکھو، روزانہ ان کی کچھ

خدمت کیا کرو، پیر دباؤ، سر میں تیل لگادو، اگر بہت تھکے ہوئے ہوتو جا کر خاموش ہی ان کے پاس بیٹھ جاؤ، ماں کہے بیٹا کیا بات ہے آج بات نہیں کر رہے ہو؟ کہہ دو اماں! آج بہت تھکا ہوا ہوں، صرف ایک نظر آپ پر ڈالنے کے لئے اور آپ کی ایک نظر اپنے اوپر ڈلوانے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں تقریباً آٹھ سو صحابہ وتابعین کو حدیث پڑھایا کرتے تھے، حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت عبداللہ ابن عمر، حضرت جابر رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ آپ کے درسِ حدیث میں شریک ہوتے تھے، درس دینے کے لئے جاتے ہوئے آپ کی والدہ کا گھر راستے میں پڑتا تھا تو روزانہ ماں سے ملنے کے لئے گھر سے ہوکر جایا کرتے تھے:

((فَكَانَتْ أُمُّهُ فِيْ بَيْتٍ وَّهُوَ فِيْ اٰخَرَ قَالَ فَإِذَا أَرَادَ
أَنْ يَّخْرُجَ وَقَفَ عَلٰى بَابِهَا فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكِ
يَا أُمَّتَاهُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ فَتَقُوْلُ
وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا بُنَيَّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ))

(الادب المفرد للامام البخاری: باب جزاء الوالدین، ج ۱ ص ۱۸، رقم ۱۲)

دروازے پر کھڑے ہوکر سلام کرتے، اماں جواب دیتیں، پھر روانہ ہوتے۔

ماں کی قبر پر حاضری کے وقت کا ایک عجیب واقعہ

حضرت حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص اپنی ماں کے انتقال کے بعد ماں کی قبر پر حاضر ہوا اور ایصالِ ثواب، فاتحہ، قل ھو اللہ وغیرہ پڑھ کر واپس گھر آ گیا، رات کو خواب میں ماں کو دیکھا، ماں نے کہا کہ بیٹا! جب میری قبر پر آیا کرو تو تھوڑی دیر خاموش کھڑے رہا کرو تاکہ میں تیرا چہرہ اچھی طرح دیکھ لوں، جب تُو قرآن پڑھنا شروع کر دیتا ہے تو قرآن کی تلاوت کے انوار میں تیرا چہرہ چھپ جاتا ہے۔ اس لئے جب ماں باپ کی قبروں پر جاؤ تو کچھ دیر خاموش کھڑے رہا کرو۔

اولاد کے ساتھ رابطہ اور ضابطہ کا تعلق کیا ہے؟

۱۰؍ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۰؍ستمبر ۱۹۹۱ء

بروز جمعہ گیارہ بجے شب، کمرۂ خاص در خانقاہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ایک صاحب نے سوال کیا کہ اپنی اولاد کو نیک کاموں کے لئے کس عمر تک پٹائی کر سکتے ہیں؟ فرمایا کہ دیکھو بھئی! سات سال سے دس سال تک تو نرمی سے سمجھاؤ کہ ماشاء اللہ! بیٹا آپ اچھے بچے ہو، ان کو تھپتھپاؤ، شاباشی دو۔ پھر دس سے پندرہ سال تک کچھ پٹائی کر سکتے ہو، بس اس کے بعد آپ کی ذمہ داری ختم ہوگئی، اب وہ بالغ ہوگیا، اب جنت میں جائے یا جہنم میں جائے، آپ کی ذمہ داری نہیں۔ یہ تو ضابطے کی بات تھی، لیکن باپ کا دل نہیں مانتا کہ میرا بیٹا بگڑ جائے، اب رابطے کا تعلق یہ ہے کہ اس کو اللہ والوں کی صحبت میں لے جاؤ۔ وہ صحبتیں جہاں جا کر شقی، سعید بن جاتے ہیں، شقاوتیں سعادتوں سے بدل جاتی ہیں، ایسی صحبتیں جہاں کا بیٹھنے والا محروم نہیں رہتا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کیا فرمایا تھا: یٰبُنَیَّ ارْکَبْ مَّعَنَا آہ! کیا پیار ہے اس جملے میں کہ اے میرے بچے! میرے ساتھ آجاؤ، اتنے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، حضرت سمیت اسّی لوگ تھے اس وقت کشتی میں:

((قِیْلَ وَالرِّوَایَۃُ الصَّحِیْحَۃُ اَنَّھُمْ کَانُوْا تِسْعَۃً وَّسَبْعِیْنَ زَوْجَتُہٗ وَبَنُوْہُ الثَّلٰثَۃُ وَنِسَاؤُھُمْ وَاثْنَانِ وَسَبْعُوْنَ رَجُلًا وَّامْرَاَۃً مِّنْ غَیْرِھِمْ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)؛ سورۃ هود؛ ج ۱۲ ص ۳۵۴)

اس نے کیا جواب دیا؟ ارے! میں پہاڑ پر پناہ لے لوں گا۔ لیکن کیا ہوا؟ اللہ کے غضب سے کوئی بچا سکتا ہے بھلا؟ جب اللہ کسی کو سزا دینا چاہے تو کوئی اس کو نہیں بچا سکتا، اور جس کو اللہ اپنی رحمت میں لے لے، سارا عالم اس کو ایک ذرّہ برابر نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا تو محروم رہا اور اصحابِ کہف کا کتا اتنا مقبول ہوا کہ

اس کا ذکر قرآن میں آرہا ہے، کَلْبُھُمْ ان کا کتا۔نسبت تو دیکھئے! یہ ان کا کتا ہے، ہمارے اولیاء کا کتا ہے، آج اس کتے کے نام کی تلاوت ساری اُمت کررہی ہے، اس کا نام سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی لیا، اس کے نام کی تلاوت پر تیس نیکیاں ملیں گی اور وہ جنت میں بھی جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ناپاک حیوان کو جس کا جھوٹا، منہ کی رال لگ جائے تو اس کو دھونا فرض ہوتا ہے، اللہ نے اس کتے کا ذکر قرآنِ پاک میں بیان کیا ہے۔علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتے کا نام قطمیر (ق ط م ی ر) لکھا ہے، تفسیروں میں لکھا ہے کہ یہ کتا جب اصحابِ کہف کے ساتھ چلنے لگا تو پہلے تو ان لوگوں نے اسے پتھر مارا کہ منحوس! کہاں ہمارے ساتھ آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو زبان دی، اس نے ان کی زبان میں کہا کہ مجھے پتھر نہ ماریئے، میں آپ لوگوں کو پہچانتا ہوں، اولیاء اللہ سمجھتا ہوں، میں آپ کی حفاظت کے لئے چل رہا ہوں۔

(تفسیر معارف القرآن: (کاندھلوی) ج ۴ ص ۵۶۹)

تو صحبت کا یہ اثر ہوتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام، نبی کا بیٹا آہ! بُروں کے ساتھ بیٹھا، بُرے لوگوں کی صحبت میں خاندانِ نبوت کو گم کردیا اور کافر ہوگیا، بابا کی کشتی میں بھی نہیں بیٹھا، نتیجہ کیا نکلا کہ کافر مرگیا۔

بال بچوں کی فکر بھی بڑی نعمتِ خداوندی ہے

۲۹ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۳ اگست ۱۹۹۱ء

بروز منگل بعد فجر، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ بعض بزرگوں نے شادی نہیں کی، کسی حال کا ان پر غلبہ ہوگیا اور حقوق ادا کرنے سے معذور ہوگئے، ان کو تارکِ سنت نہیں کہا جائے گا۔ علامہ محی الدین ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ شارح مسلم اتنا بڑا محدث، انہوں نے بھی شادی نہیں کی، حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ، صاحبِ کرامت بزرگ، انہوں نے بھی شادی

نہیں کی، جن کے لئے زمین نجاست نگل لیتی تھی کیونکہ یہ اللہ کی زمین پر جوتا پہن کر نہیں چلتے تھے، ان کے اس ادب پر اللہ نے انہیں یہ کرامت دی، جن کے لئے حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی جگہ سے کھڑے ہو جایا کرتے تھے، اور علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شادی نہیں کی۔

حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ کے لئے روایات ہیں کہ انہوں نے بھی شادی نہیں کی تھی۔ ان پر ذکر کا، اللہ کی یاد کا، عبادت کا اتنا غلبہ ہو گیا کہ ان کو اپنا وجود ہی یاد نہ رہا، اسی فنا کی کیفیت میں انا الحق منہ سے نکل گیا اور پھانسی پر چڑھائے گئے۔ وہ ساری اسٹیم ذکر و عبادت کی اندر ہی اندر جمع ہوتی رہی، سینہ بھر گیا، ولی اللہ صاحبِ نسبت تھے لیکن ذکر، عشقِ خدا کے غلبہ میں یہ کلمہ منہ سے نکلا۔ پھر آپ کا مقدمہ بادشاہ کے پاس آیا تو بادشاہ نے جس وزیر کے حوالے مقدمہ کیا وہ شیعہ تھا، غدار تھا۔ اس نے اس طرح سے سازش کی کہ ان کو قتل کرادیا جائے، جس کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا؎

چوں قلم در دستِ غدارے رسید
لَاجَرَم منصور بر دارے رسید

جب قلم ایک غدار کے ہاتھ میں پہنچا تو منصور کو دار پر چڑھا دیا، یہ غدار سے مراد وہی شیعہ وزیر تھا۔ بہر حال جو کچھ قسمت میں تھا وہ ہو گیا۔

اسی لئے حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ شادی کرنا، بال بچے ہونا، نانا دادا بننا یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے، اگر حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ شادی کر لیتے اور ان کی بیٹی، داماد، پوتے نواسے ہوتے، اور ایک کو زکام ہوتا، دوسرے کو پیچش لگی ہوتی اور ڈاکٹر کے پاس دوڑتے، بیٹی کو داماد ستا دیتا اور بیٹی آنکھوں میں آنسو لا کر کہتی کہ آج داماد نے بڑی پٹائی کی ہے، اور تعویذ کے لئے کسی خانقاہ کی طرف دوڑتے تو ہر گز انا الحق نہ نکلتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے کہ ہمیں اپنی عبادت، ذکر کے ساتھ کچھ معاشی افکار بھی دے دیئے کہ ایک دَم

فرشتوں کی طرح اوپر نہ نکل جائیں۔اسی لئے اکثر ایسے لوگ جنہوں نے شادی بھی نہیں کی اور بزرگوں کے پاس بھی نہیں گئے تو یکطرفہ معاملہ ہوگیا، جس سے ان کی عقل میں اعتدال نہ رہا۔

کسی چیز کی پہچان کے لئے اس کی ضد کو دیکھو

۲۷/ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ مطابق ۳/ستمبر ۱۹۸۶ء بروز بدھ بعد عصر

ارشاد فرمایا کہ خوشی کی قدر جب معلوم ہوتی ہے جب غم پڑتا ہے ورنہ پریشانی میں مسکراہٹ اور ہنسنا بھی نہیں آتا۔

کھانا کھلانے والوں کے لئے ایک اہم نصیحت

۲۴/ذیقعدہ ۱۴۰۶ھ مطابق یکم اگست ۱۹۸۶ء
بروز جمعہ، مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پیری مریدی اور تصوف کا بہت بڑا سبق یہ ہے کہ تمہاری ذات سے کسی کو کوئی اذیت نہ پہنچے، اور فرمایا کہ کھانا کھاتے ہوئے اگر کوئی اس لئے پیالہ اُٹھالے کہ سالن کم ہوگیا ہے، اور لے آؤں تو اس سے مجھے سخت اذیت ہوتی ہے، اتنی دیر تک مہمان کو بیکار کردیا، سالن اگر لانا ہے تو دوسرے پیالے میں لے آؤ۔

ننگے سر کھانا جائز مگر خلافِ ادب ہے

صفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۳۱/اگست ۱۹۹۱ء
بروز ہفتہ صبح نو بجے، کمرۂ خاص در خانقاہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ علامہ شامی ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((لَا بَأْسَ بِالْأَكْلِ مَكْشُوْفَ الرَّأْسِ فِي الْمُخْتَارِ))

(رد المحتار علی الدر المختار: (دار الفکر، بیروت)، کتاب الحظر والاباحۃ، ج۶ ص ۳۴۰)

کہ کھلے سر کھانے میں بھی کچھ حرج نہیں، مگر میں یہ کہتا ہوں کہ سر ڈھانپ کر کھانا بزرگوں کا ادب ہے۔ آج کل کے عرف میں ننگے سر کھانا بے ادبی شمار ہوتا ہے اور ایسے مسائل میں عرف ہی پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔

مریض کو کچھ کھلانے میں زبردستی نہ کریں

ارشاد فرمایا کہ تیمارداری اور عیادت کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ مریض کو کھانے میں کچھ کھلانے کے لئے زبردستی نہ کریں۔

مال کی خاطر عزت قربان مت کرو

۲۶؍شوال المکرم ۱۴۰۶ھ مطابق ۴؍جولائی ۱۹۸۶ء بروز جمعہ

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مال اور عزت میں مقابلہ ہوجائے تو مال کو لعنت بھیجو اور عزت بچالو۔ یہاں پر بڑے بڑوں کے دماغ فیل ہوجاتے ہیں۔ ایک مرتبہ صرف دس روپے کی خاطر ایک رکشہ والے نے دوسرے شخص کو قتل کردیا۔

حج وعمرہ پر جانے والوں کے لئے نصیحت

۱۸؍ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ مطابق ۷؍نومبر ۱۹۹۰ء بروز بدھ بعد فجر، مسجدِ اشرف

ارشاد فرمایا کہ جب حج یا عمرہ کرنے جاؤ تو چاہے کئی حج وعمرے کرچکے ہو، کوئی کتاب عمرہ کی ساتھ ضرور لے جاؤ، حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب یا جو آسان لگے وہ لے جاؤ، جب حدودِ حرم آئے اس کو پڑھ لو۔ اور حدودِ حرم شروع ہوتے ہی ایک دعا کرلے کہ اے اللہ! اب ہم حدودِ حرم میں داخل ہورہے ہیں، اس کی برکت سے آپ ہمارے اوپر جہنم کی آگ کو حرام فرمادیجئے۔ اور کعبہ شریف کو دیکھ کر کیا دعا کریں؟ پھر کس طریقہ سے طواف شروع کریں؟ عمرے میں کہیں تو ہاتھ کانوں تک اٹھانا ہوتا ہے، کہیں کندھے تک اٹھاتے ہیں، سعی میں کندھے تک ہے

اور طواف میں کانوں تک ہے۔ یہ سب آدمی بھول بھال جاتا ہے، کتاب ساتھ ہو تو جو کام شروع کرنا ہو پہلے کتاب میں پڑھ لیا، پھر طواف شروع کر لے۔ اور کوئی بھی دعا مقرر مت کرو، جو دل چاہے دعا مانگو، جتنی دعائیں قرآن و حدیث کی ہیں وہ مانگو، میرا ایک اردو شعر ہے وہ بھی پڑھ لو ؎

کہاں یہ میری قسمت یہ طواف تیرے گھر کا
میں جاگتا ہوں یا رب یا خواب دیکھتا ہوں

محدثِ عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی ملتزم پر دعا

ارشاد فرمایا کہ محدثِ عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جب ملتزم پر حاضر ہوئے تو اس طرح دعا کی کہ اے اللہ! میں آپ کے پاس ظلم اور جہل کی گٹھڑی لایا ہوں، آپ اس کو معاف فرما دیجئے، میرا یہ لقب آپ ہی کا رکھا ہوا ہے کہ آپ نے انسان کو فرمایا: وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝

مخلوق کی دشمنیاں نمکین غذا ہیں

۱۳ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۳ ستمبر ۱۹۹۱ء بروز پیر ساڑھے دس بجے شب

ارشاد فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی امامِ ربّانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ کو بدعتیوں نے اتنا ستایا کہ قید کرا دیا۔ انہوں نے حضرت کو لکھا کہ دشمن اتنا تنگ کر رہے ہیں کہ اب میں خانقاہ بند کر کے بھاگنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ حضرت نے لکھا کہ خبردار! خانقاہ بند نہ کرنا۔ تم میٹھی غذا کے عادی ہو، اب تک میٹھی غذا کھاتے رہے ہو، کچھ نمکین غذا بھی کھاؤ۔ مخلوق کی ایذا رسانی یہ نمکین غذا ہے۔

اہل اللہ اور حق تعالیٰ کی عظمت

۱۳ محرم الحرام ۱۴۱۳ھ مطابق ۲۵ جولائی ۱۹۹۲ء بروز ہفتہ

ارشاد فرمایا کہ اللہ والوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کے

سامنے چھوٹا گناہ بھی کبیرہ اور بڑا بن جاتا ہے۔

کمائی بھی اور عدم گنوائی بھی

۳۰/ذیقعدہ ۱۴۱۲ھ مطابق ۳/جون ۱۹۹۲ء بروز بدھ
مجلسِ ملفوظات بمقام مکہ شریف

ارشاد فرمایا کہ ذکر اللہ میں تو کمائی ہی کمائی ہے اور تقویٰ میں عدم گنوائی ہے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم کردہ ایک دعا

ارشاد فرمایا کہ یوں دعا کیا کرو کہ میرے اوپر شانِ رحمت غالب ہو جائے تا کہ روزِ قیامت مجھے اللہ کی رحمت مل جائے۔

زندگی کے چراغ سے ایک اور چراغ جلا لو

ارشاد فرمایا کہ زندگی کے چراغ سے ایک اور چراغ جلا لو تا کہ جیسے ہی زندگی کا چراغ گل ہو، فوراً دوسرا چراغ جل جائے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جب بجلی چلی جاتی ہے تو آٹو میٹک جنریٹر فوراً کام شروع کر دیتا ہے اور روشنی ہو جاتی ہے تو بعینہٖ اپنی حیات میں طاعات اور ترکِ معصیت سے اتنا نور جمع کر لو کہ آنکھ بند ہوتے ہی اس نور کی روشنی ہو جائے۔

نفس کیا ہے؟

ارشاد فرمایا کہ ہمارے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس صدی کے مجدد اور تمام مجددین میں جامع المجددین تھے۔ حضرت کے مرتبے کا اندازہ ’’نفس‘‘ کی تعریف سے بیان کرتا ہوں۔ نفس کیا ہے؟

(الف) از روح المعانی: علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اَلنَّفْسُ کُلُّھَا ظُلْمَۃٌ وَّسِرَاجُھَا التَّوْفِیْقُ نفس سر سے پیر تک ظلمت و اندھیرا ہے اور اس کی روشنی نیک

اعمال کی توفیق ہے۔ (روح المعانی: (رشیدیہ)؛ ج ۱۳ ص ۹۸)

(ب) از مرقاۃ: حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اَلنَّفْسُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَ الْجَسَدِ فَاِنَّ الرُّوْحَ لَطِیْفٌ وَّالْجَسَدَ کَثِیْفٌ وَّبَیْنَهُمَا النَّفْسُ جسم کثیف ہے، روح لطیف ہے، اور نفس ان دونوں کے درمیان متوسط ہے، نفس نہ لطیف ہے نہ کثیف ہے، طاعات سے لطیف ہوجاتا ہے، گناہوں سے کثیف ہوجاتا ہے، یعنی ایک سادہ تختی اللہ نے دی ہے، چاہو تو اس پر خیر لکھ دو چاہو تو برائی لکھ دو، جیسے بچہ کو سادہ تختی دی جاتی ہے، وہ چاہے تو اس پر قرآن شریف لکھ لے، چاہے تو گندی باتیں لکھ لے۔ (مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)؛ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ؛ ج ۱ ص ۳۷۶)

(ج) اور نفس کی تعریف اب حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنئے، فرماتے ہیں: نفس نام ہے مرغوباتِ طبعیہ غیر شرعیہ کا۔ دل کی وہ ناجائز خواہشات جن سے ہمارا پالنے والا ناراض ہوتا ہے، اگر اللہ راضی ہے تو مبارک ہے۔

ایک بزرگ کا بادشاہ کو سفارش کا عجیب خط

ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ نے کسی ضرورت مند کے لئے بادشاہ کے نام سفارشی خط لکھا کہ میں نے اس کا معاملہ پہلے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا، پھر تیری طرف بھیجا ہے۔ اگر تُو اس کی ضرورت پوری کردے تو عند اللہ ماجور ہوگا (تجھے اجر ملے گا) اور اگر تُو نے اس کی ضرورت پوری نہیں کی تو میں تجھے معذور سمجھوں گا۔

بابِ ہفتم ۔ مضامین متعلق متفرق مضامین، بشارات، خوش مزاجی، مزاح، اشعارِ معرفت وغیرہ

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے دردِ دل کی کیفیت

حضرت والا دامت برکاتہم نے اپنا ایک شعر پڑھا ؎

مرے حسرت زدہ دل پر انہیں یوں پیار آتا ہے
جیسے چوم لے ماں چشمِ نم سے اپنے بچہ کو

پھر فرمایا کہ یہی کہتا ہوں کہ بڑے بڑے مفتی اور بڑے عالموں کو تو پہچاننا آسان ہے لیکن دردِ دل والوں کو پہچاننا بہت مشکل ہے۔

کعبہ شریف کی محبت میں شعر

ارشاد فرمایا کہ تجربہ ہے کہ ریاض خیر آبادی کے اس شعر کو بار بار پڑھتے رہنے سے حرم کی حاضری نصیب ہو جاتی ہے ؎

کعبہ سنتے ہیں گھر ہے بڑے داتا کا ریاضؔ
زندگی ہے تو ان فقیروں کا بھی پھیرا ہوگا

ایک قابلِ اصلاح شعر اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی ترمیم

ارشاد فرمایا کہ جو نالائق کعبہ اس لئے جائے کہ وہاں دنیا بھر کے حسین آتے ہیں، وہ کہتا ہے ؎

چلو ان کی گلی میں ہم زمانے بھر کو دیکھ آئیں
سنا ہے دیکھنے سارا زمانہ ان کو آتا ہے

اس شعر میں ترمیم:

اجازت ہو تو میں بھی آ کے شامل ان میں ہو جاؤں
سنا ہے ترے در پر کل ہجومِ عاشقاں ہوگا

مرشد کے انتقال پر زبردست اشعار

ارشاد فرمایا کہ مرشد کے انتقال پر زبردست شعر ہے۔

نویدِ صبح صادق ہے ترا خاموش ہوجانا
مگر اے شمعِ کشتہ ترے پروانے کدھر جائیں

(شمعِ کشتہ: معنیٰ بجھی ہوئی شمع)

شجیعؔ آج تنہا چمن کو گئے تھے
بہت ان کے نقشِ قدم یاد آئے

جان کر من جملۂ خاصان مے خانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

لذتِ قربِ مولیٰ

اِک ہوک سی دل میں اُٹھتی ہے
اِک درد جگر میں ہوتا ہے
میں چپکے چپکے روتا ہوں
جب سارا عالم سوتا ہے

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا ایک پُرلطف شعر

حضرت والا دامت برکاتہم کے خاص محب محی الدین ذوقؔ صاحب کئی دن بعد حاضر ہوئے تو فوراً فرمایا۔

نہ پوچھو آج رنگ میکدہ و جام و مینا کا
بڑی مدت میں مومنؔ و میرؔ کی مجلس میں ذوقؔ آئے

(یہاں مومن سے مراد خود حضرت والا اور میر سے مراد حضرت میر صاحب ہیں)

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ہم سبق کے اشعار

حضرت والا دامت برکاتہم کے حکمت پڑھنے کے زمانہ میں ایک ساتھی کے اشعار جس کا جوانی ہی میں انتقال ہوگیا تھا؎

نہ جانے تم نے دیکھا کس نظر سے
محبت ہو گئی دردِ جگر سے
دلِ بیتاب کی بیتابیوں کو
کوئی پوچھے ہماری چشمِ تر سے
جلے دل کا نہیں اچھا جلانا
نہیں واقف ہو آہوں کے اثر سے
وہ دے کے ابرو و مژگاں کو جنبش
ڈراتے ہیں مجھے تیغ و تبر سے

اور یہ شعر بھی سنایا؎

ہم عشق میں ان کے بھلا کیا کیا نہیں کرتے
سر دُھنتے نہیں اپنا کہ رویا نہیں کرتے

نوکیلی مونچھوں پر دو شعر

ارشاد فرمایا کہ احقر نوکیلی مونچھیں رکھ کر حاضر ہوا تو فوراً یہ شعر فرمایا؎

مونچھوں کی نوک سے یہ عجیب انقلاب ہے
لیلیٰ بھی میری نگاہ میں مجنوں لگے ہے میرؔ

اور

موںچھوں کی نوک دیکھ کر اب عشق کا مقام
لیلیٰ کی نوک جھونک سے آزاد ہوگیا

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا ایک زبردست شعر

یکم / ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ مطابق ۲۹ / ستمبر ۱۹۹۲ء بروز منگل

ارشاد فرمایا کہ اس شعر کو نوٹ کر لینا۔

جنگِ حسن و عشق کے چکر سے جو آزاد ہے
میرؔ اسی کے شہر کا بس نام خیر آباد ہے

زوالِ حسنِ مجاز

۲۱ / رمضان ۱۴۱۴ھ مطابق ۴ / مارچ ۱۹۹۴ء

وہی خال ہے اور وہی گال ہے
مگر حسن کا وہ نہیں حال ہے
محبت کی بدلی ہوئی چال ہے
ادا حسن رفتہ کی جنجال ہے

ایک دیہاتی کے نکاح کا دلچسپ قصہ

ارشاد فرمایا کہ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لطیفہ سنایا تھا کہ کسی قاضی نکاح خواں نے ایک دیہاتی کا نکاح پڑھایا اور معاوضہ طے نہ کیا، جب نکاح پڑھانے کے بعد فیس مانگی تو وہ بولا کہ ہم نہیں دیتے، جب زیادہ تقاضا کیا اور بات بڑھنے لگی تو دیہاتی نے کہا ہم ایک پیسہ نہیں دیں گے، تم چاہو تو نکاح اُدھیڑ لو۔

ایک بزرگ کی اپنی بیمار بیٹی کے لئے دعا

ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ جب قید میں تھے اور ان کی بیٹی فاطمہ کی

علالت کی خبر آئی تو اس طرح دعا کی کہ یا اللہ! میں تو فاطمہ سے دور ہوں لیکن آپ فاطمہ سے دور نہیں، آپ فاطمہ کو صحت دے دیجیے۔

ایک الہامی جملہ

ارشاد فرمایا کہ اے خدا! ہم نے بار ہا توبہ کی، اور بار ہا توبہ شکنی کی، ہمارے عزم کی رسوائیاں آپ کی عظمت اور برتری کی دلیل ہیں ۔

تری ہزار رفعتیں تری ہزار برتری
مری ہر اک شکست میں مرے ہر اِک قصور میں

پرانی مصیبت یاد آنے پر بھی ثواب لینے کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ جب کبھی پرانی مصیبت یاد آجائے تو بھی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ لیا کرو، اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا پہلی دفعہ ملا تھا۔

تکبر پر فارسی کا سبق آموز شعر

ارشاد فرمایا کہ ایک فارسی شعر بہت عجیب معنی رکھتا ہے ۔

آنانکہ دُم میش گرفتند گذشتند
ما غرق ازانیم کہ بر فیل نشستیم

جن لوگوں نے بھیڑ کی دُم پکڑ لی وہ دریا پار ہو گئے اور ہم اس لئے غرق ہوئے کہ ہم کبر و جاہ کے ہاتھی پر بیٹھے ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت پر ایک فارسی شعر

ارشاد فرمایا کہ چشتیت سے بھرپور ایک فارسی شعر ۔

با حوریاں و جنت و غلماں جدا برقص
زاہد شراب نوش و بنام خدا برقص

جب جنت میں جانا تو حوروں اور نعمتوں میں الگ مست ہونا لیکن اے زاہدِ خشک! جامِ محبت پی لے تا کہ خدا کے نام پر بھی تیری روح کو مست ہونا آ جائے۔

حسینوں کے تصور سے دل کی تباہی کا عالَم

۷ / ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۷ / ستمبر ۱۹۹۱ء بروز منگل قبل فجر

حضرت والا دامت برکاتہم فجر کی دوسنت پڑھ کر جماعت کے انتظار میں مسجد میں تشریف فرما تھے کہ یہ شعر موزوں ہوا۔

دنیا کے حسینوں کے تصور سے التذاذ
مری بہارِ دل کے پرخچے اُڑا گیا

حضرت والا کا عجیب انداز سے احقر سہیل سے دعا کا فرمانا

۱۰ / ربیع الاول ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۰ / ستمبر ۱۹۹۱ء

بروز جمعہ گیارہ بجے شب، کمرۂ خاص در خانقاہ، گلشنِ اقبال، کراچی

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شعر کی تشریح فرمائی، جس میں جسم سے روح کا الگ ہونا اور جسم کا لباس روح پر سے اُترنے کا مضمون تھا۔ جب حضرت والا بات ختم فرما چکے تو احقر نے عرض کیا کہ اس مضمون پر حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دو شعر سنانے کی اجازت چاہتا ہوں۔ فرمایا سناؤ۔ عرض کیا۔

فردوس کو چلے ہیں تو اُترا لباسِ تن
شاخوں کو نئے ملتے ہیں خلعت بہار میں
ہستی کا جامہ پھینک لباسِ فنا پہن
کپڑے نئے بدل کے تُو جا بزمِ یار میں

اس پر فرمایا کہ سہیل نے دو شعر بہت عمدہ سنایا، ان اشعار کے انتخاب سے اس کی دلی کیفیت کا پتا چلتا ہے، ہر شخص کی کیفیت کا اظہار انتخابِ اشعار سے ہوتا ہے۔ پھر

یہ شعر پڑھا ؎

شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے
ورنہ میرا راز تو کچھ بھی عیاں نہ تھا

اس کے بعد جب گھر تشریف لے جانے لگے تو فرمایا کہ سہیل میاں! ؎

نہ اپنے سے ہم کو جدا کیجئے گا
ہماری صحت کی دعا کیجئے گا

کیا مطلب؟ میری صحت اور عمر میں خوب برکت کے لئے دعا کرو۔ کبھی کبھی دو رکعات صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر کچھ اور نہ مانگو، صرف اپنی اصلاح اور میری صحت کی دعا کرو، میر صاحب سے بھی کہہ دینا۔

اس سے قبل شام کو مغرب کے بعد سیب کھاتے ہوئے فرمایا کہ اے سہیل! یہاں آکر تھیلی میں سے دو سیب لے کر کھالو۔ جب احقر نے لے لئے تو فرمایا کتنے لئے؟ عرض کیا دو، فرمایا بس؟ اچھا جب ختم ہو جائیں تو اور لے لینا، یہ اس لئے تمہیں دیئے جا رہے ہیں کیونکہ تم آج کل غم بہت اُٹھا رہے ہو۔ (اس وقت احقر پر حضرت والا سے مصافحہ اور مجالس میں سامنے بیٹھنے پر پابندی تھی جس کی وجہ سے دل بہت غمگین رہتا تھا، اس کی طرف اشارہ ہے۔ سہیل)

فارسی سیکھنے کا آسان نسخہ

۲۳؍ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ مطابق یکم؍نومبر ۱۹۹۰ء

بروز جمعہ بعد عشاء، کمرۂ خاص در خانقاہ، گلشنِ اقبال، کراچی

ارشاد فرمایا کہ (احقر سہیل کو مخاطب کر کے فرمایا) تمہیں درسِ مثنوی میں مزہ آیا تھا کہ نہیں؟ احقر نے عرض کیا ’’جی بہت مزہ آیا تھا لیکن حسرت ہو رہی تھی کاش تھوڑی سی فارسی بھی آتی۔‘‘ فرمایا کہ فارسی اشعار کو یاد کر لیا کرو، اسی طرح آجائے گی۔ یہ مثنوی کی خاص برکت ہے۔

خصوصی نصیحت برائے احقر سہیل احمد

۱۳؍رجب المرجب ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۰؍جنوری ۱۹۹۳ء بروز اتوار
(ایک خاص موقع پر احقر سے ارشاد فرمایا، احقر کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا)

ارشاد فرمایا کہ (۱) کبھی انتقام نہ لینا (۲) ساری خلائق کو اپنے سے بہتر سمجھنا (۳) اپنے کو سب سے کمتر اور حقیر سمجھنا (۴) مخلوق کی ایذا رسانی پر صبر کرنا (۵) غصہ سے بہت بچنا۔ اور ایک رات بعد عشاء فرمایا کہ ''سہیل میاں! ذکر میں کبھی سستی نہ کرنا چاہیے نفل عبادت، تلاوت وغیرہ کم کرو لیکن ذکر میں ناغہ مت کرنا۔ یہ خاص بات یاد رکھنا۔''

قوتِ گردہ کے لئے مجرب نسخہ

ارشاد فرمایا کہ دوا برائے قوتِ گردہ وقوتِ حافظہ کا نسخہ یہ ہے: پانچ پستہ اور دو چھوٹی الائچی، صبح نہار منہ خالی پیٹ چبالیا جائے تو گردے مضبوط رہیں گے، کام کرنے میں مستعد رہیں گے۔ خاص گردوں کی طاقت کی دوا ہے اور قوتِ حافظہ کے لئے بھی مفید ہے۔

کولیسٹرول کے لئے مجرب نسخہ

ارشاد فرمایا کہ دل کے والو بند ہونے اور کولیسٹرول کے لئے میں ایک چٹنی بتایا کرتا ہوں: گیارہ پتّی پودینہ، چار لہسن، چار کالی مرچ، ایک چمچ سفید زیرہ۔ ان چاروں کو پیس کر صبح ناشتہ میں رات کی باسی روٹی کے ساتھ کھائیں، اگر شامی کباب بھی ہو تو ذائقہ دار بھی لگے گی۔ جنوبی افریقہ میں مَیں نے جب بتایا تو ایک بوڑھا گجراتی جس کو ڈاکٹروں نے دل کا بائی پاس آپریشن بتایا تھا کہ تمہارے دل کے والو بند ہیں، اس نے چالیس دن اس نسخہ کو استعمال کیا تو تمام والو کُھل گئے اور آپریشن سے بھی بچ گیا۔ پھر جب بھی میں اس کے شہر جاتا تھا تو ایک بوتل بھر کر چٹنی کی

مجھے ہدیہ پیش کرتا تھا کہ صاحب! آپ کے اس نسخہ نے مجھے آپریشن سے بچالیا ورنہ لاکھوں روپے خرچ ہوجاتے۔

امراضِ سانس، نسیان وقوتِ دماغ کے لئے مجرب نسخہ

ارشاد فرمایا کہ چار بادام، چار منقّہ بیج نکال کر، چار کالی مرچ، چار ماشہ مصری رات کو سوتے وقت چبا کے نگل لے، دانتوں سے اتنا پیسے کہ پانی ہوجائے اور پھر پانی نہ پیئے، سخت سردیوں میں استعمال کرے، گرمی شروع ہوجائے تو استعمال نہ کرے، کیونکہ گرم دوا ہے۔ ایک ایک کر کے منہ میں رکھے اور چبا کر نگل جائے، پھر آخر میں پانی نہ پیئے۔ ان شاء اللہ! ۴۰ ردن مسلسل استعمال سے نسیان ختم ہوجائے گا، دماغ مضبوط ہوگا اور نزلہ زکام بھی ان شاء اللہ نہیں ہوگا۔ حکیم اجمل خان کا نسخہ ہے۔

گھوڑے کو کھریرا کرانے والے کا لطیفہ

ارشاد فرمایا کہ ایک شخص اپنے نوکر کے ساتھ گھوڑا بیچنے کے لئے گھوڑوں کی منڈی میں پہنچا، وہاں رات ہوگئی اور گھوڑا فروخت نہ ہوا۔ تو اس نے نوکر سے کہا کہ میں سو رہا ہوں، تُو گھوڑے کی نگرانی کرتا رہ، خبردار! سونا مت۔ تھوڑی دیر بعد اُٹھ کر دیکھا تو نوکر سو رہا تھا، وہ بھی آخر تھکا ماندہ تھا۔ ڈانٹا کہ اگر تُو بھی سو جائے گا تو گھوڑا تو چوری ہوجائے گا۔ کہنے لگا حضور! کوئی کام تو ہے نہیں، نیند تو آئے گی۔ مالک نے کہا اچھا ایسا کر، میں تجھے کھریرا (لوہے کی کنگھی) لا دیتا ہوں، تُو اس سے رات بھر گھوڑے کو کھریرا کرتا رہ، اس سے نیند بھاگ جائے گی۔ خیر! اس کو کھریرے کی ڈیوٹی پر لگا کر خود سو گیا۔ ملازم کو پھر نیند آ گئی کیونکہ ؎

نیند نہ جانے ٹوٹی کھاٹ	بھوک نہ جانے باسی بھات
پیاس نہ جانے دھوبی گھاٹ	عشق نہ جانے ذات کُجات

نوکر نیند میں تھا تو گھوڑا چوری ہوگیا، صبح ہونے سے گھنٹہ بھر پہلے اس کی آنکھ کھلی تو گھوڑا غائب، اب فکر ہوئی، دوڑا ہوا جنگل گیا، وہاں ویسی ہی دھاریوں والا ایک خرگوش دیکھا تو اس کو پکڑ لایا اور خرگوش کو کھریرا کرنا شروع کر دیا۔ جب مالک کی آنکھ کھلی تو دیکھا گھوڑا غائب اور اس کی جگہ خرگوش بندھا ہوا ہے، پوچھا گھوڑا کیا ہوا؟ کہا ''گھِس گیا، اَور کراؤ کھریرا!'' یعنی کھریرا کرنے سے گھوڑا گھِستے گھِستے اتنارہ گیا۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے سنے ہوئے بعض منتخب اشعار

۱۹؍صفر المظفر ۱۴۱۲؁ھ مطابق ۳۰؍اگست ۱۹۹۱؁ء بروز جمعہ بعد مغرب احقر کو بلایا اور ایک استعمالی لفافے پر یہ شعر لکھ کر حوالے کیا کہ جب کسی صورت کی طرف کشش محسوس ہو تو اس شعر کو پڑھا کرو جو اسی وقت موزوں ہوا تھا ؎

یہ خطرہ ہے کہ ہم سیلابِ الفت میں بہہ نہ جائیں
لہٰذا وصل کے اسباب سے دوری ضروری ہے

....

دنیا میری بلا جانے مہنگی ہے یا سستی ہے
موت ملے تو مفت نہ لوں ہستی کی کیا ہستی ہے
دل کا اجڑنا سہل ہے لیکن بسنا سہل نہیں ظالم
بستی بسنا کھیل نہیں یہ بستے بستے بستی ہے

....

حضرت میر صاحب کی کھچڑی پر جو منٰی (سعودیہ) میں پکائی تھی ؎

کھچڑی پکنا کھیل نہیں یہ پکتے پکتے پکتی ہے

....

رفیق ایک اِک جدا منزل بہ منزل ہوتا جاتا ہے
قدم مجذوبؔ کے رُکتے نہیں بڑھتے ہی جاتے ہیں

(مجذوبؔ)

....

دل کو کسی کا تابع فرمان کیجئے
عشق کی مشکلوں کو آسان کیجئے

....

کعبہ سنتے ہیں گھر ہے بڑے داتا کا ریاضؔ
زندگی ہے تو ان فقیروں کا بھی پھیرا ہوگا
(ریاض خیرآبادی)

....

فارسی کے دو عجیب نصیحت آموز اشعار

دوست ما را زر دہد مفت ندہد
رازقِ ما رزق بے منت دہد
(ہمارے دوست ہم پر احسان کرتے ہیں تو احسان رکھتے ہیں لیکن ہمارا مالک جو ہمیں رزق دیتا ہے، وہ ہم سے احسان نہیں جتلاتا)

عقل در اسباب می دارد نظر
عشق می گوید مسبب را نگر
(عقل کہتی ہے کہ اسباب پر نظر کرو، عشق کہتا ہے کہ مسبب الاسباب پر نظر رکھو)

....

حرام محبت کا انجام

(۱۵/ذیقعدہ ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۸/مئی ۱۹۹۲ء)

نظر سے نظر کو ملانا ہے مشکل
یہ انجامِ الفت میرؔ ذرا دیکھو
جنگِ لام و گاف کی رسوائیوں کی سن دلیل
آنکھ سے آنکھ ملائی کیوں نہیں جاتی ہیں میرؔ

....

میں نے دو بوتل پلا دی میرؔ نافرجام کو
کیوں عبث کرتا ہے ظالم یاد ٹنڈوجام کو

....

حسرت کے بادلوں سے عشرت کا چاند نکلا
دیکھو خدا کی قدرت ایمان تازہ کردیا

....

نکل بھاگا ترے کوچے کی جانب تیرا دیوانہ
نہ ٹھہرا ایک دم جنت میں وحشت اس کو کہتے ہیں

....

وقتِ طلوع دیکھا وقتِ غروب دیکھا
اب وقت واپسیں ہے دنیا کو خوب دیکھا

....

(۲۷؍شوال المکرم ۱۴۰۶ھ مطابق ۴؍جولائی ۱۹۸۶ء)

احقر سر منڈا کر حاضر ہوا تو

اس کے سر سے زلف غائب ہوگئی
میرؔ کی الفت بھی تائب ہوگئی

....

اللہ تعالیٰ کے سامنے عرض کرنے کے لئے مناجاتیہ اشعار

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
شیئاً للہ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما
آفریں بر دست و بر بازوئے تو

ہم مفلس آپ کی گلی میں آئے ہیں، اپنی تجلیات کا ایک ذرّہ عطا فرمایئے
ہماری جھولی کی طرف ہاتھ بڑھایئے، آپ کے دست و بازوئے کرم کا کیا کہنا ہے

....

جب مدینے کا مسافر کبھی پا جاتا ہوں
حسرت آتی ہے چلا وہ رہا میں جاتا ہوں

....

منصور تو سر دے کے سُبک ہوگیا لیکن
جلاد سے پوچھے کوئی جلاد کا عالم

....

ہونٹوں سے لگا کر پیانہ پھر ہوش میں آنا بھول گئے
سر رکھ کے تمہاری چوکھٹ پہ پھر سر کا اٹھانا بھول گئے

....

مسافر سمجھ کر کرو مہربانی
تمہارے شہر میں کوئی آگیا ہے

....

جہاں نے رُخ گرچہ ہم سے موڑا غضب وہ ڈھائے ستم وہ توڑا
مگر نہ اس در کو ہم نے چھوڑا جو آستانہ تھا اس جبیں کا

....

نہ اپنے سے ہم کو جدا کیجئے گا
ہماری صحت کی دعا کیجئے گا

(حضرت والا دامت برکاتہم)

....

شعر بوقت آغاز عنایاتِ مرشد بعد خفگی وناراضگی

مدت کے بعد پھر ترے چہرے پہ تبسم
میری خوشی کی آج کوئی انتہا نہ تھی

(حضرت والا دامت برکاتہم)

....

(اَمردوں کو سامنے بیٹھ کر مسلسل دیکھنے سے منع فرمانے کا انداز) ؎

تری آنکھوں سے مجھے ملتا ہے پیغامِ اجل
مجھ کو دزدیدہ نگاہی سے نہ تم دیکھا کرو

....

(۱۴؍ذیقعدہ ۱۴۱۱؁ھ مطابق ۲۹؍مئی ۱۹۹۱؁ء بروز بدھ)

(احقر کی غیر حاضری پر فرمایا) ؎

آتا نہیں ہے سہیل جو مرے دیار میں
شاید کہ پھنس گیا ہے کسی زلفِ یار میں

....

(یکم؍ذیقعدہ ۱۴۱۱؁ھ مطابق ۱۶؍مئی ۱۹۹۱؁ء بروز جمعرات)

(احقر سے ڈائٹ بوتل پلانے کے لئے اس طرح فرمایا) ؎

ذرا ڈائٹ تو پلا دے ساقی
اور مے بھی ہو مگر آفاقی

....

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے غلاموں کے ساتھ مشفقانہ برتاؤ

(۱۸؍ربیع الاول ۱۴۱۲؁ھ مطابق ۲۸؍ستمبر ۱۹۹۱؁ء بروز ہفتہ)

احقر سے دریافت فرمایا کہ رات کہاں سوتے ہو؟ عرض کیا کبھی مسجد کے صحن میں، کبھی درس گاہ میں، کبھی چوتھی منزل پر تو فرمایا ؎

کسی کو کیا خبر ظالم جہاں جا کر کے سوتا ہے
مگر وہ دل میں ہوتا ہے اگرچہ دور ہوتا ہے

....

۲۱/ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۳۰/اکتوبر ۱۹۹۱ء بروز بدھ بعد عشاء

(حضرت والا دامت برکاتہم اپنے کمرے میں بستر پر لیٹے ہوئے تھے، یہ سمجھ کر کہ پیچھے میر صاحب بیٹھے ہیں، نظر گھما کر دیکھا تو احقر بیٹھا ہوا تھا، اس پر فرمایا) ؎

دیکھا جو میرؔ کو تو نظر آگیا سہیلؔ

دزدیدہ نگاہی سے مجھے دیکھ رہا تھا

....

۲۰/صفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۳۱/اگست ۱۹۹۱ء

بروز ہفتہ صبح نو بجے، کمرۂ خاص درخانقاہ، گلشنِ اقبال، کراچی

احقر سہیل نے حضرت والا دامت برکاتہم کی کچھ خدمت کی جس سے حضرت والا کو راحت ملی، پھر دوسرے موقع پر دوسری خدمت کی تو اسی وقت یہ شعر موزوں ہوا ؎

ترے انداز خدمت کے نرالے دیکھے

اپنی رحمت سے خدا تجھے سلامت رکھے

....

۲۲/ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۳۰/اکتوبر ۱۹۹۱ء بروز جمعرات

صبح ۱۰ بجے، کمرۂ خاص میں

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے اللہ نے مجھے اپنے عاشقوں میں جوانی گذارنے کی توفیق عطا فرمائی، اسی کی برکت سے خدا تعالیٰ مجھے تنہا نہیں رہنے دیتا، بہت سے درویش اور فقیر میرے پاس ہر وقت بیٹھے رہتے ہیں یا کبھی میں ان کے پاس چلا جاتا ہوں۔ ابھی بھی دیکھ لو! کتنے اللہ تعالیٰ کے عاشق اور خدا کے پیاسے بیٹھے ہوئے ہیں۔ (الحمد للہ! اس وقت حضرت میر صاحب، مولانا داؤد، مولانا عمر فاروق، فاروق ایس ایس، عبدالعزیز فرانسی، مولانا خبیب سہارنپوری، انیس صاحب الہ آبادی، مولانا یوسف برمی، اور احقر بھی موجود تھا)

انعامِ عظیم بر احقر سہیل ناکارہ

۳؍محرم الحرام ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۶؍جولائی ۱۹۹۱ء

(بروز منگل۔ حج سے واپسی پر پہلا دن)

حضرت والا مرشدی و مولائی سیدی وسندی فداہ روحی وابی وامی دامت برکاتہم وعمت فیوضہم آج بروز منگل بتاریخ ۳؍محرم الحرام مطابق ۱۶؍جولائی ۱۹۹۱ء کو حج کے مبارک سفر سے واپس تشریف لائے۔ حضرت والا کے زمانۂ قیام حرمین شریفین کے دوران احقر نے حضرت والا کی فرقت پر ایک عریضہ مکہ شریف بھیجا تھا جس میں ملازمت چھوڑ کر خانقاہ میں مستقل قیام کا ارادہ ظاہر کیا تھا اور اس کے لئے اجازت طلب کی تھی، اور کچھ اشعار (مولانا محمد نبیہہ صاحب ٹانڈوی رحمۃ اللہ علیہ کے) حضرت والا کی محبت میں لکھ کر بھیجے تھے جو حضرت والا تک وہاں پہنچ بھی گئے۔ حضرت والا جب تشریف لائے تو احقر دروازے پر استقبال اور مصافحہ کے لئے حاضر ہوا، حضرت والا نے فرمایا ''آپ کا خط مل گیا تھا، ماشاء اللہ!'' پھر اسی روز ۱۱؍بجے دن دریافت فرمایا کہ جو اشعار تم نے بھیجے تھے ''مقتدائی مولائی والے''، وہ کیا تمہارے اپنے تھے؟ احقر نے عرض کیا نہیں! وہ مولانا محمد نبیہہ صاحب ٹانڈوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔ پھر بعد مغرب جب احقر حضرت والا کے کمرۂ خاص کا وضو خانہ صاف کر رہا تھا اور خانقاہ میں حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہو رہا تھا تو حضرت والا کمرے میں تشریف لائے اور ایک خاص کیفیت کے ساتھ فرمایا کہ ''دنیا کی فکر مت کرنا۔ کسی نبی نے نبوت ملنے کے بعد تجارت، دنیا داری نہیں کی، تمہارا خط مکہ شریف میں مجھے مل گیا تھا، ماشاء اللہ! تمہارے لئے میں نے خوب دعا کی وہاں پر، نام لے لے کر، فکر مت کرو ان شاء اللہ۔ (پھر فی البدیہہ یہ مصرع پڑھا) ؎

رنگ لائے گی ہماری آہ و زاری ایک دن

فرمایا یہ مصرع ابھی ہوا ہے، اس کے بعد احقر کو کچھ خاص نصیحتیں فرمائی:
نمبر ۱۔ روزانہ دو رکعت صلوٰۃِ حاجت پڑھ کر اللہ میاں سے دعا مانگو کہ اے اللہ! آپ کے علم میں میری زندگی گذارنے کے لئے جو راستہ خیر کا ہو، اسی پر مجھے لگا دیجئے، اپنی رضامندی والی حیات گذارنے کے لئے جو راستہ آپ کے علم میں میرے لئے خیر ہو، اسی طرح مجھے زندگی گذارنے کی توفیق دے دیجئے اور جس راستے میں شر ہو، اس سے بچا لیجیے۔ **نمبر ۲**۔ اپنی نظر کی خاص حفاظت کرنا **نمبر ۳**۔ انسانوں کی دو قسمیں ہوتی ہیں، ایک وہ جن کی کسی پر نظر پڑ گئی، پھر بھول جاتے ہیں، کوئی خاص مجاہدہ ان کو نہیں ہوتا، اور ایک وہ ہیں کہ جو تڑپتے رہتے ہیں، اور اگر دوری اختیار نہ کریں تو آہستہ آہستہ ان کا مجاہدہ اتنا شدید ہو جاتا ہے کہ دماغ پر اثر ہو جاتا ہے، پاگل ہو جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ میری تشخیص میں تم اسی دوسری قسم میں ہو (احقر نے عرض کیا جی حضرت!) تو فرمایا کہ دیکھو! اطمینان ہو گیا، جب شیخ کی تشخیص صحیح ہو جائے تو اطمینان ہو جاتا ہے کہ نہیں؟

....

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے درد بھرے دو شعر

بیاد پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تمہارے ہجر میں جانِ جہاں کچھ بن نہیں آتا
دلِ حسرت زدہ گھبرائے ہے سیرِ گلستاں سے
تمہاری بزمِ پُر انوار جب یاد آئے ہے ہم کو
تو اِک شعلہ سا اُٹھتا ہے ہمارے قلبِ سوزاں سے

....

سلام بحضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

الٰہی! محبوبِ کُل جہاں کو دل و جگر کا سلام پہنچے
نفَس نفَس کا درود پہنچے، نظر نظر کا سلام پہنچے

رسولِ رحمت کا بارِ احساں تمام خلقت کے دوش پر ہے
تو ایسے محسن کو بستی بستی نگر نگر کا سلام پہنچے

مرا قلم بھی ہے اُن کا صدقہ، مرے ہنر پر ہے اُن کا سایہ
حضورِ خواجہ[1] مرے قلم کا، مرے ہنر کا سلام پہنچے

یہ التجا ہے کہ روزِ محشر گناہگاروں پہ بھی نظر ہو
شفیعِ اُمت[1] کو ہم غریبوں کی چشمِ تر کا سلام پہنچے

(کلام حضرت شاہ نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ)

[1] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ

مومنین سے نبی کا تعلق اس سے زیادہ ہے
جو اُن کا اپنے نفسوں سے ہے اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں
(سورۃ الاحزاب: آیت ۶)

یعنی

رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی ازواج مطہرات رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُنَّ

مختصر سوانحی نقشہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن

نمبر شمار	ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن	قبیلہ	کیفیت	سن نکاح	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر بوقت نکاح	سن وفات	مدفن	حرم نبوی میں رہنے کی مدت	کتنی عمر پائی	روایات کی تعداد ۲۸۲۰
۱	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا	قریش	بیوہ	۲۵ میلاد نبوی	۲۵ سال	۱۰ نبوی	مکہ مکرمہ	۲۵ سال	۶۵ سال	-
۲	حضرت سودہ رضی اللہ عنہا	قریش	بیوہ	۱۰ نبوی	۵۰ سال	۲۲ھ	مدینہ منورہ	۱۳ سال	۷۲ سال	۵
۳	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	قریش	کنواری	۱۰ نبوی رخصتی ۲ ہجری	۵۰ سال	۵۷ھ	مدینہ منورہ	۹ سال	۶۶ سال	۲۲۱۰
۴	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا	قریش	بیوہ	۳ ہجری	۵۶ سال	۴۵ھ	مدینہ منورہ	۷ سال	۶۰ سال	۶۰
۵	حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا	قریش	بیوہ	۳ ہجری	۵۶ سال	۳ھ	مدینہ منورہ	۳ ماہ	۳۰ سال	-
۶	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا	قریش	بیوہ	۴ ہجری	۵۷ سال	۵۹ھ	مدینہ منورہ	۶ سال	۸۴ سال	۳۷۸
۷	حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	قریش	مطلقہ	۵ ہجری	۵۸ سال	۲۰ھ	مدینہ منورہ	۵ سال	۵۰ سال	۱۱
۸	حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا	بنو مصطلق	بیوہ	۵ ہجری	۵۸ سال	۵۶ھ	مدینہ منورہ	۵ سال	۶۵ سال	۷
۹	حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا	قریش	بیوہ	۶ ہجری	۵۹ سال	۴۴ھ	مدینہ منورہ	۴ سال	۷۴ سال	۶۵
۱۰	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا	بنو نضیر	بیوہ	۷ ہجری	۶۰ سال	۵۰ھ	مدینہ منورہ	۳ سال	۶۰ سال	۱۰
۱۱	حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا	قریش	بیوہ	۷ ہجری	۶۰ سال	۶۱ھ	سرف قریب مکہ	۳ سال	۸۰ سال	۷۴

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے مختصر فضائل اور سنِ وفات

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج اُمت کی مائیں ہیں

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَزَّ وَجَلَّ

﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ وَاَزْوَاجُہٗٓ اُمَّھٰتُھُمْ﴾

(سورۃ الاحزاب: آیۃ ٦)

(مومنین سے نبی کا تعلق اس سے زیادہ ہے جوان کا اپنے نفسوں سے ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔ بیان القرآن)

آیتِ تخییر اور امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کا عاشقانہ فیصلہ

﴿یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ اِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَھَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْکُنَّ وَاُسَرِّحْکُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا○ وَاِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَۃَ فَاِنَّ اللّٰہَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْکُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا○﴾

(سورۃ الاحزاب: آیات ٢٨، ٢٩)

(اے نبی! آپ اپنی بیبیوں سے فرما دیجئے کہ اگر تم دنیوی زندگی (کا عیش) اور اس کی بہار چاہتی ہو تو آؤ، میں تم کو کچھ مال ومتاع (دنیوی) دے دوں اور تم کو خوبی کے ساتھ رخصت کروں۔ اور اگر تم اللہ کو چاہتی ہو اور اس کے رسول کو اور عالمِ آخرت کو تو تم میں سے نیک کرداروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے اجرِ عظیم مہیا کر رکھا ہے۔ بیان القرآن)

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیتِ تخییر نازل ہوئی کہ اے نبی کی بیبیو! تم چاہو تو دنیا کی زینت اور متاع لے لو اور چاہو تو اللہ ورسول اور دارِ آخرت لے لو تو تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو اختیار کیا،

دنیا کو کسی نے بھی اختیار نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی ازواج کو آپ کے ساتھ کس درجہ محبت تھی کہ فقر و فاقہ اور تنگی میں رہنا منظور کرلیا مگر آپ سے علیحدگی منظور نہیں کی۔ چنانچہ اسی محبت کی وجہ سے ان کو حق تعالیٰ نے جہنم وغیرہ کی دھمکی نہیں دی، نہ کسی آفتِ ارضیہ وسماویہ سے ڈرایا بلکہ صرف اس سے ڈرایا کہ دیکھو! کہیں حضور ﷺ تم کو اپنے سے علیحدہ نہ کردیں۔ ظاہر ہے کہ یہ دھمکی عاشق ہی کو دی جاسکتی ہے، جو بیوی عاشق نہ ہو اس کے حق میں یہ کچھ بھی دھمکی نہیں بلکہ وہ تو اس کو بشارت سمجھے گی خصوصاً جبکہ عدمِ محبت کے ساتھ یہ بات بھی ہو کہ شوہر کے یہاں کھانے پہننے کی بھی تنگی ہو، دنیا کا عیش وراحت بھی نہ ہو، جیسا کہ حضور ﷺ کے یہاں حالت تھی کہ اکثر فاقہ ہوتا تھا۔ (تو اگر خدانخواستہ ازواج کو آپ سے عشق کی حد تک محبت کا تعلق نہ ہوتا تو ہرگز دنیا کی تنگی پر راضی نہیں ہوسکتی تھیں۔ جامع)

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے لئے اجرِ عظیم کا وعدہ

﴿وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ○ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ﴾

(سورۃ الاحزاب: آیات ۳۱، ۳۲)

(اور جو کوئی تم میں اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گی اور نیک کام کرے گی تو ہم اس کو اس کا ثواب دوہرا دیں گے اور ہم نے اس کے لئے ایک عمدہ روزی تیار کر رکھی ہے۔ اے نبی کی بیبیو! تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو۔ بیان القرآن)

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے عاشقانہ فیصلے پر انعامِ خداوندی

((فَلَمَّا خَيَّرَهُنَّ وَهُنَّ التِّسْعُ وَاخْتَرْنَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَرَسُوْلَهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ شَكَرَهُنَّ اللّٰهُ جَلَّ شَأْنُهٗ عَلٰى ذٰلِكَ

وَ قَصَرَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِنَّ اِذْ قَالَ سُبْحَانَہٗ لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا اَنْ تَبَدَّلَ بِہِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ))

(روح المعانی:(رشیدیہ)؛ سورۃ الاحزاب؛ ج۲۱ص۲۴۱)

(علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو اختیار دیا (کہ وہ اللہ و رسول کو اور آخرت کو لے لیں یا دنیا کی مال و متاع لے لیں) اور یہ ازواج (اس وقت) نو تھیں، اور جب ان سب نے اللہ و رسول کو اور دارِ آخرت کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ انعام فرمایا کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان کے علاوہ کسی اور سے نکاح کرنے سے منع فرمادیا اور یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) ان کے علاوہ اور عورتیں آپ کے لئے حلال نہیں ہیں اور نہ یہ درست ہے کہ آپ ان (موجودہ) بیبیوں کی جگہ دوسری بیبیاں تبدیل کرلیں۔)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو اختیار دیا کہ دنیا طلبی کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جدائی اختیار کریں یا پھر تنگی یا فراخی جو کچھ پیش آئے اس پر قناعت کرکے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زوجیت میں رہیں، تو سب ازواج نے اپنے نفقہ کی زیادتی کے مطالبہ کو چھوڑ کر اسی حال میں زوجیت میں رہنا اختیار کیا تو اس پر بطورِ انعام کے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی کو بھی انہی نو (۹) ازواج کے لئے مخصوص کردیا، ان کے سوا کسی سے نکاح جائز نہ رہا۔ (رواہ البیہقی فی سننہ کذا فی روح المعانی) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے مخصوص فرمادیا کہ آپ کے بعد بھی وہ کسی سے نکاح نہیں کرسکتیں، اسی طرح آپ کو بھی ان کے لئے مخصوص فرمادیا کہ آپ ان کے علاوہ اور کوئی نکاح نہیں کرسکتے۔ (روح المعانی: (رشیدیہ)؛ ج۲۲ص۳۲۹)

اللہ تعالیٰ کی مرضی سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تمام نکاحوں کا ہونا

((مَا تَزَوَّجْتُ شَیْئًا مِنْ نِّسَائِیْ وَلَا زَوَّجْتُ شَیْئًا مِنْ بَنَاتِیْ اِلَّا بِاِذْنٍ

جَاءَنِیْ بِهٖ جِبْرِیْلُ عَنْ رَّبِّیْ عَزَّوَجَلَّ))

(کنز العمال: (دار الکتب العلمیۃ)، ج ۱۲ ص ۴۶، رقم الحدیث ۳۴۱۶۹)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں نے نہ اپنا نہ اپنی کسی بیٹی کا اس وقت تک نکاح نہیں کیا، جب تک کہ جبرئیل امین اللہ عزوجل کے پاس سے اجازت لے کر میرے پاس نہیں آ گئے۔)

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا رحلت فرمانا عظیم حادثہ ہے

((قِیْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَاتَتْ فُلَانَۃُ بَعْضُ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَخَرَّ سَاجِدًا فَقِیْلَ لَہٗ تَسْجُدُ فِیْ هٰذِهِ السَّاعَۃِ؟ فَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَیْتُمْ اٰیَۃً فَاسْجُدُوْا وَاَیُّ اٰیَۃٍ اَعْظَمُ مِنْ ذَهَابِ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ رواہ ابو داؤد و الترمذی))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)، باب صلوۃ الخسوف، ص ۱۳۰)

(حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زوجۂ محترمہ (حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا) کا انتقال ہو گیا تو وہ اس عظیم حادثہ کی خبر سنتے ہی سجدے میں گر گئے۔ پوچھا گیا کہ اس وقت یہ سجدہ کیسا؟ تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اللہ تعالیٰ کی کوئی نشانی دیکھو تو سجدہ کیا کرو، اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی رحلت سے بڑھ کو کون سی نشانی ہوگی۔)

بہ اعتبارِ وفات ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی ترتیب

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواجِ مطہرات گیارہ (۱۱) تھیں۔ جن میں سے دو نے آپ کی حیات ہی میں انتقال کیا، ایک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، دوسری حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا اور نو بیبیاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے وقت حیات تھیں، ان نو پاک بیویوں کے نام ان تین شعروں میں کسی نے جمع کئے ہیں۔

تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَنْ تِسْعِ نِسْوَۃٍ
اِلَیْھِنَّ تَعْزِی الْمَکْرُمَاتُ وَ تَنْسِبُ
فَعَائِشَۃُ وَ مَیْمُوْنَۃُ وَ صَفِیَّۃُ
وَ حَفْصَۃُ تَتْلُوْھُنَّ ھِنْدٌ[1] وَّ زَیْنَبُ
جُوَیْرِیَۃُ مَعَ رَمْلَۃَ[1] ثُمَّ سَوْدَۃُ
ثَلَاثٌ وَّ سِتٌّ ذِکْرُھُنَّ مُھَذَّبُ

[1] ''ہند'' حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا اور ''رملہ'' حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا اصل نام ہے

ام المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا

ہجرت سے تین سال قبل سن ۱۰ نبوی میں رحلت فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی بیوی ہیں، نکاح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پچیس برس کے تھے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا چالیس برس کی تھیں۔ نکاح کے بعد ۲۵ برس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت میں رہیں۔ ان کی حیات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرا نکاح نہیں فرمایا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ سب سے پہلے مسلمان ہوئیں، نہ ان سے پہلے کوئی مرد اسلام لایا نہ عورت نہ بوڑھا نہ بچہ: ((وَ ھِیَ اَوَّلُ مَنْ اٰمَنَ مِنْ کَافَّۃِ النَّاسِ ذَکَرِھِمْ وَ اُنْثَاھُمْ)) (الاکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکوۃ) نیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد آپ ہی سے ہوئی سوائے ابراہیم رضی اللہ عنہ کے، وہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے۔ آفتابِ نبوت پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی جان نثاریوں کا صلہ اللہ رب العزت کی طرف سے یہ عطا ہوا کہ ان کے نام حق تعالیٰ کا سلام لے کر حضرت جبرئیل علیہ السلام غارِ حرا میں آئے۔ ایک مرتبہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں کھانا لے کر جا رہی تھیں، ابھی پہنچنے بھی نہ پائی تھیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ کے سلام کے ساتھ ساتھ میری طرف سے بھی حضرت

خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں سلام کہیے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ تعالیٰ اور جبرئیل علیہ السلام کا سلام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو پہنچایا تو انہوں نے اس سلام کا جو جواب دیا وہ ان کی وفورِ عقل اور کمالِ بلاغت کا بہترین نمونہ ہے۔فرمایا ''اَللّٰهُ السَّلَامُ وَ مِنْهُ السَّلَامُ وَ عَلَيْكَ السَّلَامُ وَ عَلٰى جِبْرِيْلَ السَّلَامُ وَ عَلٰى كُلِّ مَنْ سَمِعَ السَّلَامُ اِلَّا الشَّيْطَانَ'' ترجمہ: اللہ پاک تو خود ہی سلامتی والے ہیں، سلامتی انہیں کی جانب سے ملتی ہے، (اے نبی) آپ پر سلام، جبرئیل پر سلام اور ہر اس شخص پر جو (اس واقعہ کو) سنے سلام مگر شیطان پر نہیں۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ۶۵ سال کی عمر پائی۔حجون (جنۃ المعلیٰ) مکہ مکرمہ میں مدفون ہیں۔رضی اللہ عنہا وارضاہا۔

ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

تاریخِ وفات ۳/ہجری، اسلام سے پہلے ہی ان کا لقب ام المساکین تھا کیونکہ مسکینوں کی بہت خیر خبر رکھتی تھیں۔ان کا پہلا نکاح حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا جو غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے ۳/ہجری میں نکاح فرمایا، نکاح کے دو تین ماہ بعد ہی ۳۰ برس کی عمر میں ۳/ہجری ہی میں رحلت فرمائی۔مدینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیویوں میں سے سب سے پہلے ان ہی کی وفات ہوئی۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی واحد زوجہ ہیں جن کی نمازِ جنازہ خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پڑھائی کیونکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے وقت نمازِ جنازہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اور باقی ازواج نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے بعد رحلت فرمائی۔مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔رضی اللہ عنہا وارضاہا۔

ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

تاریخِ وفات ۲۰/ہجری۔امیمہ بنت عبد المطلب کی بیٹی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پھوپی زاد بہن تھیں۔۵/ہجری میں نکاح فرمایا، اس وقت ۳۵ برس کی تھیں۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ازواج سے فرمایا تھا کہ میرے بعد تم میں سب سے پہلے مجھ سے وہ ملے گی جس کا

ہاتھ لمبا ہوگا، چنانچہ ازواج جمع ہوجاتیں اور باہم ہاتھوں کو ناپتی تھیں۔حضرت زینب رضی اللہ عنہا قد میں کم تھیں اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا دراز قد کی تھیں تو سب کا خیال اُن کی طرف جاتا تھا مگر سب سے پہلے حضرت زینب کا انتقال ہوا تب سب سمجھیں کہ ہاتھ لمبا ہونے سے مراد صدقہ وخیرات میں سب سے دراز تھا۔حضرت زینب رضی اللہ عنہا مختلف محنت کے کام (کھال رنگنے، دستکاری وغیرہ) کر کے جو کچھ کماتی تھیں اس کو صدقہ کیا کرتی تھیں جس سے بہت سے مسکینوں کا کام چلتا تھا،اسی وجہ سے ان کا لقب مَاْوَی الْمَسَاکِیْنِ پڑ گیا تھا یعنی مسکینوں کا ٹھکانہ۔یہی وہ زوجہ ہیں جن کے نکاح کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اس آیت میں فرمایا: فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا (سورۃ الاحزاب: آیۃ ۳۷) یعنی ان کا نکاح خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس پر یہ تمام ازواجِ مطہرات سے تحدیثاً فرماتی تھیں کہ تمہارے نکاح تو تمہارے گھر والوں نے کئے ہیں، میرا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نکاح اللہ نے آسمانوں پر فرمایا ہے۔وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ والی آیت آپ رضی اللہ عنہا کے گھر پر آپ کے ولیمہ والے روز نازل ہوئی اور پردہ کے احکام نازل ہوئے جب چند لوگ کھانا کھانے کے بعد وہیں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اذیت ہوئی۔ وفات کے وقت وصیت فرمائی تھی کہ میں نے اپنے لئے کفن تیار کیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی میرے لئے کفن بھیجیں گے تو ان میں سے ایک صدقہ کر دیا جائے، دنیا سے چلتے چلتے بھی صدقہ کرنے کا خیال رہا۔ ۵/سال زوجیت میں رہیں، رحلت کے وقت عمر ۵۰ یا ۵۳ برس تھی۔ مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔رضی اللہ عنہا وارضاہا۔

ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

تاریخِ وفات ۲۲/ہجری، ایک قول کے مطابق ۵۴/ہجری میں وفات پائی، تاہم صحیح قول ۲۲/ہجری ہے۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ان سے ۱۰ نبوی میں

نکاح ہوا، ۱۳؍سال زوجیت میں رہیں۔آپ نے اپنے پہلے شوہر حضرت سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبشہ کی ہجرت بھی کی تھی، ان کے انتقال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔ پہلے شوہر سے ایک لڑکا حضرت عبد الرحمن بن سکران رضی اللہ عنہ تھے، جو جنگِ فارس میں شہید ہوئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ ہجرت فرمائی تو وہاں سے اپنے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال کو لانے کے لئے حضرت زید رضی اللہ عنہ اور ابو رافع رضی اللہ عنہ کو بھیجا، چنانچہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے دوسری ہجرت مدینہ کی طرف کی۔ آپ کے مزاج میں ظرافت بھی تھی، آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی ہنسا دیا کرتی تھیں۔ آپ نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تھا۔ انتقال کے وقت ۷۲؍سال عمر تھی۔ مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔ رضی اللہ عنہا وارضاہا۔

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ بنت ابو سفیان رضی اللہ عنہا

تاریخِ وفات ۴۴؍ہجری۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے بھائی تھے۔ ان کا اصل نام رملہ یا ہند تھا۔ ان کے پہلے شوہر سے ایک بیٹی تھی، جس کا نام حبیبہ تھا، اس کی وجہ سے یہ ام حبیبہ مشہور ہوئیں۔ ان کا پہلا شوہر عبید اللہ بن جحش اسلام چھوڑ کر عیسائی ہو گیا اور اسی حالت میں مر گیا، اس نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو بھی عیسائی ہو جانے کا کہا لیکن اللہ نے انہیں اسلام پر جمائے رکھا۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھے یَا اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ کہہ رہا ہے، بعد میں اس کی تعبیر ظاہر ہو گئی۔ ۶؍ہجری میں یہ حبشہ میں تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجاشی کے پاس ان کے نکاح کا پیغام بھیجا، انہوں نے حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو اپنا وکیلِ نکاح بنایا اور پیغام لانے والی باندی کو خوشی میں چاندی کے اپنے دونوں کنگن اور انگوٹھیاں دے دیں۔ نجاشی نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمان جو حبشہ میں موجود تھے، ان کو جمع کیا اور خطبہ پڑھا، پھر اپنے پاس سے مہر کے چار سو دینار حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو پیش کئے، جنہوں نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کر دیا۔ نکاح کے وقت ان کی عمر

۳٦ برس تھی، چار برس زوجیت میں رہیں۔نکاح کے دوسرے دن نجاشی نے خوشبو اور جہیز کا سامان ساتھ کر کے آپ کو مدینہ منورہ روانہ کیا۔ان کے دل میں حضور ﷺ کا احترام اتنا زیادہ تھا کہ ایک مرتبہ ان کے والد ابوسفیان حالتِ کفر میں ملنے آئے تو انہوں نے حضور ﷺ کے بستر پر انہیں بیٹھنے نہیں دیا کہ آپ مشرک ہو، نبی کے بستر پر نہیں بیٹھ سکتے۔ ۴۷ برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔رضی اللہ عنہا وارضاہا۔

ام المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہا

تاریخِ وفات ۴۵ رہجری، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ان کے پہلے شوہر بدری صحابی حضرت خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ تھے جو غزوۂ احد میں شہید ہوئے، عدت گذرنے کے بعد ۳ رہجری میں حضور ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا، ۷ برس زوجیت میں رہیں۔کئی اعتبار سے شرف اور فضیلت حاصل ہے، حضور ﷺ کی زوجہ ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بہن ہیں جو کثیر الروایۃ صحابی ہیں، ان کی والدہ زینب بنت مظعون رضی اللہ عنہا ہیں اور ماموں عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ہیں جو مدینہ میں وفات پانے والے پہلے شخص ہیں۔ایک مرتبہ حضور ﷺ نے انہیں طلاق رجعی دے دی تھی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا کہ حفصہ بہت روزہ رکھنے والی اور راتوں کو بہت نماز پڑھنے والی ہے، اور جنت میں آپ کی بیوی ہوں گی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ حفصہ کو اپنے نکاح ہی میں رکھئے، چنانچہ آپ نے رجوع فرمالیا اور ان کو نکاح میں رکھ لیا۔ ٦٠ یا ٦۳ سال عمر پائی۔مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔رضی اللہ عنہا وارضاہا۔

ام المؤمنین حضرت صفیہ بنت حُییّ بن اخطب رضی اللہ عنہا

تاریخِ وفات رمضان ۵۰ رہجری (زمانۂ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) کسی نے کہا ۵۱ رہجری،

۶۳ ہجری، ۶۶ ہجری، اس صورت میں مدینہ منورہ کی آخری ام المؤمنین بہ اعتبار رحلت کے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ہوں گی۔ ۷ ہجری میں غزوۂ خیبر کے بعد قیدیوں میں یہ بھی قید ہوکر آئیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں آزاد فرما کر ان سے نکاح فرمایا۔ ۳ سال زوجیت میں رہیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کئی خواب ایسے دیکھے تھے جن کی تعبیر یہ ظاہر ہوتی تھی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کا نکاح ہوگا۔ ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ چاند میری گود میں آ گیا ہے، اپنے شوہر کو جب یہ خواب سنایا تو اس نے زوردار تھپڑ مارا کہ تُو شاہِ عرب کو چاہتی ہے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لشکر لے کر ان کے یہودی شوہر کے علاقہ خیبر پہنچ چکے تھے۔ ان کا شوہر اس جنگ میں مارا گیا اور بہت سارے قیدیوں میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے نکاح کرلیا۔ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے انتہا محبت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری بیماری میں (جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحلت فرمائی) انہوں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ! خدا کی قسم! میرا دل چاہتا ہے کہ جو تکلیف آپ کو ہے آپ کی بجائے مجھے ہوجاتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تصدیق فرمائی کہ صفیہ اپنی بات میں سچی ہے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے خلیفۂ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بھی ان دنوں میں بہت خدمت کی جب باغیوں نے ان کا محاصرہ کر رکھا تھا اور غلہ و پانی بند کر دیا تھا، آپ اپنے پاس سے کھانے پینے کا سامان بھیجتی رہیں۔ انتقال کے وقت ۶۰ یا ۶۷ سال عمر تھی۔ مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔ رضی اللہ عنہا وارضاہا۔

ام المؤمنین حضرت جُویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

تاریخِ وفات ۵۶ ہجری (کسی نے ۵۰ ہجری بھی لکھی ہے)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۵ ہجری میں ان سے نکاح فرمایا، اس وقت ان کی عمرِ مبارک ۲۰ برس تھی، ۵ سال زوجیت میں رہیں۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح سے قبل خواب دیکھا تھا کہ

مدینہ سے چاند چل کر میری گود میں آ گرا، اس خواب کا تذکرہ انہوں نے کسی سے نہیں کیا، یہاں تک کہ مسلمانوں نے ان کے قبیلے سے جہاد کیا اور یہ قید ہو کر آئیں تو آزادی کے لئے امداد کی غرض سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اس سے بہتر بات تمہیں نہ بتاؤں؟ عرض کیا کہ کیا؟ فرمایا کہ میں تمہارا مال ادا کر دوں اور تم سے نکاح کر لوں؟ عرض کیا مجھے منظور ہے۔ یہ اپنی قوم کے لئے بہت مبارک ثابت ہوئیں کیونکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو جب خبر ملی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بنو مصطلق (حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا قبیلہ) کی ایک خاتون سے نکاح کر لیا ہے تو تمام صحابہ نے اس احترام کے پیشِ نظر بنو مصطلق کے قیدیوں کو آزاد کر دیا کہ اب تو یہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سسرال والے ہو گئے، ان کو غلام بنا کر کیسے رکھیں؟ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جویریہ رضی اللہ عنہا کی برکت سے اس دن ان کی قوم کے ایک سو گھرانے آزاد ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نکاح ہو جانے کے بعد ان کے والد حارث بن ابی ضرار اپنے ساتھ بہت سارے اونٹ لے کر چلے تا کہ فدیہ دے کر بیٹی کو آزاد کرا لوں۔ راستے میں دو اونٹ جو بہت پسند تھے ایک وادی میں چھپا دیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر جب فدیہ کے اونٹ پیش کئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ وہ دو اونٹ کہاں ہیں جو تم نے وادی عقیق میں چھپائے ہیں؟ یہ سن کر کلمۂ شہادت پڑھ لیا کہ میرے علاوہ کسی کو اونٹوں کا حال معلوم نہیں تھا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر کر دی۔ پھر عرض کیا کہ مجھے اپنی بیٹی کا قید میں رہنا گوارا نہیں ہے، آپ یہ اونٹ لے لیجئے اور اسے مجھے دے دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں جویریہ کو اختیار دیتا ہوں چاہے تو میرے پاس رہے چاہے تو تمہارے ساتھ چلی جائے۔ حارث خوش ہو کر بیٹی کو لینے آئے تو انہوں نے فرمایا: **اِخْتَرْتُ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ** میں اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں، اور والد کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ ان کا اصل نام

برّہ تھا، جس کے معنی ہیں نیک عورت (ایسے نام والی عورت سے نام پوچھا جائے تو بتائے گی کہ میں برّہ یعنی نیک ہوں، اس میں اپنی تعریف ہوتی ہے لہٰذا یہ نام رکھنا مناسب نہیں ہے) حضور ﷺ نامناسب ناموں کو بدل دیا کرتے تھے چنانچہ ان کا نام بدل کر جویریہ رکھ دیا تھا۔ انتقال کے وقت ٦٥ سال عمر تھی۔ مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔ رضی اللہ عنہا وارضاہا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا

تاریخِ وفات ٥٧ ؍ ہجری، کسی نے کہا ٥٨ ؍ ہجری، حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ ان کا نکاح بھی ١٠ نبوی میں ہوا، اس وقت آپ کی عمر ٦ سال تھی۔ ٩ برس کی عمر میں رخصت ہوئیں اور ٩ ہی برس زوجیت میں رہیں۔ آنحضرت ﷺ کی واحد زوجہ ہیں جو بیوہ یا طلاق یافتہ نہیں تھیں۔ نکاح سے قبل آپ ﷺ کو دو مرتبہ خواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دکھائی گئی تھیں۔ حضور ﷺ کو دیگر تمام بیویوں کی بہ نسبت آپ سے زیادہ محبت تھی مگر ان کی تربیت کا بھی خاص خیال رکھتے تھے، جہاں کوئی قابلِ اصلاح بات نظر آتی تو سرزنش فرماتے، نیز اتنی محبت کے باوجود کسی دوسری بیوی کی ذرا حق تلفی نہیں فرماتے تھے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ فرمایا عائشہ۔ پھر پوچھا کہ مَردوں میں کون؟ فرمایا اس کا والد۔ پھر پوچھا پھر کون؟ فرمایا عمر۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ مجھے دس چیزوں کے ذریعہ فضیلت دی گئی:

١۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نکاح سے پہلے میری شبیہ لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے کہ یہ آپ کی دنیا اور آخرت میں زوجہ ہوں گی (مشکوٰۃ ص ٥٧٤)۔ ٢۔ میرے سوا آپ ﷺ نے کسی کنواری سے نکاح نہیں فرمایا۔ ٣۔ میرے سوا آپ ﷺ کی کوئی زوجہ ایسی نہیں جس کے ماں باپ دونوں نے ہجرت کی ہو۔

۴۔اللہ تعالیٰ نے آسمان سے میری براءت بذریعہ وحی نازل فرمائی۔ ۵۔حضور ﷺ میرے لحاف میں ہوتے تھے اور وحی آجاتی تھی۔ ٦۔ میں اور حضور ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے۔ ۷۔حضور ﷺ تہجد پڑھتے ہوتے تھے اور میں لیٹی ہوتی تھی، جگہ کی تنگی کی وجہ سے جب آپ سجدہ میں جاتے تو میرا پاؤں ہٹا دیتے تھے۔ ۸۔حضور ﷺ کی وفات میری باری کے دن اس حال میں ہوئی کہ آپ میری گردن اور گود کے درمیان تھے۔ ۹۔آپ ﷺ میرے ہی حجرے میں مدفون ہوئے۔ ۱۰۔جس وقت رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو وہاں آپ کے پاس میرے اور فرشتوں کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت میں آیتِ تیمم کا واقعہ بھی ہے جس کا سبب آپ کا ہار گم ہونا تھا اور اس کی تلاش میں لشکر کو بغیر پانی کے ٹھہرنا پڑا، یہاں تک کہ فجر ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی۔ ایک اور مرتبہ رات کے وقت جنگل میں آپ کا ہار ٹوٹ کر گم ہوگیا اور اس کی تلاش میں آپ لگی رہیں کہ قافلہ روانہ ہوگیا۔ آپ قافلے کی جگہ پہنچیں تو وہیں بیٹھ گئیں کہ حضور ﷺ کسی نہ کسی کو مجھے لانے کے لئے یہیں بھیجیں گے، بیٹھے بیٹھے نیند آگئی، یہاں تک کہ حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے (جو قافلے کی گری پڑی چیزوں کو اُٹھانے کے لئے پیچھے رہتے تھے) اور آپ کو اپنے اونٹ پر بٹھا کر قافلے سے ملا دیا۔ اس بات کو لے کر منافقین نے آپ پر تہمت لگائی تو اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور کی دس آیات آپ کی براءت میں نازل فرمائیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی حضور ﷺ کے ذریعہ سلام کہلایا۔ آپ رضی اللہ عنہا کی روایات دو ہزار سے زیادہ ہیں۔ وفات کے وقت ٦٦ سال عمر تھی۔ مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔ رضی اللہ عنہا وارضاہا۔

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ بنت ابوامیہ رضی اللہ عنہا

تاریخِ وفات ۵۹ ھ ہجری، تین اَور قول بھی ہیں ۵۸، ٦۱، ٦۲ ھ ہجری، ایسا ہو تو سب سے

آخر میں آپ کا انتقال ہوا۔ان کا اصل نام ہند تھا۔ان کے پہلے شوہر چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ تھے جو دسویں یا گیارہویں مسلمان تھے، ان دونوں نے دو ہجرتیں کیں، پہلے حبشہ کی ہجرت کی، وہاں ایک لڑکا سلمہ پیدا ہوا، اسی سے دونوں ابوسلمہ اور ام سلمہ مشہور ہوئے۔اس کے بعد مدینہ ہجرت کی تاہم دونوں الگ الگ مدینہ پہنچے، جس کا واقعہ بڑا دردناک ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اونٹ پر مجھے اور بیٹے کو بٹھا کر ابوسلمہ رضی اللہ عنہ جب چلے تو بنومغیرہ (میرے میکے والے) قبیلہ نے مجھے روک لیا کہ ہم اپنی لڑکی کو تمہارے ساتھ نہیں جانے دیں گے۔پھر ابوسلمہ کے قبیلہ بنوعبدالاسد والے آگئے اور مجھ سے میرا بچہ سلمہ چھین لے گئے کہ اپنی لڑکی کے ساتھ تم جو چاہو کرو، یہ لڑکا ہمارے قبیلہ کا ہے، اس کو کہیں نہیں جانے دیں گے۔اس طرح ابوسلمہ، ام سلمہ اور بیٹا سلمہ تینوں ایک دوسرے سے جدا ہوگئے۔ابوسلمہ ہجرت کر کے قبا پہنچ گئے، میں روزانہ آبادی سے باہر جا کر شام تک روتی رہتی، اسی طرح ایک سال گذر گیا، نہ شوہر کے پاس جا سکی نہ بیٹا ملا۔آخر ایک عزیز کو رحم آیا اور اس نے خاندان والوں سے کہہ سن کر مجھے شوہر کے پاس مدینہ جانے کی اجازت دلوادی۔جب میرے سسرال والوں کو خبر ملی کہ میں مدینہ جارہی ہوں تو انہوں نے ترس کھا کر میرا بچہ مجھے واپس دے دیا۔اب میں نے تنہا سفر کا ارادہ کیا اور ایک اونٹ پر بچہ کو ساتھ لئے روانہ ہوئی۔تین چار میل چلی تو عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ، جو ابھی اسلام نہیں لائے تھے، بعد میں مسلمان ہوئے، انہوں نے پوچھا تنہا کہاں جارہی ہو؟ میں نے کہا مدینہ اپنے شوہر کے پاس جارہی ہوں۔پوچھا اور کوئی بھی ساتھ ہے؟ بتایا اللہ ہے اور یہ بچہ ہے۔پھر عثمان نے اونٹ کی نکیل پکڑ لی اور آگے آگے چل دیئے اور مجھے مدینہ پہنچا دیا اور خود سلام کر کے واپس چلے گئے۔۴ رہجری میں ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن رکھا تھا کہ جس مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ یہ

دعا پڑھے: اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ اَللّٰھُمَّ اٰجِرۡنِیۡ فِیۡ مُصِیۡبَتِیۡ وَاخۡلُفۡ لِیۡ خَیۡرًا مِّنۡھَا تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو اس کی گئی ہوئی چیز سے بہتر عنایت فرمائیں گے، اس مصیبت پر میں نے یہ دعا پڑھی مگر دل میں کہا کہ ابو سلمہ سے بہتر کون ہوگا۔ بالآخر بعد عدت گذرنے کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے نکاح فرمایا۔

٦ برس زوجیت میں رہیں۔ ان کے مناقب میں صلح حدیبیہ کا وہ مشہور واقعہ بھی ہے جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین سے صلح کرلی، جس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ مسلمان اس سال واپس چلے جائیں اور اگلے سال عمرہ کریں لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم فرمایا کہ سب احرام کھول دیں، قربانی کے جانور ذبح کردیں اور سر منڈوالیں۔ لیکن تین بار حکم دینے کے باوجود غم کی وجہ سے کوئی صحابی نہ اُٹھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے شکایت کی کہ لوگ کہنا نہیں مان رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اس کی ترکیب یہ بتائی کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کسی سے نہ بولیں، باہر نکل کر اپنے جانور کو ذبح کرلیں اور بال منڈوا دیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔ جب صحابہ نے یہ ماجرا دیکھا تو سب احرام کھولنے پر راضی ہوگئے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ٨٤ برس کی عمر پائی۔ مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔ رضی اللہ عنہا وارضاہا۔

ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

تاریخِ وفات ٦١ ھ ہجری، ایک قول ٥١ ھ ہجری بھی ہے۔ ان کا نام بھی برّہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدل کر میمونہ رکھ دیا تھا، ٧ ھ ہجری میں عمرۃ القضاء کے سفر میں مقامِ سرِف میں نکاح ہوا، اور ٥٤ برس بعد اسی مقامِ سرِف میں رحلت فرمائی۔ انتقال سے پہلے مکہ میں مقیم تھیں، وہاں کچھ طبیعت بھاری ہوئی تو فرمایا مجھے مکہ سے لے چلو کیونکہ مجھے مکہ میں موت نہ آئے گی، مجھے اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہے۔

چنانچہ مقامِ سرف میں آپ رضی اللہ عنہا کو لایا گیا اور وہیں وفات پائی۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی سے نکاح نہیں فرمایا تھا یعنی یہ بہ اعتبار نکاح کے بھی آخری زوجہ ہیں اور بہ اعتبار وفات کے بھی، ۳ برس زوجیت میں رہیں۔ ۸۰ برس کی عمر پائی۔ سرِف میں ہی مدفون ہیں۔ ان کی ایک بہن ام الفضل لبابہ کبریٰ بنت حارث رضی اللہ عنہا (حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی والدہ) ہیں، دوسری بہن لبابہ صغریٰ رضی اللہ عنہا (حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی والدہ) ہیں، دو بہنیں (ماں شریک) مشہور صحابیہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا زوجۂ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور سلمیٰ بنت عمیس رضی اللہ عنہا زوجۂ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ رضی اللہ عنہا وارضاہا۔
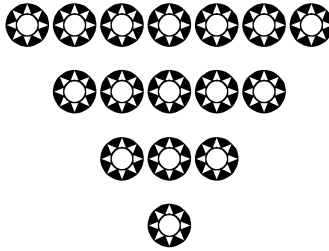
مراجع کتب برائے حالات امہات المومنین رضی اللہ عنہن

الاکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکوٰۃ اور
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ)
سیرتِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مفتی عاشق الٰہی مدنی رحمۃ اللہ علیہ)
نبوت کے ماہ وسال (مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ)
سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)

نعتیہ قصیدہ از حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پر زمینِ دنیا پر بہار کا عالم

نہ ہووے نغمہ سرا کس طرح سے بلبلِ زار
کہ آئی ہے نئے سُر سے چمن چمن میں بہار
کریں ہیں مرغِ چمن سارے مشقِ موسیقی
کہ گانے ہیں انہیں اس سال شُکرِ حق میں ملار
خوشی سے مرغِ چمن ناچ ناچ گاتے ہیں
کفِ ورق سے بجاتے ہیں تالیاں اشجار
اچھلتے ہیں کہیں دیکھ اِک طرف کو فوارے
کہیں ہیں کودتے اونچے سے آب پر انثار
چمن کو دیکھ کے پھولا پھلا ہوا قمری
کرے ہے سرو پہ تسبیحِ حق پکار پکار
چمن میں کثرتِ گُل سے رہی نہ گنجائش
پھرے ہے چار طرف بوئے گل خدائی خوار
یہ ربط ہے گُل و بُو میں، اگر جدا ہو بُو
تو جان کھونے کو ہو اپنی گُل وہیں تیار
نزاکتِ چمنستان بیان کیا کیجئے
کہ صنعِ حق کے تئیں دیکھ عقل ہے بیکار
نہ شاخِ گُل کے تئیں تاب بارِ شبنم ہے
نہ کوئی لمحہ ہے شبنم کو دھوپ ہی کی سہار
کہاں زمین، کہاں یاسمین و لالہ و ورد
فلک بھی گرد ہوا دیکھ کر چمن کی بہار
زمیں سے چرخ ہے ہر طرح اب کے شرمندہ
زمیں میں گڑ جا اگر چرخ کی بسے کچھ پار
دکھائے چرخ اگر اپنے چاند و سورج کو
مقابلہ پہ ہر اک حوضِ باغ ہو تیار
کئے ہیں آپ زمیں نے جواب بارش میں
بجائے بوندوں کے فوارے اس طرف تیار

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کُل انبیاء علیہم السلام اور تمام کائنات پر فضیلت

زمین و چرخ میں ہو کیوں نہ فرقِ چرخ و زمیں
یہ سب کا بار اٹھائے وہ سب کے سر پر بار
کرے ہے ذرّہٗ کوئے محمدی سے خجل
فلک کے شمس و قمر کو زمین لیل و نہار
فلک پہ عیسیٰؑ و ادریسؑ ہیں تو خیر سہی
زمیں پہ جلوہ نما ہیں محمدؐ مختار
فلک پہ سب سہی پر ہے نہ ثانی احمدؐ
زمیں پہ کچھ نہ ہو، پر ہے محمدیؐ سرکار
نثار کیا کروں، مفلس ہوں، نام پر اس کے
فلک سے عقد ثریا لوں، دے اگر وہ اُدھار

ثنا کر اس کی فقط قاسمؔ اور سب کو چھوڑ
کہاں کا سبزہ، کہاں کا چمن، کہاں کی بہار

ثنا کر اس کی، اگر حق سے کچھ لیا چاہے
تُو اس سے کہہ، اگر اللہ سے ہے کچھ درکار

الٰہی! کس سے بیاں ہوسکے ثنا اس کی
کہ جس پہ ایسا تری ذاتِ خاص کا ہو پیار

جو تُو اسے نہ بناتا تو سارے عالم کو
نصیب ہوتی نہ دولت وجود کی زنہار

کہاں وہ رتبہ کہاں عقل نارسا اپنی
کہاں وہ نورِ خدا اور کہاں یہ دیدۂ زار

چراغِ عقل ہے گُل، اس کے نور کے آگے
زباں کا منہ نہیں جو مدح میں کرے گفتار

جہاں کہ جلتے ہوں پرِ عقلِ کُل کے بھی پھر کیا
لگی ہے جان جو پہنچیں وہاں مرے افکار

مگر کرے مری روح القدس اگر مددگاری
تو اس کی مدح میں مَیں بھی کروں رقم اشعار

جو جبرئیل مدد پر ہو فکر کی میرے
تو آگے بڑھ کے کہوں اے جہانکے سردار

تُو فخرِ کون و مکاں زبدۂ زمین و زماں
امیرِ لشکرِ پیغمبراں شہ ابرار

خدا ترا، تُو خدا کا حبیب اور محبوب
خدا ہے آپ کا عاشق تم اس کے عاشقِ زار

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعض اوصاف کا بیان

تُو بوئے گُل ہے اگر مثلِ گُل ہیں اور نبی
تُو نورِ شمس گر اور انبیاء ہیں شمس نہار

طفیل آپ کے ہے کائنات کی ہستی
بجا ہے کہئے اگر تم کو مبدءالآثار

جہانکے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
ترے کمال کسی میں نہیں مگر دوچار

پہنچ سکا ترے رتبہ تلک نہ کوئی نبی
ہوئے ہیں معجزہ والے بھی اس جگہ ناچار

جو انبیاء ہیں وہ آگے تری نبوت کے
کریں ہیں اُمتی ہونے کا یا نبی! اقرار

لگاتا ہاتھ نہ پتلے کو بوالبشرؑ کے خدا
اگر ظہور نہ ہوتا تمہارا آخرِکار

خدا کے طالبِ دیدار حضرتِ موسیٰؑ
تمہارا لیجئے، خدا آپ طالبِ دیدار

کہاں بلندئ طور اور کہاں تری معراج
کہیں ہوئے ہیں زمین آسمان بھی ہموار

جمال کو ترے کب پہنچے حسن یوسفؑ کا
وہ دل ربائے زلیخا، تُو شاہدِ ستار

اگر قمر میں کچھ آجائے تیرے چہرہ کا نور
تو رات دن ہو اور آگے ہو اسکے دن شبتار

رہا جمال پہ تیرے حجابِ بشریت
نجانا کون ہے کچھ بھی کسی نے جز ستار
نہ بن پڑا وہ جمال آپ کا سا اِک شب بھی
قمر نے گو کہ کروڑوں کئے چڑھاؤ اتار
بنا شعاعوں کی جاروب تیرے کوچہ سے مہر
کرے ہے دور اندھیرے کا روز گرد و غبار
اگر ترے رُخ سے گُل کو دوں تشبیہ
شعاعِ مہر کو ہو آرزوئے منصبِ خار

روزِ قیامت سرورِ عالم ﷺ کی شفاعت کے لئے التجا

خوشا نصیب یہ نسبت کہاں نصیب مرے
تُو جس قدر ہے بھلا، میں بُرا اسی مقدار
عجب نہیں تری خاطر سے تیری اُمت کے
گناہ ہوویں قیامت کو طاعتوں میں شمار
بکیں گے آپکی اُمت کے جرم ایسے گراں
کہ لاکھوں مغفرتیں کم سے کم پہ ہوں گی نثار
کفیلِ جرم اگر آپ کی شفاعت ہو
تو قاسمی بھی طریقہ ہو صوفیوں میں شمار
ترے بھروسے پہ رکھتا ہے غرۂ طاعت
گناہِ قاسمؔ برگشتہ بخت، بد اطوار
گناہ کیا ہے اگر کچھ گنہ کئے میں نے
تجھے شفیع کہے کون گر نہ ہوں بدکار

یہ سن کے آپ شفیعِ گناہ گاراں ہیں
کئے ہیں میں نے اکٹھے گناہ کے انبار
ترے لحاظ سے اتنی تو ہوگئی تخفیف
بشر گناہ کریں اور ملائک استغفار
یہ ہے اجابتِ حق کو تری دعا کا لحاظ
قضاء مبرم و مشروط کی سنیں نہ پکار
اگر جواب دیا بیکسوں کو تُو نے بھی
تو کوئی اتنا نہیں جو کرے کچھ استفسار
کروڑوں جُرموں کے آگے یہ نام کا اسلام
کرے گا یا نبی اللہ! کیا مرے پہ پکار
بُرا ہوں، بد ہوں، گنہگار ہوں پر تیرا ہوں
ترا کہیں ہیں مجھے گو کہ ہوں میں ناہنجار
لگے ہے سگ کو ترے میرے نام سے گو عیب
پر تیرے نام کا لگنا مجھے ہے عز و وقار
تُو بہترینِ خلائق میں بدترینِ جہاں
تُو سرورِ دو جہاں میں کمینہ خدمتگار
بہت دنوں سے تمنّا ہے کیجئے عرضِ حال
اگر ہو اپنا کسی طرح تیرے در تک بار
وہ آرزوئیں جو ہیں مدتوں سے دل میں بھری
کہوں میں کھو لکے دل اور نکالوں دلکا بخار
مگر جہاں ہو فلک آستاں سے بھی نیچا
وہاں ہو قاسمِ بے بال و پر کا کیونکر گذار

نہ جبرئیل کے پر ہیں نہ ہے براق کوئی
جو اُڑ کے در تئیں پہنچوں تمہارے یا ہو سوار
کشش پہ تیری لئے اپنا بار بیٹھے ہیں
تکے ہے تیری طرف کو یہ اپنا دیدۂ زار
یہ میری جان نکمی سے تھی سو اس کے بھی
پڑے ہیں چرخ و زماں پیچھے باندھکر ہتھیار
مدد کر اے کرمِ احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسمِ بیکس کا کوئی حامیٔ کار
دیا ہے حق نے تجھے سب سے مرتبہ عالی
کیا ہے سارے بڑے چھوٹوں کا تجھے سردار
جو تُو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا
بنے گا کون ہمارا ترے سوا غم خوار
اِدھر ہجومِ تمنّا اُدھر نصیبوں سے
کرے ہے بخت زبوں، ہر امید سے انکار
رجا و خوف کی موجوں میں ہے امید کی ناؤ
جو تُو ہی ہاتھ لگائے تو ہووے بیڑا پار

عشقِ رسول ﷺ کی تمنّا اور خاکِ مدینہ بننے کی آرزو

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ
کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار
جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مور و مار
اُڑا کے باد مری مشتِ خاک کو پسِ مرگ
کرے حضورؐ کے روضہ کے آس پاس نثار
ولے یہ رتبہ کہاں مشتِ خاکِ قاسمؔ کا
کہ جائے کوچۂ اطہر میں تیرے بن کے غبار
مگر نسیمِ مدینہ ہے گرد باد بنا
کشاں کشاں مجھے لیجا جہاں ہے تیرا مزار
ہوس نہیں مجھے اس سے بھی کچھ رہی لیکن
خدا کی اور تری الفت سے ہو میرا سینہ فگار
لگے وہ تیرِ غمِ عشق کا مرے دل میں
ہزار پارہ ہو دل، خونِ دل میں ہو سرشار
چبھے کچھ ایسے مرے نوکِ خارِ غم دل میں
کہ چھوٹے آنکھوں کے رستہ سے اِک لہو کی فوار
تمہارے عشق میں رو رو کے ہوں نحیف اتنا
کہ آنکھیں چشمۂ آبی سے ہوں درونِ غبار
رہے نہ منصبِ شیخ المشائخی کی طلب
نہ جی کو بھائے یہ دنیا کا کچھ بناؤ سنگار
ہوا اشارے میں دو ٹکڑے جوں قمر کا جگر
کوئی اشارہ ہمارے بھی دل کے ہو جا پار

دربارِ رسول ﷺ کے ادب اور احترام کے تقاضے

یہ کیا ہے شور و غل؟ اتنا سمجھ تو کچھ قاسمؔ
نہ کچھ بڑا ترا رتبہ نہ کچھ بلند تبار

دلِ شکستہ ضروری ہے جوشِ رحمت کو	تُو تھام اپنے تئیں حد سے پا نہ دھر باہر
گرے ہے باز کہیں جبتلک نہ دیکھے شکار	سنبھال اپنے تئیں اور سنبھل کے کر گفتار
وہ آپ رحم کریں گے مگر سنیں تو سہی	ادب کی جا ہے یہ، چُپ ہو تُو اور زباں کر بند
شکستِ شیشۂ دل کی ترے کبھی جھنکار	وہ جانے چھوڑ اسے اور نہ کر تُو کچھ اصرار

بس اب درود پڑھ اس پر اور اس کی آل پہ تُو
جو خوش ہو تجھ سے وہ اور اسکی عترتِ اطہار
الٰہی! اُس پہ اور اُس کی تمام آل پہ بھیج
وہ رحمتیں کہ عدد کر سکے نہ ان کو شمار

مشکل الفاظ کے معانی:

(ملار/گیت)؛ (اثمار/پھل)؛ (قمری/ایک پرندہ)؛ (سرو/ایک درخت)؛ (صنع حق/خدا کی بنائی ہوئی)؛ (کے تئیں دیکھ/کو دیکھ کر)؛ (شبنم/رات کی نمی)؛ (یاسمین و لالہ و ورد/سفید اور سرخ پھولوں کے نام)؛ (گرد/دُھول)؛ (چرخ/آسمان)؛ (بسے کچھ پار/اگر بس چلے)؛ (بار/بوجھ)؛ (خجل/شرمندہ)؛ (عَقدِ ثُریّا/سات ستاروں کا مجموعہ)؛ (زنہار/ہرگز)؛ (گفتار/گفتگو)؛ (عقلِ کُل/پوری عقل والے)؛ (روح القدس/حضرت جبرئیل علیہ السلام)؛ (زبدۂ زمین و زماں/دنیا اور زمانے کے منتخب)؛ (مبدء الآثار/جن سے ابتداء ہوئی ہو)؛ (ابوالبشرؑ/حضرت آدم علیہ السلام)؛ (شبتار/تاریک رات)؛ (جاروب/جھاڑو)؛ (مہر/سورج)؛ (برگشتہ بخت/بدنصیب)؛ (انبار/ذخیرہ، بوجھ)؛ (تخفیف/ہلکا کرنا)؛ (قضاء مبرم و مشروط/تقدیری فیصلوں کے نام جو یا تو اٹل ہوتے ہیں یا کسی شرط پر بدلتے ہیں جیسے فلاں دعا کرے گا تو مصیبت ٹل جائے گی وغیرہ)؛ (ناہنجار/گمراہ، کج روش)؛ (سگ/کتّا)؛ (بار/پہنچنا)؛ (در تئیں/دروازے تک)؛ (حامئ کار/حمایت کرنے والے)؛ (بختِ زبوں/بدنصیب)؛ (مور و مار/چیونٹے اور سانپ)؛ (نحیف/کمزور)؛ (تبار/خاندان، کنبہ)؛ (جھنکار/شیشہ ٹوٹنے کی آواز)؛ (عترتِ اطہار/اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

(ؑ۔ علیہ السلام) (ؐ۔ صلی اللہ علیہ وسلم)

خواب برائے کتاب ''الہاماتِ ربانی''

آج احقر سہیل نے یہ خواب دیکھا کہ گلشن خانقاہ کے صحن میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ حافظ ضیاء الرحمٰن سلّمہ اور مطہر محمود سلّمہ کے سہارے تشریف لائے، بہت لوگ جمع ہیں۔ پھر حضرت والا کو مسجد کے داخلے کی سیڑھی کے پاس ستون کے سہارے سے بٹھایا گیا، حضرت والا کو دھوپ میں بیٹھنا پسند آرہا ہے۔احقر نئی آنے والی کتاب ''الہاماتِ ربانی'' کا مسودہ ہاتھ میں لئے ہوئے دفتر والی جگہ کھڑا ہے۔پھر دیکھا کہ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وہ مسودہ حضرت والا کو دکھایا اور کچھ کچھ سنایا، حضرت بہت خوش ہوئے، حضرت میر صاحب نے مسودہ احقر کو واپس کیا اور بہت اظہارِ مسرت کیا۔پھر احقر نے اس کتاب کے لئے دو ٹائٹل دکھائے (ان پر الہاماتِ ربانی اور دونوں جامعین کے نام لکھے ہوئے تھے)،ابھی حضرت والا نے یہ ٹائٹل نہیں دیکھے تھے کہ حضرت والا کا بیڈ وہیں دھوپ میں لایا گیا اور حضرت اس پر آرام فرما ہوئے۔اتنے میں حافظ ضیاء الرحمٰن میرے پاس بہت خوش آئے، وہ بھی الہاماتِ ربانی کتاب سے بہت خوش تھے اور کہا کہ کچھ ہمارے جمع کردہ ملفوظات پر بھی کام کیجیے۔

سہیل احمد عفا اللہ عنہ

۱۸/اپریل ۲۰۱۹ء

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کے لئے تائب صاحب کے منظوم تاثرات

کوزے میں گر کہے کوئی دریا دِکھایئے
ملفوظ میرے شیخ کا اس کو سنایئے

منزل پہ پہنچنے کا ہے نسخہ تری باتیں
رہبر ہے اگر تُو، تو ہے رستہ تری باتیں

ہو کیوں نہ وسیلے سے ہمیں عشق و محبت
ہیں منزلِ جاناں کا وسیلہ تری باتیں

سب زندہ حقائق ہیں حکایات جنوں کی
واللہ کہانی ہیں نہ قصّہ تری باتیں

تُو خالقِ خورشید پہ ہر وقت فدا ہے
پھیلاتی ہیں ہر سمت اُجالا تری باتیں

ہم پیاس کی شدت میں ہیں یہ جان کے بیٹھے
صحرا ہیں اگر کان تو دریا تری باتیں

کافر کو مسلمان تو کرتی ہی رہی ہیں
دِکھلاتی ہیں دیکھیں ابھی کیا کیا تری باتیں

ایں چنیں شیخ گدائے کوبہ کو۔ عشق آمد لاابالی فاتقوا

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اپنی صدی کے مجدد تھے۔ جس کام کے لئے مجدد آتا ہے اس کام میں اس سے کوئی بڑھا ہوا نہیں ہوتا لہٰذا بڑے بڑے علماء اور مشائخ آپ سے بیعت ہوئے۔ حضرت سید صاحب جب سہارنپور تشریف لائے تو بونبی کی مسجد کی طرف کو نکلے اور وہاں مغرب کی نماز پڑھی۔ اس زمانہ میں شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی (افغانی) رحمۃ اللہ علیہ اس مسجد میں رہتے تھے، سینکڑوں آدمی آپ کے مرید تھے۔ حضرت نے پوچھا کیا اس مسجد میں کوئی بزرگ رہتے ہیں؟ بتایا جی حضرت! ایک بزرگ رہتے ہیں۔ حضرت ان سے ملاقات کے لئے حجرے میں تشریف لے گئے اور کواڑ لگا لئے۔ جب باہر نکلے تو سید صاحب ہنستے ہوئے نکلے اور شاہ عبدالرحیم صاحب روتے ہوئے نکلے۔ ایسی دو تین تنہائیوں کے بعد شاہ صاحب حضرت سید صاحب سے بیعت ہو گئے اور خلافت بھی پائی، آپ نے اپنے تمام مریدوں کو بھی حضرت سے مرید کروایا کہ ایسا مرشدِ کامل ملنا مشکل ہے، تہائی رات تک بیعت کرنے والوں سے سید صاحب کو فرصت نہیں ملی۔ پھر اپنے مرید خاص اور خلیفہ میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ (حاجی امداداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیر) کو بھی لوہاری سے سہارنپور بلوا کر سید صاحب سے بیعت کروایا۔ کسی نے شاہ صاحب سے کہا کہ آپ تو خود بڑے صاحبِ کمال آدمی ہیں، اور باطنی درجات میں حضرت سید صاحب سے کم نہیں ہیں، پھر آپ کیوں سید صاحب پر اتنا مٹ گئے کہ خود بھی مرید ہوئے اور اپنے سب مریدوں کو بھی مرید کروایا؟ اس پر یہ جواب دیا کہ یہ سب کچھ ہے مگر ہم کو نماز پڑھنی اور روزہ رکھنا نہیں آتا تھا، سید صاحب کی برکت سے نماز بھی پڑھنی آ گئی اور روزہ بھی رکھنا آ گیا۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نماز تو پہلے بھی پڑھنی آتی تھی مگر سید صاحب کی صحبت میں اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ والی کیفیت میں اور ترقی ہو گئی۔ آپ کے مریدوں میں سے کسی نے پہلے والی ریاضت و ذکر و مراقبہ کی تمنّا کی تو فرمایا ''جب مجھ کو حضرت سید صاحب سے بیعت نہ تھی اور اپنے مشائخ کے طور طریق پر تھا، سینکڑوں میرے مرید تھے اور ان میں بھی بہت سے صاحبِ تاثیر تھے، اس کے باوجود جب اللہ نے حضرت سید صاحب کو سہارنپور پہنچایا تو مجھے توفیق دی کہ میں بیعت ہوا اور سب مریدوں کو مرید کروایا۔ سو میں نے اپنا عیش و آرام اور شہرت و نام کو ترک کر کے سید صاحب کے یہاں کی محنت و مشقت اور تنگی و کلفت اختیار کی، اینٹیں بھی بناتا ہوں، دیوار بھی اُٹھاتا ہوں، گھاس بھی چھیلتا ہوں، لکڑی بھی چیرتا ہوں، ہر طرح کے کام کرتا ہوں مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان محنتوں میں جو مجھے نعمت دی اور باطنی خیر و برکت عطا کی تو پہلے والے معاملات کی برکتوں کو دسویں حصہ کے برابر بھی نہیں پاتا ہوں، اگر ایسا نہ ہوتا تو اس راحت کو چھوڑ کر یہ محنت کیوں اختیار کرتا؟'' حضرت سید صاحب سے مرید ہونے کے بعد اپنی مسندِ مشیخت کو خیرباد کہہ دیا اور ایک عام خادم بن کر زندگی گذاری، کسی خدمت سے کبھی عار نہیں کیا۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قافلہ میں شامل ہو کر پہلے حج کیا، پھر ہجرت کی، پھر جہاد میں بھی آخر دم تک شریک رہے اور جنگِ مایار میں ۱۲۴۶ھ میں حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت سے چند ماہ قبل اس حال میں شہید ہوئے کہ سر تن سے جدا تھا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (از حکایات اولیاء، وقائع احمدی)

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را